ماہنامہ

جواب عرض

مئی 2012

(پبلشر شہزادہ عالمگیر - پرنٹر: زاہد بشیر - ریٹی گن روڈ لاہور)

میرا پہلا پیار

---تحریر۔نائیلہ طارق۔لیہ۔قسط نمبر۲---

میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے اس کی ہلکی سی آواز سنائی دی نعمان میرے پیچھے پیچھے آتے جاؤ اس نے یہ بات اس قدر دھیرے انداز میں کہی کہ قریب سے گزرنے والا شخص بھی نہ سن سکتا تھا۔ میں خوشی سے پھول سا گیا کیونکہ اس کو میرا نام بھی یاد تھا۔ اور اس نے مجھے پہچان بھی لیا ہوا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ مجھے بھولی نہ تھی مجھے یاد رکھے ہوئے تھی میں اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی وہ بازار میں چلتی جا رہی تھی اور میں اس کو دیکھے جا رہا تھا اور موٹر سائیکل کو پھر سٹارٹ کر کے اس کی طرف جانے لگا۔ میری خوشی کی کوئی بھی انتہا نہ تھی وہ جدھر جدھر جا رہی تھی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا ایک دلچسپ اور محبت بھری کہانی۔

زندگی ایک نیا موڑ لیے ہوئے تھی فروا کو دیکھنے کے بعد مجھے اپنا بیتا ہوا ماضی دوبارہ سے دکھائی دینے لگا تھا میں جتنا بھی اپنے ماضی کو بھولنے کی کوشش کرتا تھا اتنا ہی وہ چہرہ مجھے دکھائی دے رہا تھا دکھائی دیتا بھی کیوں نہ وہ میرا پہلا پیار تھا ایسا پیار جس کے لیے میں بدنام ہوا گھر سے بے گھر ہوا نہ اپنوں کی پروا کی تھی اور نہ ہی غیروں کی پرواہ کی مجھے کسی سے کوئی بھی خوف نہ آتا تھا آج مجھے یاد آنے لگا تھا کہ جو پیار کرتے ہیں وہ کسی سے بھی ڈرتے نہیں ہیں اور میں بھی نہیں ڈرتا تھا راتوں کی تاریک گہرائی میں اس کے دروازے کے سامنے جا پہنچتا تھا وہ میری گلی میں ہی تو رہتی تھی اس کا گھر میرے گھر سے کون سا کوسوں میل دور تھا جو مجھے لمبا سفر کر کے جانا پڑتا اور اگر ایسا کرنا بھی پڑتا تو میں کر گزرتا۔ کیونکہ میں اس کے پیار میں پاگل ہو گیا تھا اس کی مسکراہٹ کا دیوانہ ہو گیا تھا وہ گلابی آنکھوں والی سرخ چہرے والی نشیلے ہونٹوں والی مجھے پہلی ہی نظر میں اپنا دیوانہ بنا گئی تھی لیکن وہ مغرور تھی میں اس کے اندر کا حال نہ جان سکا تھا کہ وہ مجھ میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے میں اس کی ان اداؤں کا اپنے لیے پیار سمجھنے لگا تھا اپنا سکھ چین سب کچھ گنوا بیٹھا تھا ایسا میں کرنا نہیں چاہتا تھا یہ سب مجھ سے خود ہی ہوتا جا رہا تھا خود ہی بے چینی بڑھنے لگی تھی خود ہی آنکھیں اس کے چھت کو گھورتی رہنے لگی تھیں میں خود پر حیران بھی ہوا کرتا تھا اور ہنستا بھی تھا کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے ایک محل میں رہنے والی حسینہ کی زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا میں اپنے دوستوں سے دور ہونے لگا تھا بظاہر ان کے ساتھ رہتا تھا لیکن میرا ان کے درمیان ذرا بھی دل نہ لگتا تھا میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ دیں اور میں اس کو دیکھتا رہوں۔ کئی دنوں کی اندر لگی ہوئی آگ کو جب میں نہ بجھا سکا تو میں نے اس کو لو لیٹر لکھنے کا ارادہ کر لیا اور تقریباً یہ رات کے آخری پہر کا وقت تھا جب میں اپنے کمرے کے ایک کونے میں لگی ہوئی ٹیبل پر جا بیٹھا اور اس کو لیٹر لکھنے لگا لیکن حیرت کی بات تھی کہ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا لکھوں اور لکھوں تو بھی کیسے لکھوں کسی بھی لڑکی کو یہ میرا پہلا لیٹر تھا جو میں لکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور لکھ لکھ کر خود ہی پھاڑتا جا رہا تھا شاید اس کے حسن کو ظاہر کرنے کے لیے میرے پاس کوئی بھی الفاظ موجود نہ رہے تھے اور اگر تھے بھی تو شاید وہ الفاظ اس کے حسن کے سامنے حقیر تھے اف میں کیا کروں میں الجھ کر رہ گیا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا تب مجھے ایک شاعر کی بک یاد آ گئی جو میں نے ایک دوست سے لی تھی اس کی تمام غزلیں مجھے بہت ہی پسند تھیں ایسی غزلیں تھیں کہ جن کو پڑھ کر دل دور بہت دور کسی کے یادوں میں کھو جاتا تھا وہ شاعر تھا یا میری طرح کوئی تڑپتا ہوا عاشق تھا شاید اس کے پاس بھی اپنے محبوب کی تعریف کے لیے الفاظ نہ تھے اور جب اس کو کوئی بھی الفاظ نہ مل پائے ہوں گے تو اس نے شاعری کا

سہارا ایسا ہوگا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ میں جلدی سے اٹھا اور جا کر وہ شاعری کی بک اٹھا لایا اور اس کی وہ غزل نکال کر میں نے اپنے سامنے رکھ لی جو مجھے سب غزلوں سے سب سے زیادہ پسند تھی۔ اس کو ایک نظر میں نے غور سے پڑھا وہ مجھے اس کے لیے بہت ہی اچھی لگی۔

تم ابھی تک سوئے نہیں ہو یکدم مجھے باہر سے ابو کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی جو کھڑکی کے باہر کھڑے اندر جلتی ہوئے روشنی میں مجھے دیکھ رہے تھے میں ان کی آواز سن کر ایک دم کانپ سا گیا۔ جی۔۔۔جی وہ۔۔۔جی وہ میں پڑھ رہا تھا میں نے ان کو صاف جھوٹ بول دیا اور شاعری کی کتاب اٹھا کر اپنے سامنے کرتے ہوئے اردو کی کوئی سٹوری میں پڑھنے لگا۔ چل سو جاؤ بہت رات بیت گئی ہے اب باقی صبح پڑھ لینا۔ جی اچھا ابو میں نے کہا اور کتاب کو وہی چھوڑ کر بستر پر آ کر لیٹ گیا اف یہ مجھ سے کیا ہو گیا میں نے کھڑکی کو بند کیوں نہیں کیا تھا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ ابو آدھی رات کے بعد بھی سوئے نہیں ہیں۔ میں خود سے ہی سوال اور خود کو ہی جواب دینے لگا تھا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے میں کھلی ہوئی کھڑکی کو بند کر دیا اور تسلی کر لی کہ اب لائٹ کی روشنی کمرے سے باہر نہیں جا رہی ہے تو میں پھر سے بستر سے اٹھ گیا اور جا کر اسی جگہ بیٹھ کر شاعری کی بک کھول کر وہی غزل نکال کر سامنے رکھ دی اور اسے لکھنے لگا جب ساری غزل لکھ دی تو خیال آیا کہ اس غزل کا اس کو کیا فائدہ ہوگا یہ تو محض ایک غزل ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس بھی ایسی ہی کئی غزلیں موجود ہوں میں نے اپنے دل کا تو کچھ بھی حال نہیں لکھا ہے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ میں تمہارے لیے بہت بے چین رہنے لگا ہوں نہ راتوں کو سوتا ہوں اور نہ دن کو سکون ملتا ہے بس آتے جاتے ہوئے تمہارے گھر کی چھت کو دیکھتا رہتا ہوں جہاں تم آ کر کھڑی ہو جاتی ہو میں نے تو کچھ بھی نہیں لکھا ہے۔ پتہ نہیں میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے دماغ کام ہی نہیں کر رہا ہے لکھنا کچھ ہوتا ہے لکھ کچھ اور دیتا ہوں ایسا بھی بھلا ہوتا ہے کہ محبوب کو کچھ بھی نہ لکھا جائے اور صرف غزل لکھ کر بھیج دی جائے وہ یقیناً مجھے پاگل ہی تو کہے گی اور نجانے کیا کیا کہے گی۔ بس مجھے غزل نہیں لکھنی ہے کھلم کھلا اظہار محبت کرنا ہوگا ہاں مجھے ایسا ہی کرنا ہوگا۔ میں نے فیصلہ کر لیا اور لکھنے لگا۔

جان من۔ مجھے نہیں پتہ ہے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے میرے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے بس اتنا جانتا ہوں کہ جب سے تم کو دیکھا ہے مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ ہر وقت تمہارا ہی چہرہ میری نظروں سامنے رہتا ہے آتے جاتے نظریں تمہیں ہی دیکھنے کے لیے بے تاب رہتی ہیں تم نے مجھے کیا کر دیا ہے یہ بھی نہیں جانتا ہوں۔ دیکھیں جان من زندگی میں کبھی بھی میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا جو اب ہوا ہے میں سوچتا تھا کہ محبت پیار یہ سب۔ ایک فریب ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے لیکن اب تمہیں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ نہیں میں غلط کہتا تھا محبت۔ یہ تو سب کچھ ہے محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے میرے اندر پیار کی آگ جلنے لگی ہے جو کسی بھی وقت آتش فشاں بن کر نجانے کیا سے کیا کر بیٹھے مجھے تمہاری ضرورت ہے تمہاری چاہت کی ضرورت ہے تمہارے مسکراہٹ کی ضرورت ہے میں ہر پل تمہیں اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں ہر لمحہ اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں جیسے وہ کسی شاعر نے کہا ہوا ہے ویسی ہی میری حالت ہے اس کے دل میں شاید میرے جیسی تڑپ تھی جو اس نے کہا تھا۔ بیٹھ میرے پاس تمہیں دیکھتا رہوں۔ دیکھتا رہوں منہوں کچھ نہ کہوں۔ جان من میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں میں بھی ہر پل تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں اور تمہیں ایسا کرنا ہوگا تمہیں میرے لیے میرے سامنے رہنا ہوگا میری ایک عادت ہے کہ جو چیز مجھے اچھی لگتی ہے اسے حاصل کرنا ہی میرا مقصد ہوتا ہے بس میرا یہ خط پڑھتے ہی چھت پر چلی جانا اور اپنا دیدار کروانا۔ اف یہ میں نے کیا لکھ دیا ہے میں نے تو اسے دھمکی دے دی ہے کہ تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو میں کیا کروں گا مجھے یہ لفظ نہیں لکھنا چاہیے تھا بلکہ ایسا کچھ بھی نہیں لکھنا چاہیے تھا صرف دل کا حال لکھنا چاہیے تھا میں نے یہ سوچ کر وہ لکھا ہوا کاغذ پھاڑ کر اس کے کئی ٹکرے کر دیئے اور دوسرا کاغذ پکڑ کر لکھنے لگا۔

میرے دل کی رانی میری آنکھوں کا چین میری سوچوں کی ملکہ۔ السلام وعلیکم۔ آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم کو اپنا حال دل بتانے لگا ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرنے لگا ہوں ایسا پیار جو آج تک کسی نے کسی سے نہ کیا ہوگا میرے دل کے ہر کونے میں تمہارا ہی نام لکھا ہوا ہے میری ایسی حالت تمہیں دیکھنے کے بعد ہوئی ہے یوں سمجھ لو کہ گیند کا تمہارے گھر میں گرنا اور تمہارا میرے سامنے آنا مجھے دیکھ کر مسکرانا بس تب سے میرے ساتھ ایسا ہوا ہے اس وقت سے میرے دل میں تمہارے لیے تڑپ ابھرنے لگی ہے جو دھیرے دھیرے مجھے بے بس کرتی جانے لگی ہے بہت کوشش کرتا رہا ہوں کہ تمکو نہ سوچوں تمہیں یاد نہ کروں تمہارا چہرہ اپنی آنکھوں سامنے نہ لاؤں لیکن میں ایسا کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہوں سو آج خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں اپنا حال دل کہنے لگا ہوں جان میں تمہیں چاہنے لگا ہوں پلیز میرے دل کو نہ توڑنا ورنہ میں بکھر جاؤں گا میں پیار کے ہر امتحان سے گزر سکتا ہوں لیکن تم سے دوری میری موت ہو سکتی ہے پلیز ایسا نہ سوچنا کہ آج کل کے لڑکوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی خوبصورت اور حسین چہرہ دیکھا اس پر فرفتہ ہو گئے ایسا نہیں ہے میں ان لڑکوں میں سے نہیں ہوں جو ہر کسی کو دل کی رانی بنا لیتے ہیں میں نے تم کو دیکھا ہے اور تمہیں ہی پیار کرنے لگا ہوں اگر تم نے میری محبت کو قبول کر لیا تو پھر دیکھنا میں تمہارے لیے کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ بس باقی باتیں پھر کروں گا جب تم مجھے قبول کر لو گی میں اپنا نمبر لکھ رہا ہوں مجھے کال کر کے بس اتنا کہہ دینا کہ میری جان میرے شہزادے میرا بھی تمہاری طرح حال ہے میں نے بھی جب سے تمہیں دیکھا ہے میرا چین بھی جا تا رہا ہے مجھے بھی تمہارے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے میرے دل میں بھی تمہاری چاہت کی پیاس پیدا ہونے لگی ہے ہاں جان ایسا ہی لکھ دینا۔ میں شدت سے تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔

میں نے یہ سب کچھ لکھ کر اس کو ایک بار پڑھا اور پھر اس کو اپنی جیب میں ڈال دیا اس تک خط پہنچانا میرے لیے کوئی بھی مشکل کام نہ تھا خط دینے کا میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا میں نے ایسا ہی کیا اپنے ٹیبل کی دراز کو کھولا اس میں سے گیند کو باہر نکالا اور اس پر وہ خط لپیٹنے لگا اور پھر سکون سے اس کو اپنے تکیے نیچے رکھ کر سو گیا۔ صبح امی کے اٹھانے سے میں اٹھا جلدی سے تیار ہوا اور بیگ کندھے پر ڈالا اور گلی میں آ گیا میں نے ایک نظر گلی میں دیکھا گلی سنسان پڑی ہوئی تھی میں نے جلدی سے گیند کو بیگ سے باہر نکالا ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی چھت پر اچھال دیا اور تیزی سے سکول کی طرف چل دیا۔

***
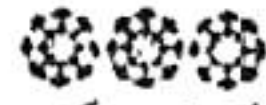
میں کب سے تمہیں کال کر رہی تھی تم نجانے آج کل کہاں کھوئے رہتے ہو۔ میں نے ابھی فریسہ کی کال او کے کی تھی کہ اس کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اوہ یار ابھی تو اٹھا ہوں رات کو طبیعت ٹھیک نہ تھی دیر تک جاگتا رہا ہوں۔ کیا ہوا ہے تمہاری طبیعت کو بتاؤ کیا ہوا ہے وہ بے چین سی ہونے لگی پتہ نہیں یوں دل گھبرا نا رہا ہے۔ دل پر ایک بوجھ سا محسوس کرنے لگا تھا۔ اف یار مجھے کیوں نہیں بتایا تم جانتے ہو کہ میرا فون تمہارے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے اگر تمہارے ایسا ہو رہا تھا تو مجھے بتا دیتے میں آ جاتی تم کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاتی۔ نہیں یار میں نے جان بوجھ کر تم کو نہیں جگایا تھا میں سوچ رہا تھا کہ میں تمہاری نیند کو کیوں خراب کروں۔ دیکھا دیکھا کر دی نہ غیروں والی تم سے بڑھ کر مجھے اپنی نیند پیاری نہیں ہے بہر حال ابھی کہیں بھی نہ جانا میں آ رہی ہوں۔ فریسہ نے کہا اور فون بند کر دیا میں اس کو کچھ کہنے ہی والا تھا لیکن کچھ بھی نہ کہہ سکا میں اس کو روکنا چاہتا تھا کہ وہ نہ آئے میں اب ٹھیک ہوں لیکن اس نے ایسا موقع نہ دیا۔ میں اس لڑکی پر اکثر حیران رہ جاتا تھا کہ وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتی تھی نجانے اس نے مجھ میں کیا دیکھ لیا تھا کہ اپنا سب کچھ مجھ پر قربان کر دینا چاہتی تھی حالانکہ وہ بہت حسین اور بہت لائن لاٹ تھی دولت کی اس کے پاس کمی نہ تھی اپنی گاڑی میں آتی جاتی تھی اور سب سے بڑھ کر سات بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی جو چاہتی تھی اس کو مل جاتا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تھا اس کو محسوس کیا تھا کہ وہ میرے

لیے اپنی تمام دولت لٹانے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھی میں نے جو بھی کہہ دیا اس نے وہی پورا کر دیا۔ لیکن شاید میں اس کے ساتھ فراڈ کرنے لگا تھا جب سے فروا کو دیکھا تھا اس سے میری دلچسپی کم ہونے لگی تھی اور یہ بات میں اس کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ ہم دونوں سے ملنے سے پہلے جو کچھ بھی ہو گیا ہے سو ہو گیا ہے اب ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا نہ اس کی زندگی میں کوئی لڑکا آئے گا اور نہ ہی میری زندگی میں وہ کسی لڑکی کو برداشت کرے گی یہ بات ہم میں طے ہو چکی تھی لیکن فروا کو دیکھنے کے بعد میں اپنے عہد سے پھرنے لگا تھا اور یہی بات ہی مجھے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا تھا میں اس کا سامنا کرتے ہوئے شرمانے لگا تھا کہ اگر اس کو معلوم ہو گیا کہ میں یہ کھیل کھیل رہا ہوں تو اس کا مجھ سے اعتماد اٹھ جائے گا محبت سے یقین جاتا رہے گا۔ مردوں سے اسے نفرت ہو جائے گی۔ بس یہی سوچیں سوچ سوچ کر میں کانپ جاتا تھا میں اس کے دل کو کوئی بھی چوٹ نہیں لگانا چاہتا تھا میں جانتا تھا کہ اگر اس کو کسی بھی طرح یہ سب معلوم ہو گیا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ لیکن میں کیا کرتا فروا میرا پہلا پیار تھی جس کو میں بھول تو چکا تھا لیکن اس کو دیکھنے کے بعد پھر سے میرے دل میں اس کے لیے وہی محبتیں جنم لینے لگی تھیں اور جس حال میں میں اسے دیکھ رہا تھا وہ میرے لیے بہت اذیت بنی ہوئی تھیں کہ وہ ایک مٹی کے گھر میں کیسے آ گئی تھی وہ تو بنگلوں میں رہتی تھی اور پھر سب سے بڑھ کر اس کا شوہر بھی اس سے آدھی سے بڑھا تھا وہ کوئی بوڑھا انسان تھا یہ سب کیسے ہوا تھا یہی بے چینی مجھے اس کی طرف کھینچتی جا رہی تھی میں یہ سب جاننا چاہتا تھا اس کی زندگی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ محل سے ایک جھونپڑی میں کیوں آ گئی ہے جبکہ اس نے مجھے ٹھکرایا بھی اسی وجہ سے تھا کہ وہ کسی گاڑیوں والے کسی بنگلوں والوں کی خواہش رکھتی ہے اس کی سوچیں بہت اونچی ہیں وہ چاہتی ہے کہ وہ اس سے محبت کرے جو دولت میں بہت اونچا ہو۔ وہ اپنی خوبصورتی کا کوئی فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی وہ شخص اس پر عاشق ہو جو دولت میں بہت آگے ہو۔

مجھے گاڑی کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز فریسہ کی گاڑی تھی میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو وہ مجھے آتی ہوئی دکھائی دی اس کے ہاتھ میں دو تین شاپر تھے آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتار کر اس نے اپنے بالوں میں لگایا ہوا تھا اور میرے روم کی طرف چلتی آ رہی تھی میں اس کو دیکھتا رہا وہ بہت ہی حسین دکھائی دے رہی تھی بہت ہی حسین لیکن اس کے باوجود بھی فروا ۔میں نے اپنے آپ کو کوسا میں فروا کی طرف کیوں بڑھنے لگا ہوں مجھے اس کی زندگی میں نہیں جھانکنا چاہیے وہ اگر مٹی کے گھر میں رہ رہی ہے تو رہے مجھے اس سے کیا ہو سکتا ہے کہ اس کو میری محبت کو ٹھکرانے کی سزا ملی ہو کیونکہ اس نے مجھے اسی وجہ سے ٹھکرایا تھا کہ میرے پاس وہ سب نہیں تھا جو وہ چاہتی تھی۔ اور ساتھ ہی ایک اور خیال آیا کہ اسے کار والا اچھا لگتا ہے اور میں اس پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ دیکھو میرے پاس آج کار ہے ہاں مجھے فریسہ سے کار کا کہنا چاہیے۔ یہ ایسا خیال تھا جو اس سے پہلے کبھی بھی میری سوچ میں نہیں آیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے فوری دروازہ کھول دیا باہر فریسہ کھڑی تھی جو مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگی اور پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھرنے لگی۔ مجھے تو نہیں لگتا ہے کہ تمہارے اندر کوئی بیماری ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں بھی ہنس دیا اور کہا لو جی یہ کیا بات ہے بیماری چہرے پر تھوڑی ہے وہ تو میرے دل میں ہے۔ ہاں یہ تو ہے لیکن لگتا ہے کہ تمہارے دل کو چیرنا ہو گا دیکھنا ہو گا کہ اس میں کون سی بیماری ہے اس نے شاپر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا اس کی بات پر میں ہنس دیا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ بولی دیکھو نعمان میں محسوس کرنے لگی ہوں کہ تم میرے ساتھ کوئی کھیل کھیلنے لگے ہو اگر ایسا ہوا تھا تو پھر مجھ سے برا کوئی بھی نہ ہو گا میری بات کو سمجھ رہے ہو ناں۔ اف میں اس کی بات سن کر اندر سے کانپ کر رہ گیا۔ کیا۔ کیا مطلب ہے تمہارا میں نے جھٹ سے کہہ دیا۔ بس وہی کہا ہے جو میں نے محسوس کیا ہے ورنہ تم پہلے ایسے نہ تھے پہلے پوری پوری رات مجھے سونے نہ دیتے تھے اور اب میں تمہارے فون کا انتظار ہی کرتی رہتی ہوں لیکن جناب کا

موبائل ہی بند ہوتا ہے اب تو بیٹری کا بہانا نہیں ہے میں نے ایسا موبائل دیا ہوا جس کی بیٹری ایک ہفتہ تو ضرور چلتی ۔اس کی سچی باتیں مجھے شرمندہ تو کر رہی تھیں لیکن میں بھی ہارنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر میں باتوں میں ہار گیا تو پھر اس کے دل میں شک جنم لینے لگے گا اور میں ایسا نہیں چاہتا تھا کیونکہ فروا میرا ماضی تھا اور وہ مستقبل تھی۔ ہاں یہ بات الگ تھی کہ فروا کی وجہ سے میں پریشان رہنے لگا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے لیکن اسے اپنانے کا خیال نہ تھا صرف اس کے بارے میں جاننا تھا۔ پھر میں فریسہ کو ہاتھ سے کیوں جانے دیتا اس کے دل میں شک کیوں آنے دیتا میں نے کہا میری جان ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں۔ مجھے تمہاری گارنٹی نہیں چاہیے جب میرے دل کو تسلی ہو جائے گی تو تب میں خود ہی کہہ دوں کہ تم ٹھیک ہو گئے ہو اگر میرے دل کو تسلی نہ ہو تو تم جانتے ہو کہ میں سات بھائیوں کی اکلوتی بہن ہو اور تم جانتے ہو کہ میرے بھائی کچھ بھی کر سکتے ہیں یہ بات اس ۔مسکراتے ہوئے کہی لیکن میں اندر سے کانپ سا گیا کیونکہ میں نے ان کو دیکھا ہوا تھا بلکہ ملا بھی ہوا تھا اگر وہ محبت کرنے والے تھے تو اپنی شان پر کچھ بھی کر سکتے تھے۔ یہ تم نے کیسی بات کر دی ہے میں تو کانپ ہی گیا ہوں۔ تو پھر ایسے نہ کام کرو جس سے تم کو کوئی خطرہ ہو۔ ٹھیک ٹھیک ہے میں اب ایسا کچھ بھی نہیں کروں گا تم بھی خواہ مخواہ شک کو دل میں لے بیٹھ جاتی ہو۔ نعمان یہ شک نہیں ہے حقیقت ہے ایک وقت تھا کہ تم رات بھر مجھ سے باتیں کرتے ہوئے تھکتے نہ تھے اور سب مجھے بہت اچھا لگتا تھا اور اب یہ وقت ہے کہ تم ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مجھے ٹال جاتے ہو میں کوئی بچی نہیں ہو کہ کچھ بھی نہ سمجھ سکوں۔

اوہ میری جان ۔میں نے اس کی چٹیا کھینچتے ہوئے کہا۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کی ضرورت اور خواہش بھی نہیں ہے تم ہو تو سب کچھ میرے پاس ہے تمہاری باتوں نے میرا سارا مزہ کرکرا کر دیا ہے میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ کیا سوچ رہے تھے۔ وہ شاپر سے ناشتہ باہر نکالتے ہوئے بولی۔ اب بتانے کا کوئی بھی فائدہ نہیں ۔۔پلیز بتاؤ ناں کیا سوچ رہے تھے۔ اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے کہا میں سوچ رہا کہ آج تم کو ساتھ لے کر کہیں دور ایسی جگہ جاؤں گا جہاں کوئی بھی تیسرا نہ ہو جہاں ہم دونوں ہوں اور سہانا موسم ہو اور ہم دونوں اس موسم کا خوب انجوائے کریں۔

واؤ یہ ہوئی نہ بات۔ وہ خوشی سے بولی۔ لیکن اب میں نہیں جاؤں گا تم نے میرا سارا موڈ خراب کر دیا ہے نجانے کیسی کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئی تھی۔ میری اس بات پر وہ ہنس دی اور بولی جان تم میرے پیار کو نہیں سمجھ سکے ہو کوئی بھی محبوبہ یہ نہیں چاہے گی کہ اس کا محبوب اس سے اپنی توجہ ہٹائے میں کئی دنوں سے یہ بات نوٹ کر رہی تھی اور پھر کب تک برداشت کرتی مجھے جو دل میں تھا آج کہنا پڑا ہے لیکن اگر یہ میرا وہم ہے تو میں اس وہم کو دل سے نکال دیتی ہوں اگر اس میں کچھ اور کچھ ہے تو تم بھی سنبھل جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی پچھتاتے رہ جاؤ اور میں بھی پچھتاتی رہ جاؤں اور نہ تم مجھے منہ دکھانے کے قابل رہو اور نہ میں تم کو منہ دکھانے کے قابل رہوں اور میں نہیں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں پر کوئی ایسا وقت آئے ۔کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے منہ چھپاتے پھریں۔ نعمان میں تم کو کوئی غیر نہیں سمجھتی ہوں اور نہ ہی تم ایسا کبھی سوچنا تم میری زندگی کا ایک حصہ ہو میری سانسوں میں خون کی گردش ہو میرے ہمسفر ہو یوں کہہ لو کہ تم میرے شوہر ہو میں نے تم کو اپنے شوہر کا درجہ دے رکھا ہوا ہے بھی تو جب بھی چاہتی ہو جہاں چاہتی ہوں تم سے ملنے کے لیے چلی آتی ہوں اور تم عورت ذات کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہو کہ عورت اپنی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی ہے ایسا ہی حال میرا ہے میں بھی ایسا ہی چاہتی ہوں کہ تم صرف میرا سوچو میرے ساتھ رہو میرے علاوہ کسی کا دل میں تصور بھی نہ لاؤ ۔اچھا بابا اچھا اور کچھ ۔نعمان میں بہت سنجیدہ ہوں اس نے پوری کا نوالہ میرے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا میں کچھ بھی برداشت نہیں کر پاؤں گی مجھے تمہاری ضرورت ہے تمہاری خواہش ہے تمہاری چاہت کی ضرورت ہے تمہارے پیار کی

ورت ہے تم میرا پہلا پیار ہو۔ پہلے پیار کا لفظ سنتے ہی یکدم فروا میری نظروں سامنے گھوم گئی اس کا معصوم چہرہ میری وں سے اڈآیا کیونکہ وہ بھی میرا پہلا پیار تھی۔ میری بات سن رہے ہوناں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں اس نے میرے گال نگی کاٹتے ہوئے کہا ہاں ہاں میں سن رہا ہوں اور سمجھ بھی رہا ہوں۔ وہ مسکرادی تو پھر اسی پر عمل کرنا جو میں نے کہہ دیا ہے ۔ مجھے کچھ اور نہیں کہنا ہے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے اور جو تم نے سننا تھا سن لیا ہے اب چپ چاپ کھانا کھاؤ اور پھر کہیں دور ت دور گھومنے جاتے ہیں۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں میں نے کہا اور ساتھ ہی کہا جان جی تم یہ بات تو اچھی ح جانتی ہو اور میں نے تم کو ہر بات بتائی ہوئی ہے کہ تم سے پہلے میں نے کسی کو چاہا تھا۔ ہاں جانتی ہوں اور میں نے اس ت کو دل سے تسلیم کر لیا تھا اور تم سے وعدہ لیا تھا کہ جو ہوا سو ہوا اب ایسا کچھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ ہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا یرا تم سے پکا وعدہ ہے اور جان ایسا ہوگا بھی کیسے۔ تم سے بڑھ کر اب کون چاہنے والا ہوگا فریسہ میری جان ایسا سوچنا بھی کہ میں تم کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف چلا جاؤں گا بس کبھی کبھی ماضی کی طرف چلا جاتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ پلیز ان اب کبھی بھی ایسا نہ سوچنا اپنے ماضی کو بھول جاؤ مستقبل کا سوچو وہ سوچو جو ہم چاہتے ہیں۔ جان میں تمہارے پیار ں بہت آگے نکل چکی ہوں اتنی آگے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو یوں سمجھ لو کہ مجھے اپنانے میں دیر صرف تمہاری طرف سے ے میری طرف سے نہیں ہے میری طرف سے تو چاہو تو میں ابھی تمہارے ساتھ کورٹ جانے کو تیار ہوں اور میں کئی بار کہہ ی چکی ہوں کہ ہم کو اب یہ قدم اٹھا لینا چاہئے کیونکہ میں گھر والوں کو جانتی ہوں کہ وہ کبھی بھی میرا تمہارے ساتھ نکاح میں کریں گے کیونکہ ان کی سوچیں مجھ سے بہت مختلف ہیں میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں سات بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں اور میں جانتی ہوں کہ وہ میرے لیے کوئی ایسا رشتہ دیکھیں گے جو ہمارا ہم پلہ ہو بلکہ ہم سے بھی زیادہ مالدار ہو وہ مجھے ہمیشہ نچے خاندان کی بہو اور بیوی بنتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میں ایسا کر رہی ہوں تو شاید وہ کچھ بھی ر لیں۔

اس کی باتیں سن کر میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا اور کہا جان اسی بات پر تو میں چپ ہوں کہ کل کو اگر ان کو پتہ چل گیا تو نجانے وہ تمہارا اور میرا کیا حال کریں گے۔ ہمیں زندہ بھی چھوڑیں گے یا نہیں۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے لیکن میں موت سے نہیں ڈرتی ہوں۔ موت نے تو ایک دن آنا ہی ہے اور جس چیز نے آنا ہے تو پھر اس سے ڈرنا کیسا اور اگر ہم ڈر بھی گئیں گے تو پھر بھی اس نے آنا ہی ہے۔ ہاں یار یہ بات تو تم نے بہت درست کی ہے۔ ٹھیک ہے میں کچھ ں میں گاؤں جاتا ہوں اور اپنی تمام زمین بیچ کر آتا ہوں اور پھر یہاں کوئی چھوٹا سا مکان بنا لیتے ہیں تا کہ باقی کی زندگی ت سے گزار سکیں۔

پتہ نہیں کب تم جاؤ گے یہ باتیں سنتے ہوئے مجھے کئی ماہ ہو گئے ہیں۔ لیکن تمہارا وہ دن ابھی تک نہیں آیا ہے۔ آجائے گا میری جان آجائے گا یوں سمجھ لو کہ وہ دن آگیا ہے اب میں ذرا بھی تاخیر نہیں کروں گا تمہاری باتوں نے آج حقیقت میں میرے کان کھول دیئے ہیں کہ ہم نے یہ قدم دونوں نے ہی مل کر اٹھانا ہے کسی نے بھی ہمارا ساتھ نہیں دینا ہے پھر دیر یوں کریں۔ یہ ہوئی ناں بات۔ وہ خوشی سے بولی ٹھیک ہے میں تمہارے جانے کا انتظام کر دوں گی اتنا کہتے ہی اس نے پرس کھولا اس میں سے ہزار ہزار کے کئی نوٹ باہر نکالے۔ یہ لو یہ میں تمہارے لیے لائی تھی کہ تمہارے کسی کام آئیں چلو چھا ہوا کہ اچھے کام آئیں گے تم جو بھی خرچہ ہوا کرنا اور پھر زمین کو بیچ کر واپس آنا میں تمہارا انتظار کروں گی۔ نہیں یار مجھے یسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا کہا تم نے بولو بولو کیا کہا تم نے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے غیر سمجھنے لگے ہو۔ نہیں فریسہ ی بات نہیں ہے بس کہہ دیا ناں۔ پلیز نعمان تم کو ہزار بار کہا ہے کہ تم سے زیادہ مجھے کچھ بھی اچھا نہیں ہے اگر میرے بس ں ہوتا تو میں اپنی کوٹھی بھی تمہارے نام کر دیتی لیکن افسوس کہ وہ میرے ابو کے نام ہے اور اس میں میرا حصہ بہت ہی کم ہے۔ نہیں فریسہ ایسا نہیں ہے میری نظریں تمہاری دولت پر نہیں ہیں مجھے تم چاہیے بس تم۔ اور اب یہ کام میں کر کے رہوں گا

چاہے اس کے لیے مجھے اب اپنی جان بھی دینی پڑی تو دے دوں گا۔ واؤ یار اتنی ہمت۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ہاں جان دیکھنا اب میں ایسا ہی کروں گا یوں سمجھ لو کہ یہ سال ہمارے ملاپ کا سال ہوگا اس سال میں ہم دونوں ایک ہو جائیں گے۔ اف۔ وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولی ابھی تو سال ختم ہونے میں سات ماہ باقی ہیں اور تم مجھے اتنی لمبی ڈیٹ دے رہے ہو میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم کہو گے کہ آج کل میں یہ کام کر دیں گے اس کی بات پر میں ہنس دیا اور کہا۔ ہاں ایسا ہی کر لیتے ہیں اب خوش۔ واقعی اس نے بے یقینی سے کہا۔ ہاں واقعی۔ میں تم پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارے علاوہ میری زندگی میں کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ہوگا جو میرا ماضی تھا وہ بیت چکا ہے اور ماضی کی جو یادیں میرے دل میں ابھرتی ہیں میں ان کو بھی کھرچ دوں گا مجھے تمہاری ضرورت ہے تمہارے پیار کی ضرورت ہے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ نعمان میری جان میرا ساتھ میرا پیار صرف تمہارے لیے ہے کیا میں نکاح کی تیاری کروں۔ ہاں کرو میں نے کہا لیکن تم نے تیاری کیا کرنی ہے بس جب میں کہوں آ جانا اور کورٹ چلے جائیں گے اس کے بعد ہم جائیں اور ہماری قسمت۔ میری باتوں سے وہ مطمئن سی ہو گئی اور پھر یکدم اس کے موبائل اس کے بھائی کی کال آ گئی۔ بھائی کا فون آ رہا ہے نجانے اس نے صبح صبح مجھے کیا کہنا ہے اتنا کہہ کر اس نے کال او کے کر دی اور ہیلو کہا تو اس کے بھائی نے کہا تم کہاں ہو صبح سویرے ہی گھر سے نکل گئی تھی۔ وہ بھیا میں اپنی دوست کے پاس ہوں واک کرنے آئی تھی ایک آدھ گھنٹہ میں آ جاؤں گی ٹھیک ہے لیکن بتا کر تو جایا کرو امی پریشان ہو رہی ہیں اور ہم سب بھی سوچ رہے تھے کہ تم نجانے کہاں چلی گئی ہو۔ اوہ بھیا تم جانتے تو ہو کہ مجھے صبح اٹھنا اور باہر واک کرنا کتنا اچھا لگتا ہے۔ وہ باتیں کرتی جا رہی تھی اور میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ یہ اس کی واک ہوتی ہے کہ صبح اٹھتے ہی ہر روز میرے پاس آ جاتی ہے اور گھر والوں کو کہتی ہے۔ وہ واک کر رہی ہے۔ اس نے کچھ باتیں کرنے کے بعد فون بند کر دیا اور ساتھ ہی خود بھی ہنس دی۔

بہت اعتماد ہے ان سب کو مجھ پر لیکن شاید وہ نہیں جانتے ہیں کہ ان کا اعتماد ٹوٹنے والا ہے۔ نجانے کیوں اس کی اس بات پر میں بجھ سا گیا۔ کیونکہ اعتماد بہت بڑی چیز ہوتی ہے اور میں جانتا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہی تھی لیکن وہ بھی پیار کے ہاتھوں مجبور تھی اس کو میرے علاوہ کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ اور وہ خوش تھی کہ وہ جو چاہتی ہے اس کو ملتا جا رہا ہے۔ میں نے کہا اب تم جاؤ اور میں بھی ایک دو دن میں گاؤں جاتا ہوں پھر اپنی زمین بیچ کر آتا ہوں۔ ہاں نعمان یہ کام کو اب بہت جلد کرنا ہے جتنی جلدی کرو گے اتنا ہی ہم دونوں جلدی ملیں گے۔ ٹھیک ہے میں چلتی ہوں اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور میں کھڑکی میں اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر کوئی بھی خوف نہ تھا نجانے ذرا اس میں موجود ہی نہیں تھا جبکہ اس کے برعکس میں زیادہ ڈرپوک تھا مجھے مرنے کا خوف نہ تھا اس کی عزت کا خوف تھا کہ میری وجہ سے وہ بدنام نہ ہو جائے۔

یہاں ہم دونوں کی سوچیں مختلف ہو جاتی تھیں وہ کہتی تھی کہ تم ڈرتے بہت ہو اور میں کہتا تھا کہ نہیں بات ڈرنے کی نہیں ہے بات تمہاری عزت کی ہے وہ کہتی کہ میری عزت تو تم ہو پھر باقی لوگوں کی کیا پرواہ۔ اس کی ایسی باتیں مجھے سوچنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ میں جانتا تھا کہ گھر کا ہر فرد اس سے کتنا پیار کرتا تھا اس کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا تھا لیکن اگر ان کو معلوم پڑ جاتا کہ ان کی بہن ایسا کھیل کھیل رہی ہے تو ہو سکتا تھا کہ ان کا پیار اس کے لیے اذیت بن جاتا۔ وہ ان کے لیے سزا بن جاتی۔ ایسی ہی سوچیں میں سوچتا جا رہا تھا لیکن کسی بھی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہا تھا میں چاہتا تھا کہ میں اس کو عزت سے اپنے گھر میں لے کر آؤں جبکہ وہ چاہتی تھی کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا اگر ہم نے ملنا ہے تو کورٹ میرج کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے اگر کسی سے ساتھ لینے والی بات سوچیں گے تو وہ غلط ہوگی۔ اف سب کچھ تو غلط ہو رہا تھا بہر حال مجھے اب ایسا ہی کرنا تھا جو وہ چاہتی تھی۔

❁❁❁
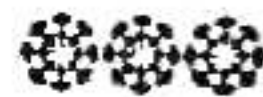
وہ اس حال میں کیوں پہنچی ہے۔ یکدم میری نظروں سامنے فروا کا چہرہ ابھر گیا۔ میری سوچوں نے یکدم اپنا رخ اس کی طرف کر دیا۔ میں یہ سب بھول گیا کہ میں نے فریسہ سے کیا کہا تھا۔ اس سے کی ہوئی ہر بات کو یکدم ہی بھول گیا تھا میں فروا کی زندگی کو جاننا چاہتا تھا۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ محلوں سے جھونپڑی میں کیسے آ گئی ہے اور ایک ایسے علاقے میں کیسے آ گئی ہے جسے غریبوں کا علاقہ کہا جاتا ہے اس دن اس نے مجھے بہت غور سے دیکھا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس نے مجھے پہنچان لیا تھا سات سال گزرنے کے بعد بھی اس کو میرا چہرہ یاد تھا ہو سکتا ہے کہ مجھے دیکھنے کے بعد میری طرح اس کے دل میں ماضی کی یادیں لوٹ آئی ہوں وہ بھی سوچنے لگی ہو کہ میں اس کو کتنا چاہتا تھا اس کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا گلی محلوں میں بدنام ہوا تھا اور شاید وہ یہ بھی سوچ رہی ہو کہ اس نے مجھے کتنی نفرت دی تھی لوگوں سے زیادہ اس نے مجھے ذلیل کیا تھا۔ لوگوں کے ساتھ مل کر وہ میری محبت کا تماشہ دیکھا کرتی تھی اور ہنستی تھی کہ ایک کنگلا انسان اس سے پیار کرنے لگا ہے اس کے حسن کی توہین کرنے لگا ہے اس کو میری محبت نہیں چاہیے تھی دولت چاہیے تھی جس کے وہ خواب دیکھ رہی تھی اور اپنے ان خوابوں کو پورا کرنا چاہتی تھی اس کو میری بدنامی سے کوئی بھی دکھ نہ تھا اور دکھ کرتی بھی کیسے میں اس کے مقابلے میں کچھ بھی تو نہیں تھا وہ ایک اونچے گھر میں رہتی تھی اور میں ایک عام سے گھر میں رہتا تھا وہ محلے میں کوٹھی والے مشہور تھے بھائیوں کی اپنی مارکیٹ تھی وہ گھر بیٹھے ہی عیاشی کر سکتے تھے ان کے پاس پیسے کی کوئی کمی نہ تھی پھر اس کو میری محبت کیسے دکھائی دیتی۔ پھر وہ میری طرف کیسے دیکھتی۔ ایک میں ہی تھا جو اس کے لیے پاگل بنا ہوا تھا میں نے گیند کے ساتھ اپنا خط لکھ کر اس کی چھت پر اچھال دیا تھا اور تیزی سے سکول بھاگ گیا تھا میں سوچ رہا تھا کہ وہ چھت پر جائے گی تو میرا خط پڑھ کر مجھ کو فون کرے گی اور کہے گی کہ نعمان میری جان میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں بہت شدت سے پیار کرتی ہوں لیکن سب کچھ میری سوچ بر عکس ہوا گھر آیا تو آتے ہی ابو نے میرے بالوں سے پکڑ لیا اور پاؤں سے اپنا جوتا اتار لیا تھا۔ اور پھر جہاں جہاں ان کا جی چاہتا گیا وہ مارتے گئے میں نے ذرا بھی ان سے وجہ نہ پوچھی کہ وہ مجھے کیوں مار رہے ہیں کیونکہ میں جانتا تھا کہ جو خط میں نے گیند کے ساتھ اوپر چھت پر پھینکا تھا وہ خط نہ صرف اس نے نہیں پڑھا تھا بلکہ میرے گھر والوں نے بھی پڑھ لیا تھا اور یہ میری ہمت تھی کہ میں ذرا بھی نہیں چیخ رہا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے دوستوں کو اس بات کا علم ہو کہ مجھے مار پڑ رہی ہے میں خاموشی سے مار کھائے جا رہا تھا جوتوں کے درد کو برداشت کرتا جا رہا تھا میری امی اور بہن بھائی مجھے دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے امی کی بھی آنکھیں بھر آئی تھیں لیکن کسی کی بھی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ وہ ابو کے سامنے کچھ کہتے ہم سب ابو کی عادت کو جانتے تھے وہ پیار کرنے والے تھے تو غصہ میں بھی بہت آگے تھے اگر ان کو غصہ آ جاتا تھا تو پھر وہ کسی کو بھی معاف نہیں کرتے تھے چاہے وہ امی ہی کیوں نہ ہو اور پھر ہماری تو وہ خوب خبر لیتے تھے۔

میں خود کو کوس رہا تھا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پیار و محبت کو اس قدر جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے تھا پہلے اس کو اپنی محبت کے جال میں پھانس لینا چاہیے تھا اس کے بعد کچھ کرنا چاہیے تھا میں نے اس کی مسکراہٹ کو اپنے لیے محبت سمجھ لیا تھا اور وہی مسکراہٹ ہی میرے لیے وبال جان بن گئی تھی میں ہمیشہ اپنے موبائل کو چھپا کر رکھتا تھا اور راتوں کو ہی کھولتا تھا تا کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے کہ میرے پاس موبائل سیٹ ہے یہ سیٹ مجھے میرے ایک دوست نے دیا تھا اس نے نیا موبائل لے لیا تھا اور اپنا یہ پرانا موبائل مجھے ادھار دے دیا تھا کہ میں اس کے تھوڑے تھوڑے پیسے دیتا جاؤں اور میرے گھر والوں کو میرے نمبر کا معلوم نہیں تھا لیکن اس خط نے یہ راز بھی کھول دیا تھا جب وہ مار مار کر تھک گئے تو بولے راتوں کو تو یہ کچھ پڑھتا ہے اور کہاں ہے تمہارا موبائل۔ بتا کہاں ہے تمہارا موبائل۔ ان کی یہ بات سن کر میں نے ایک سرد سی آہ بھری اور کہا میرے پاس کوئی بھی موبائل نہیں ہے۔ اچھا تو اب باپ کے سامنے جھوٹ بھی بولنے لگا ہے۔ یہ دیکھ انہوں نے وہ خط میرے سامنے کر دیا جس پر میں نے اپنا موبائل نمبر لکھا ہوا تھا اور باقاعدہ کہا تھا کہ یہ میرا اپنا موبائل ہے

جو میں راتوں کو کھولتا ہوں مجھے رات کو فون کرنا۔ خط کو دیکھ کر میں سب کچھ سمجھ گیا کہ اب کوئی بھی بات پوشیدہ نہیں رہی ہے نہ صرف میری محبت افشاں ہوئی ہے بلکہ میری وہ راز بھی افشاں ہو گیا ہے جو میں کئی دنوں سے گھر والوں سے چھپا کر رکھا ہوا تھا میں نے کہا ابو میں نے یہ دوست کا نمبر دیا تھا جو مجھے صبح بتا دیتا کہ کس کا فون آیا تھا۔ چاہے میرے کمرے کی تلاشی لے لیں اس بات پر میں نے ان کو راضی کر لیا کہ میرے پاس واقعی موبائل نہیں ہے اور اس بات کا ساتھ میری امی نے بھی دیا تھا کہ اگر اس کے پاس موبائل ہوتا تو اپنی ماں کو ضرور بتاتا۔ اس بات سے ابو مطمئن ہو گئے تھے لیکن میں آج گھر والوں کی نظروں سے گر گیا تھا ہوا کچھ بھی نہیں تھا ہاتھ کچھ بھی نہ آیا تھا اور میں مفت میں بدنام ہو گیا تھا مجھے اس پر غصہ تو بہت آ رہا تھا لیکن کیا کرتا مجھے اس سے محبت ہی بہت تھی۔ اور کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ محبت ہو اس کی دی ہوئی سزا بھی بہت میٹھی لگتی ہے یہی وجہ تھی کہ میں نے اتنی شدت سے مار کھانے کے باوجود بھی اف تک نہ کی تھی میری آواز کسی بھی نہیں سنی تھی امی تو کہہ رہی تھیں۔

میں شاید پتھر کا بنا ہوا ہوں جو ہوں تک نہیں کر رہا ہوں اگر چیختا چلاتا تو ہو سکتا تھا کہ مار میں کمی ہو جاتی ابو کو ترس آ جاتا لیکن ایسا میں نہ کر سکا تھا۔ اور نہ ہی ایسا مجھ سے ہوا تھا۔ اگر دوبارہ تو نے ایسی حرکت تو پھر جوتوں سے نہیں بلکہ ویسے ہی جان سے ماردوں گا تمہاری اس حرکت کی وجہ سے میرا سر گلی والوں کے سامنے جھک گیا ہے ہم کسی کو بھی منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہے ہیں۔ کیا ضرورت پڑی تھی یہ سب کرنے کی کیا تو بہت کمانے لگا تھا کیا تو بہت لائن لائٹ ہو گیا تھا جو کوٹھی والوں کی لڑکیوں کو لو لیٹر لکھنے لگا تھا جانتے ہو انہوں نے کیا کہا تھا کہ وہ تم کو پولیس کے حوالے کر دیں گے لیکن میں نے ان کو بہت مشکل سے سمجھایا ہے کہ بچہ ہے اس سے غلطی ہو گئی ہے دوبارہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔ تب جا کر انہوں نے میری مانی تھی ورنہ وہ پولیس کو اطلاع کرنے والے تھے ابو کی باتیں سن کر میں کانپ سا گیا تھا کیونکہ آج تک ہماری گلی میں پولیس نہیں آئی تھی اور پھر ہمارے گھر وہ بھی مجھ پر۔ میرا سر شرمندگی سے جھکنے لگا اور میں سوچنے لگا کہ وہ لوگ واقعی ایسا کر سکتے ہیں انکے لیے ایسا کرنا کوئی بھی مشکل کام نہیں ہے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن عشق و محبت بہت کچھ کرواتا ہے اس کی محبت مجھ پر ایسے سوار ہو گئی تھی کہ جیسے میں اس کے بغیر کچھ نہیں ہوں اور اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا یہ مجھے کیا ہو گیا تھا میں خود بھی نہیں جانتا تھا اور جانتا بھی کیسے محبت کرنے سے نہیں ہوتی ہے یہ تو ہو جاتی ہے اور جب ہوتی ہے تو کچھ بھی نہیں دیکھتی ہے کہ وہ غریب ہے یا امیر بس ہو جاتی ہے ایسی ہی حالت میری تھی میں جانتا تھا کہ میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں اس کے باوجود بھی میں اس کے عشق میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے کھانا بھی نہ کھایا تھا میں چاہتا تھا کہ پورے گھر والے میری منتیں کر کے مجھے کھانا کھلائیں اور ہوا بھی۔ ایسا جب شام ہوئی اور شام کے بعد رات ہوئی تو امی کھانے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے میرے کمرے میں آ گئی اور میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی بیٹا میں جانتی ہوں کہ اس عمر میں غلطیاں ہو جاتی ہیں تم سے بھی ہو گئی اب دوبارہ ایسی بھول کبھی بھی نہ کرنا آج تو تم کو باپ نے مارا ہے کل کو کچھ بھی ہو سکتا ہے اتنا کہہ کر انہوں نے ہر طرح سے مجھے سمجھایا اور کہا چل جو کچھ ہوا بھول جا لو کھانا کھا لو امی کی باتیں سن کر میں نے کھانا کھانا شروع کر دیا اور پھر کھاتا ہی چلا گیا۔ امی اس وقت تک میرے پاس بیٹھی ہوئی مجھے سمجھاتی رہی جب تک میں کھانا کھاتا رہا اور جب میں نے کھانا کھا لیا تو پھر کہا اب تو سو جا صبح کے وقت پڑھ لینا۔ جی اچھا میں نے کہا اور پھر لیٹ گیا۔

تقریبا رات کے بارہ بجے ہوں گے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں نے ہر طرف سے تسلی کر لی کہ سب گھر والے سو گئے ہیں تو میں نے چپکے سے اپنا موبائل نکالا اور اس کو آن کر دیا۔ ابھی آن کیا ہی تھا کہ اس پر کال آ گئی میں حیران رہ گیا کہ یہ کس کی کال ہے پھر سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ میرے دوست کی کال ہو جس سے میں نے موبائل لیا تھا لیکن نمبر اس کا نہ تھا میں نے اوکے کر کے اسے کان سے لگایا اور دھیرے سے ہیلو کہا تو دوسری طرف سے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں یہ کوئی لڑکی

تھی جو کال او کے ہوتے ہی ہنس دی تھی میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کون ہو سکتی ہے تو وہ بھی واؤ بھئی تم تو بہت بہادر نکلے ہ
مجھے تمہاری ہمسائی بتا رہی تھی کہ تم کو اتنے جوتے پڑے لیکن تم نے آگے سے اف تک نہ کی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہے جس
کی وجہ سے مجھے مار پڑی تھی۔ جاؤ میں آپ سے نہیں بولتا میں نے خوشی سے چہکتے ہوئے نخرہ دکھاتے ہوئے کہا او میر
مجنوں ناراض ہو گئے۔ ارے ناراض نہیں ہوتے ہیں اگر تم باپ کی مار سے ڈر گئے تو پھر پولیس کی مار کیسے کھا سکو گے
نے لکھا تھا کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو اور میرے لیے پوری دنیا سے ٹکرا جاؤ گے۔ ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں اور یہ بھ
سچ ہے کہ میں آپ سے سچی محبت کرتا ہوں اور کسی سے بھی نہیں ڈرتا ہوں۔ لوگ زیادہ سے زیادہ مجھے جان سے مار
دیں گے مار ڈالیں مجھے موت سے بھی ڈر نہیں لگتا ہے۔ واہ جی واہ۔ واقع تم تو بہت کام کے انسان ہو تمہارے لیے
جوتے تو معمولی بات تھے چلو اب مجھے دوبارہ ایسا ہی خط لکھو اور میری چھت پر پھینک دو۔ واقعی میں خوشی سے بولا تو وہ بو
ہاں کیا میں مذاق کر رہی ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی سے خط لکھتا ہوں اور پھر میں نے خط لکھنا شروع کر دیا ا
میں نے بہت کچھ لکھ دیا ایسا کچھ لکھ دیا جیسے مجھے کسی محبوبہ کو خط لکھنے کا بہت بڑا تجربہ ہو۔ اسے میں نے صبح ہوتے ہی اس
چھت پر پھینک دیا۔ میرا خط پھینکنے کا انداز کل والا ہی تھا میرے گھر میں کافی مارے گیند پڑے ہوئے تھے جو ہم ہر اتوار
کھیلتے تھے۔

خط پھینکنے کے بعد میں سکول چلا گیا آج میں بہت خوش تھا کیونکہ آج اس نے مجھے خود خط لکھنے کو کہا تھا اور یہ میر
لیے خوشی سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی تھی۔ پورا دن میرا خوشی میں گزرا لیکن جب گھر میں آیا تو گلی میں لوگوں کے ہجوم
دیکھ کر میں حیران سا رہ گیا لوگ ہمارے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور بلند آواز میں کسی کے بولنے کی آو
آ رہی تھیں میں سمجھ گیا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے یکدم میرا دھیان خط کی طرف چلا گیا کہ ہو سکتا ہے کہ آج میرا خط
کسی کے ہاتھ لگ گیا ہو اور ہوا بھی ایسا ہی تھا ابھی میں اپنی گلی میں انٹر ہی ہوا تھا کہ ایک لڑکا بھاگتا ہوا میری طرف آیا ا
آتے ہی مجھے گھونسوں تھپڑوں سے مارنے لگا اور پھر کیا تھا مجھے نہیں سمجھ کہ مجھے کون کون مار رہا تھا بس اتنا جانتا تھا کہ کئی ہا
مجھ پر اٹھ رہے تھے میرے منہ سے خون بہنے لگا میرے کپڑے پھٹ گئے اور میں دھیرے دھیرے نڈھال ہونے لگا ا
کے بعد مجھے کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ میں کہاں ہوں۔

جب ہوش آیا تو خود کو ایک ہسپتال میں موجود پایا میرے پاس امی بیٹھی ہوئی تھیں جو رو رہی تھیں مجھے ہوش میں آ
ہی دیکھ کر انہوں نے مجھے جھنجھوڑ ہی ڈالا کیا ملا تم کو ہماری عزت کو خاک میں ملا کر کیوں ہمیں رسوا کرنے پر تلا ہوا ہے جا
ہو آج تیرے باپ کو پولیس پکڑ کر لے گئی تھی بھری گلی میں میں ننگے سر اپنا دوپٹہ ان کے پاؤں میں رکھ کر ان کو واسطہ د
تمہارے ابو کو واپس لے کر آئی تھی بول ہمیں کس جرم کی سزا دے رہا ہے۔ امی کی باتیں سن کر مجھے یوں لگا جیسے میں ز
نہیں ہوں مردہ ہو گیا ہوں میری وجہ سے اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی میں نے کہا امی جان اب پوری زندگی
نہیں ہوگا۔ میری بات سن کر وہ رو دی اور بولی پوری گلی میں ہماری عزت ہوتی تھی ہر کوئی ہماری شرافت کی مثال دی
لیکن تم نے جو کھیل شروع کیا ہے اس سے نہ صرف ہماری عزت جاتی رہی ہے بلکہ لوگ ہماری طرف دیکھ کر ہم
دور رہنے کی کوشش کر رہے ہیں بیٹا تم سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی اور پھر اپنی عمر بھی تو دیکھ ابھی تو تو دہم کلاس کا طالب علم
ابھی تمہارے سامنے بہت کچھ پڑا ہوا ہے ہم تو سوچ رہے تھے کہ تو بڑا ہو کر ہمارا سر فخر سے بلند کرے گا لیکن تو نے
جھکا دیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ رو دیں۔ اور میں بھی رونے لگا میں سمجھ گیا کہ اس حسینہ نے مجھ سے میرے محبت کرنے کا بد
ہے اس نے دکھایا ہے کہ میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں اور کبھی بھی اس کے بارے میں نہ سوچوں میں نے بھی
کر لیا کہ اب میں کبھی بھی اس سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھوں گا۔ اگر اس کے دل میں میرے لیے کوئی پیار نہیں
میں کیوں اس کے لیے مرتا پھروں۔ میں نے پختہ فیصلہ کر لیا اور امی کو پوری طرح مطمئن کر دیا وہ مجھے لے کر گھر

میں نے ابو کو دیکھا جو سر جھکائے ہوئے گھر کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے ان کا سامنا کرتے ہوئے بھی مجھے شر
آنے لگی میں نے کچھ بھی نہ دیکھا اور جا کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور رو رو کر اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگا وہ نجا
میرے بارے میں کیا کیا فیصلہ کر چکے تھے لیکن جب انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا تو مجھے اپنے گلے سے لگا
اور بولے بیٹا بس کر اب مزید رسوا ہونے کی ہم میں ہمت نہیں ہے پہلے بات گھر تک تھی لیکن آج تو گھر سے باہر نکل ز
ہے زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے حوالات میں جانا پڑا ہے بس ابا جی بس اب ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا میں آپ لوگوں سے وعدہ
کرتا ہوں کہ اب دوبارہ ایسی غلطی نہیں کروں گا جو ہوا سو ہوا وہ بولے بیٹا اگر اب ایسا ہوا تو سمجھ لینا کہ وہ تمہیں سکول سے
اٹھو کر کہیں بھی غائب کر دیں گے کیونکہ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ دوسری دفعہ ہم نے تمہیں معاف کیا تیسری بار معافی نہیں
ہوگی ہم وہی کچھ کریں گے جو ہم چاہیں گے۔ یہ رات میرے لیے بہت اذیت ناک تھی میں پوری رات سو نہ سکا تھا لیکن
کہتے ہیں کہ وقت ہی زخم دیتا ہے اور وقت ہی مرہم رکھتا ہے چند دن گزرنے کے بعد جب ہر طرف سکون کی فضا پھیل گئی
میں نے رات آدھی ڈھلنے کے بعد اپنا موبائل آن کر دیا مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ راتوں کو سوتی نہیں ہے موبائل آن کئے ہو
کچھ ہی دیر بیتی تھی کہ اس کا فون آ گیا۔ اس کا نمبر دیکھ کر مجھے ایک کرنٹ سا لگا۔ میں اپنے جسم پر لگے ہوئے زخم
اور گھر والوں کی رسوائی کو بھول گیا دل میں چھپی ہوئی محبت کروٹیں بدلنے لگی۔ میں نے فون او کے کر دیا۔ تو اس کی آ
سنائی دی۔

جناب خیر تھی چند دنوں سے تمہارا نمبر بند جا رہا تھا میں سمجھ رہی تھی کہ ایک بہادر انسان ڈر گیا ہے۔ ہاں ہاں
ڈر گیا ہوں محبت نے مجھے بزدل بنا دیا ہے میری اس بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی اور بولی ہاں میں جانتی ہوں کہ تم میں
ہی دم تھا اب یقیناً تم کسی بھی مالدار لڑکی کے خواب نہیں دیکھو گے پہلے اپنی حیثیت دیکھو گے پھر ایسا کوئی قدم اٹھاؤ میں
تمہیں سبق سکھایا ہے جو یقیناً تم کو پوری زندگی یاد رہے گا میرے بھائی چاہتے تو تمہارا قیمہ بنا سکتے تھے لیکن میں نے ا
منع کر دیا تھا کہ اس کو مارنا نہیں ہے صرف سبق سکھانا ہے تا کہ یہ دوبارہ ایسی بھول نہ کر سکے۔ اس کی باتیں سن کر
شرمندگی سے ہونے لگی میرے دل میں ابھرنے والی محبت دم توڑنے لگی۔ تم محبت کی بات کرتے ہو میں تم جیسے غر
لوگوں کے بارے میں سوچنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں تم سے اچھے ہمارے گھر میں نوکر ہیں جو ہمارے برتن دھوتے
ہمارا جھوٹا کھاتے ہیں اور تم آئے مجھ سے عشق لڑانے والے۔

❁❁❁

ارے جان کہاں گم ہو۔ میں نے فریسہ کا فون او کے کیا تو مجھے اس کی دلنشین سی آواز سنائی دی۔ وہ کہیں نہیں
سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیا سوچ رہے تھے یہی سوچ رہے تھے ناں کہ ہم نے کب ملنا ہے اور کیسے ملنا
۔ ہاں ہاں میں یہی سوچ رہا تھا میں نے صاف جھوٹ بول دیا۔ میری جان میرے شہزادے اس کا ایک ہی حل ہے کور
میرج اس کے علاوہ کوئی بھی حل نہیں ہے۔ ہاں جانی میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ یہ قدم ہم نے اب بھی اٹھانا ہے اور کل
اٹھانا ہے بہتر یہی ہے کہ آج ہی اٹھا لیا جائے واؤ جان واؤ تمہارے صدقے جاؤں آج تم نے میرے دل کی بات کہہ
ہے میں اس کی باتیں سن کر مسکرا دیا اور یقین کر لیا کہ اس کو مجھ سے کتنی محبت ہے یقین تو مجھے پہلے بھی تھا جب اس نے
ملاقات میں میں دیکھا تھا میں ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا کہ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اپنی ایک سہیلی
ساتھ اسی ہوٹل میں آ گئی تھی اور وہ دونوں میرے ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھ گئی تھیں وہ اس قدر شہزادی لگ رہی تھی کہ صر
میری ہی نہیں بلکہ وہاں موجود سب لوگوں کی نظریں ہی اس پر جم کر رہ گئی تھیں لیکن یہ دونوں لوگوں کی نظروں کی پروا
بغیر ہی اپنی باتوں میں مست تھیں کسی فنکشن کی بات کر رہی تھیں وہ شاید وہ کسی فنکشن میں جانا چاہتی تھیں کیونکہ بار بار
یہی کہہ رہی تھیں کہ یار ابھی بہت وقت ہے ہم لوگ جلدی ہی گھر سے نکل آئی ہیں۔ اس کا چہرہ بالکل میرے سامنے تھا ج

ں لڑکی کی کمر میری طرف تھی میں کھاتے ہوئے بار بار اسے دیکھ رہا تھا اور قدرت خدا پر فخر کر رہا تھا کہ کس قدر اس نے
ِنکھار کر پیدا کیا ہے وہ پوری طرح میری سوچوں کا مرکز بن کر رہ گئی میں سوچنے لگا کہ خدا نے کتنا حسن اس کو دیا ہوا ہے
، وہ میری دوست بن جائے مجھ سے باتیں کرے میں ساتھ چلے یہ ایسی سوچیں جنہیں سوچ کر میں ہنس بھی رہا تھا کہ
ی کتنا پاگل انسان ہوں کہ اس کا حسن دیکھ کر اس کے بارے میں ایسی سوچیں سوچنے لگا۔ اس کا دماغ خراب ہے کہ وہ
ے جیسے غریب سے باتیں کرے میرے ساتھ ہنسے مسکرائے وہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے والی
ں زمین پر رینگتا ہوا ایک معمولی سا کیڑا مکوڑا لیکن اس کے باوجود بھی میری نظریں اس پر بار بار اٹھ رہی تھیں ایک
اس نے مجھے بھی دیکھا تھا لیکن اس کا دیکھنا کچھ خاص نہ تھا نہ ہی اس میں کوئی دلچسپی تھی سرسری طور پر اس وہ بھی مجھے
ں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ایک کشش تھی جو کسی بھی مرد کو اپنی طرف کھینچ سکتی تھی یوں کہہ لیں کہ وہ ہر
کی نگاہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس نے بیٹھے بیٹھے اپنا پرس اپنی گود میں رکھ کر کچھ اس میں نکالا تو ساتھ ہی ہزار روپے کا
ذٹ اس کے پرس سے نکل کر اس کے پاؤں میں گر گیا جس کا اس کو ذرا بھی علم نہ ہوا جب کہ میں نے اس کو دیکھ لیا تھا
ِسکتا تھا کہ کئی لوگوں نے دیکھ لیا ہو۔

میڈم آپ کے پیسے گر گئے ہیں۔ میں نے فوری طور پر کہہ دیا۔ کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ اگر وہ چلی گئی تو کوئی بھی وہ
روپے کا نوٹ کر لے جا سکتا تھا۔ میرے منہ سے نکلنے والے ان الفاظوں کو سن کر وہ یکدم چونک سی گئی اور میری طرف
؛ شاید اس کو یقین نہ آیا تھا کہ میں اس سے مخاطب تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو میں نے میڈم آپ کا ہزار روپیہ نیچے
یا ہے۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ میں اسے ہی کہہ رہا تھا۔ اس نے نیچے دیکھا اور نوٹ پکڑ لیا اور پھر اس نے کئی بار مجھے
ااب اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا تھا اس میں دلچسپی مجھے دیکھائی دینے لگی اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھرنے لگی تھی
سکراہٹ جو کو اپنائیت کا نام بھی دے سکتے ہیں وہ بولی تھینکس۔ جواب میں مسکرا دیا نجانے کیا بات تھی کہ اس کے
ے کے بعد میں یوں محسوس کرنے لگا تھا کہ جیسے میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ حالانکہ میرا اس سے کوئی تعلق واسطہ بھی نہ تھا اس
باوجود بھی مجھے ایسا لگنے لگا تھا۔ میں کئی لمحات تک وہاں بیٹھا ہوا اس کے تصور میں ڈوبا رہا اور پھر اٹھ کر گھر کی طرف چل
ہ چلتے ہوئے بھی میری سوچوں کا مرکز وہی تھی اس کا حسین چہرہ اس کی گہری آنکھیں اور اس کا بار بار دیکھنا لبوں پر
اہٹ کا بکھرنا سب کو مجھے یاد آ رہا تھا اور میں بے چین سا ہو رہا تھا اور پھر کئی دنوں تک اس ہوٹل میں جاتا رہا لیکن وہ
دوبارہ دکھائی نہ دی میں اس کو ایک خواب سمجھنے لگا کیونکہ وہ ایک خواب ہی تو بن گئی تھی جو میں نے جاگتی آنکھوں سے
اتھا جو بند آنکھوں میں تو دیکھائی دیتا تھا لیکن کھلی آنکھوں میں دکھائی نہ دیتا تھا میں سوچ رہا تھا کہ صرف میں ہی اس
لیے سوچ رہا ہوں وہ بھی اسی لمحہ بھول گئی ہو گی جب وہ ہوٹل سے باہر نکلی تھی یہ تڑپ صرف میرے دل میں تھی اس کے
بں تو کچھ بھی نہ تھا۔

آج میری قسمت پھر جاگ گئی آج جب میں ہوٹل میں پہنچا تو وہ پہلے سے وہاں موجود تھی آج اس کے ساتھ تین
ں اور بھی تھیں جو آپس میں گپیں لگا رہی تھیں مجھے ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ چونکی تھی اس کے چونکنے کا
بہت ہی اچھا تھا یوں جیسے اس کو میری ہی تلاش تھی اور میری بھی ایسی ہی حالت تھی میں بھی بار بار اسے دیکھنے لگا جیسے
یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ میرے سامنے ہو میں اس کو پھر خواب سمجھنے لگا تھا۔ لیکن نہیں یہ خواب نہ تھا پہلے کی طرح حقیقت تھی
ب میں اس کو حقیقت ہی رکھنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے اسے دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا کہ جب یہ یہاں سے اٹھ جائے گی تو
ں کا پیچھا کروں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کہاں جاتی ہے اگر اس بار میں نے موقع مس کر دیا تو پھر میں کبھی بھی اس کو
رنہ سکوں گا اور اکیلے میں ہی تڑپتا رہوں گا۔ یہی سوچیں سوچتے ہوئے میں ایک ٹیبل پر جا بیٹھا یہ ٹیبل اس سے کچھ ہٹ
ں درمیان میں لوگ بیٹھے ہوئے کچھ نہ کچھ کھا پی رہے تھے میں نے بھی کھانے کا آرڈر دے دیا اور اس کی طرف بھی

دیکھنے لگا آج وہ میرے سامنے نہ تھی ایک تو اس کا رخ دوسری طرف تھا دوسرا لوگوں کا ہجوم درمیان میں موجود تھا۔ اس کے
باوجود بھی میری کوشش تھی کہ میں اس کو دیکھوں اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی بھی ایسی ہی حالت تھی وہ بھی مجھے ڈھونڈ رہی
تھی مڑ مڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی ہو سکتا تھا کہ مجھے دیکھنے کے بعد اس کے دل میں کئی دن پرانی بات آ گئی ہو کہ اس لڑکے کو دیکھا
تھا اور یہاں ہی دیکھا تھا اور ہو سکتا ہے کہ اس کو اس روز والا ہزار روپے والا واقعہ یاد آ گیا ہو اس وجہ سے وہ مجھے بار بار دیکھ
رہی ہو میں انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ یکدم میری نظر اس پر پڑی تو حیرانگی کا ایک شدید جھٹکا مجھے لگا کیونکہ وہ اپنی سیٹ
سے اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی اور اپنی دوست کو اپنی سیٹ پر بٹھا کا خود اس کی سیٹ پر بیٹھ رہی تھی کیونکہ یہ سیٹ بالکل میری
جانب تھی میں یہ دیکھ کر خوشی سے شرسار سا ہو گیا کیونکہ بیٹھنے کے بعد وہ مجھے ہی دیکھے جانے لگی تھی اور میں بھی سب کچھ بھول
کر اسے دیکھنے مین مگن ہو گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ چلتا جانے لگا تھا میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ہاتھوں کی انگلیوں سے مجھے
اشارے کرنے لگی تھی جن کو صرف میں ہی سمجھ سکتا تھا میں حیران بھی ہو رہا تھا کہ کہیں وہ مجھ سے کوئی مذاق تو نہیں کر رہی ہے
کیونکہ اس میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق واضح تھا دولت میں اس کی شخصیت کو نکھار رکھا تھا اور میں عام سی لنڈے کی
پینٹ میں ملبوس تھا۔ اور یہی میری زندگی تھی میں ایسا ہی تھا جو بھی کپڑے پہنتا تھا لنڈے سے جا کر لے آتا تھا اور
لوگوں دوستوں کے سامنے والیو بناتا تھا کہ میں نے فلاں شاپ سے لیے ہیں کیونکہ میں کچھ مہنگا سہی لیکن کپڑا اچھا لیتا تھا
تاکہ دیکھنے والوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑے شاید وہ بھی مجھے مالدار ہی سمجھ رہی تھی اس وجہ سے وہ مجھے دیکھ رہی ہے اف خدایا
۔ میں دل میں خود کو کوسنے لگا کہ اگر اس کے دل میں ایسی سوچیں ہیں تو یہ سوچیں اس کو اپنے دل سے نکالنا ہوں گی کیونکہ اگر
اس نے مجھے پوچھ لیا کہ میں کس چیز پر آتا جاتا ہوں تو میں کیا جواب دوں گا کہ میں ایک سائیکل ہے اگر ایسا میں نے کہہ دیا
تو اس کے تمام خواب چکنا چور ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ میری سچائی سننے کے بعد وہ میرے منہ پر تھوک کر آگے
گزر جائے۔ یہی باتیں سوچ کر میں نے اپنی تمام توجہ کھانا پر مبذول کر لی لیکن کھانے کے دوران بھی میں محسوس کرتا رہا
کہ وہ مجھے ہی دیکھ رہی ہے اف اللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے وہ کیا چاہتی ہے مجھ سے اور ایسے کیوں دیکھ رہی ہے میں نے دل
میں سوچا۔ میری اس بات کا کوئی بھی جواب میرے پاس نہ تھا کیونکہ وہ مسلسل دیکھے جا رہی تھی اور پھر وہ اٹھ کر میری ٹیبل کی
طرف بڑھنے لگی یہ دیکھ کر میرے دل کو ایک کرنٹ سا لگا ایکسیوزمی۔ مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ میں چونکا جی۔ جی۔ جی
میرے اس انداز سے وہ ایک قہقہہ لگا کر ہنس دی اس کے اس طرح سے ہنسنے سے وہاں موجود سب لوگوں کی نظریں ہم پر
جم گئیں یہاں تک کہ کھانے دینے والے بیرے بھی ہمیں دیکھنے لگے۔ کیا میں بیٹھ سکتی ہوں۔ جی جی بیٹھیں میں نے
اسی انداز میں کہا تو وہ ہنستے ہوئے بیٹھ گئی۔

آپ غالباً وہی ہیں جس نے مجھے ہزار روپے کا بتایا تھا۔۔ جی جی وہ میں ہی ہوں آپ کی یادداشت بہت تیز ہے
اور پہنچان بھی۔ میری اس بات پر مسکرا دی۔ اور بولی میں کچھ پوچھ سکتی ہوں۔ جی جی پوچھیں۔ وہ پھر مسکرا دی اور بولی
یہ جی جی کیا رکھی ہے میں تم کو کوئی جن بھوت چڑیل ڈائن یا پھر کوئی بدروح نظر آ رہی ہوں جو مجھ سے خوفزدہ ہو رہے ہو
میری دوستیں تو کہتی ہیں کہ ماشاءاللہ میں بہت ہی حسین ہوں۔ بہت ہی خوبصورت ہوں۔ پیاری سی ہوں۔ دلکش ہوں
باتیں کرتے وقت وہ ساتھ ساتھ مسکرا بھی رہی تھی میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ نہ صرف حسین ہے بلکہ زندہ دل مزاحیہ سوچ بھی
رکھتی ہے اور اب وہ مزاح کے موڈ میں تھی۔ آپ جن بھوت نہیں ہے نہ چڑیل ہیں اور نہ ہو کوئی ڈروانی ڈائن ہیں بلکہ واقعی
بہت حسین ہیں لیکن میری آپ سے کوئی پہنچان نہیں ہے اس لیے بات کرتے ہوئے جھجھک سی ہو رہی ہے۔ ہاں یہ تو آپ
کی بات درست ہے اچھے لوگوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ کسی بھی غیر لڑکی سے بات کرتے وقت نروس ہوتے ہیں لیکن تم
دیکھ تو مجھے ایسے رہے تھے کہ جیسے مجھے کھا جانے کا ارادہ ہو اس کی یہ بات سن کر میں شرمندہ سا ہونے لگا میری گردن جھکنے لگی
تو وہ یکدم بول پڑی۔ کیا مجھے چائے کا نہیں پوچھیں گے۔ کیوں نہیں ضرور۔ ساتھ ہی میں نے ویٹر کو آواز دے دی اور

دو کپ چائے کا کہہ دیا تو وہ بولی۔ کیا نام ہے آپ کا۔ جی نعمان۔ دیکھیں نعمان صاحب میں اس دن کے واقعہ کو بھولی نہیں ہوں ایسی سوچ کسی کسی کی ہوتی ہے ورنہ پیسوں کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ لوگ اپنوں کو تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن پیسوں کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔۔ ہاں یہ بات آپ نے بہت اچھی کہی ہے میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آپ نے سنا ہے مجھ سے ایسا ہوا ہے۔ کیا ہوا ہے آپ کے ساتھ۔ وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی تو میں نے کہا یہ ایک لمبی کہانی ہے اور یقیناً یہ وقت ایسی کہانیوں کا نہیں ہے پھر اگر موقع ملا تو ضرور بتاؤں گا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ وہ راضی ہوگئی اور ساتھ ہی اپنا پرس کھول دیا اور اس میں سے ایک کارڈ نکالا اور بولی یہ میرا نمبر ہے میرا رابطہ نمبر ہے یہ رکھ لو تا کہ دوبارہ ملاقات کے لیے یہ کارڈ تمہاری مدد کر سکے۔

میں نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے کارڈ پکڑ لیا کیونکہ مجھے یوں لگا تھا جیسے میری اس دن والی کی ہوئی دعا خدا نے سن لی تھی کہ کاش یہ میری دوست ہوتی میرے ساتھ بیٹھتی میرے ساتھ چلتی میرے ساتھ مسکراتی ایسا ہی ہوا تھا اس نے خود ہی اپنا رابطہ نمبر دے کر میری یہ خواہش پوری کر دی تھی۔ آپ کوئی ملازمت کرتی ہیں۔ نہیں بھئی یہ میرے ابو کی فیکٹری ہے فون بھی ابو کا تھا لیکن اب یہ میرے پاس ہوتا ہے میرے سات بھائی ہیں اور میں سات بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں۔ یہ لفظ سن کر میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میرے چہرے کی بدلتی رنگت کو اس نے یکدم دیکھ لیا تو مسکرا دی بولی لگتا ہے کافی ڈرپوک انسان ہیں۔ جی نہیں ایسی بات تو نہیں ہے بس ویسے ہی۔ وہ ہنس دی شاید اس کو میرے منہ سے یہ جھوٹ بہت اچھا لگا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خود ہی مجھ سے فری ہونے کی کوشش کر رہی تھی اور میری بھی ایسی ہی حالت تھی میں بھی چاہنے لگا تھا کہ وہ میرے ہاتھ سے نہ نکلے۔ چائے کے بعد وہ دوبارہ دوستوں کے پاس چلی گئی اور پھر جب وہ جانے لگیں تو جاتے جاتے مجھے ہاتھ ہلا کر بائے بائے کرتی ہوئی گئی اس کی یہ ادا مجھے بہت ہی اچھی لگی۔ میں مسکرا دیا اور ان کے جانے کے بعد میں بھی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آ گیا۔ آج میں بہت خوش تھا کہ جو میں نے چاہا تھا وہ مجھے مل گیا تھا۔ جو سوچا تھا وہ پورا ہو گیا تھا۔

ارے بھئی کن سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہو یکدم مجھے فریسہ کی آواز سنائی دی جو مجھے ہولڈ کا کہہ کر کچھ دیر ای کی بات سننے کے لیے گئی تھی۔ کچھ بھی نہیں بس تمہاری سوچوں میں کھو گیا تھا کہ تمہارا میرا تعلق کیسے بنا تھا۔ میری بات سن کر وہ مسکرا دی اور بولی بس میرے ہی بارے میں سوچتے رہا کریں مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ ٹھیک ہے اور کچھ حکم میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو بولی چلو اٹھو باہر نکلو کیا کمرے میں بیٹھ بیٹھ کر بور نگ ہوتے جا رہے ہو باہر نکل کر باہر کی جا کر ہوا کھاؤ ٹھیک ہے میں نے کہا اور پھر ہمارا فون بند ہو گیا۔ فون بند ہوتے ہی میں نے ایک سرد آہ بھری اور پھر کمرے کا دروازہ لاک کر کے نیچے آ گیا اور موٹر سائیکل پکڑی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی یکدم فروا کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آ گیا میں نے سوچا اس کی طرف چلتا ہوں یہ سوچ آتے ہی میں نے موٹر سائیکل کو ان سڑکوں پر ڈال دیا جو کچی آبادی کی طرف جاتی تھیں جلد ہی میں اس کی آبادی میں جا پہنچا اور اسی جگہ جا کھڑا ہوا جہاں اس کا گھر میرے سامنے تھا وہ مجھے یکدم دروازے میں نظر آئی باہر نکلتے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے ایسے دیکھنے لگی جیسے وہ کئی دنوں سے میرا ہی انتظار کر رہی ہو میں کئی دنوں کے بعد ہی تو آیا تھا مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر سرخی پھیلنے لگی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھرنے لگی وہ تیزی سے اندر چلی گئی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اسی بچے کو ساتھ لیے ہوئے خود کو چادر میں لپیٹے ہوئے دروازے میں آئی اور بچے کو کچھ کہہ کر میری طرف بھیج دیا بچہ بھاگتا ہوا میرے پاس آیا تو آتے ہی بولا انکل انکل ماما کہہ رہی ہیں آپ کل اسی وقت آنا اس کی بات سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی میں نے جلدی سے جیب سے ہزار کا نوٹ نکالا اور بچے کو دیتے ہوئے کہا اپنی ماما کو دے دو اور ساتھ اس کو اٹھا کر پیار بھی کرنے لگا وہ مجھے دیکھ رہی تھی بچے سے پیار کرتے وقت اس کے چہرے پر شوخیاں ناچتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں بچہ اس کے پاس چلا گیا اور میرا دیا ہوا نوٹ ماما

کو دے دیا اس نے نوٹ پکڑتے ہوئے دھیرے سے ہاتھ کا اشارہ کیا اور اندر چلی گئی میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی میں کمرے میں چلا گیا اور دوسرے دن کا انتظار کرنے لگا اس نے مجھے کل کیوں بلایا تھا میں رات بھر سوچتا رہا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ملنا چاہتی ہو مجھے کچھ کہنا چاہتی ہو جو اس کے ساتھ بیتی ہو وہ مجھے بتانا چاہتی ہو اور میں بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کے بارے میں جانوں کہ وہ محل سے نکل کر ایک جھونپڑی میں کیوں اور کیسے آ گئی لہذا دوسرے دن میں وقت پر اس جگہ جا پہنچا وہ مجھے دروازے میں ہی کھڑی دکھائی دی مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر سرخی پھیل گئی لبوں پر مسکراہٹ ابھرنے لگی اس نے ہاتھ مجھے کوئی اشارہ کیا اور اندر چلی گئی میں اس کے اشارے کو سمجھ نہ سکا تھا لیکن اتنا جان گیا تھا کہ اس نے مجھے رکنے کو کہا تھا میں رکا ہی رہا تو وہ کچھ ہی دیر میں بچے کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے دروازے تک آئی اور پھر دروازے سے باہر نکلتے ہی میری طرف آنے لگی گلی سے باہر جہاں میں کھڑا تھا وہ بازار تھا۔ میری نظریں اسی پر تھیں لیکن اس نے اپنی نظریں جھکائی ہوئی تھیں اور ایسے چل رہی تھی جیسے اس کو کوئی باہر کام ہو میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے اس کی ہلکی سی آواز سنائی دی نعمان میرے پیچھے پیچھے آتے جاؤ اس نے یہ بات اس قدر دھیرے انداز میں کہی کہ قریب سے گزرنے والا شخص بھی نہ سن سکتا تھا۔ میں خوشی سے پھول سا گیا کیونکہ اس کو میرا نام بھی یاد تھا۔ اور اس نے مجھے پہچان بھی لیا ہوا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ مجھے بھولی نہ تھی مجھے یاد رکھے ہوئے تھی میں اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی وہ بازار میں چلتی جا رہی تھی اور میں اس کو دیکھے جا رہا تھا اور موٹر سائیکل کو پھر سٹارٹ کر کے اس کی طرف جانے لگا وہ کہاں جا رہی ہے اور مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہے میں سوچنے لگا میری نظریں اسی پر تھیں جو بچے کے ساتھ تیزی سے چلتی جا رہی تھی کافی آگے پہنچ کر وہ ایک دکان کے پاس رک گئی اور مڑ کر میری طرف دیکھنے لگی میں جو اس سے کچھ دور تھا جب میں اس کے قریب ہوا تھا اس نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا میں رک گیا تو مجھے اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ دکھائی دیا جو اس نے میری طرف بڑھا دیا یہ کام اس نے اس قدر تیزی سے کیا کہ کوئی اور جان بھی نہ سکا میں نے جلدی سے جیب میں سے وہ کاغذ رکھتے ہوئے ساتھ ہی پرس نکال لیا اور اس میں سے ہزار کا ایک نوٹ نکالا اور اسے دیتے ہوئے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے وہ نوٹ میرے ہاتھ سے پکڑ لیا اور بولی اتنے کا بھلا سوٹ تو نہیں آتا ناں۔ اس کے انداز کو دیکھ کر میں مسکرا دیا کیونکہ جب اس نے یہ بات کی تھی تو اس وقت دکاندار ہمیں دیکھ رہا تھا اس نے ظاہر کرنا چاہا تھا کہ میں اس کے لیے کوئی غیر نہیں ہوں اس کا اپنا ہوں میں نے جلدی سے پرس سے پانچ ہزار کے پانچ نوٹ اور نکال دیئے تو وہ پکڑتے ہوئے بولی ہاں یہ ٹھیک ہے اب بتاؤ کہ کیسا سوٹ لوں یہ کہتے ہوئے اس نے دکاندار کی طرف دیکھا تھا جو ہمیں دیکھ رہا تھا اور مسکرا بھی رہا تھا کہ ہم اس کے گاہک بننے والے ہیں وہ بولا بہن اندر آ جائیں۔

اس کی بات سن کر وہ مجھ سے بولی۔ آپ کو جلدی تو نہیں ہے اگر نہیں تو آپ خود ہی ہمیں شاپنگ کروا دیں۔ اف خدایا وہ کتنی نڈر تھی کسی کو بھی شک نہیں ہونے دے رہی تھی کہ میرا اور اس کا آپ میں کوئی بھی تعلق نہیں ہے بالکل میاں بیوی کی طرح وہ حرکتیں کر رہی تھی اور مجھے یہ سب بہت ہی اچھا لگ رہا تھا میری خوشی کی کوئی بھی انتہا نہ رہی تھی وہ شاپ میں چلی گئی اور اندر جاتے ہی بولی آپ جائیں میں خود ہی گھر چلی جاؤں گی۔ اس کی یہ بات سن کر میں خوشی سے موٹر سائیکل کو سٹارٹ کرتے ہوئے آگے کی طرف چل دیا میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کو میری تلاش تھی وہ مجھے بھولی نہیں تھی حالات نے اس کو کافی سمجھدار کر دیا تھا وہ سلجھی ہوئی لگ رہی تھی میں تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا جانے لگا نجانے اس نے خط میں کیا کچھ لکھا ہوگا بس یہی بات مجھے بے چین کیے ہوئے تھی میں چاہتا تھا۔ جلدی جلدی گھر پہنچ کر اس کا دیا ہوا خط پڑھوں اور پھر میں نے ایسا ہی کیا کمرے میں پہنچتے ہی میں نے دروازے کو بند کر دیا اور اس کا خط نکال کر پڑھنے لگا۔ اس خط میں کیا لکھا ہوا تھا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ پڑھیے۔

نیا راستہ

تحریر..... کشور کرن۔ پتوکی

وہ لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں لیکن ہمارے لئے مصیبت کھڑی کر گئے ہیں بہت لوگ یہاں آکر تنگ کر رہے ہیں۔ ایک دن میں پتہ نہیں کتنے کتنے لوگ آتے ہیں یہاں ہم تو جواب دے دے کر تھک گئے ہیں۔ یہاں آ آکر انہوں نے ایک معذور لڑکی کا ڈھونگ رچا کر بہت سے لوگوں سے رقمیں وصول کی ہیں اور ہزاروں نہیں لاکھوں روپے لے کر رفو چکر ہو گئے ہیں۔ اس کھیل میں ان کے والدین بھی شریک ہیں لوگ فون کر کر کے خیریت معلوم کرتے ہیں جواب نہ پا کر چلے آتے ہیں ہم لوگ بہت پریشان ہیں ...... ایک دردبھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! یہ ایک ایسی کہانی ہے جو ہماری نوجوان نسل نے اختیار کی ہے۔ ہماری ہی نسلیں ہمارے معاشرے کو بدنام کر رہی ہیں۔ لڑکے لڑکیوں سے دوستی کرتے ہیں پھر دھوکا دے کر چھوڑ جاتے ہیں۔ بے چاری بھولی بھالی لڑکیاں ساری عمر روتی رہتی ہیں۔ یہ کہانی بھی ایک ایسی ہی لڑکی کی ہے جس کے ساتھ دھوکا ہوا فراڈ ہوا کاش وہ پہلے دوستی ہی نہ کرتی۔

زندگی کسے کہتے ہیں صرف اس کی زندگی کو زندگی کہتے ہیں جسے زندگی میں کبھی کوئی غم نہ ملا ہو جسے زندگی میں تمام خوشیاں ملیں ہوں جسے زندگی بھر کوئی پریشانی نہ ملی ہو کوئی دکھ نہ ملا ہو جسے ہر عیش و آرام ملا ہو پر کیا کریں۔ کوئی بھی ایسی زندگی گزار کر نہیں جاتا۔ دنیا میں آدم اور حوا کی اولاد کو کوئی نہ کوئی دکھ لازمی ہے کسی کو باپ کا تو کسی کو ماں کا دکھ کوئی بہنوں کی وجہ سے پریشان ہے تو کوئی بھائی سے تنگ کسی کو بیوی کی پریشانی ہے تو کوئی شوہر کے ہاتھوں رو رہی ہے کوئی اولاد کو رو رہا ہے اور کوئی اولاد کے ہاتھوں تنگ ہے کوئی اپنوں کو ڈھونڈ رہا ہے تو کوئی اپنے ہی اپنوں آ کو چھوڑ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ہوئی خون کے رشتوں کی بات اور جو رشتہ سب سے انمول سب سے الگ سب سے انوکھا سب سے کچا سب سے گہرا اور سب سے مہنگا ہے وہ دوستی کا ہے لیکن آپ لوگ جانتے ہیں آج کل کی دوستی دکھاوے کی دوستی ہے دوست ہی دوست کو دھوکا دیتے ہیں۔ دوست ہی ہمراز بن کر راز فاش کرتے ہیں دوست ہی دوستی کے نام کو بدنام کرتے ہیں آج کے دور میں دشمن دوستی کے روپ میں مل رہے ہیں کوئی بھی غریب دوست امیر کی دوستی کے قابل نہیں ہوتا امیر خود غرض ہیں غریب وفادار امیر غریبوں کا کھا کھا کر امیر بنتے جا رہے ہیں اور غریب سوکھی روکھی کھا کر خدا کا شکر کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔ امیر کئی کئی قسم کے کھانے کھا کر بھی خوش نہیں ہیں خیر ہر کسی نے اپنی موت مرنا ہے میں تو یہ ہی کہوں گی کہ کسی سے کوئی دھوکا نہ کرے دھوکے باز کو سزائیں تو بہت ملتی ہیں پر اسے احساس پھر بھی نہیں ہوتا۔ ایسے ہی دھوکے باز کی کہانی آپ کی خدمت میں پیش کر رہی

ہوں کہانی شروع کرنے سے پہلے کچھ اپنے بارے میں لکھوں گی کہ انسان کو کتنے ہی دکھوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ایک نہ ایک دن اس کی زندگی میں خوشیوں کا چاند ضرور طلوع ہوتا ہے میں نے جتنے دکھوں کا سامنا کیا ہے شاید کسی نے نہ کیا ہو۔ دکھ جب میرے سر سے گزرنے لگے تو میں نے قلم اٹھا لیا اور آج وہ میں ہوں اور میری زندگی اب دکھ مجھ سے دور بھاگنا چاہتے ہیں لیکن میں ابھی انہیں چھوڑوں گی نہیں میں ان کا مقابلہ کروں گی اور ایسا مقابلہ کے یہ پوری زندگی میرے پاس نہ آئیں گے میں ایک وہ ضدی لڑکی ہوں جو ٹھان لیتی ہوں سو کرتی ہوں جو کام کرنے کی کوشش کرتی ہوں کر کے رہتی ہوں پیچھے نہیں ہٹتی میری ضد کے آگے میرے سب گھر والے ہار جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے مجھے لکھنے سے سب نے منع کیا مگر میں سب سے الگ ہو گئی مگر لکھنا نہیں چھوڑا اور نہ ہی چھوڑوں گی ان شاء اللہ اب تو میری قسمت نے میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے مجھے میری منزل مل گئی ہے میں نے جو چاہا وہ مل گیا جو مانگا وہ پا لیا جو پایا اسے ساری زندگی نہیں کھونے دوں گی جو پایا وہ میرا نصیب تھا وہ میری منزل تھا وہ میرا سفر تھا وہ میرا سہارا تھا اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں کسی کی تمنا نہیں کوئی حسرت نہیں کوئی آرزو نہیں میرا قلم میری منزل کو میرے پاس لے آیا ہے منزل میرے قدموں میں ہے اور قلم پکڑنے سے پہلے الفاظ خود بخود سامنے آ جاتے ہیں۔ خیر تھوڑا سا لکھنا تھا جذبات میں پتہ نہیں کیا کیا لکھ دیا سوری۔ تو قارئین میں ایک دھوکے باز کی کہانی لکھنے لگی تھی سنئے۔

فون کی بل مسلسل بج رہی تھی، حنا سونے کا ڈھونگ کر رہی تھی اور اس کی امی نماز پڑھ رہی تھی جب گھنٹی بند نہ ہوئی تو حنا کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔ ہیلو کون حنا نے ناگواری سے کہا۔ دوسری جانب میں فروا بول رہی ہوں آپ کون تو حنا نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر بل بجی تو حنا نے ریسیور اٹھایا۔ ہیلو دیکھو پلیز پلیز بند مت کیجئے گا میں ایک معذور لڑکی ہوں آپ پلیز مجھ سے دوستی کرو میں اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ بتاتی ہوں تو حنا سننے لگی۔ دیکھو میں معذوری کی وجہ سے کوئی مجھ سے دوستی نہیں کرتا اگر میں چل نہیں سکتی تو اس میں میرا کیا قصور کیا آپ لوگوں کے سینے میں دل نہیں تو حنا بات کرنے پر مجبور ہو گئی۔ جب بات چیت کا سلسلہ بڑھا تو فروا اکثر حنا کی امی سے بھی بات کر لیا کرتی تھی لیکن نجانے حنا کی امی مطمئن نہیں تھی۔ حنا نے کبھی فروا کو فون نہیں کیا تھا مگر اس کا دل فروا کی باتوں سے موم ہو گیا اور وہ اپنے دل سے حنا کی باتوں کو دہراتی تو اس کے دل میں فروا کے لئے ہمدردی محسوس کرنے لگی فروا ایک ایک دن میں کئی کئی بار حنا کو فون کرتا اور دونوں ایک دوسری کو اپنے اپنے مشاغل بتاتی اور دلچسپیاں بتاتی حنا بولی دیکھو فروا کل میری سالگرہ ہے کاش تم آ سکتی تمہیں دیکھنے کو بہت دل کرتا ہے۔ فروا بولی تم اپنا پتا بتاؤ میں ایک دن ضرور آؤں گی تمہارے پاس تو حنا نے اپنا ایڈریس بتایا تو فروا نے کہا۔ پہلے مجھ سے مبارکباد تو لے لو کاش میں تمہارے پاس آ سکتی اس کی آواز میں دکھ محسوس کر کے حنا بولی تم اداس نہ ہوں میں خود تمہیں ملنے آ جاؤں گی مگر دوسرے دن شام کو فروا کے والدین خود تحفہ لے کر آ گئے حنا بولی۔ کیا آپ کو میرے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ تم نے فروا کو بتایا تھا ناں سو ہم آ گئے۔ تم بھی تو ہماری بیٹی ہو یقین کرو فروا سارا دن تمہاری باتیں کرتی رہتی ہے۔ انہوں نے فروا کے بارے میں تفصیل بتائی کہ اس کے کئی آپریشن ہو چکے ہیں تمام جمع پونجی اور مکان بھی بک گیا اب ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے ہیں اب فروا کا آخری آپریشن ہونا ہے ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ وہ جلد ہی چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی میری بچی کہتی ہے کہ جب میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گی تو سب سے پہلے اپنے قدموں پر چل کر آپ کے پاس آئے گی۔ فروا کے ابو بولے۔ پرسوں فروا کی بھی تو سالگرہ ہے ہاں مگر فروا نے ہمیں منع کیا تھا یہ بات حنا کو بتانے سے۔ او ہاں سوری میرے منہ سے نکل گیا فروا کے ابو نے سر جھکا کر کہا۔ حنا کی امی بولی۔ ارے کچھ اور لو آپ لوگوں نے تو کچھ بھی نہیں کھایا جی شکریہ فروا کی

امی بولی۔ اب آپ ہمیں اجازت دیں آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے اور ہاں ایسا کیجئے کہ کھانے میں سے تھوڑا سا فروا کے لئے دے دیں تو وہ بہت خوش ہوگی تو حنا کی امی کو کچھ عجیب سا لگا لیکن انہوں نے ایک پیکٹ بنا کر ان کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں پھر آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ حنا فروا کے والدین کی گرویدہ ہو گئی تھی وہ فروا کو سالگرہ کا زبردست تحفہ دینا چاہتی تھی لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا تحفہ دے جس سے وہ اداس لڑکی خوش ہو جائے پھر اس نے پھولوں کا گلدستہ پرفیوم شو پیس اور ڈائری پیک کی اور شام کا انتظار کرنے لگی۔ فروا نے کہا تھا کہ وہ شام کو اپنے بھائی کو بھیجے گی پھر فون کی گھنٹی بجی تو حنا نے فون اٹھا لیا۔ دوسری طرف فروا تھی حنا بولی ہیپی برتھڈے ٹو یو اس کی آواز میں اتنا پیار تھا کہ فروا رو دی۔ ہیلو فروا جی حنا آج مجھے لگ رہا تھا جیسے میری پہلی سالگرہ ہے بھی فروا نے کہا اور میں نے بھائی کو بھیجا ہے وہ آتا ہی ہوگا۔ مگر افسوس کہ میں تمہیں کیک نہیں کھلا سکی یہاں کوئی تقریب تو ہے نہیں بس میں ہوں اور میری تنہائی ہے فروا کی آواز بھرا گئی حنا بولی۔ اف ایسے مت کہو مجھے ویسے بھی کیک پسند نہیں آ میں تو فاسٹ فوڈ کی شوقین ہوں یہ کہہ کر حنا نے فون بند کر دیا آدھے گھنٹے بعد کال بل بجی حنا کے بھائی نے دروازہ کھولا سامنے ایک نوجوان کھڑا تھا اس نے کہا کہ مجھے فروا نے بھیجا ہے کیا حنا باجی یہی رہتی ہے یہ بات سنتے ہی حنا تحفے کا پیکٹ اٹھا کر دروازے میں آ گئی اور بولی میں حنا ہوں یہ تحفہ فروا کے لئے ہے۔ میری طرف سے اسے دے دیجئے گا اور آپ لوگ اسے خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو بے چاری بہت اداس رہتی ہے باجی ہم تو پوری کوشش کرتے ہیں کہ فروا خوش رہے اور تحفہ لے کر چلا گیا فروا نے جب فون کر کے حنا کے تحفے کا پسندیدگی کا اظہار کیا تو حنا بہت خوش ہوئی اب وہ ہر وقت سوچتی رہتی کہ فروا کو کیسے خوش رکھے بقول فروا کے حنا کی دوستی میں اپنی تنہائی بھول چکی تھی کچھ عرصہ بعد حنا نے کہیں جانا تھا ان کے کسی رشتہ دار کی منگنی تھی حنا کی امی اور دونوں تیار ہو گئیں جس گھر انہوں نے جانا تھا وہ گھر فروا کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ حنا کی امی بولی چلو تمہاری سہیلی فروا کے گھر بھی چلتے ہیں۔ میں بھی تو دیکھوں کہ کیسی ہے وہ اور پھر میں اس کی امی سے بھی مل لوں گی۔ یہ سن کر حنا بولی۔ ٹھیک مما چلو کچھ دیر تلاش کرنے کے بعد وہ ان کے گھر پہنچ گئیں۔ دستک دی تو فروا کا بھائی باہر آیا اس نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا سلام بلایا حنا کی امی بولی۔ ہم لوگ ادھر سے گزر رہے تھے سوچا فروا سے ملتے جائیں تو اس کا بھائی بڑبڑا کر بولا۔ فروا اوہ وہ تو گئی ہوئی ہے آپ انتظار کر لیں۔ حنا بولی لیکن وہ کہاں گئی ہوئی ہے وہ تو کہتی تھی کہ وہ گھر پر ہی رہتی ہے کہیں نہیں جاتی تو فروا کے بھائی نے کہا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس گئی ہے۔ حنا کی امی بولی۔ چلو پھر چلتے ہیں پھر کبھی آئیں گے اس وقت ہم بھی جلدی میں ہیں یہ کہہ کر وہ چلی دیئے۔ دوسرے دن فروا کا فون آیا ہیلو حنا کیسی ہو میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ لوگ میرے گھر آئے اور میں آپ کو مل نہ سکی دیکھ نہ سکی میں تمہیں رات کو ہی فون کرتی مگر انجکشن لگا تھا اس لئے جلدی سو گئی۔ پرسوں ہسپتال میں داخل ہو رہی ہوں دعا کرو کہ پیسوں کا انتظام ہو جائے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ڈیڑھ لاکھ کا خرچہ ہے امی ابو بہت پریشان ہیں کچھ مخیر حضرات نے تھوڑا بہت پیسہ دیا ہے مگر پچاس ہزار کم ہیں اگر برا نہ مانو تو .... کہتے کہتے فروا چپ ہو گئی حنا بولی۔ ہاں کہو کہو چپ کیوں ہو گئی ہو؟ کیسے کہوں یار شرم آتی ہے تم بات پوری کرو حنا نے بے تابی سے کہا۔ میرے بھائی نے کالج میں اپیل کر کے بیس ہزار روپے جمع کئے ہیں اگر تم کچھ کر سکو تو میرا وعدہ ہے اپنے قدموں پر کھڑی ہو کر آپ کا قرض اتار دوں گی میرا اکاؤنٹ نمبر نوٹ کر لو اگر ہو سکے تو اس میں جمع کروا دینا او کے اچھا خدا حافظ۔ یہ کہہ کر فروا نے فون بند کر دیا شاید زیادہ ہی شرمندگی محسوس کر رہی تھی حنا کافی دیر تک فروا کے بارے میں سوچتی رہی اس کے بعد اس مہم میں لگ گئی اپنے ساتھ کالج کی دو تین لڑکیوں کو بھی ملا لیا حنا نے دو دنوں میں کافی رقم جمع کر لی تھی اور فروا کے اکاؤنٹ میں جمع کروا دی۔ اس کے بعد ایک ہفتہ کے بعد فروا کا فون آیا حنا نے فون اٹھایا بولی۔

فروا کیسی ہو آپریشن کیسا رہا۔ حنا بہت بے قرار تھی فروا بولی۔ حنا یار ابھی تک رقم پوری نہیں ہوئی ایسے میں آپریشن کیسے ہوسکتا ہے فروا کے لہجے میں مایوسی تھی۔ حنا بولی۔ اچھا سنو میں نے بیس ہزار اوبر جمع کئے ہیں اگر کہو تو تمہارے گھر بھجوا دوں او کے تمہارا شکریہ میں شام کو امی ابو کو بھیجوں گی انہیں دے دینا اگر ہو سکے تو دس پندرہ ہزار کا اور انتظار کر دو۔ میں آپ کا قرضہ ہر حال میں اتاروں گی ایک بار چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں فروا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ شام کو اس کے امی ابو آئے اور رقم لے گئی۔ رقم لیتے وقت فروا کی امی رو رہی تھی اور ابو سر جھکائے کھڑے تھے۔ حنا رقم دیتے وقت بہت سی دعائیں بھی دے رہی تھی۔ فروا کے امی ابو رقم لے گئے تو حنا بے چاری افسوس زدہ کمرے میں لوٹ آئی اور کافی دیر تک فروا کے بارے میں سوچتی اور دعائیں دیتی رہی۔ حنا نے فروا کے چلنے کی قرآن خوانی بھی کروائی اور کالج میں بھی دعا منگوائی اور وہ فروا کے لئے اتنی بے چین تھی کہ اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

اس نے کئی بار اپنی امی سے ڈانٹ بھی کھائی اگلی شام وہ اپنے امی ابو کی منت وسماجت کر رہی تھی پلیز امی صرف دس ہزار اور دے دو پلیز دے دو ناں امی فروا کا آپریشن رکا ہوا ہے پلیز امی دے دو ناں ابو آپ دے دیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ میری دوست ہمارا ایک ایک پیسہ ٹائے گی۔ ماں وہ کتنی دکھی ہے پریشان ہے پلیز امی دے دو ہمیں ایسے لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے ماں وہ ضرور ہماری رقم واپس کرے گی پھر اس کا صلہ ہمیں خدا دے گا س کی امی بولی۔ تم سوچے سمجھے بغیر اسے اتنی رقم دے رہی نہیں ... بڑ لگتی ہے۔ دیکھیں امی جان آ اس کی امی ابو سے ... چکے ہیں پھر بھی ایسی باتیں کر رہی ہیں کیا ... نیا سے مر چکی ہے۔ کیا ایک دوست کے لئے ... ی نہیں کر سکتی۔ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ دیکھو ماں ... ایک اچھی دوست ہے پھر ہم نے ان کا گھر بھی ... اور اس کے امی ابو اور بھائیوں کو بھی دیکھا ہے میں اب بالکل بھی نہیں سوچنا چاہئے ہمیں اس معذور کی خدمت اور مدد ضرور کرنی چاہئے کیا پتہ اس کے دل میں کتنے ارمان ہوں مجھے دیکھنے کے میرے پاس ہمارے گھر آنے کے کیا پتہ وہ کتنا تڑپ رہی ہو امی آپ دے دیں ناں میں لے کر دوں گی آپ کی رقم اس سے جب وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ یہ سب باتیں سنن کے بعد حنا کی امی بولی۔ ٹھیک تم رقم لے لو پھر جب تک میں اس لڑکی کو دیکھ نہیں لیتی مجھے یقین نہیں ہوگا ٹھیک ہے امی آپ اسے دیکھ لینا پر پہلے پیسے تو دیں پلیز دے دو ناں پیسے امی نے پیسے دیئے تو حنا بہت خوش ہوئی امی کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل گئی اسے فروا کے فون کا شدت سے انتظار تھا لیکن فروا نے فون نہ کیا۔ حنا کل سارا دن ویٹ کرتی رہی مگر فون نہ آیا رات بھر بھی نہ آیا حنا بہت پریشان تھی کہ پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے فروا نے فون کیوں نہیں کیا پھر اگلی صبح بھی سارا دن بے چینی سے گزرا شدت سے انتظار کیا مگر فون نہ آیا۔ تو حنا نے ہمت کر کے خود ہی فون کیا۔ کافی دیر بل بجتی رہی مگر کسی نے فون رسیو نہ کیا حنا پریشان تھی سوچنے لگی کہ کیا مسئلہ ہے۔ شاید فروا ہسپتال میں ہے حنا نے امی سے بات کی امی فروا فون نہیں اٹھا رہی تین دن سے اس نے کال بھی نہیں کی۔ امی بولی دیکھو میں تمہیں پہلے ہی کہتی تھی کہ مجھے مسئلہ خراب لگتا ہے۔ امی پلیز میری پریشانی اور مت بڑھاؤ وہ ہسپتال میں ہو گی۔ تو بیٹا اسے بتانا چاہئے تھا کہ کس ہسپتال میں ہے کم سے کم بتا تو دیتی امی نے سنجیدگی سے کہا تو حنا بولی امی کل ہم خود ہی اس کے گھر جائیں آگے اور جا کر پتہ کرتے ہیں کہ کیا مسئلہ ہے۔ وہ بات کیوں نہیں کرتی تو اس کی امی خاموش ہو گئی۔ دوسرے دن حنا اس کی امی اور ابو خود ہی ہمت کر کے فروا کے گھر گئے باہر دروازے کی بل بجائی تو کوئی باہر نہ آیا پھر بجائی پھر بجائی بار بار بل بجانے پر جب کوئی باہر نہ آیا تو انہوں نے سوچا کہ سب ہسپتال میں ہوں گے وہ کافی دیر ادھر ہی کھڑے سوچتے رہے پھر امی بولی۔ ہمیں ساتھ والے فلیٹ سے پوچھنا چاہئے کہ یہ لوگ کدھر ہیں۔ پھر ابو نے ساتھ والے فلیٹ کی بل بجائی تو ایک عورت آئی پوچھا کہ یہ ساتھ والے فلیٹ والے کہاں گئے ہیں ابھی ابو کا جملہ پورا نہیں ہوا کہ اندر سے آواز آئی

پھر آ گئے اور آ گئے خدا کے لئے چلے جائیں یہاں سے پتہ نہیں ابھی کتنے آئیں گے ہم کسی کو نہیں جانتے آپ چلے جائیں یہ آواز کسی بزرگ کی تھی جو چلا چلا کر بول رہے تھے آ گئے ہیں ناک میں دم کرنے ان لوگوں نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ پتہ نہیں کیا بگاڑا ہے ہم نے ان کا اہم لوگ کھڑے سنتے رہے حنا کی امی حیرت سے کھڑے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ہم ایسے کھڑے تھے جیسے کوئی مجرم کھڑے ہوں پھر وہ عورت ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گئی اور بولی۔ ناراض مت ہونا یہ میرے نابینا سسر ہیں پریشان ہو گئے ہیں اس لئے معذرت خواہ ہوں حنا اور اس کی امی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ خاتون بولی۔ یہ برابر والا فلیٹ ہمارا ہی ہے ہم نے کرائے پر دے رکھا تھا یہاں دو لڑکے اور ان کے والدین رہتے تھے ان کی کوئی لڑکی نہیں تھی ہمیں شکایت ملی ہے کہ ان کے لڑکے لڑکیوں کی آواز میں نیلی فون کرتے تھے اور محلے کی لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں اور لڑکوں سے دوستی کر کے اذ وغیرہ لیتے ہیں۔ ہم نے کئی بار منع کیا مگر وہ نجانے آس پاس کے لوگوں سے سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے تو ہم بہت تنگ تھے ان سے کہا کہ ہمارا مکان خالی کر دو مگر وہ ضدی لوگ یہ بھی نہیں کرتے تھے جب کسی بھی طرح باز نہ آئے تو ہم نے انہیں پولیس کی دھمکی دی اور فلیٹ خالی کروا لیا۔ ایک ہفتے سے وہ لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں لیکن ہمارے لئے مصیبت کھڑی کر گئے ہیں بہت لوگ یہاں آ کر تنگ کر رہے ہیں۔ ایک دن میں پتہ نہیں کتنے کتنے لوگ آتے ہیں یہاں ہم تو جواب دے دے کر تھک گئے ہیں۔ یہاں آ آ کر انہوں نے ایک معذور لڑکی کا ڈھونگ رچا کر بہت سے لوگوں سے رقمیں وصول کی ہیں اور ہزاروں نہیں لاکھوں روپے لے کر رفو چکر ہو گئے ہیں۔ اس کھیل میں ان کے والدین بھی شریک ہیں لوگ فون کر کر کے خیریت معلوم کرتے ہیں جواب نہ پا کر چلے آتے ہیں ہم لوگ بہت پریشان ہیں بہت تنگ ہیں ان کی وجہ سے کس کس کو جواب دیں یہ کہہ کر وہ عورت خاموش ہو گئی۔ امی بولی۔ ہم تو پندرہ ہزار روپے اور ان کو دینے آئے تھے میری بیٹی تیج کالج میں اپیل کر کے بہت رقم جمع کی تھی جوان کے اکاؤنٹ میں جمع کروائی ہے۔ پھر بھی انہوں نے کہا کہ پلیز ہمیں کچھ رقم اور کر دو ہماری بیٹی کا آپریشن رکا ہوا ہے تو ہم نے پندرہ ہزار اور کئے اور لے کر آ گئے لیکن ہمیں کیا پتہ تھا کہ معاملہ اور ہے۔ حنا شرم سے سر جھکائے بیٹھی تھی اس کی امی نے د کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئی۔ ابو بولے۔ حنا بیٹا دیکھو دوست کی دوستی یہ سب دوستی کا نام بدنام ہے دوستی کا منہ کالا ہے دوست دوستوں کو لوٹتے ہیں دوست دوستوں کو مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ تم نے کالج میں ایک سائل کی طرح اپنی دوست کے لئے بھیک مانگی تم نے گھر میں سکون برباد کر رکھا تھا اب بتاؤ کیا ملا بغیر دیکھے ہوئے کسی پر اعتبار مت کرو۔ حنا کی امی بولی۔ میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ مجھے گڑبڑ لگتی ہے مگر یہ لڑکی ہماری مانتی کب ہے۔ تو حنا نے امی اور ابو سے سوری کی اور کبھی کسی سے دوستی نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

قارئین کیسی لگی میری کہانی آپ لوگوں نے پڑھا یہ نہ دوستی کے نام پر طمانچہ دیکھا دوست کیسے کیسے روپ میں لوٹتے ہیں اپنے دوستوں کو اگر خون کے رشتے میں تڑپ نہیں تو دوستی میں منہ کالا ہے۔
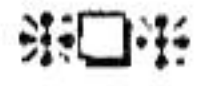
غزل

گویا انداز تعظیم ہے امیروں جیسا
میرا اندر کا ہے انسان فقیروں جیسا
ہم نے چہرے پہ سجا رکھی ہے شہر کی رونق
میرے دل کا عالم ہے ویراں جزیروں جیسا
اس کے اوصاف و خصائل نے مجھے جیت لیا
میرے مریدوں میں تھا وہ شخص پیروں جیسا
اس سے پہلے اسیری بھی رہائی جیسی
اب کی آزادی میں ہے حال اسیروں جیسا
اس تو محسن گنوائے ہیں خساریاب تک
وہ جو ایک شخص تھا میرے ساتھ ہیروں جیسا

☆... ظہیر عباس جگر

اَوکھے پینڈے عشق دے

...... انتظار حسین ساقی - تاندلیانوالہ

ایک دن سمیر کے ایک دوست کا فون آیا۔ میری اکثر اس کے اس دوست سے بات ہو جاتی تھی، اس نے کہا۔ حنا! تم میری بہن کی طرح ہو۔ میں آپ کو آج ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ جی بتائیں۔ اس نے کہا۔ حنا! سمیر تم سے محبت نہیں کرتا، اس کو آپ سے کوئی محبت نہیں وہ آپ کو صرف اور صرف بے وقوف بنا رہا ہے، صرف اور صرف آپ کی دولت کی وجہ سے۔ وہ دو تین اور لڑکیوں سے بھی بات کرتا ہے اور ان کو بھی محبت کا کہتا ہے ..... معاشرے کے ایک ناسور سے پردہ اٹھایا گیا ہے، یہ کہانی پڑھئے اور سوچئے کہ ہمارا کیا ایک مسلمان ہونے ناطے ہمیں ایسی باتیں زیب دیتی ہیں!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

خوشی ملی تو کئی درد مجھ سے روٹھ گئے
دعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں
اب اپنے واسطے کچھ مانگنے سے خوف آئے
تو ہاتھ اٹھا کر تیری التماس ہو جاؤں
اب اپنے آپ سنورنے کا شوق کیا محسن
کسی اجڑتے ہوئے دل کی آس ہو جاؤں

میں نے جو بھی لکھنا ہو رات کو لکھتا ہوں مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا، خاموشی ہی خاموشی، سکوت ہی سکوت ہو۔ جب روشنیاں مدھم ہونے لگیں، جب چاند کی چاندنی سے آسمان پر ستارے شرمانے لگیں، جب دل سینے میں دھڑکنا آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے کسی اجنبی آہٹ پر ماضی کی یادوں کے دریچے کھول دے۔ جب دل میں کسی کی یادوں کے جگنو شرارت کرتے ہیں تو دل کرتا ہے کچھ لفظ کاغذ پر اتار دوں اور پھر جو لفظ میرے قلم سے ادا ہوتے ہیں وہ میں آپ لوگوں کی دلوں اور محبتوں کی نظر کر دیتا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے آپ لوگوں کو میری یہ لہو میں ڈوبی، خون سے رنگین یہ داستان بھی ہمیشہ کی طرح پسند آئے گی۔

ہم ایسے خاک نشیں کب لبھا سکیں گے اسے
کہ وہ اپنا عکس بھی میزانِ زر میں تولتا ہے

آج بھی موسم بہت خوبصورت تھا، بارش ہو رہی تھی اور میں اپنے کمرے میں کاغذ قلم لے کر ایک افسانہ لکھ رہا تھا کہ میرے موبائل پہ کال آئی۔ فون پر آنے والی آواز نسوانی آواز تھی یعنی کسی عورت کی آواز تھی۔ میں حیران ہوا کہ رات کے اس ٹائم کسی لڑکی کی آواز۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے کہا۔ سر انتظار حسین ساقی صاحب! جی جی ... میں انتظار حسین ساقی ہی بول رہا ہوں، حکم۔ نہیں سر! حکم نہیں درخواست ہے۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ اس کی آواز بہت خوبصورت اور دلکش تھی مگر اس کا لہجہ بہت اداس سا، ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا اور غم سے نڈھال سا لگتا تھا۔ سر! میں آپ کی تحریروں کو پسند کرتی ہوں اور دل و جان سے پسند کرتی ہوں۔

''جواب عرض'' کے سارے رائٹر بہت اچھے ہیں مگر مجھے آپ ان سب سے الگ لگتے ہو۔ میں اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہو رہا تھا کیونکہ اپنی تعریف تو سب کو پسند ہوتی ہے۔ میں نے کہا میڈم! آپ اپنا کام بتائیں، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ سر! میرا نام حنا ہے اور میں لاہور کے خوبصورت علاقے میں رہتی ہوں۔ مجھے آپ سے ایک کہانی لکھوانی ہے جو میری ذاتی سٹوری ہے جس کا ایک ایک لفظ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کسی اور سے لکھوا لیں کیونکہ میں تو اتنا اچھا رائٹر نہیں ہوں مگر اس نے کہا۔ مجھے آپ سے لکھوانی ہے اور آپ اگر میری سٹوری نہیں لکھیں گے تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔ میرے لاکھ انکار کرنے پر بھی ...... میں نے اس کی سٹوری کے لئے حامی بھر لی۔ پھر ایک دن اس نے اپنا ڈرائیور اور گاڑی بھیج دی اور وہ مجھے فیصل آباد سے لاہور لے آیا۔ جب میں لاہور ان کے گھر میں آیا تو میری حیرانی اور پریشانی کی انتہا ہو گئی۔ ان کا بنگلہ، محل نما بنگلہ تھا جیسے کسی شہزادے کا محل ہو۔ وہ میری سوچ سے بھی زیادہ امیر ترین لوگ تھے۔ پھر اس نے مجھے اپنی کہانی کچھ اس طرح بتائی۔ قارئین! آپ میرے ساتھ اس زخمی سٹوری، اس غمگین داستان کو پڑھیں اور اپنی رائے سے نوازیں کہ میں اس سٹوری کو کہاں تک لکھنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

میری آنکھوں میں سمندر رونے لگا انتظار
اس نے فقط محبت کی بات کی تھی جب

انتظار صاحب! میرا نام حنا ہے، گھر والے چاندنی کہتے ہیں۔ مجھ سے بڑے میرے دو بھائی ہیں، ساجد اور اسد، وہ دونوں یورپ میں ہوتے ہیں اور ہمارے پاپا ایک بزنس مین ہیں۔ امی جان، میں اور پاپا ہم ادھر پاکستان میں رہتے ہیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میرے گھر والے بلکہ تمام خاندان والے مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں کیونکہ میں اکلوتی جو ہوں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں کالج جاتی تھی۔ کالج کی زندگی بڑی مزے کی ہوتی ہے۔ میری ایک دوست مہرین جو میری کلاس فیلو کے ساتھ میری بہت اچھی ہمراز بھی تھی، کوئی بھی بات ہوتی تھی وہ مجھ سے اور میں اُس سے شیئر کرتی تی۔ ایک دن اس نے مجھے ''جواب عرض'' دیا، میں اس کو پڑھنے لگی اور مجھے اتنا شوق ہوا کہ میں ہر ماہ بڑی شدت کے ساتھ اور بڑے شوق کے ساتھ ہر ماہ انتظار کرتی۔ ایک دن میں نے ایک لڑکے کا کالم پڑھا مجھے بہت دکھ ہوا۔ کالم کچھ یوں تھا — ''مجھے آج تک زندگی میں کسی نے محبت نہیں کی ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی تو ایسا انسان ہو جو میری زندگی میں بہار بن کر آئے اور میری بکھرتی زندگی کے تمام ٹکڑوں کو سمیٹ لے۔ کوئی تو ہو جو میرے سارے غم، خوشیاں اپنے جانے۔ میری زندگی میں صرف دکھ ہی دکھ ہیں، غم ہی غم ہیں۔ میں زندگی کے تمام غموں سے نڈھال ہو کر تھک کر التماس کرتا ہوں مجھے ایک سچے اور محبت کرنے والے انسان کی ضرورت ہے جو میری زندگی کا ساتھ ہو، میرا جیون ہو، میرا ہمسفر ہو جو صرف میرا ہو'' — ساتھ میں اس کا نمبر بھی لکھا تھا اور بڑا خوبصورت سا نام سمیر۔ میرے دل میں نجانے کیوں اک محبت سی جاگی، مجھے بہت افسوس ہوا کہ اس کا کوئی دوست نہیں ہے میں نے اس کو فون کر دیا۔ میرا کسی کو بھی یہ پہلا فون تھا۔ میں نے دوستی کے لئے فون کیا تھا مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ محبت بن جائے گی، میری دوستی۔ جب میں نے سمیر کو کال کی تھی تو میرے دل میں صرف اور صرف سمیر کے لئے محبت ہی محبت تھی اور ایسی محبت جو ہمدردی اور دوستی کے روپ میں ہو۔ سمیر نے مجھے بتایا کہ حنا میں راولپنڈی میں ایک غیر سرکاری جاب کرتا ہوں اور میرا گھر لاہور کے ایک مڈل کلاس علاقے میں ہے۔ میری جاب سے گھر والوں کا گزر تو ہو رہا ہے مگر مشکل سے ہوتا ہے۔ میں راولپنڈی میں آفس میں

ہی رہتا ہوں اور ہر اتوار کو چھٹی ہوتی ہے اور میں ہفتہ کی شام گھر لاہور آ جاتا ہوں اور سوموار کو واپس چلا جاتا ہوں اور کبھی کبھی ''جواب عرض'' پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے کہا۔ سمیر آپ نے ''جواب عرض'' میں کہا۔ آپ کا اس دنیا میں کوئی دوست نہیں ہے، کوئی چاہت کرنے والا نہیں ہے۔ کسی کو آپ سے محبت نہیں ہے کیا سچ ہے؟ جی حنا! یہ سچ ہے میرا کوئی بھی دوست نہیں ہے، کوئی بھی ایسا انسان میری زندگی کا حصہ نہیں ہے جس سے میں آپ کی طرح دوستی کر سکوں۔ کسی سے محبت کی بات کر سکوں۔ سب لوگ مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ میرے اندر بھی دل ہے، میرے بھی جذبات ہیں۔ نجانے کتنے لوگ آئے زندگی میں آ کر چلے گئے۔

نجانے کون سا آسیب دِل میں بستا ہے
کہ جو بھی ٹھہرا مکان چھوڑ گیا آخر

سمیر باتیں کرتا کرتا رونے لگا۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں، پیار نہیں کرنا ہوتا تو پیار کے خواب کیوں دکھا دیتے ہیں، کیوں وعدے کر کے بھول جاتے ہیں، کیوں زندگی برباد کر دیتے ہیں، کیوں داغِ جدائی دے جاتے ہیں؟ مجھے سمیر کی باتیں سن کر بہت افسوس ہوا اور ساتھ دکھ بھی ہوا کہ کیسے سنگدل ہوتے ہیں وہ لوگ جو بھول جاتے ہیں۔ سمیر کی باتوں نے میرے دل میں اس کے لئے جگہ پیدا کر دی اور میں نے اس سے کہا۔ سمیر! آج کے بعد میں آپ کی دوست ہوں، ہر جگہ پہ ہر مقام ہر منزل پہ آپ خود کو اکیلے نہ ہونے دیں، میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں دکھ میں بھی اور سکھ میں بھی۔ میں کوئی دعویٰ تو نہیں کرتی کہ آپ کے لئے یہ کر دوں گی، وہ کر دوں گی مگر میں آپ کو سچے دل سے دوست مانتی ہوں اور میری پوری کوشش ہوگی کہ کبھی آپ کو مجھ سے شکایت نہ ہو۔ میں زندگی کی ہر سانس آپ کی اور اپنی دوستی کے نام پر قربان کر دوں گی۔ میرے پاس سب کچھ ہے، عزت، دولت، شہرت آج کے بعد کبھی یہ محسوس نہ کرنا کہ تم اس دنیا میں تنہا ہو۔ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ کے نام ہے۔ زندگی میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتانا میں اپنی زندگی بھی آپ پر قربان کر دوں گی۔ نہیں حنا! مجھے دنیا کی دولت نہیں چاہئے مجھے شہرت نہیں چاہئے مجھے صرف اور صرف ایک سچا دوست چاہئے۔ میں نے کہا۔ سمیر! آج کے بعد میری اور آپ کی دوستی پکی ہے۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے میں کبھی آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔

دِل سے کیسے وہ لوگ نکلتے ہیں انتظار
جو آنکھوں سے دِل میں اتر جاتے ہیں

ٹھیک ہے حنا! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور مجھ ناچیز کے لئے اپنی چاہت عطا کی۔ میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا کہ آپ نے مجھے اپنی دوستی کے قابل جانا۔ سمیر نے اور میں نے ایک دوسرے سے دوستی نبھانے کے لئے وعدے کئے، قسمیں اٹھائیں اور زندگی میں ہر مقام پر، ہر موڑ پر ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے عہد و پیمان کئے۔

میری اور سمیر کی دوستی اس قدر بڑھ چکی تھی کہ ہم ہر روز دن رات باتیں کرتے رہتے۔ ہنسی مذاق، روٹھنا منانا اور ایس ایم ایس پر باتیں کرنا۔ زندگی ایک گلستان کی طرح تھی۔ ہم ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی ایک دوسرے سے شیئر کرتے تھے۔ مثلاً میں جب کالج جانے لگتی تو بتا دیتی، جب ناشتہ کرتی تو بتا دیتی، جب کالج سے واپس آتی تو بتا دیتی، یہاں تک کہ کیا کھایا، کیا پیا سب کچھ شیئر کرتی اور سمیر بھی مجھ سے سب کچھ شیئر کرتا تھا۔ جب وہ آفس جاتا، جب ناشتہ، کھانا کھاتا سب کچھ شیئر کرتا تھا۔ وہ جب راولپنڈی سے لاہور آتا مجھے بتا دیتا، جب گھر پہنچ جاتا بتا دیتا اور پھر جب واپس روالپنڈی جاتا سب کچھ بتاتا تھا۔ ہماری دوستی اتنی اچھی تھی کہ ہر طرف بہار ہی بہار تھی، وہ مجھ سے ہر وقت بات

کرتا تھا مگر جب وہ گھر آتا تھا تو مجھ سے بات کم ہی کرتا تھا۔ شاید اس لئے کہ گھر والوں کی وجہ سے مصروف ہو جاتا تھا مگر جب گھر سے راولپنڈی کو جاتا تھا تو ہر وقت بات ہوتی رہتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی باتوں میں تبدیلی آنے لگی وہ پہلے سے بدل گیا تھا۔ وہ مجھے کبھی مذاق میں تو کبھی سچ میں کہہ دیتا۔ حنا! مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے اور وہ ساتھ یہ بھی کہتا کہ حنا تم بھی کہو کہ I love u مگر مجھے تو صرف دوستی کی ضرورت تھی مگر اس کے دل میں میرے لئے محبت کا جذبہ ابھر پڑا۔ اس کو مجھ سے دوستی کے بعد محبت ہو چکی تھی اور وہ اس محبت کے اظہار کو کبھی مذاق میں تو کبھی کسی بہانہ سے مجھے کہتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے اظہار کر دیا کہ حنا! مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ میں حیران اور پریشان ہو گئی کہ یہ کیسے ہو سکتا تھا، ہم تو صرف دوست تھے۔ مگر شاید مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ دوستی محبت کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے۔ سمیر بہت اچھے انداز سے بات کرتا تھا وہ ایک دلکش انسان ہونے کے ساتھ ساتھ محبت اور چاہت کرنے والا بھی تھا۔ ہماری دن رات کی باتوں اور دوستی کی وجہ سے مجھے بھی اس سے محبت ہو گئی، مجھے بھی وہ بہت اچھا لگنے لگا۔

کیسے ممکن ہے دِل بھی جلے اور دھواں بھی نہ ہو
چھوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں

مجھے سمیر سے بہت محبت ہو گئی۔ ہر وقت سمیر کی باتیں، سمیر کی یادیں، سمیر ہی ہر طرف نظر آتا تھا۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہتا تھا صرف اور صرف سمیر یاد رہتا تھا۔ سمیر میری زندگی بن چکا تھا، سمیر میرا جیون بن چکا تھا۔ میری محبت کی دیوانگی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ سمیر کو اگر کوئی چوٹ آتی تو میں خود کو چوٹ لگا لیتی، وہ کھانا نہ کھاتا تو میں بھی نہ کھاتی۔ وہ رات سو نہ سکتا تو میں بھی نہیں سوتی تھی۔ اس کو بخار ہو جاتا تو میں خود کو بیمار کر لیتی یہاں تک کہ میرا جینا مرنا اب صرف سمیر ہی تھا مگر مجھے اس بات کا خوف تھا کہ جب میرے گھر والوں کو پتہ چلے گا تو کیا ہو گا۔ اتنا عرصہ گزر گیا ہم لوگوں کو بات کرتے ہوئے مگر کبھی ایک دوسرے کو دیکھا تک نہ تھا جبکہ ہم ایک ہی شہر میں رہتے تھے مگر کچھ دور تھے۔ میرا دل کرتا تھا کہ میں اپنی محبت اپنے سمیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وہ کیسا ہو گا اور سمیر نے بھی ضد لگا رکھی تھی کہ کبھی ملنے کا پروگرام بناؤ مگر حالات اور کالج کی وجہ سے کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔ سمیر نے کہا۔ حنا! اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو میں آپ سے اک بات کرنا چاہتا ہوں۔ جی بولیں۔ حنا! مجھ سے شادی کرو گی؟ میں حیران ہونے کے ساتھ خوش ہوئی کہ میرے دل کی بات سمیر نے خود کہہ دی۔

ہم ایک دوسرے کے دیوانے ہو چکے تھے۔ میں سمیر سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو گئی کیونکہ میں اس کی دیوانی تھی مجھے اس سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ کیا تھا اگر سمیر اک غریب لڑکا تھا مگر تھا تو اک سچا پیار کرنے والا اور محبت کرنے والا۔ میں نے ایک دن اپنی امی سے کہہ دیا۔ امی جان میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ امی جان! میں ایک لڑکے سمیر سے پیار کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا بکواس کر رہی ہو حنا۔ آپ کو پتہ ہے آپ کی منگنی آپ کے کزن عرفان سے ہو چکی ہے اور وہ دو سال کے بعد لندن سے واپس آ کر تم سے شادی کرے گا۔ مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی، مجھے صرف سمیر سے شادی کرنی ہے چاہے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے۔ میں مر جاؤں گی مگر سمیر کو کبھی دھوکا نہیں دوں گی۔ امی جان مجھ سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے ابو کو بتا دیا۔ ابو جان نے مجھے بہت ڈانٹا اور وہ بھی مجھ سے ناراض ہو گئے مگر امی اور ابو جان اس وقت سب کچھ مان گئے جب میں دو دن ہسپتال میں بے ہوش رہی۔ میرے دل میں سوراخ تھا اور مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ میں کب گری اور مجھے کتنے دن کے بعد ہوش آیا۔ امی ابو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اس لئے ابو

نے کہا۔ حنا! بیٹا تم ٹھیک ہو جاؤ، تم جیسا چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ ابو رشتہ کے لئے مان گئے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں اور سمیر بہت خوش خوش ایک دوسرے کو گیت سنانے لگے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے ابو سے کہا تھا کہ جتنا ہو سکے اس کو خوش رکھو، خوشی ہی اس کی زندگی ہے۔ میری وجہ سے عرفان کے گھر والے ہم سے ناراض ہو گئے، میرے گھر والے صرف مجھے زندہ دیکھنا چاہتے تھے۔ ابو نے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا ہم چند دنوں تک آپ کے سمیر کو دیکھنے اس کے گھر جائیں گے۔ میں بہت خوش ہوئی اور سمیر کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ یہ خبر سن کر خوش ہونے کی بجائے پریشان سا ہو گیا جیسے اس کو اچھا نہ لگا ہو۔ اس نے کہا۔ حنا! تم اپنے گھر والوں کو یہاں نہ بھیجو میں اپنے گھر والوں کو آآپ کے گھر بھیجوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن ابو سمیر کے گھر اور ان کے تمام فیملی سے ملنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ جو میری سانسیں گننا اپنا فرض سمجھتے تھے وہ سب مجھ سے ناراض ہو گئے۔ خاص کر عرفان اور ان کی بہنیں، امی، ابو اور ان کے تمام خاندان والے۔ میں اور سمیر ایک دوسرے کے پیار میں اس قدر آگے جا چکے تھے کہ واپسی کا کوئی راستہ نہ تھا۔

پھر ایک دن میرے ابو نے مجھے ایک بری خبر سنائی جو مجھ پہ بجلی بن کر گری۔ ابو نے بتایا۔ حنا بیٹا! جس سمیر کے لئے آپ نے سب کچھ قربان کر دیا وہ شخص دھوکے باز ہے، جھوٹا ہے کیونکہ اس کی تو شادی ہوئی ہوئی ہے اور اس کے تین بچے بھی ہیں اور وہ تو آپ سے عمر میں بہت بڑا ہے۔ آپ کا اور سمیر کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ میں اپنی چاند سی بیٹی کی کبھی ایسے شخص کے ساتھ شادی نہیں کروں گا جو پہلے سے ہی تین بچوں کا باپ ہو۔ مجھے ابو کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا پھر ابو نے بتایا کہ میں آج خود اس کے گھر گیا تھا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ مجھے ابو کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا پھر ابو نے بتایا کہ میں آج خود اس کے گھر گیا تھا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ ابو کے بتانے کے بعد میں نے سمیر کو فون کیا مگر اس نے میرا فون سنا ہی نہیں۔ دوسرے دن میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں سمیر کے گھر ضرور جاؤں گی۔

میں نے اپنی دوست مہرین کو کہا کہ مجھے کسی فقیر عورت کے پاس لے جاؤ۔ وہ کیوں؟ اس نے کہا۔ میں چاہتی ہوں کہ میں خود اپنی آنکھوں سے سمیر اور اس کے گھر والوں کو دیکھوں مگر میں حنا نہیں بلکہ ایک فقیرنی بن کر جانا چاہتی ہوں تاکہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لوں۔ میں نے فقیروں والے کپڑے پہنے اور سمیر کے دروازے پہ، اتوار تھا، سمیر گھر پر تھا، وہ باہر آیا تو میں نے فقیروں جیسی آواز میں کہا۔ اللہ آپ کا اور آپ کے بیوی بچوں کو خوش رکھے۔ اللہ کے نام پہ دے دے۔ اس نے مجھے دس روپے دیئے اور ساتھ اس کا ایک بچہ باہر آیا اور کہا۔ پاپا مجھے بھی پیسے دو تب اندر سے آواز آئی سمیر! عادل کو لیتے آنا اندر باہر گلی میں نہ چلا جائے۔ اس وقت مجھے یقین ہوا کہ یہی ہے میرا عشق، میرا پیار، میرا سمیر اور چھوٹا بچہ عادل سمیر کا بیٹا اور اندر سے آنے والی آواز اس کی بیگم کی تھی۔ میں نے دس روپے اس کے منہ پہ مارے اور چل دی وہ مجھے دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ابھی بھیک مانگ رہی تھی اور ابھی پھینک کر چلی گئی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے
زخم جدائی کا بھرتا جاتا ہے
محسن اس نے دِل کا شہر اجاڑ دیا
میں سمجھا تھا کہ بخت سنورتا جاتا ہے

میں گھر آ گئی اور سیدھی اپنے کمرے میں بیڈ پر آ کر گری اور جی بھر کر روئی کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیا ہے سمیر نے۔ اس نے مجھے آج تک جھوٹ بولا کہ اس کی شادی نہیں ہوئی اور وہ نوجوان ہے۔ میں تو اس کی آواز کی دیوانی تھی اور اس کی آواز کے جادو نے مجھے اتنا اپنے سحر میں گرفتار کیا تھا کہ مجھے کچھ بھی

پتہ نہیں چلتا تھا۔ مجھے یہ جان کر بہت دکھ ہوا۔ میں نے دوسرے دن سمیر کو فون کیا، سمیر نے فون اٹھایا اور میں نے کہا۔

کیا اُس سے گلہ کریں اُسے پیار ہی کب تھا
وہ عہد فراموش وفادار ہی کب تھا
اس نے تو پوجے ہیں اڑتے ہوئے جگنو
وہ چاند ستاروں کا پرستار ہی کب تھا

سمیر! تم بہت جھوٹے انسان ہو، میں نے تم سے دوستی کی، تم سے محبت کی، تم سے چاہت کی، دن رات آپ کی پوجا کی، پرستش کی آپ کی محبت کو اپنے من مندر میں دھرم بنایا۔ میں نے کچھ بھی نہ دیکھا اپنے والدین اپنا خاندان اپنے عزت، اپنی شہرت، صرف اور صرف آپ کی چاہت کی خاطر میں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ کیا یہ دوستی تھی آپ کی یہ محبت تھی آپ کی۔ تم نے مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا۔ کیا میری محبت میں میرے عشق میں کوئی کمی تھی؟ سمیر صاحب! کہاں گئی آپ کی سچی دوستی، سچی محبت، سچا عشق تم تو مجھے بڑے فخر کے ساتھ کہتے تھے کہ حنا! میرا عشق اس رانجھے کی طرح ہے جس نے اپنی ہیر کے لئے ہاتھوں میں کاسہ اٹھا لیا تھا اور کانوں میں مُندرے ڈال لئے تھے۔ آپ کا عشق تو مجنوں کی طرح تھا جو اپنی لیلیٰ کے لئے قیس شہزادے سے دیوانہ بن گیا تھا۔ آپ کا عشق تو سسی کی طرح تھا جو تھل کے صحراؤں میں مر گئی تھی۔ آپ کا عشق تو سوہنی کی طرح کچے گھڑے جیسا تھا۔ کہاں گئی وہ تمہاری باتیں، تم تو جھوٹے انسان نکلے، میں نے آپ کو اپنا سب کچھ جانا مگر تم نے صرف جھوٹ سمجھا میری محبت کو۔ سمیر ساری باتیں سنتا رہا اور کہا۔ حنا! میں نے آپ سے جھوٹ بولا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے فون بند کر دیا۔ تین چار روز میرے اچھے گزرے مگر مجھے پھر سمیر کی یاد آتی تھی۔ کیوں کہ میں نے سمیر سے سچا پیار کیا تھا۔ میں نے سمیر کو معاف کر دیا اور کہا۔ مجھے تم سے محبت اور عشق آج بھی ویسا ہے کیونکہ میرا عشق سچا ہے۔

یہ رکھ رکھاؤ محبت سکھا گئی اس کو
وہ روٹھ کر بھی مجھے مسکرا کے ملتا ہے
کچھ اس قدر بھی تو آسان نہیں ہے عشق تیرا
یہ زہر دِل میں اتر کر ہی راس آتا ہے

سمیر کے اس جھوٹ کی وجہ سے مجھے بہت دکھ ہوا کیونکہ میرے گھر والوں نے خاندان والوں نے مجھے بہت ذلیل کیا کیونکہ میں سمیر کے لئے سب کو چھوڑ چکی تھی مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ سمیر مجھے اپنی ہی نظروں میں یوں گرا دے گا۔ میں کسی سے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کر سکتی تھی مگر یہ سب کچھ میں برداشت صرف اس لئے کرتی تھی کہ سمیر سے میں نے پیار کیا تھا اور سمیر میرا پہلا پیار تھا اور پہلی چاہت تھا۔

میں سمیر کو کیسے بھول سکتی تھی کیونکہ میری دیوانگی کی آخری منزل سمیر کی محبت تھی۔ وقت گزرتا گیا سمیر کی محبت میں میرے لئے کمی سی آ گئی وہ مجھے فون بھی بہت کم کرتا، بات بھی کم کرتا۔ اس کے رویے میں تبدیلی سی محسوس کی۔ میں نے کہا۔ سمیر! میں نے تم سے عشق کیا ہے، کیا ہوا کہ اگر تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تو۔ میں آپ کو دل سے معاف کر چکی ہوں آپ شرمندہ نہ ہوں۔ نہیں حنا! ایسی بات نہیں ہے اصل میں عید سر پر ہے اور میری بیگم اور بچے طرح طرح کی فرمائشیں کر رہے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ سب کچھ کس طرح سے ہو گا۔ سمیر تم پریشان نہ ہو آپ کو کیا چاہئے تم مجھے بتاؤ، میں آپ کے لئے جان بھی دے سکتی ہوں۔ نہیں حنا! اب میری دوست، میری محبت نہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا کسی سے اس طرح کچھ مانگنا۔ سمیر جس لہجے میں بات کر رہا تھا وہ میں ہی سمجھ سکتی تھی۔ مجھ سے سمیر کی یہ حالت برداشت نہ ہو سکتی میں نے صبح ہی اپنے ایک ملازم کو تیس ہزار روپے اور اس کے دو جوڑے کپڑے، اس کی بیگم اور بچوں کے دو دو جوڑے کپڑے اور بچوں کے لئے ڈھیروں کھلونے خرید کر سمیر کے گھر بھیج دیئے۔ سمیر پہلے تو بہت ناراض ہوئے کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا

چاہئے تھا مگر پھر میرے کہنے پر راضی ہو گئے۔ سمیر سے میری بات روز ہوتی تھی۔ زندگی ایک بار پھر مجھے نجانے کہاں اور کس راستے پر لے کر گامزن تھی میں ہر ماہ سمیر کے گھر والوں کے لئے کپڑے جوتے اور بہت ساری ضروری اشیاء لے کر بھیج دیتی تھی۔ پہلے پہلے سمیر کچھ مانگنے سے شرماتا بھی تھا اور کتراتا بھی تھا مگر آہستہ آہستہ وہ اپنے منہ سے مجھ سے چیزیں مانگنے لگا۔ مجھے اس کا کچھ بھی مانگنا بہت اچھا لگتا تھا۔ کیونکہ میرا تن من دھن سب کچھ اس کا تھا۔ میں تو اکثر سوچتی تھی کہ میں جو کھانا کھاتی ہوں کاش یہ بھی سمیر اور اس کے بیوی بچوں کے لئے ہو۔ اب میری زندگی کا مقصد سمیر اور اس کے بیوی بچوں کو خوش رکھنا تھا کیونکہ اگر وہ خوش ہوتے تو سمیر خوش ہوتا اور اگر سمیر خوش ہوتا تو میں خوش ہوتی۔ مجھے اب یقین ہو چکا تھا کہ سمیر اب میرا نہیں ہو سکتا، کبھی بھی مگر نجانے کیوں میں اپنے آپ کو احساسِ خودفریبی کا مزہ دے رہی تھی۔ مجھے خود سمجھ نہیں آتی تھی کہ میں کوئی میراب سائے کو جیسے اپنی آغوش میں لوری دے رہی ہوں۔ میری پوجا اور پرستش میں کوئی کمی نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے کسی کو دکھ ہو، ندامت ہو، شرمندگی ہو۔ سمیر کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی وہ مجھے کہہ دیتا اور میں اپنے ملازم کے ہاتھ اس کو بھیج دیتی۔ میرے گھر والوں کو پتہ چل چکا تھا کہ حنا سمیر کو پیسے اور بہت ساری چیزیں دیتی ہے مگر وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتے تھے اس لئے مجھے کچھ نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ میں تو چند دنوں کی مہمان تھی، میری سانسیں تو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی تھیں، میری زندگی میرا ساتھ کسی وقت بھی چھوڑ سکتی تھی۔ آپ خود سوچیں جو زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہو، جو سانسیں بھی خرید کر لیتا ہو اس سے کوئی ناراض ہو سکتا ہے۔ بس اسی وجہ سے میرے گھر والے مجھے بہت روکتے تھے کہ وہ اچھا انسان نہیں ہے۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہے تم کیوں اس کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔

اجاڑ گھر میں کوئی چاند کب اترتا ہے
سوال مجھ سے یہ کرتی ہے تیرے ہجر کی شام

□□□

میرے دل کا سوراخ مجھے کسی بھی وقت موت کی نیند سلا سکتا تھا۔ موت تو میرا انتظار کر رہی تھی مگر سمیر کی وجہ سے میری زندگی میں اک زندگی کی کرن نظر آئی تھی۔ میں اکثر سوچتی تھی کہ اگر سمیر میری زندگی نہیں بن سکا تو کیا ہوا، میں نے تو سمیر سے محبت کی ہے، عشق کیا ہے۔ ٹھیک ہے اگر سمیر ہماری زندگی نہیں بن سکا تو ہم تو اپنی زندگی سمیر کے نام کر سکتے ہیں۔ جس روز میری سمیر سے بات نہیں ہوتی تھی یا سمیر کا نمبر آف ہوتا تھا تو گھر میں ایک قیامت برپا ہوتی تھی، شیشے ٹوٹتے تھے، برتن ٹوٹتے تھے، ہر کسی کے ساتھ بات بات پہ لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ گھر والے مجھے اور میرے سمیر کو اس لئے برداشت کرتے تھے کہ ان کو صرف مجھے خوش رکھنا تھا اور میں تھی کہ ایک ایسے انسان کے لئے سب کو ناراض کر رہی تھی جو نا صرف مجھے دھوکا بلکہ نجانے کتنے لوگوں کو دھوکا دے دیا تھا۔

صبح عید تھی مگر سمیر کا نمبر آف جا رہا تھا۔ میں کبھی سمیر کے آفس فون کرتی، کبھی اس کے دوستوں کو مگر سب لوگ یہی کہتے کہ معلوم نہیں اس کا نمبر کیوں آف ہے؟ میں عید کی تیاری کر رہی تھی، میں نے ہاتھوں پر مہندی لگائی، بہت بن سنور کر فون کر رہی تھی کہ سمیر سے میری بات ہو جائے مگر ہو ہی نہیں رہی تھی۔ آپ خود سوچیں چاند رات ہو صبح عید ہو اور انسان کی اپنے محبوب سے بات بھی نہ ہو تو کیا انسان کو دکھ نہیں ہو گا، کیا اس کے لئے دنیا اجاڑ سی نہیں ہو گی؟ میں صبح سے فون ملا رہی تھی مگر بات نہیں ہو رہی تھی۔ رات کا ایک بج گیا اور میں اپنے ہاتھوں پہ مہندی کے رنگ سجائے سمیر کا انتظار کر رہی تھی۔

تم نے تو کہہ دیا محبت نہیں ملی
مجھ کو تو یہ بھی کہنے کی مہلت نہیں ملی

نیندوں کے دیس جاتے کوئی خواب دیکھتے
لیکن دیا جلانے سے فرصت نہیں ملی

میں اپنے کمرے میں بیٹھی فون کی طرف دیکھ رہی تھی کہ شاید کوئی ایس ایم ایس ہی آ جائے مگر مجھے اس بات کا دکھ ہو رہا تھا کہ وہ جب بھی گھر آتا تھا مجھ سے بات نہیں کرتا تھا، اپنی بیگم کی وجہ سے۔ مگر عید اور پھر چاند رات۔ آخر یہ میری آنکھوں کے سمندر چھلک گئے میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں مگر میری ہمت نے ابھی مایوی کو آواز نہیں دی تھی۔ میرے ایک ایک آنسو میں میری محبت اور سمیر کی محبت کا عکس نمایاں تھا۔ ساری رات میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری رہی۔ میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ میں اپنی محبت کو کوس رہی تھی کہ وہ کون سا لمحہ تھا جب میں نے اس محبت جیسے سنگدل جذبے کو اپنی چاہت کی زباں دی۔ کاش! ایک بار وہ لمحہ پھر سے لوٹ کے آ جائے میرے جذبے تو بے لوث تھے مگر سمیر کی محبت نے مجھے رُلا دیا، برباد کر دیا۔

جب صبح سارے لوگ عید کی تیاری کے لئے اٹھے تو میری ایک کزن چندہ مجھے کہنے آئی۔ حنا جلدی سے تیار ہو جاؤ مگر جب اس نے دیکھا کہ میری تو حالت اتنی بری ہے کہ میری آنکھوں، چہرے اور میری رنگت سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ میں ساری رات سوئی نہیں ہوں کیونکہ میری رخسار پہ آنسوؤں کے قافلے اپنے بہت نمایاں نشان چھوڑ گئے تھے۔ چندہ نے کہا۔ میری جان حنا! کیا ہوا ہے؟ تم اس قدر پریشان اور خستہ سی کیوں ہو، آخر ہوا کیا ہے؟ چندہ سمیر کا نمبر آف ہے اور میں ساری رات سے رو رہی ہوں مگر اس کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ حنا! یہ محبت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نجانے ان لوگوں کے کتنے عشق ہوتے ہیں، کتنی محبتیں ہوتی ہیں۔ حنا! میں نہ کہتی تھی یہ محبت، یہ عشق سب جھوٹ ہیں مگر تم تھی کہ کچھ مانتی ہی نہ تھی۔ یہ دھوکا باز لوگوں کی بستی ہے، ہجر کے صحرا میں مر جاؤ گی مگر کوئی جنازہ اٹھانے والا بھی نہیں ملے گا۔ میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حنا سمیر کو تم سے نہیں صرف اور صرف آپ کی دولت سے محبت ہے جبکہ تم میری بات مانتی ہی نہ تھی۔ تم جب تک سمیر کی ضرورتوں اور خواہشوں کو پورا کرتی رہو گی وہ آپ سے بات بھی کرے گا اور آپ سے محبت کے دعوے بھی کرے گا۔ آپ کو جان بھی کہے گا، آپ کے لئے جان بھی دے گا۔ بس تم اس کے لئے پیسوں کی اگلی قسط کا بندوبست کر کے رکھو۔ جب اس نے آپ کو کہنا ہے حنا مجھے اتنے پیسوں کی ضرورت ہے اور جب تک آپ اس کو پیسے نہیں دیں گی تب تک وہ آپ بہت پیار سے، چاہت سے بات کرے گا۔ مگر جس دن آپ نے اس کو پیسے دے دیئے اس دن سے وہ مصروف ہو جائے گا کیونکہ اس کو کسی اور لڑکی سے بھی محبت کا ڈرامہ کرنا ہوتا ہے۔ حنا! تم کیوں نہیں سمجھتی وہ آپ کو جذباتی طور پر بلیک میل کر رہا ہے۔ حنا! تم میری بات پر یقین کرو وہ انسان بہت چالاک ہیں اس کا کام لڑکیوں کو جذباتی طور پر تنگ کرنا ہے۔ اُن سے محبت کے جھوٹے دعوے کرنا ہے۔ وہ اپنی پیاری پیاری اور خوبصورت باتوں سے لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے اور لوگ آپ جیسے بے وقوف بن جاتے ہیں اور بھی آپ کی طرح کے معصوم لوگ اس دنیا میں موجو ہیں۔ حنا! تم اس کو آزما لو وہ تم سے نہ محبت کرتا ہے، نہ کرتا تھا اور نہ کبھی اس کو آپ سے محبت ہو گی۔ وہ صرف دولت سے پیار کرتا ہے۔ نہیں چندہ وہ میری محبت ہے، چاہت ہے، وہ میرا عشق ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتا ہے محبت کر کے ڈرامہ کر سکتا ہے مگر میرے ساتھ نہیں۔ میرا دل اس کی محبت کی گواہی دیتا ہے۔ نہیں حنا! وہ صرف دولت کے لئے آپ سے پیار کرتا ہے۔ تم آج اس کو پیسے دینے چھوڑ دو وہ آپ کی پلٹ کر کبھی خبر بھی نہیں لے گا۔ ارے پگلی تم کیوں اک ایسے شخص کے لئے اپنی پھولوں جیسی زندگی کو برباد کر رہی ہو جو صرف پیسے کے بدلے آپ کو دو چاہت کے بول دیتا ہے۔ پلیز مجھ اور گھر والوں کو سمجھو اور اپنی آنکھوں سے محبت کی اندھی پٹی اتارو۔ پھر تم کو معلوم ہو گا کہ وہ تم سے کتنا مخلص ہے، کتنا سچا ہے، کتنی محبت کرتا ہے۔

حسن والوں سے کب شوقِ جنوں ہوتا ہے
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

میں نے اپنی کزن چندہ سے کہا۔ آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں کہ میرا سمیر مجھ سے سچی محبت نہیں کرتا، وہ میرے ساتھ فلرٹ کر رہا ہے، وہ میرے ساتھ صرف اور صرف دولت کے لئے محبت کا ڈرامہ کر رہا ہے۔ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ مجھ سے جھوٹ بول رہا ہے اور آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ میرے علاوہ بھی بہت ساری لڑکیوں سے میری محبت کی طرح ڈرامہ کر رہا ہے۔ وہ تو کہتا ہے حنا! میں صرف تم سے بات کرتا ہوں میری زندگی تم ہو اس کے علاوہ میری زندگی میں کوئی بھی لڑکی نہیں آئی ہے ـــ ''ہوں ناں نہ پگلی ...... میں اُس سے کہہ رہی تھی ..... بے وفاؤں کے ...... کبھی رویا نہیں کرتے ...... یہ کہتے ہی ...... ساتھ خود ...... رو پڑی'' ـــ سنو حنا! آج میں آپ کو اس کی محبت آپ کی آنکھوں کے سامنے دکھاتی ہوں۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ سمیر نے نمبر دوسرا ڈال رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کو کیسے پتہ؟ کیونکہ میں بھی اس کی دوست ہوں، وہ مجھ سے بھی محبت کرتا ہے، جیسے جیسے آپ سے باتیں کرتا ہے ویسی ویسی باتیں مجھ سے بھی کرتا ہے۔ مجھے بھی کہتا ہے تم میری پہلی اور آخری محبت ہو، میری زندگی تمہارے نام سے شروع ہوتی ہے اور تمہارے نام پہ آ کے ختم ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی ہیر رانجھا، سسی پنوں، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، راول جگنی، سوہنی مہینوال کی طرح ٹوٹ کر چاہتا ہے۔ مگر میں نے ابھی اس کو کوئی گفٹ کوئی پیسے نہیں دیئے۔ وہ مجھے ابھی اپنے جال میں پھنسا رہا ہے کیونکہ میں نے اس کو بتایا ہے کہ میں بہت امیر ترین گھر کی لڑکی ہوں اور شہر کے سب سے اچھے اور مہنگے کالج میں پڑھتی ہوں۔ حنا! وہ دن رات مجھ سے بات کرتا ہے جب وہ مجھ سے بات کرتا ہے تو دوسرے نمبر آف کر دیتا ہے۔ مگر چندہ! آپ نے سمیر کا نمبر کہاں سے لیا اور آپ نے ایسا کیوں کیا؟ جبکہ آپ تو جانتی ہیں میں سمیر کو کتنا چاہتی ہوں؟ میں نے سمیر کا نمبر آپ کے فون سے لیا تھا اور میں جاننا چاہتی تھی کہ حنا! کی محبت کیسی ہے اور کہاں تک چل سکتی ہے اور کتنی مضبوط ہے؟ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ سمیر آخر کون ہے جو شادی شدہ بھی ہے، تین بچوں کا باپ بھی ہے اور حنا اس سے محبت کرتی ہے؟ میں نے سمیر سے بات کی۔ کہا کہ رانگ نمبر ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ہماری بات ہونے لگی اور آج یہ عالم ہے کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے، مجھے ساری ساری رات فون کرتا ہے۔ صرف اس لئے کہ میں اس کے لئے سونے کی چڑیا ہوں اور وہ مجھے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا۔ میں تو اس کو فون بھی نہیں کرتی، فون بھی وہ خود کرتا ہے۔ صرف میرے ایک ایس ایم ایس کرنے پہ۔ حنا! تم کس محبت کی بات کرتی ہو؟ کس سمیر کی بات کرتی ہو۔ چندہ! مجھے کسی کی کسی بات پر یقین نہیں ہے، وہ ایسا نہیں ہے، وہ صرف میرا ہے، وہ صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ٹھیک ہے اگر آپ کو اس پہ اتنا ہی بھروسہ اور اعتماد ہے تو میں کل آپ کو آپ کی جھوٹی محبت کا قصہ سناؤں گی۔

وقت گزر گیا عید کا بھی، سمیر سے میری بات نہ ہوئی۔ عید کے بعد سمیر سے میری بات ہوئی میں نے پوچھا۔ آپ کا نمبر کیوں آف تھا اتنے دن۔ سمیر نے کہا۔ حنا کیا بتاؤں میرا فون گم ہو گیا تھا راستے میں آتے آتے چوری ہو گیا تھا۔ عید تھی تو میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں اتنی جلدی فون خرید لیتا۔ اس لئے نمبر آف تھا۔ میں نے کہا۔ آپ مجھے کم از کم اتنا تو بتا دیتے کہ فون نہیں ہے، میں آپ کو فون بھیج

دیتی۔ میں نے اگلے ہفتے اس کے گھر آنے سے پہلے سمیر کو ایک خوبصورت اور اچھا سا موبائل بھیج دیا۔

ہماری پھر سے روز بات ہونے لگی۔ ایک شام میں بیٹھی رو رہی تھی کہ چندہ پھر آ گئی اور کہا۔ میری جان! تم پھر رو رہی ہو، خیر تو ہے؟ چندہ! آج پھر سمیر کا فون آف ہے۔ میں جب تک اس سے بات نہ کر لوں مجھے چین نہیں آتا کیا کروں؟ حنا! تم پاگل ہو پاگل ...... کیوں اپنی زندگی کو برباد کر رہی ہو، کیوں یہ بات مان نہیں لیتی ہو کہ وہ ایک اڑتا ہوا پرندہ ہے جو کبھی اس شاخ تو کبھی اس شاخ۔ آج میں آپ کو آپ کی محبت کا آئینہ دکھا دینا چاہتی ہوں۔ آپ کو بہت یقین ہے ناں اپنی محبت پر، اپنی چاہت پر، اپنے عشق پر لو آج کے بعد آپ کو محبت کے نام سے نفرت ہو جائے گی جب میں آپ کی محبت آپ کے سامنے رکھوں گی۔

سنتے ہیں اپنے ہی تھے گھر لوٹنے والے
اچھا ہوا کہ میں نے یہ تماشا نہیں دیکھا
یہ شہر صداقت بھی عجب شہر ہے حنا
میں نے یہاں اک شخص بھی سچا نہیں دیکھا

حنا تم سمیر کو فون کرو، میرے سامنے۔ چندہ! کیا کروں اس کا نمبر آف ہے۔ مگر میں کوشش کرتی ہوں۔ میں نے نمبر ڈائل کیا تو نمبر آن تھا مگر سمیر پک (Pick) نہیں کر رہا تھا۔ میں نے کافی کوشش کی مگر اس نے میری کال پک نہ کی۔ پھر چندہ نے کہا۔ اب دیکھنا۔ چندہ نے اپنے نمبر سے مس کال دی تو سمیر نے فوراً کال کر دی اور میرے ساتھ بیٹھی میری کزن چندہ سے بہت دیر تک پیار محبت کی باتیں کرتا رہا۔ چندہ نے فون کی آواز اوپن کی ہوئی تھی۔ پھر چندہ نے فون بند کیا تو کہا۔ حنا! اب تم پھر فون کرو، میں نے پھر فون کیا تو سمیر نے فون پک کیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کا نمبر مصروف کیوں تھا؟ تو اس نے کہا۔ میرے Boss کی کال آ گئی تھی اس لئے بزی تھا۔ میں نے کہا۔ تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے کہا بیلنس نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ میں کروا دیتی ہوں۔ آپ مجھے کال کرو ابھی۔ میں نے سمیر کو بیلنس بھی کروا دیا مگر اس نے مجھے پھر کال نہ کی۔ وہ پھر میری کزن چندہ کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ وہ جس طرح میرے ساتھ بات کرتا تھا وہ اسی طرح چندہ سے بات کرتا تھا۔ سمیر کا جھوٹ، ڈرامہ اور اندر کا لالچ ہوس سب کچھ سامنے آ گیا تھا۔ چندہ نے کہا۔ جی حنا! دیکھ لیا اپنا پیار، اپنی چاہت اور عشق۔ ہم سب نہ کہتے تھے کہ وہ انسان صرف دولت کا پجاری ہے، وہ صرف اور صرف پیسے کے لئے تم سے محبت کا ڈرامہ کرتا ہے مگر تم مانتی ہی نہ تھی۔ اب کچھ اور چاہئے اپنے سمیر کی سچی محبت کی نشانی۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ آخر میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا سمیر نے کیوں کیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا، دل خون کے آنسو رونے لگا۔ ہر طرف بے وفائی کے ہجوم میں لوگ کھڑے دکھائی دینے لگے۔

دل تیرے نام کر کے دیکھ لیا
خود کو بدنام کر کے دیکھ لیا
شام وقت ڈھلے ہم نہیں چاہتے
غم سے فرصت ملے ہم نہیں چاہتے
ہم تیرے بعد اجڑے ہوئے ٹھیک ہیں
اب کسی اور سے دل لگے ہم نہیں چاہتے

میں اونچا اونچا رونے لگی، میری کزن اور گھر والے سب مجھ کو چپ کروانے والے تھے مگر میں تھی کہ رونے سے چپ ہی نہیں ہو رہی تھی۔ چندہ نے مجھے اپنے گلے لگایا اور حوصلہ دیا اور پیار کیا کہ اچھا ہوا وہ کم ظرف انسان آپ کا جیون ساتھی نہیں بنا۔

میں نے یہ سب باتیں سمیر کو کبھی بھی نہ بتائیں یعنی سمیر کو ان باتوں کا علم ہی نہ تھا۔ سمیر سے میں اب جانی بوجھ کر باتیں کرتی تھی میں جاننا چاہتی تھی کہ سمیر اور کتنا گر سکتا ہے۔ ایک دن سمیر نے کہا۔ مجھے پچاس ہزار روپے چاہئیں، میں نے کسی سے لئے تھے اور اب وہ مجھے بہت تنگ کر رہا ہے۔ میں نے کہا۔ سمیر

میرے پاس اب پیسے نہیں ہیں مگر میں کوشش کرتی ہوں۔ میں نے ابو سے کہا۔ ابو جان! مجھے پچاس ہزار روپے چاہئیں۔ کس لئے بیٹی؟ میں نے ایک (گولڈن لاکٹ) دیکھا ہے وہ لینا ہے۔ اچھا جی! ابو نے اگلی شام مجھے وہ گولڈن کا لاکٹ لاک کر دے دیا اور کہا۔ یہ لو بیٹا میں تو چاہتی تھی کہ اگر پیسے مل گئے تو سمیر کو دے دوں گی۔ مگر ابو تو گولڈن لاکٹ لے آئے۔ اب میں نے سمیر کو ساری بات بتائی کہ پیسے نہیں میرے پاس گولڈن لاکٹ ہے تو سمیر نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ وہ مجھے بھیج دیں، میں اس کو بازار میں بیچ دیتا ہوں اور میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے وہ لاکٹ آپ کو دے دوں گی آپ اس کو بازار میں بیچ دینا اور اپنی ضرورت پوری کر لینا۔ اس کے بعد سمیر مجھ سے روز باتیں کرتا رات کو بھی دن کو بھی صرف اور صرف اس لئے کہ اس کو لاکٹ کا لالچ تھا۔ مگر ایک دن میں نے اس سے کہا۔ اگر میں لاکٹ آپ کو دے دوں تو میرے ابو جان اگر پوچھیں گے تو میں ان کو کیا جواب دوں گی؟ اس لئے سوری میں وہ آپ کو نہیں دے سکتی۔ میری اتنی بات کرنی تھی وہ مجھ سے ناراض ہو گیا اور بات کرنا بھی چھوڑ دی۔ میں نے چندہ کو بتایا تو وہ بہت خوش ہوئی کہ اک انسان کی اصل محبت کا پتہ تو چل گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ واقعی میری دولت سے پیار کرتا تھا۔ اس کو صرف دولت کی چاہت تھی، میری نہیں۔

پھول خزاں میں کب کھلتے ہیں
بچھڑے دو دل جب ملتے ہیں
چہرے ٹیڑھے رہ جاتے ہیں
ٹوٹ کے شیشے جب ملتے ہیں
مجھ کو روز منانے والے
روٹھے روٹھے اب ملتے ہیں
کون ہمارے آنسو صاف کرے
مطلب ہو تو سب ملتے ہیں

میں اب بھی اس کو روز فون کرتی تھی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں گفٹ وغیرہ اب بھی بھیج دیتی تھی مگر ابھی تک اس کو اس بات کا پتہ نہیں تھا کہ اس کا اصل روپ میرے سامنے آ چکا ہے۔

ایک دن سمیر کے ایک دوست کا فون آیا۔ میری اکثر اس کے اس دوست سے بات ہو جاتی تھی، اس نے کہا۔ حنا! تم میری بہن کی طرح ہو، میں آپ کو آج ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ جی بتائیں۔ اس نے کہا۔ حنا! سمیر تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس کو آپ سے کوئی محبت نہیں وہ آپ کو صرف اور صرف بے وقوف بنا رہا ہے، صرف اور صرف آپ کی دولت کی وجہ سے۔ وہ دو تین اور لڑکیوں سے بھی بات کرتا ہے اور ان کو بھی محبت کا کہتا ہے۔ میں اس کا دوست ہوں مجھے سب پتہ ہے، میں اس کو ایسا کرنے سے روکتا ہوں مگر مجھے وہ کہتا ہے۔ یہ دنیا انجوائے کرنے کے لئے ہے، انجوائے کرو اپنا مطلب نکالو اور چھوڑ دو۔ میں نے اس کو کافی سمجھایا ہے کہ آپ اچھا نہیں کر رہے خاص کر حنا کے ساتھ تو اس نے کہا۔ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے میں صرف انجوائے کرتا ہوں بس۔

●

مجھے بہت افسوس ہوا کیونکہ مجھے بھی تو پتہ چل چکا تھا کہ وہ اچھا انسان نہیں ہے۔ اسی لئے تو اب وہ مجھے روز ایک ہی بات کرتا تھا تم مجھ سے ملو مگر میں کہتی تھی۔ ضرور ملوں گی آپ سے چند دن انتظار کر لو۔ اصل میں میں سمیر کی محبت کے اس ڈرامے کا ڈراپ سین اس کو اس کے سامنے دکھانا چاہتی تھی۔ وہ یوں کہ چندہ نے اس کو فون کیا اور جتنی پیار بھری باتیں اس نے چندہ سے کیں وہ ساری کی ساری باتیں چندہ نے موبائل میں ریکارڈ کر لیں اور پھر جب میں نے اس کو کہا کہ مجھے ملو تو وہ بہت خوش ہوا پھر جناب میں اور چندہ اس سے ملنے ایک ہوٹل میں چلی گئیں۔ آج سمیر کی محبت کا ڈراپ سین ہونا تھا۔ ہم دونوں اس کا انتظار کر رہی تھیں کہ اچانک وہ ہوٹل

میں داخل ہوا، میں نے اس کو پہچان لیا، ہم ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے ساتھ چندہ بھی۔

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے میرے وہ بیٹھا تھا مگر میرا نہ تھا
وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چارسُو
میں اس کو محسوس کر سکتی تھی چھو سکتی نہ تھی

ہم تینوں ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ سمیر نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کیونکہ سمیر تو مجھے پہچان گیا تھا کیونکہ اس کے پاس میری بہت ساری تصویریں جو تھیں۔ میں نے کہا۔ یہ میری کزن ہے، کالج میں پڑھتی ہے اور میری دوست بھی ہے۔ اس کو آپ سے ملنے کا اور آپ کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ پھر میں نے کہا۔ سمیر تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟ حنا! دنیا اس طرف سے اس طرف ہو سکتی ہے مگر میری محبت تم ہو اور آخری محبت اور پہلی محبت ہو۔ میں نے تم سے اتنا ٹوٹ کر پیار کیا ہے کہ مجھے خود اتنا پتہ نہیں ہے کہ میرے اندر آپ کے لئے کتنا پیار ہے؟ میں نے آپ کو ہر پل پوجا ہے، دیوانگی کی طرح، میں تو آپ کو جنون کی حد تک چاہتا ہوں۔ جب سمیر نے میرے پیار میں زمین کی آسمان کی قلابیں ملائیں تو پھر میں نے کہا۔ سمیر یہ تو بتاؤ آپ کی کوئی دوست چندہ نام کی لڑکی بھی ہے؟ نہیں میری کوئی دوست نہیں ہے اور میں آپ کے بغیر کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا مگر مجھے تو سب پتہ چل چکا تھا۔ پھر میں نے درمیان میں چندہ کا وہ موبائل رکھ دیا جس میں اس نے چندہ سے اظہار محبت، ساتھ جینے مرنے کی قسمیں. عہد و پیمان اور بہت ساری پیاری باتیں کی تھیں۔ جب سمیر نے وہ سب کچھ اپنے کانوں سے سنا تو اس کو شرم سے موت آ رہی تھی۔ سمیر بغیر کچھ کہے وہاں سے جانے لگا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور کہا۔ جھوٹ بولتے رہے ہو آج تک، آج سچ کا بھی مزہ لو۔ اگر آپ کو پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھے کہا ہوتا جہاں پہ میں آپ کو تقریباً ایک لاکھ تک دے چکی ہوں وہاں میں اپنی زندگی بھی آپ کے نام کر دیتی۔ تم نے میرا اعتماد تباہ کیا ہے، میرے پیار کو انجوائے کیا.... مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔ میں نے آپ کو دل و جان سے چاہا، اپنے گھر والوں سے لڑائی کی آپ کی خاطر اور آپ لوگوں سے، اپنے دوستوں سے کہتے ہیں کہ یہ دنیا صرف انجوائے کرنے کے لئے ہے۔ سمیر! آج آپ کی محبت کے اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہے جو تم نے میرے ساتھ کیا، چندہ کے ساتھ کیا اور نجانے کتنے اور لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ اگر کچھ شرم ہو تو گھر جا کر آئینہ ضرور دیکھنا۔ شاید آپ کو آپ کا دھوکے باز چہرہ، جھوٹا چہرہ نظر آ جائے۔ اب تم جا سکتے ہو سمیر نظریں جھکا کر وہاں سے چلا گیا لیکن مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ میری محبت کیسی نکلی تھی۔

زمین کا سہارا تو اک دکھاوا ہے محسن
حقیقت میں میرا خدا مجھے گرنے نہیں دیتا

مجھے میرے سب دوست کہتے تھے کہ محبت دھوکا ہے، فریب ہے، جھوٹ ہے، ڈرامہ ہے مگر میں کبھی کسی کی بات پر یقین نہیں کرتی تھی۔ آج دل ٹوٹا تو معلوم ہوا وہ لوگ سچ کہتے تھے کسی کو کسی سے کوئی محبت نہیں ہے۔ صرف اور صرف ضرورت اور لالچ کی محبتیں ہیں۔ میں نے سمیر کو اپنا سب کچھ سونپ دیا مگر اس نے مجھے صرف جھوٹ دیا۔ کاش! اگر سمیر مجھے سمجھ لیتا، میرے پیار کو سمجھ لیتا تو وہ ساری زندگی کچھ نہ کرتا صرف محبت کے دو بول میرے ساتھ خلوص کے ساتھ بولتا رہتا تو مجھے دکھ نہ ہوتا۔ سمیر کو میں نے چھوڑ دیا..... دل پہ قابو رکھا..... پہلے پہلے تو میرے دل کی حالت بہت پریشان کرتی تھی مگر آہستہ آہستہ دل کو میں نے سمجھایا کہ

بچھڑا تو خوش اُس کا چہرہ نہ تھا
آنکھوں پہ اشکوں کا پہرہ نہ تھا
میں کیسے مان لوں زمانے کی باتیں انتظار
وہ تو پہلے بھی اب بھی کبھی بھی میرا نہ تھا

گھر والے سب بہت خوش تھے اچھا ہوا حنا کو عقل آ گئی، زندگی برباد ہونے سے بچ گئی۔ مجھے خوش دیکھ کر سارے خوش ہوتے تھے خاص کر میرے ابو اور میری کزن چندہ۔ چندہ اس لئے خوش تھی کہ میں نے اس کی بھابی بننا تھا۔ زندگی نے ایک اور موڑ لیا۔ سمیر مجھے روز فون کرتا مگر میں اس شخص سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی پھر ایک دنیا اجڑ چکی تھی۔ میں پھر سے کوئی مصیبت گلے میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ ایک دن سمیر کے دوست کا فون آیا۔ حنا! پلیز تم سمیر سے صرف ایک بار بات کرو وہ آپ کے بغیر جی نہیں سکتا۔ وہ نشہ کرنے لگا ہے، وہ غلط راستوں پہ چل پڑا ہے پلیز اس کو روکو، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔ صرف ایک بار تم اس سے بات کر لو۔ وہ مجھے جذباتی طور پر بلیک میک کرنا چاہتا تھا اپنے دوست سے مل کر مگر اب وہ میری نظروں سے گر چکا تھا۔ میں نے اس کو بھول جانے کے لئے بہت بڑی قیمت ادا کی تھی۔ محبت کی صورت میں میں نے سمیر کے دوست سے کہا۔ بھائی جان آج کے بعد آپ نے مجھے کوئی فون نہیں کرنا، ایس ایم ایس بھی نہیں کرنا بھول کر بھی اور رہی بات سمیر کے مرنے کی تو اتنے دن ہو گئے ہیں اس کو مجھ سے بات کئے بغیر اگر اس نے مرنا ہوتا تو اب تک وہ مر جاتا ..... کیوں زندہ ہے؟ شاید اس لئے کہ کسی اور لڑکی سے عشق کر کے اس کی زندگی برباد کرنی ہے اس نے؟ وہ نشہ کرتا ہے، شراب پیتا ہے جو مرضی ہے کرے مجھے اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ..... میری طرف سے وہ نشہ کرے یا پھر زہر کھائے ..... آج کے بعد اس کا میرے سامنے ذکر نہ کرنا اور مجھے فون بھی مت کرنا ورنہ اپنی بے عزتی کا ذمہ دار آپ خود ہوں گے اور پھر میں نے سمیر کو بھی فون کر کے کہہ دیا کہ مجھے کبھی فون نہ کرنا مجھے اب آپ کی ضرورت نہیں ہے..... میں نے اب آپ کے بغیر جینا سیکھ لیا ہے۔

جہاں پھولوں کو کھلنا تھا وہیں کھلتے تو اچھا تھا
تمہی کو ہم نے چاہا تم ہی ملتے تو اچھا تھا
کوئی آ کر ہم سے پوچھے تمہیں کیسے بھلایا ہے
ہزاروں زخم ایسے ہیں اگر سلتے تو اچھا تھا
تمہارے خط کو اشکوں سے شب غم میں جلایا ہے
تمہارے لب مری خاطر اگر ہلتے تو اچھا تھا

وقت بہت خوبصورت گزرنے لگا، میں اور گھر والے بہت خوش تھے، میں اب ہر کسی سے خوشی سے بات کرتی، مذاق کرتی اور زندگی کو اپنے انداز سے گزار رہی تھی۔ زندگی نے ایک عجیب موڑ لیا، میری منگنی میرے کزن سے ہو چکی تھی، میں چھوٹی تھی جب میری منگنی میرے کزن سے ہوئی تھی۔ اب میرے ایک اور کزن کی شادی تھی اور میرا کزن میرا منگیتر میرا ہونے والا شوہر میرا جیون ساتھی میرا ہمسفر پورے دس سال کے بعد پاکستان آ رہا تھا۔ اب تو کبھی کبھی اس سے بھی بات ہو جاتی تھی پہلے تو میں اس سے کم ہی بات کرتی تھی۔ خاندان میں شادی تھی اور وہ دن بھی آ گیا جب رات کو میرے کزن کی مہندی تھی۔ آج میرا دل بھی کر رہا ہے کہ میں تیار ہو جاؤں میں نے چندہ کے بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔ میری جان! آپ تیار ہوں بلکہ میں آپ کو خود تیار کرتی ہوں آخر آپ میں کمی کس چیز کی ہے۔ میری جان! آپ کا اتنا لمبا قد اور گھنے سیاہ بال موٹی موٹی آنکھیں، سمارٹ بدن اور پھر اوپر سے چاندنی جیسا رنگ روپ، گلاب کی پتیوں ایسے خوبصورت ہونٹ. ارے قیامت ہے آپ کی جوانی۔ آج اگر تم تیار ہو کر مہندی میں شریک ہوئی تو ایک قیامت آ جائے گی، آپ کو دیکھ کر ساری مہندی کی تقریب میں۔ چندہ اپنی کزن کو پیار سے چھیڑ رہی تھی۔ پھر میں نے ایک خوبصورت سی ساڑھی لگائی، بالوں کو ڈائی کیا، ہاتھوں میں چوڑیاں اور پھولوں کے گجرے پہنے تو سارے خاندان والے مجھے دیکھ کر حیران ہو گئے کہ حنا اور اتنے خوبصورت انداز سے تیار ہوئی ہے کیونکہ میں تو خاندان میں بہت چپ چپ رہنے والی اور ہر

وقت ہر کسی سے لڑنے والی تھی۔ اس لئے سب کو حیرانی ہو رہی تھی اور پھر میں نے مہندی کی رسم میں پہلی بار کوئی گیت گا کر سب کو حیران کر دیا۔ میں نے جب یہ گیت گایا۔

ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو
کوئی گیت ایسا گاؤ گوریو
یہ گھڑی ہے ملن کی
اک سجن سے سجن کی
کوئی گیت ایسا گاؤ گوریو
ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو

میرے ابو، میری امی، میرے سب خاندان والے مجھے اس قدر خوش دیکھ کر بہت خوش تھے اور ابو نے میرے ساتھ یہ گیت بھی گایا۔ کیونکہ میرے دل میں سوراخ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ میں خوش رہوں اور یہی میری زندگی اور صحت کا راز بھی تھا۔ شادی ختم ہو گئی اور مجھے میرے ابو نے کہا۔ بیٹا ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی اتنی جلدی کیا ہے ابو جان۔ بیٹا جلدی مجھے نہیں لڑکے والوں کو ہے، آپ کے کزن کو ...... وہ چاہتا ہے کہ میں لندن جانے سے پہلے شادی کر لوں۔ میں بہت پریشان ہوئی کہ آخر اتنی جلدی کیا ہے؟ رات کو مجھے میرے کزن کا فون آ گیا اس نے کہا۔

کوئی فریاد تیرے دل میں دبی ہو جیسے
تو نے آنکھوں سے کوئی بات کہی ہو جیسے
جاگتے جاگتے اک عمر کٹی ہو جیسے
جان باقی ہے مگر سانس رکی ہو جیسے
ہر ملاقات پہ محسوس یہی ہوتا ہے
مجھ سے تیری نظر کچھ پوچھ رہی ہو جیسے
راہ چلتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے
وہ نظر چھپ کے مجھے دیکھ رہی جیسے
اک لمحے میں سمٹ آیا ہے صدیوں کا سفر
زندگی تیز بہت تیز چلی ہو جیسے
اس طرح پہروں سوچتا رہتا ہوں میں
میری ہر سانس تیرے نام لکھی ہو جیسے

حنا! تم تو بہت بڑی ہو گئی ہو، رات کو آپ نے ساری مہندی کی رونق اور بھی بڑھا دی گیت گا کر۔ حنا! میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے میرا دل آپ سے بات کرنے کو ترس رہا تھا، تم تو رات قیامت ڈھا رہی تھی حنا! رات آپ کو دیکھ کر ایسا لگا جیسے میں بہت مقدر والا انسان ہوں۔ آپ میری سوچوں سے بھی بڑھ کر خوبصورت ہو۔ حنا! شاید یہ شادی کچھ عرصہ اور نہ تھی مگر میرا دل کرتا ہے بس تم میری ہو جاؤ۔ ساری دنیا کے سامنے اس لئے میں نے آپ کے اور اپنے گھر والوں سے شادی کے لئے کہا۔ عرفان سب کچھ ٹھیک ہے مگر شادی کے لئے اتنے کم دن ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ ٹھیک ہے حنا! جیسے آپ کی مرضی مگر اتنا تو کر لو کہ نکاح کر لیتے ہیں۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا جب میرا اور عرفان کا سب خاندان کے سامنے بڑی دھوم دھام کے ساتھ نکاح ہو گیا اور یوں میری زندگی بدل گئی۔ میں حنا! سے حنا عرفان بن گئی۔ عرفان مجھ سے بہت پیار کرتا ہے، جتنی شدت سے میں سمیر سے پیار کرتی تھی، اس سے زیادہ عرفان مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اب مجھے کوئی غم نہیں ہے، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ دو سال کے بعد ہماری شادی ہونی ہے اور پھر ان شاء اللہ میں عرفان کے ساتھ لندن چلی جاؤں گی۔ جب سے سمیر سے میری بات چیت ختم ہوئی ہے اب میرے دل کا سوراخ بھی ٹھیک ہو رہا ہے۔ میں بڑے خاموش انداز سے حنا کی باتیں سن رہا تھا کہ حنا نے کہا۔ انتظار صاحب! یہ تھی میری محبت کی کہانی جس کے لئے میں نے بہت اوکھے پینڈے عشق کے کاٹے ہیں۔

جی قارئین! یہ تھی میری دوست حنا کی سٹوری اس کی زبانی۔ حنا نے ایک بات سب قارئین کے نام کی ہے۔ میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ کوئی بھی فیصلہ جلد بازی میں نہ کریں، کسی پہ اندھا اعتماد نہ کریں اور ہاں کبھی اپنے گھر والوں کا دل نہ دکھانا

صرف کسی محبت کے لئے، کسی پیار کے لئے، کسی عشق کے لئے کیونکہ آج کل کا عشق صرف ضرورتوں کا عشق ہے۔ یہ دنیا بہت جھوٹی ہے، کوئی کسی کا نہیں ہے۔ صرف اگر رشتے سچے ہیں تو وہ صرف والدین کا رشتہ ہے، بہن بھائیوں کا ہے۔ پلیز کبھی بھی اپنے والدین کو اس دنیا کے جھوٹے پیار کی خاطر کوئی ذلت یا دکھ نہ دینا ورنہ ساری زندگی پچھتاوے آپ کا مقدر بن جائیں گے۔ تمام لوگوں سے ایک گذارش اور کرتی ہوں اگر کسی کے ساتھ محبت کرو تو سچی کرو، کسی کو دھوکا نہ دو، کبھی جھوٹ نہ بولو خاص کر محبت کے معاملے میں۔ ہو سکتا ہے آپ کی وجہ سے کسی کی جان بھی چلی جائے۔ محبت کو بدنام نہ کرو اور کسی کو اپنی زندگی نہ بناؤ ورنہ وہ تم سے زندگی چھین لے گا۔ جس دن اس کا یہ پتہ چل گیا کہ وہ کسی کی زندگی ہے۔ یہاں لوگ زندگی چھین لیتے ہیں۔

جی قارئین! یہ تھیں حنا کی وہ باتیں جو اس نے تمام قارئین کو ایک سبق کے طور پر کہیں۔ امید ہے آپ کو پسند آئی ہوں گی۔ آخر میں میں آپ کا خادم آپ سے اجازت لینے سے پہلے اتنا کہنا چاہتا ہوں گا کہ میں اپنی یہ سٹوری اپنی جان سے پیاری قرۃ العین عینی کے نام کرتا ہوں۔ میری ایک ایک سانس عینی کے نام اس سفر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ اپنی رائے سے ضرور نوازنا، مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔ والسلام!

درد جگر میں ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
پیار نظر میں ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
پھول سے نازک ہاتھوں سے جب ہاتھ ملیں
ابرو خنجر ہوں تو آنکھیں بولتی ہیں
شام کی پگڈنڈی پہ سورج مر جائے
روشنی بے گھر ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
تیرے ہنستے بستے شہر میں جب کوئی
تنہا بے گھر ہو تو آنکھیں بولتی ہیں

غزل

میں دل پہ جبر کروں گا تجھے بھلا دوں گا
مروں گا خود بھی تجھے بھی کڑی سزا دوں گا
یہ تیرگی میرے گھر کا ہی مقدر کیوں ہو
میں تیرے شہر کے سارے دیے بجھا دوں گا
ہوا کا ہاتھ بٹاؤں گا ہر تباہی میں
ہرے شجر سے پرندے میں خود اڑا دوں گا
وفا کروں گا کسی سوگوار چہرے سے
پرانی قبر پہ کتبہ نیا سجا دوں گا
اسی خیال میں گزری ہے شام درد اکثر
کہ درد حد سے بڑھے گا تو مسکرا دوں گا
تو آسماں کی صورت ہے گر پڑے گا کبھی
زمین ہوں میں بھی مگر تجھ کو آسرا دوں گا
بڑھا رہی ہیں مرے دکھ نشانیاں تیری
میں تیرے خط، تیری تصویر تک جلا دوں گا
بہت دنوں سے مرا دل اداس ہے محسن
اس آئینے کو اب کوئی عکس نیا دوں گا

☆...... جہانزیب ریاض- سکھر

غزل

ملا کر نظریں وہ جھکانا بھول گئے
لگا کر آگ دل میں بجھانا بھول گئے
چلے گئے وہ دوستی کر کے ہم سے
بعد میں دوستی نبھانا بھول گئے
دکھا کر راستہ پیار کا وہ ہم کو
ساتھ چلنا بڑی سادگی سے بھول گئے
ہم انجان تھے حسن والوں کے وعدوں سے
پر وہ وعدہ کر کے نبھانا بھول گئے
ہم کو تو وہ یاد آتے بہت ہیں مگر
اک بار یاد کر کے ہم کو دوبارہ یاد کرنا بھول گئے

☆...... ایم اکرام ساغر- خانیوال

یہ چاند بھی ڈوب چلا

تحریر...... محمد افضل ٹیپو- گگو منڈی

گھر والوں کا رویہ بھی میرے ساتھ خوشگوار ہو گیا تھا، کوئی دو سال امن اور چین سے گزرے تو مجھ پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ کاروبار کے سلسلے میں ایک دوسرے شہر جاتے ہوئے ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ جب ان کی لاش گھر آئی تو میں صدمے سے بے ہوش ہو گئی۔ بہت دیر کے بعد ہوش آئی تو میری چیخیں آسمانوں کو چھونے لگیں..... ایک درد بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میں حسب معمول پارک میں شام کے وقت ایک رسالہ پڑھ رہا تھا اور ساتھ بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھتا جاتا تھا۔ یہ ایک وسیع اور بڑا خوبصورت پارک تھا جہاں بے شمار لوگ آیا کرتے تھے۔ میرے قریب ہی غالباً ایک فیملی گھاس پر خوشنما سی دری بچھائے کھانا کھا رہی تھی جن میں دو تین مرد، دو تین عورتیں اور چار پانچ بچے بھی شامل تھے وہ شاید پکنک کی طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اے چل بھاگ یہاں سے۔ ایک عورت کی آواز آئی۔ میں نے پڑھتے پڑھتے ادھر کو دیکھا تو ایک عورت ایک بچی کو جھڑک رہی تھی۔ بڑی ہی پیاری بچی تھی، گورے چٹے رنگ کی، سنہرے سے بال اور نیلی آنکھیں۔ بچی کی نگاہیں اس کھانے پر جمی ہوئی تھیں جو وہ لوگ کھا رہے تھے۔ اے چل بھاگ یہاں سے، سنا نہیں تم نے۔ اس عورت نے دوبارہ اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔ ان بچوں میں سے ایک بچہ اٹھا اور اس بچی کو زور سے دھکا دیا۔ وہ بچی گر گئی اور زور زور سے رونے لگی۔ اس بچے نے اسے دو تین ٹھوکریں ماریں اور ہنستا ہوا پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا اور سب مل کر قہقہے لگانے لگے۔ توبہ یہ لوگوں کے بچے بھی کتنے ندیدے اور بدنیت ہوتے ہیں۔ ایک عورت نے بڑی نخوت سے کہا۔ وہ بچی کتنی ہی دیر نیچے گری ہوئی روتی رہی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اٹھی اور میرے قریب آ کر رک گئی۔ اس کی سفید نرم اور روئی جیسے گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کا خوبصورت پھول جیسا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑی ہچکیاں لے رہی تھی۔ مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اسے اپنے پاس بلا کر چمکارا پیار کیا۔

انکل! مجھے بہت بھوک لگی ہے، میں نے کل سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ بچی نے سسکتے ہوئے کہا۔ میرا دل تڑپ اٹھا۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ وہ کھانے کی طرف ہی کیوں دیکھے جا رہی تھیں اس کا چہرہ یقیناً بھوک کے سبب سے مرجھایا ہوا تھا۔ اس کے سوکھے ہونٹ اور آنکھوں میں بھوک کا کرب دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھا۔ بیٹا تم بیٹھو، یہ میری کتاب سنبھال کر رکھنا میں ابھی تمہارے لئے کچھ لاتا ہوں۔ میں پارک کے اس طرف چلا گیا جدھر کھانے پینے کے سٹال وغیرہ لگے ہوئے تھے۔ میں ایک بڑا برگر، ایک چاٹ کی پلیٹ اور جوس کا ایک پیکٹ لے کر واپس آیا تو وہ بچی میری کتاب کو اپنے سینے سے لگائے اسی بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے

ساری چیزیں اسے دیں تو وہ بے تحاشا تیزی کے ساتھ کھانے لگی۔ نہ جانے بیچاری کب سے بھوکی تھی کھا وہ رہی تھی اور اب عجیب سی روحانی خوشی اور تسکین مجھے ہو رہی تھی۔

مجھے ایک بچہ یاد آ گیا جس کا بچپن اپنے سوتیلوں میں گزرا تھا اور وہ بھی بھوک سے ایسے ہی بلکتا رہتا تھا۔ اس کے ماں باپ بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور وہ اپنے چچا کے ہاں پل رہا تھا۔ مار پیٹ گالیاں تو روزانہ کا معمول تھا ہی اسے کھانے کو بھی کم ہی ملتا تھا۔ گھر والے سارا دن اسے گھر کے کاموں میں دوڑائے رکھتے تھے اور وہ بھوک سے سسکتا ہی رہتا تھا۔ ایک دن وہ گھر سے بھاگ نکلا، سارا دن کھانے کو کچھ نہ ملا تھا رات بھی سر پر آ گئی تھی، وہ بچہ گلیوں میں بھٹک رہا تھا اور بھوک کی شدت سے اسے چکر آ رہے تھے اور قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ ایک گھر کی دہلیز کے باہر بیٹھ گیا۔ اچانک ساتھ والا دروازہ کھلا کسی نے بچا کھچا کھانا دروازے سے باہر رکھے ہوئے ٹین کے ڈبے میں پھینکا نجانے کدھر سے دو تین کتے نمودار ہوئے اور ٹین کے ڈبے کی طرف بڑھے، اس نے بچے نے نجانے کیسے ہمت کر کے ان کتوں کو بھگایا اور خود ٹین کا ڈبہ کھنگالنے لگا۔ بھوک نے اسے کتوں سے بھی بدتر کر دیا تھا۔ ٹین میں ایک دو روٹیوں کے ٹکڑے کچھ سلاد، چند بچی کچھی ہڈیاں اور دو تین آدھ کھائے ہوئے گلے سڑے سیب نکلے۔ اس بچے نے ٹین کے ڈبے کو اٹھایا اور ایک طرف بیٹھ گیا اور اس میں سے چیزیں نکال نکال کر کھانے لگا۔ اس نے بھوک کی شدت کی وجہ سے چھوڑی ہوئی ہڈیاں بھی چبا ڈالیں۔ اس کی کچھ نہ کچھ بھوک مٹ ہی گئی، پیٹ کا جہنم کچھ نہ کچھ سرد ہو ہی گیا۔ وہ بچہ اٹھا اور ایک نلکا تلاش کر کے پانی پیا۔ اب اسے نیند آنے لگی تھی اور ایک ہوٹل کے باہر بچھے ہوئے بنچ پہ سو گیا۔ ہوٹل کھلنے سے پہلے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر اُدھر آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر وہ اسی گھر کے آگے رکھے ہوئے ٹین کے ڈبے میں سے ناشتہ کرنے پہنچا۔

ڈبے میں جھانک کر دیکھا تو کچھ ڈبل روٹیوں کے ٹکڑے، چند انڈوں کے ٹکڑے، آدھا پراٹھا اسے مل ہی گیا۔

وہ بچہ نجانے کتنے عرصے تک ٹین کے ڈبے میں سے بچا کھچا کھانا کھاتا رہا۔ اس کی دوستی ایسے لڑکوں کے ساتھ ہو گئی جو بوٹ پالش کرتے تھے اور شام کو چرس بیچتے تھے۔ ان دنوں ہیروئن کا نام و نشان بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ انہی لڑکوں کے ساتھ رہنے لگا۔ بوٹ پالش کرنے میں وہ طاق ہو گیا جس سے وہ دن بھر میں دس پندرہ روپے کما لیا کرتا تھا اور پھر شام کو چرس بیچا کرتا تھا۔ چرس ان لڑکوں کو ایک آدمی دیا کرتا تھا۔ سب لڑکے کمیشن لیتے تھے، وہ بچہ بھی شام کو چرس بیچنے لگا۔ اس سے بھی اضافی آمدنی پندرہ بیس روپے ہو جاتی تھی۔ سب لڑکے چھوٹی سی عمر میں ہی سگریٹیں بھی پیتے اور گوشت سے روٹی کھاتے اور اپنی ساری آمدنی اڑا دیتے لیکن وہ بچہ کوئی فضول خرچی نہ کرتا تھا۔ سادہ کھانا کھاتا سگریٹ کے تو نزدیک بھی نہ جاتا تھا اور اور ہمیشہ اپنے پیسے بچا کر رکھتا تھا۔ کرتے کرتے اس نے کوئی پانچ چھ سو روپیہ جمع کر لیا۔ ایک دن چرس والا آدمی آیا تو اس نے اس بابا کو کہا۔ بابا میں آپ کا مال بھی بیچوں گا لیکن آپ سے علیحدہ مال بھی خریدوں گا۔ اس نے پانچ چھ سو روپے کی چرس بھی خرید لی۔ اسے اپنے کاروبار میں سے ایک ہفتہ کے اندر ہی پانچ چھ سو روپے بچ گئے۔ بابا کے بیچے ہوئے مال سے علیحدہ کمیشن بھی کمایا۔ چند دنوں کے بعد اس نے بابا سے دو ہزار روپے کا مال خریدا اور وہ بھی بیچ دیا۔ اب اس کے پاس تین چار ہزار روپیہ ہو گیا تھا۔ وہ چالاکی میں ہشیاری میں اپنے ہم عمر ساتھیوں کو بھی مات کر دیا۔

بابا نے دیکھا کہ یہ بچہ تو ضرورت سے زیادہ ہی چالاک بھی ہے اور سمجھدار بھی تو بابا اسے اپنے ساتھ اپنے خاص اڈے پر لے گیا اور اسے مزید تربیت دینے لگا۔ چند سالوں میں ہی اس بچے نے سارا کاروبار سنبھال لیا۔ اب بابا نگران ہی تھا سارا کاروبار اس بچے

کے ہاتھ میں آ گیا۔ ایک دن اس نے اخبار میں فلموں کا اشتہار دیکھا، فلموں کا اسے شوق تھا اور وہ ہفتے میں ایک آدھ مرتبہ فلم ضرور دیکھا کرتا تھا۔ اس نے اشتہار میں ایک رقص کرتی ہوئی لڑکی کی تصویر پر انگلی رکھ کر بابا سے پوچھا۔ بابا! یہ کون سی فلم ہے۔ اوئے خانہ خراب تو اچھا ہوتا تو پڑھ ہی لیتا۔ اب تو میں بتا دوں گا کہ کون سی فلم ہے بعد میں کیا اخبار لے کے لوگوں کے پیچھے پھرے گا کہ مجھے بتاؤ یہ کیا لکھا ہے۔ بابا کی بات سن کر وہ بچہ سوچوں میں گم ہو گیا۔ بابا کی بات تو ٹھیک تھی۔ اس بچے نے سوچ لیا کہ میں اب پڑھوں گا۔ اس نے خان بابا سے بات کی تو وہ ہنس پڑا۔ اوئے خانہ خراب اب تو تو پندرہ سولہ سال کا ہو گیا ہے تیری عمر کے لڑکے تو میٹرک بھی پاس کر چکے ہیں۔ یہ میٹرک کس کو کہتے ہیں بابا؟ اوئے پاگل دے پتر دس جماعتوں کو کہتے ہیں۔ اور یہ دس جماعتیں پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے بابا؟ بچے نے پھر پوچھا۔ دس جماعتیں پاس کرنے میں دس سال لگتے ہیں۔ بچے کا حوصلہ ذرا ٹوٹ گیا وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔ بابا یہ جماعتیں ہوتی کتنی ہیں۔ بچے نے پھر پوچھا۔ بچہ سولہ جماعتیں ہوتی ہیں اور سولہ سال لگتے ہیں، پر تو کیوں میرا دماغ کھا رہا ہے؟ دھندے کا ٹائم شروع ہو رہا ہے۔ اس دن وہ بچہ نجانے کون سی سوچوں میں گم رہا۔ گاہکوں کو چرس بھی دیتا رہا اور جہاں جہاں چرس پہنچانی تھی وہاں بھی دے کر آیا۔

آج پہلی مرتبہ اس نے شہر میں لکھے ہوئے بورڈوں پر نظر دوڑائی، دکانوں پر، مکانوں پر ہر جگہ ہر چوک میں کھمبوں پر بینروں پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا لیکن اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا لکھا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ میں جیسے آنکھیں رکھ کر بھی اندھا ہوں۔ اَن پڑھ آدمی تو اندھوں جیسا ہوتا ہے۔ اس بچے نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اب پڑھے گا۔ اس نے بابا سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو بابا نے اسے ایک استاد رکھ دیا۔ وہ بچہ فطری طور پر ذہین تھا ہر سال دو دو جماعتیں پرائیویٹ پاس کر کے پانچ چھ سالوں میں ہی میٹرک کر لیا۔ اب وہ تیئس چوبیس سال کا کڑیل جوان تھا پھر اس بچے نے کالج میں داخلہ لے لیا۔ اگرچہ اس کی عمر دو چار سال زیادہ ہی تھی پھر بھی اسے کالج میں داخلہ مل گیا۔ اگلے چھ برسوں میں اس نے ایم ایس سی کر لیا۔ وہ بچہ جو فلموں کے اشتہار بھی نہ پڑھ سکتا تھا آج ماسٹر ڈگری رکھتا تھا۔ چرس کا کاروبار بہت وسیع ہو چکا تھا۔ بابا فوت ہو گیا اور مرتے وقت سارا کاروبار اس کے حوالے کر گیا۔

اب وہ شہر کا نامی گرامی سمگلر تھا اور لاکھوں روپے ماہوار آمدنی تھی پھر نجانے کیا ہوا کہ اس بچے کا دل اس کاروبار سے اچاٹ ہو گیا، اس کے پاس لاکھوں روپیہ تھا۔ ایک خوبصورت کوٹھی، کار اور آسائش کا ہر سامان اس کے پاس تھا اس نے اپنا لاکھوں روپیہ بینک میں جمع کروا دیا اور ماہوار منافع بھی اس کا مہینے بھر کا لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے کم نہ تھا۔ وہ اپنے کاروبار سے کنارہ کش ہو گیا اور سکون سے اپنی زندگی گذارنے لگا۔ اس نے ایک بے سہارا ادھیڑ عمر کی عورت کو اپنی ماں بنا کر اپنے پاس رکھ لیا اور اس کا دنیا میں کوئی تھا بھی نہیں۔ اب جب بھی وہ کھانا کھانے لگتا تھا تو اسے اپنا وہ بچپن یاد آ جاتا تھا۔ جب وہ بھوک سے بلبلاتا ہوا ٹین کا ڈبہ ٹٹول رہا تھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ میں ہی وہ بچہ تھا، میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

وہ پیاری سی بچی سب کچھ جلدی جلدی کھا کر اب جوس کا ڈبہ پی رہی تھی۔ بھوک سے فراغت پانے کے بعد اس بچی کے گالوں پر سرخی سی دوڑ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر میرا سارا ماضی میری نظروں کے سامنے گھوم گیا تھا۔ ڈبہ ختم کرنے کے بعد اس نے ڈبہ پھینک دیا اور بنچ پر بیٹھی اپنی ٹانگیں جھلانے لگی۔ میں نے اپنی آنکھیں صاف کیں، اب بچی میری طرف متوجہ تھی۔ انکل! اب میں جاؤں؟ بچی نے مجھ سے پوچھا۔ مجھے خیال آیا کہ میں پوچھوں تو سہی کہ وہ آئی کہاں سے ہے اور ادھر اکیلی کیسے پھر رہی ہے۔ بیٹا تم ادھر اکیلی پھر رہی ہو؟ میں نے پوچھا۔ نہیں انکل! میری امی ساتھ ہیں۔ اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے ادھر

نظریں دوڑائیں تو دور ایک عورت ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ انکل! میری امی کو بھی بہت بھوک لگی ہے۔ اس بچی نے کہا تو میرے قدم اور بھی تیزی سے اس عورت کی طرف اٹھنے لگے۔ وہ بچی بھاگتی ہوئی مجھ سے پہلے ہی اپنی ماں کے پاس پہنچ گئی اور اسے میرے بارے میں بتانے لگی۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت عورت تھی لیکن وہ بھی بھوک سے نڈھال تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے اور اس کا پیٹ بالکل ہی ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک کرب کا صحرا کروٹیں لے رہا تھا۔ بیٹا تم میرے ساتھ آؤ۔ میں نے بچی کو ساتھ لیا اور جو بھی کھانے پینے کی چیزیں مل سکتی تھیں میں بھاگ کر وہ لے آیا اور ساری چیزیں اس کی ماں کے آگے ڈھیر کر دیں۔ روٹیاں، تکے کباب، چاٹ، دہی بھلے، سموسے، پانی کی بوتل اور جو کچھ بھی ملا تھا میں وہ لے آیا۔ اس عورت کے رخساروں پر آنسو ڈھلک آئے۔ آپ یہ کھائیں پھر بعد میں مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو گا وہ پوچھ لیجئے گا۔ پلیز یہ کھا لیں گی ناں؟ میں نے پوچھا۔ اس عورت نے سر ہلایا۔ میں اس بچی کو لے کر دوسری طرف چلا گیا۔ بھوک کی شدت تو ویسے ہی انسان کو پاگل کر دیتی ہے۔ میں نے سوچا کہ نہ جانے وہ عورت کتنی بے صبری سے کھائے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ میرے سامنے کھاتے ہوئے جھجک سی محسوس کر لے اس لئے میں نے اس کی بچی کو اپنے ساتھ لیا اور اس سے تھوڑا سا دور چلا گیا تاکہ وہ تسلی سے جیسے بھی کھانا چاہے کھا لے۔ بیٹا آپ کچھ اور کھائیں گی؟ میں نے بچی سے پوچھا۔ ہاں انکل! میں آئس کریم بھی کھاؤں گی اور وہ جو سامنے جھولا ہے ناں وہ بھی جھولوں گی۔ میں نے اسے آئس کریم کھلائی پھر وہ جھولا جھولنے لگی۔ اس بچی کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس بچی کو ساتھ لے کر اس عورت کے پاس چلا گیا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت تھی، مجھے اس پر بڑا ہی ترس آیا۔ آپ کی یہ بچی بڑی پیاری ہے۔ میں نے بات شروع کی۔ جی، پیاری تو ہے۔ اس نے بڑی محبت سے اپنی بچی کی طرف دیکھا۔ لیکن معلوم نہیں بیچاری کی قسمت کیسی ہو اور میں آپ کی بے حد شکر گذار ہوں کہ آپ نے ہمیں کھانا کھلایا۔ اس کا اجر تو آپ کو اللہ ہی دے گا۔ مجھے دعا دیتے ہوئے اس خاتون کا لہجہ گلوگیر ہو گیا۔ بہن! یہ تو کوئی ایسی بات نہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اپنے حالات سے آگاہ کریں، ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکوں۔ وہ کچھ دیر تذبذب میں رہی۔ چلئے، میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں۔ وہ رضامند ہو گئی۔ شاید میرے پرخلوص لہجے اور شائستہ طور طریقے سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں کوئی ایسا ویسا آدمی نہیں ہوں۔ راستے میں میں نے اُن کے لئے راشن وغیرہ خریدا اور انہیں کچھ رقم بھی دی جو وہ لے نہیں رہی تھی۔ انہیں ان کے گھر اتارا اور اگلے روز آنے کا وعدہ کیا۔ انکل! آپ آئیں گے ناں، میں انتظار کروں گی۔ میرے لئے اچھی اچھی چیزیں لے کر آنا۔ ٹھیک ہے بیٹے میں کل آؤں گا اور آپ کے لئے چیزیں بھی لے کر آؤں گا۔ وہ بچی خوش ہو گئی، میں کچھ اپنی مصروفیات کی وجہ سے دو چار دن نہ جا سکا لیکن مجھے یہ اطمینان تھا کہ میں انہیں جتنا راشن دے آیا تھا وہ ان کے لئے ہفتہ بھر کے لئے کافی تھی۔

پانچویں دن میں ان کے گھر گیا تو وہ بچی بھاگتی ہوئی آئی اور میرے گلے میں جھول گئی۔ انکل! میں اور امی روزانہ آپ کا انتظار کرتے تھے۔ پھر امی کہنے لگیں کہ بیٹا وہ تو نہیں آئیں گے، غریبوں کے پاس کون آتا ہے لیکن انکل مجھے پتہ تھا کہ آپ ضرور آئیں گے آپ نے وعدہ جو کیا تھا، لائیں میری چیزیں۔ اس نے ہاتھ آگے کیا۔ یہ لو بیٹا۔ میں نے اسے ایک شاپر پکڑا دیا۔ اس میں کچھ ٹافیاں اور کچھ اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ وہ خوش ہو گئی۔ ان کے گھر پر اگرچہ غربت کے سائے واضح تھے لیکن وہ ایک صاف ستھرا گھر تھا۔ انہوں نے مجھے ایک کرسی پر بٹھایا، میں نے تو

یہ یقین کر لیا تھا کہ اب آپ شاید نہ آئیں۔ نہیں ایسی تو کوئی بات نہ تھی بس ذرا سا کام پڑ گیا تھا اس لئے نہ آ سکا ورنہ میرا دھیان تو آپ ہی کی طرف تھا۔ میں نے وضاحت کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سب چائے پی رہے تھے جو چیزیں میں لایا تھا وہ بھی سلیقے سے انہوں نے میرے سامنے رکھ دی تھیں۔

ہاں اب بتائیں آپ کو کیا پرابلم ہے؟ میں نے چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے کہا۔ بس اب آپ کو کیا بتاؤں، سبھی غریب لوگوں کی طرح میری بھی عام سی کہانی ہے۔ میں نے اصرار کیا تو وہ اپنی کہانی سنانے پر آمادہ ہو گئی۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ وہ نجانے کتنی دیر خلاؤں میں دیکھتی رہی پھر کمرے میں اس کی سسکتی ہوئی آواز گونجنے لگی۔

ایک بھرپور تھپڑ میرے گالوں پر پڑا، میں چکرا کر نیچے گر پڑی پھر میری سوتیلی ماں نے مجھے بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ میں نیچے پڑی خاموشی سے مار کھا رہی تھی اور بری طرح سے رو رہی تھی۔ جب وہ مجھے مارتے مارتے تھک گئی تو گالیاں دیتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ کھانا گرم کرنے میں تھوڑی سی دیر ہو گئی تھی۔ میں اپنے بکھرے بالوں اور دکھتے ہوئے جسم اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے سٹور نما کمرے میں آ گئی۔ چھوٹی سی میز پر میری امی کی تصویر تھی، مجھے یوں لگا کہ کہ جیسے وہ بھی میری حالت دیکھ کر پریشان تھیں میں نجانے کتنی دیر سسکتی رہی۔ دیکھ لو امی میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی امی کی تصویر سے کہا۔ میری پیاری ماں تم کہاں ہو۔ مجھے اپنی گود میں لے لو ماں، نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ دیکھو مجھے کتنی چوٹیں لگی ہیں میرا جسم بھی دکھ رہا ہے۔ مجھے اپنی آغوش میں چھپا لو ماں تمہاری آغوش میں کتنا سکون اور آرام تھا۔ ماں میری ماں تم کہاں ہو۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ میری امی کی تصویر سے آنسو ٹپک پڑے وہ بھی میرے ساتھ رو رہی تھیں۔ ماں ...... ماں ...... مجھے اپنے بازوؤں میں لے لو، میرے ساتھ پیار کرو ماں۔ میں نے اپنی امی کی تصویر اپنے سینے سے لگا لی۔ میں نے ساری باتیں اپنی امی کو بتائیں میری امی روتی رہیں۔ مجھے دیکھ دیکھ کر سسکیاں بھرتی رہیں۔ میں اپنی ماں کی تصویر کو سینے سے لگائے روتے روتے نجانے کب سو گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میری امی نے مجھے اپنی گرم اور پرسکون گود میں لے لیا ہو، جیسے وہ میرے بالوں کو آہستہ آہستہ سہلا رہی ہوں۔ میں خوابوں میں اپنی امی کے ساتھ کھیلتی رہی۔ نجانے کب میری آنکھ کھلی۔ میری امی کی تصویر میری بانہوں میں تھی اور میرے آنسوؤں سے تر تھی۔ مجھے کچھ سکون آ گیا، میں نے اپنی امی کی تصویر اپنے میلے کچیلے سے دوپٹے کے ساتھ صاف کی اور اسے چوم کر پھر سینہ پر رکھ دیا۔ میری امی مجھ سے بے حد پیار کرتی تھیں کیونکہ میں ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔ مجھے ان کی گود میں منہ چھپا کر لیٹنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ نرم گرم سی گود جس سے ایک سوندھی سوندھی سی ماتا بھری مہک آتی تھی۔ میری امی میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہتیں اور میں نجانے کب ان کی آغوش میں پڑے پڑے سو جاتی اور وہ مجھے بڑے پیار سے اپنے آپ سے علیحدہ کرتیں اور بستر پر لٹا دیتیں اور خود کام کاج میں لگ جاتیں۔ اس وقت میری عمر آٹھ نو برس کی تھی، میں کوئی چھوٹی تو نہ تھی لیکن ماں کی گود مجھے دو تین سال کا بچہ بنا دیتی۔ میری امی کے لبوں پر ہر وقت ایک میٹھی سی مسکراہٹ رہتی۔ وہ مجھے بنا سنوار کر رکھتیں، سکول بھیجتیں، مجھے کھانا کھلاتیں، میں ضد کرتی گود میں بیٹھنے کے لئے تو وہ انکار کر دیتیں، نہیں بیٹا پہلے سکول کا کام کر لو پھر مجھے اپنا سبق سناؤ پھر گود میں بٹھاؤں گی۔ میں جلدی جلدی سے اپنا سکول کا کام کرتی اور سبق یاد کرنے کے بعد کتاب لے کر ان کے پیچھے پیچھے پھرتی۔ امی سبق سن لیں ناں۔ میں ضد کرتی۔ ارے بیٹا ذرا ٹھہر جاؤ، یہ برتن دھو لوں، یہ تھوڑی سی صفائی کر لوں اور تمہاری یونیفارم بھی تو دھوتی ہے، نہ دھوئی تو تمہاری کلاس کی سہیلیاں کیا کہیں گی کہ تم اتنی

گندی یونیفارم پہن کر آتی ہو۔ گندی لڑکیوں کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ اچھا تم ایسا کرو جاؤ جا کر اپنا منہ ہاتھ اچھی طرح سے دھولو، صاف کپڑے پہن لو پھر ہم کھانا کھائیں گے اور پھر بعد میں تم سے سبق بھی سنوں گی۔ میں گود میں بیٹھ کر سبق سناؤں گی۔ میں ٹھنک کر کہتی۔ وہ مسکرا دیتیں۔

آہ ...... وہ ماں ...... پیاری ماں ...... مجھے تنہا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی تھیں۔ بہت دن ابو مجھے بہلاتے رہے، ساتھ ساتھ وہ اپنے آنسو پونچھتے۔ بیٹا! تمہاری امی اللہ تعالیٰ کے پاس گئی ہیں مگر ابو وہ کب آئیں گی، انہیں پتہ نہیں کہ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ مجھے چھوڑ کر اکیلی ہی اللہ تعالیٰ سے ملنے چلی گئیں۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ میں اکیلی رہ جاؤں گی، مجھے بھی ساتھ لے جاتیں۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ ابو نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور آہستہ آہستہ روتے رہے، اپنے آنسو پونچھتے رہے۔ ابو آپ کیوں رو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کچھ نہیں بیٹا! میرے پیٹ میں درد ہے ناں اس لئے رونا آ گیا۔ انہوں نے اپنے آنسوؤں کو چھپاتے ہوئے کہا۔ ابو! اب جب امی واپس آئیں گی ناں تو میں ان سے ناراض ہو جاؤں گی۔ انہیں دیکھ کر میں چارپائی کے نیچے چھپ جاؤں گی، پر نہیں وہاں تو وہ دیکھ لیں گی۔ ہاں دروازے کے پیچھے چھپ جاؤں، وہ آپ سے پوچھیں گی تو آپ کہہ دینا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ملنے گئی ہے۔ ابو نے مجھے اپنے گلے سے لگا لیا، میں اپنی امی کا انتظار کرتے کرتے سو گئی۔ ابو بہت پریشان رہنے لگے اور پھر تقریباً سال کے بعد ابو میرے لئے نئی امی لے آئے۔ ادھر آؤ بیٹا یہ تمہاری نئی امی ہیں۔ ابو نے کہا۔ مگر ابو یہ تو میری امی جیسی نہیں ہیں۔ میں نے نئی امی کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ دیکھو بیٹا! انہیں بھی تمہاری امی نے بھیجا ہے کہ جاؤ جا کر میری بیٹی کو اچھی اچھی چیزیں دینا، اس کا خیال رکھنا، اسے بہت پیار کرنا۔ ٹھیک ہے ناں بیٹے۔ ہاں، ابو ٹھیک ہے۔ میں بہل گئی اور ابو یہ مجھے اپنی گود میں بٹھایا کریں گی ناں؟

ہاں بیٹا کیوں نہیں۔ ابو نے مجھے پیار کرتے ہوئے کہا۔ نئی امی تو مجھے ذرا بھی پیار نہ کرتی تھیں۔ میں ان کے پاس جاتی تو وہ مجھے وہاں سے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اٹھا دیتی تھیں۔ میں ہر وقت چپ چپ سی رہنے لگی تھی، مجھے اپنی امی بہت یاد آتیں۔ ابو سارا دن کے بعد دفتر سے آتے تو میرے لئے کچھ نہ کچھ لے کر آتے تھے۔ مجھ میں اب سمجھداری آتی جا رہی تھی، مجھے معلوم ہو گیا کہ میری امی فوت ہو چکی ہیں اور فوت ہونے والے کبھی بھی واپس نہیں آتے۔ اس دن میں اپنی امی کو یاد کر کے بہت روئی تھی، مجھے ہلکا ہلکا سا بخار ہو گیا اور میں کئی دن سکول بھی نہ گئی۔ چند دنوں کے بعد طبیعت ٹھیک ہوئی تو سکول جانے لگی۔

دو سال کے بعد میرے ابو بھی فوت ہو گئے۔ ان کی میت سفید کفن میں لپٹی ہوئی صحن میں چارپائی پر پڑی ہوئی تھی اور میں سکتے کے عالم میں اپنے ابو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ میری نئی امی بری طرح پچھاڑیں کھا رہی تھیں، سارا محلہ ہمارے گھر میں جمع تھا۔ شام کو ابو کا جنازہ اٹھا تو میں اپنے ابو کے جسم سے لپٹ گئی، میرا شفیق باپ مجھ سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ رہا تھا۔ میری چیخیں سارے گھر کو دہلائے دے رہی تھیں۔ شاید وہ بھی میری امی کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تھے اور خود بھی اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے تھے کہ میری امی کو جا کر لے کر آئیں اور انہیں بتائیں کہ تمہاری بیٹی ثمرین بہت اداس رہنے لگی ہے، تمہیں بہت یاد کرتی ہے، آؤ اب واپس چلیں۔ میں ننگے پاؤں اپنے باپ کی میت کے ساتھ قبرستان جا رہی تھی۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں ڈھیروں مٹی کے نیچے دفن کر دیا گیا تھا۔ میں بہت دیر تک وہاں بیٹھی روتی رہی۔ محلے والے مجھے وہاں سے بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کے لائے۔ شام کو یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی ابو دفتر سے واپس آ جائیں گے اور وہ آتے ہی سب سے پہلے مجھے ہی آواز دیا کرتے تھے لیکن اب کے کوئی آواز نہ آئی تھی لیکن مجھے انتظار ہی رہا کہ شام کو نہ جانے کب ابو کی

آواز آئے۔ ایک ام میں اپنے ابو کا انتظار کر رہی تھی کہ میری نئی امی کمرے میں داخل ہوئیں۔ میں اٹھ کر اپنی نئی امی کے گلے لگ گئی۔ میں رونا چاہتی تھی لیکن انہوں نے مجھے ایک ہاتھ سے پیچھے دھکیل دیا۔ اب یہ آنسو بہانا چھوڑ دو۔ انہوں نے سختی سے کہا۔ اور کل سے گھر کے کام کاج شروع کر دو، کب تک اپنے مرے ہوؤں کو روتی رہو گی اور ہاں اب صبح جلدی اٹھ جایا کرو اور ناشتہ بنانا اور برتن دھونا اور گھر کے دوسرے کام بھی تمہیں ہی کرنے ہیں۔ وہ اپنا حکم سنا کر واپس چلی گئیں میں ایک سناٹے کے عالم میں کھڑی رہ گئی۔

اگلے دن میں صبح صبح اٹھی، سب کا ناشتہ بنایا، برتن دھوئے اور جلدی جلدی سکول جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ میں ساتویں میں پڑھتی تھی۔ نئی امی باہر نکلیں تو مجھے سکول کی یونیفارم پہنے دیکھ کر وہ غصے میں آ گئیں۔ کدھر جا رہی ہو تم؟ انہوں نے مجھے جھڑک کر پوچھا۔ امی میں سکول جا رہی ہوں۔ میں نے سہم کر کہا۔ یہ جو برتن پڑے ہیں، یہ کون دھوئے گا، بتا کون دھوئے گا، تیری ماں دھوئے گی۔ انہوں نے مجھے بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ نوابزادی بڑی چلی ہے سکول میں پڑھنے کے لئے، کیا کرنا ہے پڑھ کر۔ انہوں نے میرے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا اور مجھے کھینچتی ہوئی گھر کے اندر لے گئیں اور مجھے کپڑے بدلنے کا حکم دیا۔ نئی امی مجھے پڑھنے کا شوق ہے میں نے زور زور سے روتے ہوئے کہا۔ ہوں۔ پڑھنے کا شوق ہے بڑی آئی نوابزادی گھر کے کام تیری ماں کرے گی۔ چل برتن دھو اور پھر صفائیاں کرنی ہیں، پھر کپڑے دھونے ہیں اور دوپہر کا کھانا بھی بنانا ہے۔ میں نے سسکتے ہوئے اپنے کپڑے بدلے اور گھر کے کام کرنے شروع کر دیئے۔ رہ رہ کر مجھے رونا آ رہا تھا۔ میں چپکے چپکے سے روتی رہی اور گھر کے کام کرتی رہی۔ پانچ چھ دن کے بعد میری ٹیچر سکول سے مجھے ملنے آئیں تو انہیں دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ انہوں نے مجھے گلے لگا لیا اور مجھے پیار کرنے لگیں۔ میں ان کے گلے سے لگ کر روتی رہی۔ یہ ٹیچر مجھے بہت پیار کرتی تھیں۔ پھر وہ امی کے کمرے میں چلی گئیں اور انہیں اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرتی رہیں کہ وہ مجھے سکول لازمی بھیجا کریں۔ نہ جانے انہوں نے نئی امی کو کیسے اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ مجھے سکول بھیجا کریں گی۔ لیکن اس کی فیسیں اور سکول کا خرچہ وغیرہ کون دیا کرے گا۔ امی نے کہا۔ آپ خرچے کی فکر نہ کریں اس کے جو بھی اخراجات ہوں گے وہ میں دیا کروں گی۔ میری ٹیچر نے کہا تو نئی امی نے اطمینان کا سانس لیا۔ حالانکہ میرے ابو کی دو دکانیں اور ایک مکان اور بھی تھا جن کا ماہوار کرایہ خاصا تھا اور اس کے علاوہ ابو کی وفات پر بھی دفتر کی طرف سے کافی رقم ملی تھی لیکن نئی امی مجھ پر ایک پیسہ بھی خرچنے پر تیار نہ تھیں۔ چند دنوں کے بعد میں سکول جانے لگی۔ مجھے اس بات کی خوشی زیادہ تھی کہ میں سکول میں رہ کر چند گھنٹے تو امی کے ظلم و ستم سے بچ جاؤں گی۔ چھٹی کا دن مجھ پر بہت بھاری گزرتا تھا اور سکول سے گھر آنے کو بھی جی نہ کرتا تھا۔ میری ٹیچر میرا بے حد خیال رکھتی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ امی مجھے گھر میں بیٹھ کر پڑھنے نہیں دیں گی اسی لئے میں سکول میں ہی اپنا سارا روزانہ کا کورس یاد کر لیتی تھی۔ سکول ٹائم کے بعد کچھ لڑکیاں ٹیوشن بھی پڑھتی تھیں۔ میری مس جس کو میرے سارے حالات کا پتہ تھا کہ میں گھر جاتے ہی ایک طرح سے جہنم میں داخل ہو جاتی تھی۔ انہوں نے مجھے بھی بہانے سے ٹیوشن پڑھانی شروع کر دی کہ ایک تو اس طرح مزید ڈیڑھ دو گھنٹے گھر سے باہر رہنے کا یعنی اس دوزخ سے باہر رہنے کا بہانہ مل جاتا تھا۔ امی خود ذرا بھی کوئی کام نہ کرتی تھیں سارا دن انہیں کھانے پینے اور وی سی آر پر فلمیں دیکھنے سے ہی فرصت نہ ملتی تھی۔ ان دنوں ڈشوں کا رواج نہ تھا۔ سارے گھر کے کام مجھے ہی کرنے پڑتے تھے۔ ان کے بچوں کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا۔

میں دسویں جماعت میں ہو چکی تھی اور اچھی خاصی جوان ہو چکی تھی۔ اس قدر پریشانیوں کے باوجود

قدرت نے مجھے رنگ و روپ اور ناک نقشہ بھی بہت اچھا دیا تھا اور میرے قد کی اٹھان بھی اچھی تھی۔ میرے میٹرک کے امتحان شروع ہونے والے تھے۔ رات کو دونوں بچوں کو کھلا پلا کر، کپڑے بدلا کر میں نے انہیں سلا دیا اور خود اپنے کمرے میں بیٹھ کر پیپر کی تیاری کرنی شروع کر دی۔ ابھی مجھے پڑھتے ہوئے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ امی دندناتی ہوئی کمرے میں آئیں اور مجھے برا بھلا کہنے لگیں۔ یہ جو تم لائٹیں جلا کر بیٹھی ہو اس کا بل کون دے گا، تمہارا باپ آ کر دے گا؟ انہوں نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ حالانکہ میرے کمرے میں صرف ایک ہی بلب جل رہا تھا۔ خبردار جلدی لائٹ بند کر کے سو جایا کرو۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے لائٹ بند کر دی۔ مگر امی میرے امتحانات شروع ہو رہے ہیں میں نے تیاری بھی کرنی ہے۔ میں نے احتجاج کیا تو انہوں نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ تیاری کرنی ہے۔ انہوں نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔ کیا کرنا ہے پڑھ کر، گورنر بننا ہے یا کسی لاٹ صاحب کی میم بننا ہے۔ انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ امی دن کو تو گھر کے کام ہوتے ہیں وقت نہیں ملتا اس لئے رات کو پڑھنا پڑتا ہے۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ وہ میری بات سن کر آگ بگولہ ہو گئیں۔ ارے کم بخت کون سے گھر کے کام۔ انہوں نے میرے بالوں کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ذرا سا کھانا کیا پکاتی ہو دو برتن دھو کر مجھ پر احسان جتاتی ہو۔ یہاں رہتی نہیں ہو، کھاتی نہیں ہو ذرا سا کام ہوتا ہے اور نوابزادی کو فرصت نہیں ملتی۔ وہ مجھے برا بھلا کہتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ میں اپنی کتاب ہاتھ میں پکڑے بے بسی سے آنسو بہاتی رہی۔

خدا جانے امی کو مجھ سے کیا دشمنی تھی میں نے ان کے ساتھ کبھی کوئی بدتمیزی نہ کی تھی اور نہ ہی کبھی گھر کے کام کرنے میں کوئی کوتاہی کی تھی لیکن وہ پھر بھی مجھے گالیاں دیتی تھیں برا بھلا کہتی تھیں اور مجھے اکثر مارتی بھی تھیں۔ حالانکہ اب میں کافی بڑی ہو گئی تھی لیکن انہیں اس بات کا ذرا بھی احساس نہ تھا۔ میں بھی کیا کرتی تھی، کدھر جاتی میری امی کی نہ کوئی بہن تھی نہ بھائی تھے، نہ ماں باپ تھے جو مجھے سنبھال لیتے۔ صرف ایک تایا اور چچا تھے لیکن ابو کی وفات کے بعد انہوں نے کبھی دوبارہ میری خبر ہی نہ لی اور پھر امی کا رویہ بھی ان کے ساتھ بہت خشک تھا اور وہ انہیں اچھا نہیں سمجھتی تھیں اور نہ ہی گھر میں ان کا آنا پسند کرتی تھیں۔ امی کے دونوں بچے بھی بڑے ہو رہے تھے، امی کی دیکھا دیکھی وہ بھی مجھے گالیاں دیتے اور مار پیٹ سے دریغ نہ کرتے۔ میں بڑی ہی بے بسی سے اپنے دن پورے کر رہی تھی۔ اسی طرح روتے پیٹتے جھڑکیاں سہتے میں نے میٹرک کا امتحان دیا اور پھر سکول بھی چھوٹ گیا اور مجھے اب سارا وقت گھر پر گذارنا پڑتا۔ پہلے سکول میں چند گھنٹے اس جہنم سے باہر گزر جاتے تھے لیکن اب پھر وہی سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ گھر میں کوئی کام اتنا تو نہ تھا لیکن امی کوئی نہ کوئی کام نکالے رکھتی تھیں اور بہانے بہانے سے مجھے ذلیل کر کے رکھ دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ امی کے چند رشتے دار آئے ان میں دو تین لڑکیاں میری ہم عمر تھیں، ایک لڑکا بھی تھا اور کچھ بزرگ عورتیں بھی تھیں۔ معلوم ہوا کہ یہ امی کے بھانجے بھانجیاں ہیں۔ امی کو میں نے بہت ہی خوش دیکھا۔ وہ اپنے بھانجوں بھانجیوں کو گلے لگا لگا کر مل رہی تھیں، پیسار رک رہی تھیں، میرا دل بہت ہی دکھا کہ امی کے دل میں اپنوں کے لئے تو بہت پیار ہے لیکن میرے لئے رتی بھر بھی گنجائش نہیں۔ اری او ثمرین کہاں مر گئی ہو حرامزادی سنتی بھی ہو کہ نہیں۔ امی نے چلاتے ہوئے کہا حالانکہ میں پہلی ہی آواز پر لپک کر ان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جاؤ جلدی سے چائے بناؤ اور ساتھ کچھ چیزیں کھانے کو بھی لے آؤ۔ ہماری فریج کھانے پینے کی چیزوں سے بھری ہوتی تھی لیکن صرف مجھے اس میں سے کوئی بھی چیز کھانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ امی نے مہمانوں سے میرا تعارف ہی نہ کرایا۔ میری تو کوئی غلطی بھی نہ تھی کہ امی مجھے پہلے ہی برا بھلا کہنے لگ گئیں۔ میں اپنے آنسوؤں کو پیتے ہوئے زبردستی اپنے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ لئے باورچی خانے میں آ گئی۔ مہمانوں کے سامنے میری کیا عزت رہ گئی ہو گی کہ امی نے بغیر کسی قصور کے بے دریغ مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے سوچا۔ مہمانوں کے سامنے بے عزتی کے احساس سے اور شرمندگی کی وجہ سے آنسو میرے حلق میں اٹک گئے تھے۔ میں نے چولہا جلا کر پانی اوپر رکھ دیا۔ پانی کھول رہا تھا اور میرے آنسو بھی اسی طرح بہتے جا رہے تھے۔ میں نے چائے تیار کرنے کے بعد کھانے پینے کی کافی ساری چیزیں ٹرالی پر رکھیں اور ٹرالی کو دھکیلتے ہوئے مہمانوں کے کمرے میں لے گئی اور سب کو چائے بنا کر دی۔ امی کو چائے پکڑاتے ہوئے میرا ہاتھ ذرا سا کانپا اور تھوڑی چائے امی کے ہاتھوں پر گری۔ امی تو پہلے ہی بہانے کی تلاش میں رہتی تھیں انہوں نے طیش میں آ کر چائے کا کپ میرے اوپر کھینچ مارا اور ساتھ ہی میرے منہ پر ایک زوردار تھپڑ تڑاخ سے جڑ دیا۔ میں وہاں سہمی ہوئی کھڑی پوری جان سے کانپ رہی تھی۔ میں نے سب کی طرف مظلومیت سے دیکھا تو سب نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ کسی نے بھی میری طرفداری میں دو بول نہ کہے۔ چل دفع ہو جا یہاں سے منحوس صورت لے کر۔ امی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ میں اپنے کانپتے ہوئے وجود کو سنبھالتے ہوئے بے جان قدموں سے اپنے کمرے میں آ گئی اور اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کے رونے لگی۔ چائے میرے جسم پر گرنے سے بہت جلن ہو رہی تھی مگر سب سے زیادہ جلن تو دل میں اور آنکھوں میں ہو رہی تھی۔ میں بستر پر اوندھے منہ لیٹ کر روتی رہی۔ مہمانوں نے چائے پی لی ہو گی۔ میں نے سوچا۔ جا کر برتن لے آؤں ورنہ پھر امی نے میری بے عزتی کرنی تھی۔ میں نے کپڑے بدلے منہ دھویا کہ میرے رونے کا پتہ نہ لگ جائے اور اپنا متورم چہرہ لے کر برتن لینے پھر مہمانوں کے کمرے میں چلی گئی۔ امی نے مجھے گھور کر دیکھا۔ امی برتن لے جاؤں؟ میں نے آہستگی سے پوچھا۔ امی نے پہلے حسب معمول مجھے پھر برا بھلا کہا۔ اری کم بخت یہ ٹوٹی ہوئی پیالی کے ٹکڑے بھی اٹھا اور چل دفع ہو جا کر دوپہر کے کھانے کی تیاری بھی کرنی ہے۔ میں نے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اٹھائے اور ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر لے آئی۔ کیا کروں بہن اتنی نکمی لڑکی ہے کہ اسے ہزار بار ایک کام کہو تو کرتی ہے، بہت سست ہے۔ میں تو اس سے تنگ آئی ہوئی ہوں، سمجھ نہیں آتی کہ اس کم بخت کا کیا کروں۔ امی مہمانوں سے میرے بارے میں کہہ رہی تھیں۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا۔ یا اللہ میں یہ ظلم و ستم کب تک سہتی رہوں گی، مجھے تو مستقبل میں بھی کوئی امید نہیں ہے، نہ کوئی امید کی کرن نظر آتی ہے کہ اس جہنم سے میرا چھٹکارا کیسے ہو گا۔ میں صدق دل سے دعا کی۔ باورچی خانے میں آ کر میں کھانے کی تیاریوں میں لگ گئی۔ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، میں نے صبح بھی ناشتہ نہ کیا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ مہمانوں کا جو بچا کھچا کھانا بچے گا امی میں سے کھانا ملے گا۔ میں چاہتی تو چوری چھپے بھی کھا سکتی تھی لیکن ایسی حرکت کرنے کے لئے میرا دل نہ مانتا تھا۔ یہ کیسی ستم ظریفی کہ میرے ہی ابو کا گھر تھا میرے ہی ابو کے پیسے تھے لیکن میں ایک ایک چیز کو ترستی تھی۔ میرے کپڑے بھی پرانے ہی ہوتے تھے جنہیں میں سلیقے سے پہننے کی کوشش کرتی تھی لیکن انسان کتنی بھی کوشش کر لے اچھے طریقے سے رہنے کی کوشش کر لے لیکن غربت جائے سے اور پریشانی سے آنکھوں اور چہرے سے جھلکتی ہی رہتی ہے۔ یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ یہ مہمان کوئی پانچ چھ روز تک رہے اور روزانہ ان کے سامنے امی کسی نہ کسی بہانے میری بے عزتی کرتی رہتی تھیں اور میں اپنے آپ میں سمٹی سہمی رہتی تھی۔ میری انا، میری عزت ان مہمانوں کے سامنے چور چور ہو چکی تھی۔ میرے وجود پر ہر وقت خوف کے سائے رہتے تھے، میں کسی سہمی ہوئی چڑیا کی طرح زندگی بسر کر رہی تھی۔

میرا میٹرک کا رزلٹ آ گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے

مجھے یہ انعام دیا تھا کہ مجھے فرسٹ ڈویژن ملی تھی۔ میری ٹیچر نے مجھے آ کر بتایا، وہ اپنے ساتھ مٹھائی بھی لے کر آئی تھیں۔ میں خوشی سے رو پڑی، نجانے کتنی دیر ان کے گلے لگ کر روتی رہی۔ خوشیوں میں بھی آنسو میرا ساتھ دیتے تھے تو غم میں تو ساتھ رہتے ہی تھے۔ میں نے کمرے میں جا کر اپنی امی کی تصویر کو یہ خوشخبری سنائی اور زار و قطار رونے لگی۔ میرا خوشیوں میں بھی کوئی حصہ بٹانے والا نہ تھا۔ میں تنہا تھی، دکھوں میں بھی اور غموں میں بھی۔ میں نے اپنی امی کی تصویر چوم لی، میں نے انہیں روتے ہوئے بتایا کہ میری فرسٹ ڈویژن آئی ہے، میرے آنسو تصویر کے فریم کو بھگو رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے مجھے میری امی کی سسکیاں سنائی دے رہی ہوں۔ وہ بھی رو رہی تھیں، میں بھی سسک رہی تھی۔ یہ کیسی خوشی تھی جو کہ مجھے غم کی طرح پیاری تھی۔ میں اپنی امی کی تصویر سے نہ جانے کتنی دیر باتیں کرتی رہی۔ میری امی نے مجھے بہت پیار کیا، مجھے بہت کچھ کہا۔ میں خاموشی سے سنتی رہی، میں خوابوں میں کھو گئی۔ یوں ہی ہوتا تھا کہ مجھے اردگرد کی کوئی خبر نہ رہتی تھی اور میں اپنی امی کی گود میں سر رکھ کر سو جاتی تھی اور میری امی مجھے پیار کرتی رہتی تھیں۔ میری نئی امی نے مجھے امتحان میں کامیابی کے بارے میں ذرا بھی نہ پوچھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اب کالج میں داخلہ لوں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں میڈیکل لائن اختیار کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی اور دل و جان سے ان کی خدمت کیا کروں گی۔ خود بھی دکھی ہوں اور دکھی لوگوں کی اور دکھی انسانیت کی خدمت کروں گی تو میرے دل کو بھی قرار آ جایا کرے گا۔ میں پھر خوابوں میں کھو گئی۔ مریض مجھے پکار رہے تھے، بیمار عورتوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ معصوم بچوں کو دوائی دے رہی ہوں۔ کسی کو خوراک وقت پر کھلا رہی ہوں۔ مایوس دلوں میں امید کی روشنی پیدا کر رہی ہوں، کئی مریض ایسے ہوں گے جو دواؤں اور علاج سے کم اور میرے اخلاق اور پیار محبت سے لوگ زیادہ صحت یاب ہوں گے اور سب مجھے دعائیں دیں گی تو میری روح کو میرے دل کو سکون ملے گا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ مسکرائی تو مجھے اپنا آپ بے حد پیارا لگا۔ مجھے پہلی مرتبہ محسوس ہوا کہ میری زندگی کا بھی کوئی مقصد ہے۔ میں بھی کسی کے کام آ سکتی ہوں، میری زندگی اتنی غیر اہم بھی نہ تھی۔

میری ٹیچر پھر آئیں اور مجھ سے کالج میں داخلے کے لئے پوچھا تو میں بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ وہ میرے سب حالات سمجھتی تھیں انہیں معلوم تھا کہ ایک مرتبہ پھر انہیں میری نئی امی کو پھر رضامند کرنا پڑے گا۔ انہوں نے پھر نہ جانے کیسے نئی امی کو رضامند کیا اور میں نے کالج میں داخلہ لے لیا۔ وہاں کی دنیا ہی عجیب تھی۔ بے فکری لڑکیاں، رنگین فیشن ایبل لباس، کھنکتے قہقہے، کینٹین میں چائے، سموسے اور پیسٹریاں اڑائی جاتیں۔ یوں محسوس ہوتا کہ جیسے یہ کالج نہیں کوئی فیشن ہاؤس ہو۔ میں نے اپنے آپ کو اس ماحول میں بالکل اجنبی محسوس کیا۔ میں واحد لڑکی تھی جو برقع پہن کر آتی تھی اور میرے منہ سے کبھی دوپٹہ نہیں اترا تھا۔ میں اس نئے نئے ماحول میں بولائی پھر رہی تھی۔ لڑکیاں اگرچہ ساری ہی شوخ اور شرارتی تھیں لیکن اخلاق بھی ان کا بہت تھا۔ مجھے کالج آتے تقریباً دو ماہ گزر گئے تھے اور میں اس نئے ماحول کی عادی ہو چکی تھی اور پہلے دن سے ہی اپنی پڑھائی پر بھرپور توجہ دے رہی تھی۔

کالج میں بہت سی لڑکیاں میری واقف ہو چکی تھیں لیکن میری کوئی خاص سہیلی نہ تھی۔ ایک دن میں خالی پیریڈ میں اپنی کلاس میں اکیلی بیٹھی تھی لیکچرار آئی نہ تھیں اس لئے پیریڈ خالی تھا۔ تمام لڑکیاں خوشی سے شور مچاتے ہوئے باہر نکل چکی تھیں میں اکیلی بیٹھی سوچوں میں گم تھی کہ میری کلاس فیلو سائرہ کلاس میں داخل ہوئی تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اس نے مجھ سے پوچھا کچھ بھی نہیں میں نے مختصر سا جواب دیا۔ چلو آؤ کہیں باہر چلیں۔ اس نے مجھے دعوت دی۔ میں نے

انکار کر دیا اور حیرت سے اسے دیکھنے لگی کیونکہ اس سے میری کوئی اتنی خاص دوستی تو نہ تھی بس کلاس فیلو ہی تھی۔ میں اسے اکثر دیکھتی تھی۔ وہ ایک الہڑ ماڈرن اور خاصے امیر گھرانے کی لڑکی تھی اور بڑی شوخ تھی۔ آخر بات کیا ہے تم سب سے ہی الگ تھلگ خاموش خاموش اور چپ چپ سی رہتی ہو۔ آخر تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ سائرہ نے مجھ سے پوچھا تو میرا سر جھک گیا۔ یار کچھ تو جواب دو۔ اس نے اپنی انگلی سے میری ٹھوڑی کو اوپر اٹھایا تو میری آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو چمک رہے تھے۔ وہ حیرت زدہ سی ہو گئی۔ ثمرین کیا بات ہے؟ اس نے مجھے گلے سے لگاتے ہوئے کہا تو میرا رونا نکل گیا۔ وہ مجھے گلے لگا کر میرے سر کو تھپکتی رہی۔ میں دل کھول کر رو رہی تھی، میرا وجود لرز رہا تھا، مجھے ایک اجنبی سی لڑکی کے ذرا سے پیار نے آنسوؤں کا بادل بنا دیا تھا۔ میں تو کسی کے پرخلوص پیار کو ترسی ہوئی تھی۔ میں نے تو آج تک گالیاں اور تھپڑ ہی کھائے تھے جھڑکیاں ہی سہی تھیں میری آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔ میں پہلے دن سے ہی تمہیں دیکھ رہی ہوں تم اتنی خوبصورت اتنی پیاری اور اتنی دلکش ہو کہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ خدا نے تمہیں کس قدر حسن دیا ہے اور تمہارے الگ تھلگ رہنے سے ہم سب لڑکیاں تو یہی سمجھتی ہیں کہ تم مغرور بہت ہو اسی لئے تم کسی کو بلا کر راضی ہی نہیں حالانکہ آدھی سے زیادہ لڑکیاں تو تمہاری خوبصورتی اور معصومیت دیکھ کر تم سے دوستی کرنے کے لئے مرتی جا رہی ہیں۔ سائرہ کی بات سن کر میں حیران رہ گئی۔ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں،۔ میں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ میں تو ویسے ہی اپنے آپ سے ڈرتی ہوں کہ میں اس قابل ہی نہیں کہ کوئی مجھے پیار سے بلائے۔ سائرہ نے مجھے پر گلے سے لگا لیا۔ ایسا کرو کہ تم میری بہن بن جاؤ۔ اس نے مجھے بڑے خلوص سے دعوت دی۔ مجھے پھر رونا آ گیا۔ وہ مجھے کینٹین میں زبردستی لے گئی۔ وہاں اس نے ڈھیر ساری چیزوں کا آرڈر دے دیا اور مجھ سے میرے بارے میں پوچھنے لگی۔ میں نے اسے اپنے بچپن سے لے کر آج تک کی ہر بات تفصیل سے بتا دی۔ میری باتیں سن کر وہ آبدیدہ ہو گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ تم اتنی دکھی زندگی گذار رہی ہو، اتنی سی عمر میں ایسے دکھ برداشت کر رہی ہو۔ اس نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ بس آج سے تم میری بہن ہو، تمہیں کوئی بھی دکھ ہو کوئی بھی تکلیف ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ کچھ نہ کچھ کہنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اپنے دکھوں کو یونہی اپنے دل میں چھپائی رہو گی تو گھٹ گھٹ کے مر جاؤ گی۔ سائرہ بظاہر جتنی شوخ اور شرارتوں سے بھرپور لڑکی تھی۔ اتنا ہی دردمند دل بھی رکھتی تھی۔ اس واقعے کے بعد ہماری دوستی بہت پکی ہو گئی۔ کالج میں پڑھائی اور سائرہ کے سنگ کچھ وقت اچھا گزر جاتا تھا ورنہ گھر میں تو وہی حال تھا جو ازلوں سے چلا آ رہا تھا۔ سائرہ نے کئی مرتبہ مجھے بڑے شوق سے کہا کہ وہ میرے گھر آنا چاہتی ہے لیکن میں ہر بار اسے ٹال گئی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ ہمارے گھر آئے۔ کیا خبر نئی امی اس کے سامنے بھی میری ویسے ہی بے عزتی کر دیتیں اور میری رہی سہی عزت بھی سائرہ کے سامنے مٹی میں مل جاتی۔ کسی کو اپنی ذلتوں کا حال بتانے میں اور اپنی ذلتوں کا حال دکھانے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

سائرہ میرے درد کا درماں بن گئی تھی، بہت ہمدرد اور پیارے دل کی مالک تھی۔ اس کے گروپ کی سہیلیاں بھی میری بہت عزت کرنے لگی تھیں۔ شاید سائرہ نے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ میرا بھی جی چاہتا تھا کہ میں بھی اور لڑکیوں کی طرح ہنسوں، کھیلوں لیکن مجھ پر دکھوں کے اتنے گہرے بادل تھے کہ جن کے پیچھے سے میری مسکراہٹوں کی روشنی باہر ہی نہ آتی تھی۔ میری تو آنکھیں ہمیشہ چھلکنے کے لئے بے تاب رہتی تھیں، میں مسکراہٹیں کہاں سے لاتی۔ میری زندگی تو ایک کملائے ہوئے پھول کی مانند تھی۔ میں خوشبوؤں کو کہاں سے پاتی۔ میرا دل تو دکھوں کا ایک صحرا تھا، میرا

زخم دل تو گہرا تھا، میں کسے اپنا ہمراز بناتی، کسی کو کیوں اپنا دکھ سنا سنا کے ستاتی، کسی کو کسی کے غموں کو سننے کی فرصت کب ملتی ہے۔ کسی کو کسی ہمدرد کی فرقت کب ملتی ہے، شمع تو ہر رنگ میں اپنا آپ جلاتی ہے۔ دوسروں کو روشن کر کے خود کو ختم کر دیتی ہے، اپنا فگار سینہ سب کے سامنے چاک کر دیتی ہے۔ سائرہ کی معیت میں اچھا وقت گزر جاتا تھا۔ ایک دن سائرہ نے مجھے بتایا کہ اس کے ابو کی ٹرانسفر کسی دور کے شہر میں ہو گئی ہے اور اب وہ وہاں سے جا رہے ہیں۔ مجھے ایک دھچکا سا لگا میں سائرہ کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ میرے ساتھ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ ثمرین، ہمیں دو چار دن تک چلے جانا ہے، تم حوصلہ نہ ہارو، ہمت سے حالات کا مقابلہ کرنا، اللہ کوئی نہ کوئی بہتری کرے گا۔ اس نے مجھے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ سائرہ تم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئی تھیں، ایک تم ہی تھیں جو میرا سارا دکھ درد بانٹ لیا کرتی تھیں۔ تمہارے جانے کے بعد میں کیا کروں گی۔ میں نے ایک آہ بھر کر کہا۔ تم فکر نہ کرو میں تمہیں روزانہ خط لکھا کروں گی۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ سائرہ ایک چھوٹے سے خط میں اور ایک انسان کا وہ بھی ایسا کہ جو دل و جان سے ہمدرد ہو، دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میں تو تمہاری شکر گزار ہوں کہ تمہارے ساتھ میرا بہت ہی اچھا وقت گزرا ہے۔ تم نے مجھے بڑا سہارا دیا ہے۔ میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گی۔ مجھ غریب کی تو یہی دعا ہے کہ اللہ تمہیں جہاں رکھے خوش رکھے۔ سائرہ اپنے دوپٹے سے میرے آنسو پونچھنے لگی، مجھے گلے سے لگا کر مجھے پیار کر کے مجھے حوصلہ دے کر مجھ سے الوداع ہو گئی اور میں تنہا رہ گئی۔

آہ! قدرت کو شاید میری یہ ذرا سی خوشی بھی پسند نہ آئی اور قدرت نے مجھ سے یہ خوشی چھین لی۔ یہ حوصلہ بھی چھین لیا جو کہ سائرہ کی صورت میں مجھے ملا تھا۔ میرا دامن پھر خالی رہ گیا، میرا ہاتھ پھر سوالی رہ گیا۔ گھر آ کر میں بڑی اداس تھی، میں تو گھر آ کر ویسے بھی یہ کم بولتی تھی زیادہ تر سنتی رہتی تھی۔ وہ باتیں جو زہر میں بجھی ہوتی تھیں، وہ باتیں طعنے کوسنے جو دل کو چھلنی کر دیتے تھے، میں گھر آ کر سائرہ کو یاد کر کے بہت روئی۔ بہت دن ہوئے میں نے امی سے بھی باتیں نہیں کی تھیں۔ میں نے امی کی تصویر کمرے سے نکالی اور سینہ پر رکھ کر سامنے ٹکٹکی لگا کر بیٹھ گئی۔ امی تصویر سے نکل کر بستر پر آ بیٹھیں۔ میں نے ان کی گود میں سر رکھ دیا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ امی آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا۔ میں تو وہ تھی کہ آپ کی آغوش کے بغیر رہتی نہیں تھی، اب سردیوں میں تنہا اپنے کمرے میں لحاف کے اندر ٹھٹھرتی رہتی ہوں۔ امی مجھے تو کوئی بھی پیار نہیں کرتا۔ میری امی مجھے اپنے پاس بلا لیں میں تو تھک گئی ہوں امی۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے، آپ اپنی بیٹی کے آنسوؤں کو نہیں دیکھتیں۔ امی آپ کی بیٹی کس حال میں جی رہی ہے۔ امی ...... میری امی ...... میں بری طرح سسک رہ تھی۔ میں ہمیشہ روتے روتے امی کی آغوش میں ہی سو جاتی تھی۔ ماتا کی قدر تو وہی جانتے ہیں جو اس ٹھنڈے اور میٹھے سائے سے محروم ہیں۔ ماں کیسی ہستی ہوتی ہے جس کے پاس صرف پیار ہی پیار ہوتا ہے، جس کی آنکھوں میں محبت کے کئی چاند روشن ہوتے ہیں، جس کی آغوش کا گداز کسی جنت سے کم نہیں ہوتا۔ گرمیوں میں جھلسے ہوئے دنوں میں ماں کی آغوش کتنی ٹھنڈی اور پرسکون ہوتی ہے۔ سردیوں میں ماں کی آغوش کی گرمی کس قدر راحت افزا ہوتی ہے۔ جن کی مائیں ہیں انہیں قدر نہیں اور جن کی مائیں نہیں ان سے قدر پوچھیں۔ میں نے ایک آہ بھری۔

میری نئی امی میں ایک انقلابی تبدیلی آ گئی کہ انہوں نے مجھے مار پیٹ کرنی چھوڑ دی اور زبان کے نشتر چلانے بھی کم کر دیئے۔ میں اس معجزے پر حیران تھی۔ میرے چند دن سکون سے گزرے۔ میرے ایف اے کے امتحان ہونے والے تھے، ایک دن میں گھر آئی تو مدتوں کے بعد میری نئی امی نے مجھے اپنے

کمرے میں بلایا۔ میں اس بلاوے پر حیران ہوتی ہوئی ان کے کمرے میں گئی تو جھجک کر دروازے میں ہی کھڑی ہو گئی۔ ایک لڑکا میری نئی امی کے پاس بیٹھا تھا۔ آ جاؤ اندر آ جاؤ۔ میری نئی امی نے بڑے خوشگوار لہجے میں کہا تو میں حیرت سے گرتے گرتے بچی یہ نئی امی کا لہجہ تھا، مجھے یقین ہی نہ آیا میں آگے جا کر کھڑی ہو گئی، میری حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ آؤ آ کر بیٹھ جاؤ۔ نئی امی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ میں حیران ہوتی ہوئی کرسی پر نظریں جھکا کر بیٹھ گئی۔ یہ میرا بھانجا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اور اب یہ یہیں پر رہے گا، اس کے کھانے پینے کا بھی خیال تم کو رکھنا ہے۔ یہ بھی کالج میں پڑھتا ہے اور بی اے کا امتحان دینا ہے اس نے۔ امی نے ذرا تحکمانہ لہجے میں کہا لیکن بظاہر وہ مسکرا رہی تھیں۔ میں نے اس نئے مہمان کی طرف دیکھا وہ بڑی دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ خالہ جان! یہ گونگی تو نہیں ہیں، نہ دعا نہ سلام۔ اس نے بڑی بے باکی سے کہا۔ اے ثمرین۔ کیا بیٹی کہتے ہوئے منہ دکھتا ہے آپ کا۔ میں نے دل ہی دل میں آہ بھرتے ہوئے کہا۔ سن لیا ناں تم نے؟ جی، میں نے آہستگی سے کہا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ یہ اب ایک نئی مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔ میں نے سوچا۔ میں نے اسے کبھی بلایا ہی نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی دلچسپی تھی کہ اس گھر میں کون آتا ہے، کون جاتا ہے۔ مجھے تو اپنی تنہائی سے پیار تھا جہاں میں اپنی امی سے دل کھول کر باتیں کیا کرتی تھی۔ اس کے کمرے میں جا کر اسے کھانا دینا اور پھر وہاں سے برتن اٹھانا میرے فرائض میں شامل تھا۔ میں خاموشی سے اس کے کمرے میں صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا رکھ دیا کرتی تھی۔ نہ میں نے کبھی اسے کہا کہ وہ کھانا کھائے یا نہ کھائے۔ خالی برتن وہ خود ہی باورچی خانے میں رکھ آتا تھا۔ کبھی کبھی وہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش کرتا تو میں سنی ان سنی کر دیتی۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ ایک دن اُس نے مجھ سے پوچھا۔ میں حسب معمول رات کا کھانا رکھنے آئی تھی، میں خاموشی سے واپس جانے لگی تو وہ میرے راستے میں حائل ہو گیا۔ آپ بتائیں گی تو پھر جانے دوں گا۔ وہ شرارت سے مسکرایا۔ میرا جی چاہا کہ ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے ماروں جس منہ پر وہ ایک بے ہودہ سی مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔ مجھے اس کی وہ حرکت بہت ہی بری لگی۔ میں کوئی جواب نہ دینا چاہتی تھی، خاموش کھڑی رہی۔ شاید واقعی آپ مجھ سے ناراض ہیں یا پھر آپ کے منہ میں زبان ہے ہی نہیں۔ میں تو جب سے اس گھر میں آیا ہوں آپ کی آواز سننے کو ترس گیا ہوں۔ اس کی مسکراہٹ میرا جی جلائے جا رہی تھی۔ کیا سننا چاہتے ہیں آپ؟ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ اس نے منہ چھت کی طرف کر کے کہا۔ بس آپ کی آواز ہی سننی تھی، اب آپ جا سکتی ہیں۔ وہ میرے راستے سے ہٹ گیا، میں لرزتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ مجھے رونا آ رہا تھا کہ اس کم بخت نے مجھے روکنے کی جرأت کس طرح کی۔ مجھے اس سے ذرا سی بھی دلچسپی نہ تھی۔ اس واقعہ کے بعد تو مجھے اس سے نفرت سی ہو گئی، زہر لگنے لگا تھا وہ مجھے۔

ایک ہی گھر میں رہنے کی وجہ سے اس کی کسی نہ کسی بات کا جواب دینا پڑ ہی جاتا تھا۔ وہ مجھ سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا، مجھے کوئی نہ کوئی جواب دینا ہی پڑتا۔ میرے ایف اے کے پیپر تھے اور اس نے بی اے کا امتحان دینا تھا۔ امتحانات ہو گئے، اب میں فارغ تھی۔ وہ بھی کہیں باہر گھومنے پھرنے نکل جاتا اور دوپہر کو یا شام کو ہی گھر آتا۔ جتنی دیر وہ گھر سے باہر رہتا مجھے سکون رہتا اور جب وہ گھر آ جاتا تو مجھے عجیب سی الجھن ہوتی۔ اس کے آنے پر میں کمرے میں محدود رہنے کی کوشش کرتی لیکن اسے کھانا تو مجھے دینا ہی پڑتا تھا۔ وہ گھر آ کر دونوں بچوں سے اچھل کود میں مصروف ہو جاتا، کبھی کرکٹ کھیل رہا ہوتا تو کبھی ہاکی، کبھی کچھ تو کبھی کچھ۔

ایک دن وہ دوپہر کو جلدی آ گیا نئی امی ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ کروانے گئی ہوئی تھیں، اس نے آ کر

میرا دروازہ کھٹکھٹا دیا اور ساتھ ہی تھوڑا سا اندر بی آ گیا اس کے ہاتھوں میں دو تین ڈبے پکڑے ہوئے تھے۔ اسے اپنے کمرے کے اندر کھڑے دیکھ کر میں حواس باختہ ہو گئی۔ آپ ...... آپ ...... یہاں کیوں آئے ہیں؟ میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اسے دیکھ کر میں خوفزدہ سی ہو گئی تھی۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس نے بڑے آرام سے ڈبے ایک کرسی پر رکھے اور خود میرے پلنگ پر دراز ہو گیا۔ میرا جسم نہ جانے کیوں کانپنے لگا تھا۔ آپ ابھی میرے کمرے سے نکل جائیں۔ میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ وہ آرام سے اپنا ایک پاؤں ہلاتا رہا۔ میں اپنے کمرے کے ایک کونے میں کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میرے آنسو بہنے لگے، میں نے آج تک کسی لڑکے سے کبھی کوئی بات تک نہ کی تھی اور یہ کم بخت میرے کمرے میں گھس آیا تھا۔ ارے ارے آپ تو رونے لگیں۔ وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا ہوا خیریت تو ہے۔ وہ گھبرا گیا تھا، بس آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔ میں نے چلا کر کہا۔ مگر وہ کیا ہے، آخر اتنی غیرت کیوں، میں بھی تو آپ کا کچھ لگتا ہوں؟ میں نے کہا ناں کہ آپ چلے جائیں۔ کوئی بھی میرا کچھ نہیں لگتا اور نہ ہی میں کسی کی بھی کچھ لگتی ہوں اور نہ ہی کسی کی کچھ لگ سکتی ہوں۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ دیکھو ثمرین! یہ آپ کیا بے وقوفی کر رہی ہیں؟ آپ تو ایسے کر رہی ہیں جیسے کوئی جن یا بھوت آپ کے کمرے میں گھس آیا ہو۔ یہ کیا حماقت ہے؟ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو ڈر کس بات کا ہے۔ میں آپ کو کھا تو نہیں جاؤں گا۔ آپ کو اگر کوئی خوف یا ڈر ہے، کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائیں شاید میں آپ کے کام آ سکوں۔ مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے بھی اس گھر میں رہتے ہوئے کئی ماہ ہو گئے ہیں لیکن آپ نے کبھی مجھے اپنا سمجھا ہی نہیں، کبھی اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ کبھی مجھ سے بات ہی کر لیں۔ نہ جانے آپ مجھ سے خواہ مخواہ اتنی نفرت کیوں کر رہی ہیں؟ میں نے تو آپ کے ساتھ کبھی کوئی برائی نہیں کی، کبھی آپ کو ستایا نہیں، کبھی آپ کو کوئی دکھ نہیں دیا۔ میری طرف سے آپ کو تو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔ اس نے آہستگی سے کہا۔ میں نے آنسو پونچھ کر اسے دیکھا تو وہ بڑا پریشان لگ رہا تھا۔ اچھا خیر، اگر آپ مجھے اتنا ہی برا سمجھتی ہیں تو میں آئندہ یہاں رہوں گا ہی نہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کو میرا وجود اتنا ناگوار گزرتا ہے تو میں یہاں رہ کر آپ کو اذیت نہ ہی دیتا۔ وہ اپنے ڈبے اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے بڑی بے چارگی سے اس کی طرف دیکھا، میرا دل چاہا کہ میں اسے آواز دوں، اسے بتاؤں کہ مجھے وہ برا نہیں لگتا اور نہ ہی اچھا لگتا ہے۔ مجھے تو برا اپنا آپ لگتا ہے، ڈرتی تو میں خود سے ہوں، خوفزدہ تو میں اپنے سائے سے ہوں۔ میں تو اپنے دکھوں کے بوجھ تلے سسک رہی ہوں۔ میرے دامن میں تو کانٹے آنکھوں میں صحرا اور دل میں تو درد کے اندھیرے ہیں۔ مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں کسی کو اچھا سمجھوں یا برا سمجھوں۔ سنئے! میں نے حوصلہ کر کے اسے آواز دی۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا، اس نے بے اختیاری سے میری طرف دیکھا، میں نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ وہ کچھ دیر مجھے تکتا رہا شاید اس نے میرا حال سمجھ لیا تھا وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ میں آخر آپ سے کیا باتیں کرنے آیا تھا، آپ تو مجھے کوئی لچا لفنگا سمجھ رہی ہیں کہ شاید آپ کو تنہا پا کر میں کوئی اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں کروں گا۔ اس نے بولتے بولتے رک کر میری طرف دیکھا۔ میں خاموش کھڑی رہی۔ آپ تو کچھ بولیں گی ہی نہیں، یہاں تو خود ہی سوال کرنا پڑتا ہے اور خود ہی جواب بھی دینا پڑتا ہے۔ خیر میں تو آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا تھا کہ میں نے بی اے کا امتحان دینے کے بعد ایک چھوٹی سی نوکری کر لی ہے اور آج پہلے مہینے کی تنخواہ ملی تھی تو میں نے سوچا کہ آپ کے لئے بھی کچھ لے لوں۔ یہ ایک ڈبے میں مٹھائی ہے اور یہ ایک ڈبے میں آپ کے لئے ایک سوٹ ہے اور اس چھوٹے سے ڈبے میں

آپ کے لئے چوڑیاں ہیں۔ چوڑیاں، میں نے حیرت سے سوچا اور اپنی کلائیوں کو دیکھنے لگی۔ میں نے آج تک چوڑیاں پہنی ہی نہیں تھیں اس نے شاید میری سوچ کو پڑھ لیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کی کلائیاں خالی ہیں تو چوڑیاں آپ کو بہت جچیں گی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اچھا اب آپ نے تو یہ بھی نہیں بتانا کہ آپ میرے دیئے ہوئے تحفے قبول کریں گی کہ نہیں۔ ہاں اگر آپ نے کل چوڑیاں پہن لیں اور یہ مٹھائی تھوڑی سی کھا لی تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے میرے تحفے قبول کر لئے ہیں۔ اچھا اب میں چلاتا ہوں اور ہاں یہ فکر نہ کرنا کہ امی کچھ کہیں گی، میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں آپ کے لئے کچھ چیزیں لاؤں گا انہوں نے اجازت دے دی تھی۔ پھر وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ میرا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ وہ چلا گیا تو میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ سب سے پہلے چوڑیاں نکال کر دیکھیں۔ سرخ، سبز، نیلی، پیلی کئی رنگوں کی چوڑیاں تھیں اور ڈھیر ساری۔ میں نے چوڑیاں اپنے ہاتھوں میں چڑھانی شروع کر دیں، کچھ ٹوٹ بھی گئیں لیکن میری دونوں کلائیاں بھر گئی تھیں۔ میں نے ہاتھ اوپر اٹھائے تو چوڑیاں بج اٹھیں پھر میں نے سوٹ دیکھا بہت خوبصورت سبز رنگ کا تھا جس کا بازوؤں پر اور گلے پر سرخ اور کالے رنگ کی بڑی نفیس سی کڑھائی کی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے تھوڑی سی مٹھائی کھائی۔ میں نے خود کو آئینے میں دیکھا تو مجھے پہلی مرتبہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ دکھائی دی۔ اگلی صبح میں باورچی خانے میں ناشتہ تیار کر رہی تھی، پراٹھے پکاتے وقت میرے ہاتھوں کی چوڑیاں چھنا چھن چھنک رہی تھیں کہ وہ بھی باورچی خانے میں آ گیا اور میرے قریب ہی ایک سٹول کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے ہاتھوں کی چوڑیوں کو غور سے دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ شکر ہے کہ آپ نے میرا تحفہ قبول کر کے میری عزت رکھ لی۔ آپ یہاں کیوں آئے؟ میں نے خفگی سے کہا۔ نئی امی کیا کہیں گی۔ یہ نئی امی کیا ہوتا ہے؟ اب تو وہ بھی بہت پرانی ہو گئی ہیں اور دوسری بات یہ کہ وہ کافی دن چڑھے تک سوئی رہتی ہیں اور تیسری بات یہ کہ آپ کی نئی امی اور یعنی کہ میری پرانی خالہ اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کریں گی۔ آخر ہم بھی تو آپ کے کچھ لگتے ہیں۔ اس نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ آپ میرے کچھ لگتے ہیں۔ میں نے جل کر کہا۔ کہا تو کسی نے بھی نہیں البتہ میرے دل نے کہا ہے۔ اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔ غلط کیا ہے آپ کے دل نے۔ میں نے ذرا بے رخی سے کہا۔ دل کبھی غلط نہیں کہتا، دل کا کہا ہوا کبھی نہ کبھی سچ ہو جاتا ہے۔ اب آپ مہربانی کر کے تشریف لے جائیں تاکہ میں آرام سے ناشتہ تیار کر سکوں جی نہیں۔ ہم آج ناشتہ آپ کے ساتھ ہی کریں گے۔ وہ وہیں بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا اور پھر دفتر چلا گیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری جھجک دور ہو گئی۔ اب میں اس کے ساتھ باتیں کر لیتی تھی، اس کے ساتھ بے تکلفی سی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ میرا بہت خیال رکھنے لگا تھا، وہ چپکے چپکے میرے کمرے میں کھانے پینے کی ڈھیروں چیزیں رکھ جاتا تھا۔ کبھی سموسے، کبھی پکوڑے، کبھی کچھ کچھ، کبھی کوئی پھل، کبھی کوئی اور چیز۔ میں اگرچہ بچپن سے ہی چیزوں کو ترستی رہی تھی لیکن میری نیت میں کبھی کوئی بھوک نہ تھی۔ ثمرین! میں آج آپ سے چند باتیں کروں تو آپ برا تو نہیں مانیں گی۔ ایک دن اس نے کہا۔ میں سوچنے لگی کہ وہ نہ جانے مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے آپ کریں باتیں اگر کوئی برا ماننے والی بات ہوئی تو ضرور برا مانوں گی۔ میں نے کہا۔ نئی امی بھی اس دن کسی کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ میں کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی، وہ بھی میرے پیچھے ہی چلا آیا۔ میں اپنے پلنگ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی اور وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ آج میرا دل نہ جانے کیوں اداس تھا، بے حد اداس مجھ پر جب بی اداسی کا دورہ پڑتا تو کئی کئی دن تک میں کھوئی رہتی۔ میں اسے

تکتی رہی، وہ سر جھکائے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ دیکھیں ثمرین اگر آپ کو میری باتیں بری لگیں تو معاف کر دیجئے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ بات کرنے کا کیا سلیقہ ہوتا ہے اور بات کیسے کی جاتی ہے اور یہ بھی سمجھ نہیں آ رہی کہ بات کیسے شروع کروں۔ دیکھیں ثمرین! آپ ایک لڑکی ہیں۔ ایک ایسی لڑکی جو کہ بے حد پاکیزہ کردار کی اور بے انتہا حسن و جمال کی مالک ہے۔ میں بہت عرصے سے آپ کو دیکھ رہا ہوں آپ بہت کم بولتی ہیں اور آپ کو میں نے مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ آپ پر ایک افسردگی سی چھائی رہتی ہے جو کہ آپ کی دلکشی میں بے حد اضافہ کرتی ہے۔ آپ کے باوقار رویے میں چار چاند لگاتی ہے۔ میں کوئی شاعرانہ طریقے سے بات نہیں کروں گا نہ آپ کی تعریف و توصیف میں چاند تاروں، پھولوں کلیوں، موسم بہار وغیرہ کی مثالیں دوں گا لیکن یہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ آپ ایک بے مثال حسن کی مالک ہیں جس کی تعریف کرنا میرے لئے ممکن نہیں اور یہ کہ میں آپ سے دل و جان سے محبت کرتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو ہمیشہ چاہتا رہوں گا، آپ خواہ مجھے چاہیں یا نہ چاہیں اور میں حسن سے زیادہ آپ کی سیرت سے پیار کرتا ہوں۔ اگر آپ میری اس چاہت کو قبول کر لیں گی تو خود کو دنیا کا ایک خوش قسمت انسان سمجھوں گا اور اگر آپ کی قربت میرا مقدر بن سکی تو میں اتنا ہی کہوں گا کہ محض آپ کی یادوں کے سہارے زندگی گذار لوں گا لیکن اب اس دل میں آپ کے سوا کسی اور کی جگہ نہیں ہوگی۔ اگر آپ انکار کر دیں گی تو کبھی بھی دوبارہ آپ کے راستے میں نہ آؤں گا۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی باتیں سن کر میرا جسم ٹھنڈا پڑ گیا، میرا جسم بری طرح سے لرز رہا تھا۔ مجھے شاید میری سماعت دھوکہ دے رہی تھی، کوئی مجھ سے محبت کرے اور مجھے چاہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے کان تو محبت سے پیار سے چاہت کے بولوں سے ناآشنا تھے۔ محبت کے الفاظ اس کا اظہار محبت مجھے ایک اجنبی سی نامانوس سی بات لگی۔ نہیں نہیں۔ میرے دل نے سسک کر کہا۔ کوئی مجھ سے محبت نہیں کر سکتا۔ میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے محبت کرے۔ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ چلے آ رہے تھے۔ یہ پاگل آنکھیں ہر موقع پر نہ جانے آنسوؤں کے اتنے بادل کہاں سے لے آتی تھیں کہ میرا سارا وجود جل تھل ہو کر رہ جاتا ہے اور ان آنسوؤں سے میرے دل میں محرومیوں کی تشنہ آرزوؤں کی، اکیلے پن کی، آگ اور بھی بھڑک اٹھتی تھیں۔ میرے آنسو دیکھ کر وہ بے قرار ہو گیا، شاید میرے آنسوؤں نے سب کچھ کہہ دیا تھا لیکن پھر بھی وہ میرے بولنے کا منتظر تھا۔ میری زبانی کچھ سننا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے بچپن سے لے کر آج تک کے تمام حالات بتا دیئے، اپنی ایک ایک محرومیوں سے آگاہ کر دیا۔ میری باتیں سن کر کئی بار اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے کچھ بھی نہیں کہنا آتا۔ میں نے انہیں التجائیہ لہجے میں کہا۔ آپ کی قربت نے مجھے احساس دلایا کہ میں بھی ایک لڑکی ہوں۔ آپ نے ہی احساس دلایا کہ میرے اندر بھی کسی کو چاہنے کی اور کسی کی چاہت پانے کی تمنا میرے دل میں ہے۔ میں تو اپنے دکھوں کے اس قدر گہرے سائے میں تھی کہ مجھے تو محبت کا پتہ ہی نہ تھا کہ محبت کس کو کہتے ہیں، پیار کیسے کیا جاتا ہے۔ انہوں نے مجھے حوصلہ دیا اور تسلی دی، میرے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور پھر واپس اپنے کمرے میں چلے گئے۔

یہ بہار کا جھونکا قطعی غیر متوقع طور پر میری زندگی میں آیا تھا، اس سے پہلے مجھے کبھی احساس نہیں تھا کہ میں بھی ایک لڑکی ہوں یا میرے بھی کوئی نسوانی جذبات ہیں۔ میں نے کبھی بھی اپنی شکل وصورت پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ غور کرتی بھی کیسے ساری عمر تو گزری تھی۔ نئی امی کی گالیاں کھاتے اور مار کھاتے ہوئے، رونے دھونے سے کبھی فرصت ملتی تو ان باتوں کی طرف دھیان دیتی لیکن اب انہوں نے میرے جذبوں کو ایک نئے رنگ سے جگایا تھا۔ مجھے میری اہمیت کا

احساس دلایا تھا کہ میں بھی کسی کی ضرورت ہوں۔ کوئی میری خاطر بھی پریشان ہو سکتا ہے، کسی کو میرے انگ سنگ میں منزل نظر آتی تھی۔ مجھ پر ایک سرشاری کی سی کیفیت تھی، میں کتنی ہی دیر آئینے میں خود کو دیکھتی رہی۔ اپنے آپ کو اپنے سراپے کو سراہتی رہی۔ ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے، ملنے ملانے میں کوئی دشواری تو نہ تھی لیکن ہمیں موقع تاک، چوری چھپے ملنے کی ضرورت تو نہیں تھی، گھر میں کھانا کھاتے ہوئے کام کرتے ہوئے اور دیگر مصروفیات میں ہی ملاقاتیں بھی ہو جاتی تھیں اور باتیں بھی ہو جاتی تھیں، عام روزمرہ قسم کی باتیں۔ ضروری نہیں کہ ملاقاتوں میں ایک دوسرے کے حسن کے قصیدے کہے جائیں، آہیں بھری جائیں یا ایک دوسرے کے گلے ہی لگا جائے۔ عام گفتگو میں عام باتوں میں یا ایک دوسرے کو دیکھنے میں بھی محبت اور چاہت ہوتی ہے دیکھنے میں ہی اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ اس کا بھی کوئی مول نہیں۔ ایک دوسرے کی قربت کو محسوس کرنا کسی کو نزدیک رہتے دیکھ کر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے سے بھی وہی محبت کی خوشی حاصل ہوتی ہے جو ملنے میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ شکل و صورت کے اتنے بھی برے نہیں تھے، اچھے خاصے دلکش سے تھے اور پھر شکلوں کے علاوہ پیار، محبت اور خاص طور پر دلی خلوص کا اور چاہت کا حسن تو کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ پیار اگر دل میں سچا ہو اور خلوص سے لبریز ہو تو آنکھ کو وہی شخص سارے جہاں سے زیادہ پیارا لگنے لگتا ہے۔ بات شکلوں کی نہیں، خلوص سے مہکتے ہوئے دلوں کی ہوتی ہے۔ اب میں بھی انہیں کنکھیوں سے دیکھتی تھی انہیں دیکھ کر مسکراتی تو ان کے چہرے پر خوشی کی دھنک بکھر جاتی۔ میں ان کی آمد کی، ان کی آواز سننے کی منتظر سی رہنے لگی تھی۔

وہ کبھی کبھار میرے کمرے میں آ کر مجھ سے باتیں کیا کرتے تھے، ہم دونوں ہمیشہ ہی شرافت اور تقدس کے دائرے میں رہ کر ہی ملتے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ ایک دن وہ میرے کمرے میں آئے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ ثمرین! انہوں نے کہا۔ میں آپ سے ایک اجازت لینے آیا ہوں۔ میں نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ میں چاہتا ہوں کہ خالہ سے تمہارے رشتے کی بات کروں تاکہ اب ہم ایک دوسرے کی قربت میں ایک نئی زندگی گذار سکیں۔ اگر تم رضامندی ظاہر کرو تو میں بات کروں۔ ان کی بات سن کر فطری طور پر میرا چہرہ گلابی ہو گیا اور میں نے اپنا چہرہ نیچے کو جھکا لیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے کچھ دیر کے بعد کہا تو وہ خوشی سے کھل گئے۔ ٹھیک ہے میں تمہیں چند دن تک بتاؤں گا کہ کیا بات ہوئی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ دیر مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہے اور پھر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ مجھے زندگی ایک نئے موڑ پر لے آئی تھی۔ میرے دل میں بھی خوشیوں کے پھول کھلنے لگے تھے لیکن یقین ہی نہیں آتا تھا کہ مجھ بدنصیب کی زندگی میں بھی بہار آ رہی تھی۔ چند دن خاموشی سے گزر گئے۔ میں انتظار میں تھی کہ وہ مجھے بتائیں کہ نئی امی سے کیا بات ہوئی ہے انہوں نے کیا کہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ چند دنوں سے پریشان سے رہنے لگے تھے۔ انہیں دیکھ کر میرا دل ڈوبنے لگتا تھا، نہ جانے کیا بات تھی گھر کے ماحول میں سناٹا کچھ زیادہ بڑھ گیا تھا۔ میرا دل گھبرانے لگا کہ اللہ خیر ہی کرے۔

چند دنوں کے بعد وہ میرے کمرے میں آئے، ان کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ ثمرین! میں آپ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گئی۔ بات یہ ہے کہ میں جب یہاں نیا نیا رہنے کے لئے آیا تھا تو خالہ نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ثمرین کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا لو اور ثمرین سے شادی کر لو اور پھر کسی طریقے سے یہ مکان جس میں سب رہ رہے ہیں، بازار میں جو ایک مکان ہے اور دو دکانیں ہیں وہ اپنے نام کروا لوں اور پھر یہ جائیداد آدھی خالہ جان کی اور آدھی میری ہوگی۔ میں نے اس بات کی حامی بھر لی یعنی اس سازش میں شریک ہو گیا، آپ سے

بط ضبط بڑھاتا رہا اور سچی بات یہ ہے کہ جب آپ کو ،یب سے اور نزدیک سے دیکھا تو آپ بے حد دکھی ،ر مظلوم نظر آئیں اور اتنی معصوم اور سادہ دل نظر ئیں کہ میرا جی نہ چاہا کہ میں آپ کو دھوکہ دوں اور لمہ میں خود آپ کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ آپ کو ھوکہ دینا ایک بہت بڑا ظلم ہے اور میں یہ ظلم نہیں کر سکتا۔ میں نے خالہ جان سے بات کی تھی آپ سے شادی کرنے کے لئے لیکن انہوں نے کہا کہ اگر یہ ساری جائیداد انہیں دے دی جائے تو وہ اس شادی پر رضامند ہیں ورنہ نہیں۔ آپ میری بات سن کر مجھ سے بدگمان نہ ہو جایئے گا بلکہ یہ بھی میری سچی محبت کا ایک ثبوت ہی ہے کہ میں نے آپ کو ہر بات سچ ہی بتا دی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔ انہوں نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کی بات سن کر میں نہ جانے کتنی دیر خاموش رہی۔ مجھے ان کی بات سن کر کوئی شاک نہ لگا کہ سوتیلے رشتوں سے کوئی خیر کی توقع تو نہیں کی جا سکتی لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ساری جائیداد ابو میرے نام کر گئے ہیں اور میں صاحب جائیداد ہوتے ہوئے بھی نوکرانیوں سے بدتر زندگی گذارتی رہی اور نئی امی میری ہی جائیداد پر اور اس کی آمدنی پر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی رہی ہیں اور میں روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترستی رہی ہوں اور نئی امی کو کبھی یہ بھی توفیق نہیں ہوئی کہ میری جائیداد کی آمدنی سے میری تعلیم کی فیس ہی کبھی ادا کر دیتیں اور بس ایک قسم کی خیرات کے ذریعے پڑھتی رہی۔ نئی امی کے خلاف میرے دل میں نفرت کا اور غصے کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ میں کتنی ہی دیر سوچوں میں گم رہی۔ پہلے تو مجھے ان پر بے حد غصہ آیا پھر میں نے سوچا کہ ان کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ اگر وہ میرے ساتھ مخلص نہ ہوتے تو مجھے یہ ساری باتیں بتاتے ہی کیوں۔ میرا دل ان کی طرف سے صاف ہی تھا۔ ثمرین! اب آپ بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟ انہوں نے دوبارہ پوچھا۔ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے بے بسی سے کہا۔ وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ ثمرین میں خالہ سے بات کرتا ہوں اگر آپ کو مجھ پر اعتماد ہ تو پھر جیسا میں کہوں ویسے ہی کرتی جائیں، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ خالہ کے کمرے میں چلے گئے۔ میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، میرا دل بھر آیا تھا پھر میں نے سوچا کہ میں خود چوری چھپے سنوں کہ وہ خالہ کے ساتھ کیا بات کرتے ہیں۔ میں نئی امی کے کمرے کی باہر کی کھڑکی سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے دونوں کی باتیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ خالہ! میں ثمرین سے بات کر کے آ رہا ہوں وہ جائیداد کے سلسلے میں رضامند نہیں ہے۔ آپ ایسا کریں کہ پہلے ہماری شادی ہو لینے دیں پھر چار چھ ماہ کے بعد وہ جائیداد والا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا لیکن آپ کو سیاست سے کام لینا ہو گا۔ اے لڑکے! یہ کیا بات ہوئی اگر شادی کے بعد بھی وہ نہ مانی تو میں اس بڑھاپے میں کہاں دھکے کھاتی پھروں گی۔ ارے نہیں خالہ وہ تو بے وقوف سی لڑکی ہے اور پھر وہ مکمل طور پر میرے ہاتھوں میں ہے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ارے رہنے دے تو کیا جانتا ہے، یہ جو بے وقوف ہوتے ہیں جائیداد دیکھ کر اچانک ہی چالاک ہو جاتے ہیں۔ خالہ! ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں؟ انہوں نے کہا۔ برا کیا ماننا ہے تو بات تو کر۔ دیکھیں خالہ اگر آپ کو یہ خیال پہلے ہوتا تو آپ بچپن سے ہی سیاست سے کام لیتیں، اس کے ساتھ اتنے ظلم و ستم نہ کرتیں، پیار محبت کے ساتھ اسے رکھتیں تو آج یہ ساری جائیداد آپ ہی کی تھی اور آج سازشیں کرنے کی نوبت نہ آتی اور پھر دیکھیں کہ اگر آپ نے اس کی شادی میرے ساتھ نہ کی تو کہیں نہ کہیں تو کرنی ہی ہو گی کیا پتہ کل کو اس کا ہونے والا خاوند جائیداد کا قصہ چھیڑ کر بیٹھ جائے۔ جائیداد تو ہے ہی اس کے نام صرف آپ کا قبضہ ہی ہے بلکہ قبضہ کیا ہے، ثمرین کو کبھی جائیداد کا خیال ہی نہیں آیا۔ اگر کل کو اس کے خاوند نے کوئی کیس وغیرہ کر دیا تو یہ تو دو تین پیشیوں میں ہی فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر ان کے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ آپ جو پندرہ بیس برس سے اس جائیداد کا کرایہ وصول کر رہی ہیں اس کا حساب بھی لینے پر تل گئے تو آپ تو ماری جائیں گی، سڑکوں پر بھیک مانگتی پھریں گی۔ ابھی تو اسے ثمرین کو باہر کی ہوا نہیں لگی، کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو اسے یہ باتیں بتائے ورنہ اس کے لئے یہ جائیداد حاصل کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ اس لئے اس کی میرے ساتھ ہی شادی بہتر رہے گی۔ اگر کسی اور کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی تو آپ یہاں سے کوچ کرنے کے لئے اپنا بستر باندھ کر رکھیں۔ بظاہر تو ثمرین بے حد مجبور ہے لیکن حقیقت دیکھیں تو وہ ذرا بھی مجبور نہیں صرف یہ باتیں ابھی اس کے ذہن میں ہے ہی نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں شادی کے پانچ چھ ماہ بعد یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے بعد آپ کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو آپ چاہتی ہیں اور آج سے آپ بھی ثمرین کے ساتھ اپنے سلوک کو تبدیل کریں، اسے پیار اور محبت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ آپ کی عزت نہ کرے۔ ہاں کہتا تو تو ٹھیک ہی ہے نئی امی نے کہا۔ پھر وہ شادی کی تاریخ کے بارے میں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے میں اُن کے کمرے کی کھڑکی سے ہٹ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کوئی گھنٹہ بھر کے بعد وہ بھی میرے کمرے میں آ گئے اور انہوں نے مجھے ہو بہو وہی باتیں بتائیں جو میں چوری چھپے سن کر آ رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات بھی نہیں چھپائی تھی۔ میرے دل میں اُن کے متعلق جو تھوڑا بہت شک پیدا ہوا تھا۔ اُن کی سچی باتیں سن کر ختم ہو گیا تھا۔ واقعی اگر وہ مجھے نہ چاہتے ہوتے تو وہ مجھے ساری باتیں سچ سچ نہ بتاتے اور انہیں کیا معلوم تھا کہ میں چوری چھپے ان کی باتیں سن آئی ہوں۔ ہاں جو باتیں میں نے سنی تھیں اگر وہ اس کے برعکس مجھے کوئی اور بات سناتے تو پھر ظاہر تھا کہ وہ بھی مجھے فریب دے رہے ہیں لیکن خدا کا شکر تھا کہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے ساری باتیں بتائی تھیں۔ خالہ آپ سے اگر کچھ پوچھیں تو جیسا میں نے آپ کو بتایا ہے ویسا ہی کیجئے گا تاکہ وہ خواہ مخواہ ہم دونوں کو پریشان نہ کریں۔ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔ اور میرا خیال ہے کہ اب میں خالہ کو کہہ دوں کہ وہ شادی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں ہلکا سا مسکرائی جیسے آپ کی خوشی۔ میں نے کہا۔ انہوں نے نہ جانے نئی امی کو کیسے رضامند کیا اور میری شادی کے دن مقرر ہو گئے۔ اپنی سیاست کے تحت نئی امی اب مجھے پیار سے ہی بلاتی تھیں اور ان کا سلوک ماضی کی نسبت مجھ سے بہت بہتر تھا۔ ہمارے گھر میں وہ شادی والی گہما گہمی نہ تھی میرا تو کوئی حلقہ احباب بھی نہ تھا اور نہ ہی کوئی سہیلی تھی ایسے لمحوں میں مجھے اپنی کالج کی ہمدرد سہیلی سائرہ بہت یاد آئی۔ وہ ہوتی تو لازمی ہلا گلا کرتی اور کوئی نہ کوئی رونق ضرور کرتی لیکن اب نہ جانے وہ کہاں ہو گی، بہت عرصے سے اس کا کوئی خط بھی نہ آیا تھا۔ مجھ پر اداسی سی طاری ہونے لگی، میں نے جا کر پھر اپنی امی کی گود میں پناہ لی۔ میری امی کی تصویر ہی تھی جس کے ساتھ میں دل کھول کر باتیں کیا کرتی تھی۔ میں اپنی امی کی تصویر مسکرا رہی تھی۔ شاید وہ میری شادی کے خیال سے خوش تھیں۔ میری امی آپ ہوتیں تو میرے لئے کچھ نہ کرتی پھرتیں خوش خوش ہنستی مسکراتی میری شادی کی تیاریاں کر رہی ہوتیں۔ مجھے مایوں بٹھاتیں، مہندی لگاتیں اور سارے شگن پورے کرتیں لیکن یہاں تو اتنی بھی رونق نہ تھی کہ جتنی کسی مہمان کے واپس جانے پر بھی ہوتی ہے۔ سارے گھر پر یوں خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ جیسے قبرستان ہو۔ میں نے آنسو بھری نگاہوں سے اپنی امی کی طرف دیکھا۔

اُن کے ماں باپ نے اپنے بیٹے کو مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ انہیں تو ایک ایسی بہو چاہئے تھی جو کہ لاکھوں کا جہیز لے کر آتی لیکن مجھے کیا ملنا تھا صرف چند جوڑے اور معمولی سا سامان اور وہ بھی میری نئی امی نے دنیا کا منہ بند کرنے کے لئے دینا تھا ورنہ اُن کا بس چلتا تو وہ مجھے ایک جوڑے میں ہی رخصت کر دیتیں۔ انہوں نے اپنے

الدین کو بڑی مشکل سے منایا۔ اُن کی بہنیں اور بھائی اور گھر والے بڑی بے دلی سے، بے رخی سے ہماری شادی میں شریک ہوئے۔ ایک چھوٹی سی خاموش سی تقریب میں ہماری شادی ہوگئی۔ رخصت ہوتے وقت نئی امی نے رسمی طور پر مجھے گلے لگایا تو میں بلک بلک کر رو دی۔ مجھے میری امی یاد آ رہی تھیں وہ ہوتیں تو مجھے اس طرح سے رخصت تو نہ کرتیں۔ وہ ہوتیں تو ان کی آنکھوں میں بھی آنسو ہوتے۔ وہ مجھے پیار کرتے ہوئے میرا منہ سر سوچتے ہوئے دعائیں دیتے ہوئے مجھے رخصت کر دیتیں۔ میں نے اپنے گھر کے در و دیوار کو حسرت سے دیکھا میرا بچپن یہیں گزرا تھا۔ خواہ گالیاں کھاتے جھڑکیاں سہتے، مار پیٹ برداشت کرتے ہوئے گزرا تھا لیکن تھا تو میرا ہی گھر جیسا بھی تھا۔ ان در و دیوار سے مجھے انسیت تھی۔ یہ گھر میرے دکھوں کا، میرے غموں کا ہمراز تھا۔ جہیز کے نام پر مجھے چند جوڑے اور معمولی سا سامان ملا تھا۔ میرے جہیز میں سب سے قیمتی چیز میری امی کی تصویر تھی جو میں اپنے ساتھ ہی لے جا رہی تھی۔ میں نے حسرت سے اپنے گھر کو آخری مرتبہ دیکھا اور اپنی آہیں اور سسکیاں اپنے دل میں دبائے ہوئے اور آنسو بھری آنکھوں سے اپنے گھر سے رخصت ہوگئی۔ یہ کیسی خوشی تھی جو کہ غم کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ نہ میرے لئے کوئی رونے والا تھا، نہ کوئی میرے لئے آنسو بہانے والا تھا، نہ مجھے کوئی دعائیں دینے والا تھا، نہ کوئی میرے سر پر ہاتھ رکھنے والا تھا۔

میں اب ان کے گھر آ گئی تھی، سارے گھر کا رویہ میرے ساتھ بے گانوں جیسا تھا کوئی مجھے سیدھے منہ بلا ہی نہیں رہا تھا۔ ان کے گھر میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے ان کے محلے کی بہت سی عورتیں اور لڑکیاں مجھے دیکھنے آ رہی تھیں۔ انہی ہنگاموں میں رات ہوگئی۔ میں اپنے حجلۂ عروسی میں تنہا بیٹھی تھی پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ میرا گھونگھٹ اٹھا کر مجھے بہت دیر تک دیکھتے رہے۔ میں نظریں جھکائے بیٹھی تھی میرے آنسو میرے دامن میں گر رہے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ثمرین میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت بہت دکھی ہو رہی ہو گی اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سارے گھر والے اس شادی پر ناراض ہیں لیکن گھبرانا نہیں آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا اور تم بھی کوشش کرنا کہ اپنے حسن سلوک اور خدمت گذاری سے گھر والوں کو اپنے حسن اخلاق کا قائل کر لو، ان کے دل میں جگہ بنا لو۔ کوئی ایسی ویسی بات کرے تو برداشت کر لینا، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ میں ہر قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہیں کبھی بھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ وہ کہتے رہے میں سنتی رہی۔ اگلے دن نئی امی مجھے لینے آئی تھیں میں ان کے ساتھ پھر واپس اپنے گھر آ گئی۔ اس سے اگلے دن وہ اپنے گھر والوں کے ہمراہ مجھے لینے آئے۔ میں اپنی ساس نندوں اور ان کے ہمراہ اپنے سسرال آ گئی۔ اب میری نئی زندگی کی ابتدا تھی۔ چند دنوں کے بعد میں نے سارے گھر کا کام سنبھال لیا، کافی بڑا گھر تھا۔ میرے دو دیور تھے، تین نندیں تھیں اور ایک ساس۔ سسر بہت پہلے وفات پا چکے تھے۔ وہ تو دفتر چلے جاتے تھے، میں نے چند دن میں ہی سارا گھر سنبھال لیا تھا۔ میں سارا دن کام میں لگی رہتی صرف دو چھوٹے دیوروں کے اور ایک نند کے جو آٹھویں میں پڑھتی تھی، یہ مجھ سے تھوڑی سی بات چیت کر لیتے تھے لیکن باقیوں کا رویہ روز ازل کی طرح خشک اور بے رخا سا تھا۔ اگرچہ مجھے کوئی برا بھلا تو نہیں کہتے تھے لیکن ان کا بے گانوں جیسا رویہ ہی مجھے رلا دیتا تھا۔ میں اپنی بھرپور خدمت گذاری کے باوجود ان کے دل میں کوئی گداز پیدا نہ کر سکی تھی۔ شام کو وہ دفتر سے آئے تو آتے ہی مجھے پکارنے لگے۔ ان کے آنے سے میری آنکھوں میں چمک آ جاتی۔ وہ میرے لئے ہمیشہ کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتے تھے اور مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلانے کی کوشش کرتے۔ میں کوئی بچی تھوڑی ہوں میں کھا لوں گی میں بڑے مان سے کہتی۔ ارے بابا بچی تو نہیں ہوں۔ لیکن ہم تو آپ کو

اپنے ہاتھوں سے ہی کھلائیں گے۔ وہ زبردستی مجھے کھلاتے ان کی محبت دیکھ کر میری ساس کی تیوریاں اور بھی چڑھ جاتیں۔ میری نندیں بڑبڑ شروع کر دیتیں۔ شاید انہیں اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ میرے ساتھ اتنا پیار کیوں کرتے ہیں، میرا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں۔ اگر ہم لڑائی جھگڑا ہوتا، بے اتفاقی ہوتی تو شاید وہ زیادہ خوش ہوتے۔

سنیں! ایک دن میں نے انہیں کہا۔ ہم اپنے کمرے میں بیٹھے تھے اور وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کو ایک بات کہنی ہے، مانیں گے ناں؟ میں نے ان کے لئے پانی کا گلاس بھرتے ہوئے کہا۔ اوہو کیوں نہیں بھئی ایک بات چھوڑ کے دس باتیں مانیں گے۔ آپ حکم تو کریں۔ انہوں نے بڑے پیار سے کہا۔ اور پھر جب سے آپ اس گھر میں آئی ہیں پہلی مرتبہ تو آپ کوئی فرمائش کرنے لگی ہیں۔ فرمائش تو نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ جب دفتر سے گھر واپس آتے ہیں تو آتے ہی مجھے آوازیں نہ دینا شروع کر دیا کریں۔ سب سے پہلے امی کے پاس جایا کریں اور جو بھی چیز لائیں وہ لا کر امی کو دیا کریں، اُن سے بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اور سب کو حصہ دیا کریں، سب سے مل کر پھر میرے پاس آیا کریں۔ وہ کیوں بھئی بھلا؟ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔ وہ اس لئے کہ سب سے پہلی بات تو یہ کہ ایسے اچھا نہیں لگتا۔ وہ سارے یہ خیال کرتے ہوں گے کہ آپ جورو کے غلام بن گئے ہیں۔ آپ سب کو نظر انداز نہ کریں ویسے بھی امی کا حق سب سے زیادہ ہے انہیں بھی وقت دیں۔ اپنے بہن بھائیوں کو بھی وقت دیں ان سے بھی گپ شپ لگائیں۔ درجہ بہ درجہ سب سے سلوک کریں اور ہر بات میں مجھے فوقیت نہ دیں۔ اس طرح تو ان کے دلوں میں نفرت تو اور بھی بڑھ جائے گی اور میں کون سا کہیں بھاگی جا رہی ہوں آپ کے پاس ہی رہنا ہے۔ ویسے بھی اچھا نہیں لگتا کہ ہم دونوں کمرے میں گھس کر بیٹھ جائیں اور گھنٹوں باہر سے بے نیاز ہو کر اپنی ہی باتوں میں مگن رہیں۔ یہ ویسے بھی اچھا نہیں لگتا۔ کیا آپ سے کسی نے اس بارے میں کچھ کہا ہے انہوں نے پوچھا۔ نہیں کہا تو کسی نے بھی نہیں لیکن ایک دن کہہ ہی دیں گے۔ ایسی نوبت آنے سے پہلے کیوں نہ ہم ہی احتیاط کر لیں۔ ہاں بات تو آپ کی ٹھیک ہی ہے انہوں نے پرخیال لہجے میں کہا اس دن کے بعد انہوں نے میرے کہنے پر عمل شروع کر دیا۔

میرے علاوہ انہوں نے بھی محسوس کیا کہ گھر میں جو ایک نادیدہ سی غیر محسوس سی کشیدگی ہے وہ کم ہو گئی ہے اور یوں وہ میری ذہانت کے بھی قائل ہو گئے۔ ہماری شادی کو ایک سال سے زائد گزر گیا تو اللہ نے مجھے ایک بہت ہی پیاری بیٹی کا تحفہ دیا۔ اس کا نام انہوں نے عنبرین رکھا۔ عنبرین بے حد پیاری، سرخ و سفید نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی گڑیا تھا اور وہ تو بے حد خوش تھے۔ ان کے گھر والوں نے رسمی طور پر بھی خوشی کا اظہار نہ کیا۔ میری ساس اپنی پوتی کو دیکھنے کے لئے ایک مرتبہ ہسپتال آئیں اور اسے ذرا سا پیار کر کے چلی گئیں۔ چند دنوں کے بعد میں ہسپتال سے گھر آ گئی۔ عنبرین کو دیکھ کر میرا سارا وجود پیار سے ایک ریشم کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا۔ میں اسے اپنے بازوؤں میں لے لیتی تو پیار سے میرا وجود ہی پگھل جاتا۔ وہ عام بچوں کی طرح ذرا سا بھی نہ روتی بلکہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ میرے دوپٹے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں سختی سے پکڑ لیتی اور کھینچتی۔ اب تو وہ ایک سال کی ہو چکی تھی۔ وہ جب مجھے امی کہتی تو میرے وجود سے خوشیوں کے جھرنے پھوٹ پڑتے۔ اب تو وہ گھٹنوں کے بل دوڑی پھرتی تھی۔ وہ جب بھی مجھے اپنی توتلی زبان میں امی کہتی تو مجھے اپنی امی یاد آتیں۔ میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ اے میرے خدا مجھے تو بچپن سے ہی ماں کے سائے سے محروم کر دیا تھا۔ یا اللہ میں تو دھکے کھا کھا کر کسی نہ کسی طرح پل ہی گئی تھی۔ یا اللہ اس بچی کو ماں کے سائے سے محروم نہ کرنا۔ اسے دیکھ کر میرے دل کی گہرائیوں سے دعا اور آہ نکلتی۔

ایک دن میری ساس نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔ یہ جو تمہاری جائداد ہے اور دُکانوں کا جو کرایہ ہے وہاں کہاں جاتا ہے؟ انہوں نے پوچھا۔ جاتا تو کہیں بھی نہیں ہے نئی امی لے لیتی ہیں۔ نئی امی لے لیتی ہیں۔ انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ جائداد تمہارے باپ کی ہے کہ اس کے باپ کی۔ انہوں نے غصے سے پوچھا۔ ہے تو میری ہی لیکن اس کا سارا حساب کتاب تو شروع سے ہی نئی امی کے پاس ہوتا ہے، میں نے تو کبھی پوچھا ہی نہیں۔ کل اپنے خاوند کو ساتھ لے جاؤ اور اپنی ماں سے سارا حساب کتاب لو اور یہ جو تمہاری جتنی بھی جائداد ہے اسے بیچو یا اپنے خاوند کے نام کرو، نوکریوں میں کچھ نہیں رکھا۔ دو چار ہزار روپے میں گھروں کے گذارے نہیں ہوتے۔ ویسے تو تم پھوٹی کوڑی بھی نہیں لائی، ایسے ہی اپنے خاوند کا ساتھ دو تو وہ اس جائداد کو بیچ کر کوئی اچھا سا کاروبار کر لے۔ تمہاری ماں بھی تو کھا ہی رہی ہے مفت میں۔ وہی چیز اگر تمہارے خاوند کے کام آ جائے گی تو کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔ اس نے اپنی بہنوں کی اور بھائیوں کی شادیاں بھی کرنی ہیں، گھر بھی چلانا ہے اور ابھی ذمہ داریاں ہیں اتنی کم تنخواہ میں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک ہے جیسے آپ کہیں۔ میں نے سر جھکا کر کہا۔ شام کو وہ گھر آئے تو میں نے انہیں بتایا تو وہ چپ کر گئے اور خیالوں میں کھو گئے۔ کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ میں نے پوچھا۔ کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے کہا۔ میری بات مانیں گے آپ؟ میں نے کہا۔ ہاں بتائیں۔ میرا خیال ہے کہ امی ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں، میری کوئی چیز اگر آپ کے کام آ جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ شاید میرے اس ایثار سے ان کے دلوں میں میرے لئے پیار پیدا ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جائداد میں آپ کے نام کر دیتی ہوں یا فروخت کر دیتی ہوں آپ کو بھی کچھ سکون ہو جائے گا، کوئی اچھا سا کاروبار کر لیں آخر آپ پر بھی اتنی ذمہ داریاں ہیں۔ ثمرین! یہ بات نہیں۔ انہوں نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ بات یہ ہے کہ تمہاری جائداد کا لالچ نہ مجھے پہلے تھا اور نہ آیا ہے اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ کے دل میں کبھی بھی یہ بات آئے کہ شاید میرے دل میں کوئی لالچ ہے۔ آپ کی جائداد آپ کو مبارک ہو۔ مجھے صرف آپ چاہئیں تھی، آپ کو میں نے پا لیا ہے۔ آپ ہی میری جائداد ہیں اور بس اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر کل کو مجھے کچھ ہو گیا اور میں نہ رہا تو آپ کا اور آپ کے بچوں کا سہارا کون ہو گا۔ یہی جائداد آپ کے کام آئے گی، آپ مزید دربدر کی ٹھوکریں کھانے سے تو بچ جائیں گی۔ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ میں نے روہانسی سی ہو کر کہا۔ اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو۔ میں تو دعا کرتی ہوں کہ میری زندگی بھی آپ کو لگ جائے، میری تو جان بھی حاضر ہے۔ یہ جائداد کیا چیز ہے آپ کے قدموں کی خاک سے زیادہ تو اہم نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔ میں بہت دن انہیں مجبور کرتی رہی، ان پر اس بات کے لئے گھر والوں کے دباؤ بھی بڑھتا جا رہا تھا آخر بہت منت سماجت کے بعد وہ مان ہی گئے۔ میں نے وہ ساری جائداد بیچ دی۔ اس طرح کہ کچھ پیسے تو کم ملے لیکن خریدنے والے نے یہ کہا تھا کہ مارکیٹ ریٹ سے کم پیسے دوں گا اور جو کچھ نئی امی کے قبضے میں ہے وہ میں خود ہی ان سے خالی کروا لوں گا۔ ہم نے بھی سوچا کہ کیسوں کے جھنجھٹ میں پڑنے کی بجائے رقم کم ہی لے لی جائے۔ خریدنے والا جانے اور نئی امی جانیں۔ ہم نے ساری جائداد بیچ پھینک دیا اور بازار کی دکانوں اور دوسرے مکان کے کرایہ داروں کو اطلاع دے دی کہ اب میں مالک ہوں کیونکہ میں نے سب کچھ خرید لیا ہے کرایہ داروں نے کیا کہنا تھا انہوں نے قبول کر لیا۔ ہم نے نئی امی کا جو شرعی طور پر ابو کی طرف سے حصہ بنتا تھا وہ دے دیا۔ نئے خریدار نے نئی امی سے ان کا مکان ایک ماہ میں خالی کروا لیا۔

میں نے ساری رقم انہیں دے دی انہوں نے

اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر پارٹنرشپ کر لی اور نیا کاروبار شروع کر دیا جو اچھا خاصا چل نکلا۔ گھر والوں کا رویہ بھی میرے ساتھ خوشگوار ہو گیا تھا، کوئی دو سال امن اور چین سے گذرے تو مجھ پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ کاروبار کے سلسلے میں ایک دوسرے شہر جاتے ہوئے ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ جب ان کی لاش گھر آئی تو میں صدمے سے بے ہوش ہو گئی۔ بہت دیر کے بعد ہوش آئی تو میری چیخیں آسمانوں کو چھونے لگیں۔ وہ زندگی کی حرارت سے بھرپور میرے لئے مہربان سایہ ان کی میرے لئے پیار بھری مسکراہٹ ہمیشہ کے لئے مجھ سے منہ موڑ گئی تھی۔ میرے آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے، تھمتے بھی کیسے میں ان کی میت سے سر ٹکرا رہی تھی۔ محلے کی عورتیں مجھے سنبھال رہی تھیں لیکن کسی کے سنبھالنے سے کب قرار آتا ہے کچھ ہی عرصہ پہلے تو وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ کل کو اگر مجھے کچھ ہو گیا اور میں نہ رہا تو آپ کا اور آپ کے بچوں کا سہارا کون ہو گا۔ آپ کو تو ہماری بہت فکر تھی، آپ نے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ اور ہمارا خیال کئے بغیر ہی آپ منہ موڑ گئے۔ میں پاگل ہوئی جا رہی تھی اور نہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی۔ مجھے روتا دیکھ کر معصوم عنبرین بھی بری طرح روئے جا رہی تھی۔ شام کو انہیں قبرستان لے چلے تو میں نے ان کی چارپائی تھام لی اور روتے روتے بے حال ہو گئی۔ لوگ انہیں لے جانے لگے تو میں ایک ایک کے پاؤں پڑنے لگی۔ ابھی نہ لے کر جاؤ خدا کے لئے ابھی نہ لے کر جاؤ لیکن جانے والوں نے تو جانا ہی ہوتا ہے کون کب کسی کو روک سکا ہے، انہیں بھی لوگ لے گئے اور میں اکیلی ہی روتی رہ گئی۔ میری تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی تھی۔ ایک انہی کا سہارا تھا کہ جن کی وجہ سے زندگی کی دو گھڑیاں اچھی گزری تھیں لیکن شاید ہی خوشی بھی میرے نصیب میں نہ تھی۔ ننھی عنبرین کی نظریں ادھر اُدھر بھٹکتی تھیں شاید وہ بھی اپنے باپ کو تلاش کرتی ہو لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ وہ یتیم ہو چکی ہے۔ میں تو آگے ہی غموں سے چور تھی اس نئے صدمے نے تو مجھے جیتے جی مار دیا تھا۔ میں کتنے ہی مہینے پاگلوں کی طرح سب کے چہرے دیکھتی رہی مگر مجھ سے کسی نے بھی ہمدردی کے دو بول نہ کہے۔ ان کی یاد آتی تو آنسو نکل آتے میں اپنے کمرے میں گھنٹوں روتی رہتی۔ یوں محسوس ہوتا کہ وہ ابھی کمرے میں داخل ہوں گے ہاتھ میں کئی چیزیں پکڑی ہوں گی اور وہ آتے ہی کرسی پر بیٹھ جائیں گے۔ ان کے بیٹھتے ہی عنبرین ان کی گود میں چڑھنے کی کوشش میں لگ جاتی تھی۔ وہ عنبرین کو پکڑ کر ہوا میں اچھالتے پھر دوبارہ اپنی گود میں بٹھا لیتے اور مجھے دیکھتے ہوئے مسکراتے جاتے۔ مگر اب تو باتیں خواب بن کر رہ گئی تھیں۔ پانچ چھ ماہ میں ان کے گھر رہی ان کے گھر والوں کا رویہ میرے ساتھ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ ان سب کا یہ کہنا تھا کہ میں منحوس ہوں کہ ان کے جوان بیٹے کو ڈائن بن کر نگل گئی ہوں۔ اپنی ساس کی یہ بات سن کر میں سکتے میں آ گئی۔ اب تو انہوں نے مجھے اور عنبرین کو کھانا دینا بھی بند کر دیا تھا۔ ہم دونوں ماں بیٹی کئی کئی وقت بھوکے رہنے لگے تھے۔ مجھے مستقل طور پر ہلکا ہلکا سا بخار رہنے لگا تھا۔ دوائی ماننا یا علاج معالجہ تو دوا کی بات ہے یہاں تو وہ لوگ روٹی دینے کو روادار نہ تھے۔ میں چند ہی مہینوں میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئی۔ عنبرین بھی کملا کر رہ گئی تھی۔ ایک دن ان کے گھر والوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔

میں عنبرین کی انگلی تھامے گلی میں آنے جانے والوں کا منہ تک رہی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کہاں جاؤں۔ میں عنبری کی انگلی تھامے چلتی چلتی مین سڑک پر آ گئی اور آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ میں نہ جانے کتنی دیر وہاں کھڑی رہی۔ اے ثمرین! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ پیچھے سے ایک عورت کی آواز آئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خالہ شکوراں اپنے نواسے کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ ہمارے محلے کی رہنے والی تھی۔ انہیں دیکھ کر میں بری طرح رو پڑی اور انہیں ساری

بات بتائی تو ان کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔ بیٹی خدا نے تمہارے نصیب نہ جانے کس طرح سے لکھے ہیں کہ پہلے ساری عمر بچپن میں دکھ سہے۔ ذرا سی خاوند کی خوشی ملی تو وہ بھی قدرت نے چھین لی اور تو اس نوعمری میں ہی بیوہ ہوگئی۔ تو میرے ساتھ چل میں اپنی بیٹی کے ہاں جا رہی ہوں، اپنے نواسے کو چھوڑنے، چل وہاں چلتے ہیں۔ پھر تیرا کوئی بندوبست کرتی ہوں۔ خالہ مجھے لے کر دوسرے شہر میں اپنی بیٹی کے ہاں آ گئیں۔ وہ بڑے پیار سے ملی، بڑی پیار اور محبت والی لڑکی تھی۔ میری داستان سن کر وہ بہت روئی۔ وہ ایک بھرے پرے گھر کی بہو تھی اس کے سسرال والے بہت اچھے تھے اس کا خاوند سعودیہ میں کام کرتا تھا۔ امی آپ اسے میرے پاس چھوڑ جائیں میں اس کا کچھ نہ کچھ بندوبست کروں گی۔ اس نے اپنی ماں سے کہا۔ خالہ شکوراں تین چار دن رہ کر واپس چلی آئیں انہوں نے اپنی بیٹی کو بہت تاکید کی اس کا خیال رکھنا یہ بے چاری بہت دکھی ہے۔ امی آپ فکر نہ کریں۔ اس نے انہیں تسلی دی۔ میں کوئی دس بارہ دن ان کے گھر رہی، اس بے چاری نے میری بڑی خدمت کی لیکن مجھے اب اچھا نہ لگ رہا تھا کہ میں مزید اس پر بوجھ بنوں۔ ایک دن میں نے اس سے بات کی کہ مجھے کوئی علیحدہ مکان لے دے تاکہ ان پر بوجھ نہ بنوں تو وہ ناراض ہونے لگی۔ میں نے بہت مشکل سے اسے منایا۔ دو چار دن میں اس نے مجھے اپنے گھر سے تین چار گلیاں دور ایک کمرے کا صاف ستھرا مکان لے دیا۔ میں عنبرین کے ساتھ کرائے کے نئے مکان میں چلی آئی۔ اس بے چاری نے مجھے دو چارپائیاں اور کچھ دیگر ضروری سامان بھی مہیا کر دیا۔ اس کے سسرال والے بھی مجھ سے بہت ہمدردی کرتے تھے لیکن میں کب تک ان پر بوجھ بنی رہتی میرے پاس کچھ زیور تھا میں نے وہ بیچ دیا اور ایک سلائی مشین لے لی اور محلے کی عورتوں اور بچوں کے کپڑے سینے لگی اور آہستہ آہستہ گھر کی گاڑی چلنے لگی۔ یہ محلہ واقعی شریف لوگوں کا تھا کسی نے میرے خلاف باتیں نہ بنائیں۔ نہ ہی مجھے کسی مرد نے تنگ کیا۔ یہاں میری عزت و آبرو کو کوئی خطرہ لاحق نہ تھا، سبھی میری بہت عزت کرتے تھے کیا چھوٹا کیا بڑا سبھی مجھے باجی کہتے تھے۔ عنبری پانچ سال کی ہو چکی تھی۔ خالہ شکوراں کی بیٹی اکثر میرے پاس آ جاتی تھی اور سارا دن گذار کر جایا کرتی تھی۔ ثمرین کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو ہمارے گھر سے جایا کرو۔ وہ بھی تمہارا ہی گھر ہے میں اس کی ہمدردی کی بہت مشکور تھی۔ کوئی سال بھر کے بعد اس کا خاوند آیا۔ اسے سعودیہ میں اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تو وہ دونوں میاں بیوی مجھے ملنے آئے۔ ثمرین! میں نے گھر میں کہہ دیا ہے وہ تمہارا خیال رکھیں گے کسی چیز کی ضرورت ہو تو شرمانا نہیں وہاں سے جا کر لے لیا کرنا۔ جا کر خانہ کعبہ میرے لئے دعا کرنا کہ اللہ مجھے بھی سکھ دن دکھائے۔ میں نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ان شاء اللہ ضرور دعا کروں گی۔ اس نے بڑے خلوص سے کہا۔ اگلے روز وہ اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔

پھر کچھ یوں حالات ہوئے کہ کام ملنا ہی بند ہو گیا۔ اوسط درجے کے لوگوں کا محلہ تھا۔ دال روٹی ہی لوگوں کی بڑی مشکل سے پوری ہو رہی تھی۔ روز نت نئے کپڑے کون سلواتا گھر میں فاقوں کی نوبت آ گئی۔ چند دن تو اڑوس پڑوس سے مانگ کر گزارا کیا۔ کہاں تک مانگتی بہت شرم آتی پھر ایک دن طاہرہ کے گھر گئی تو انہوں نے بہت مدد کی۔ دس پندرہ دن اچھے گزر گئے پھر وہی فاقوں کی نوبت۔ میں نے تو دو دن سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔ عنبرین بھوک سے بلک رہی تھی۔ میں کس سے مانگتی، کہاں سے مانگتی، کب تک مانگتی، محلے والے بہت ہمدرد تھے لیکن میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں اڑوس پڑوس سے مزید مانگوں لیکن عنبرین کا بھوک سے بلکنا مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا اسی لئے اسے لے کر اس پارک میں آ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اپنے محلے سے کہیں دور نکل کر کچھ بھیک ہی مانگ لوں گی۔ میں تو گذارا کر لوں گی لیکن اس ننھی سی جان کے پیٹ میں

کچھ نہ کچھ پڑ جائے گا لیکن اس پارک میں آپ سے ملاقات ہوگئی اور آپ نے کچھ مہربانی کر دی۔

یہ ساری کہانی سنانے کے بعد وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ میری آنکھوں میں بھی پانی بھر آیا تھا۔ ننھی عنبرین میرے پاس بیٹی آئس کریم کھانے میں مگن تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ مجھے وہ ایک ننھا سا معصوم سا پاکیزہ سا فرشتہ لگی۔ انکل! آپ میرے ابو ہیں ناں۔ ننھی عنبرین نے آئس کریم کھاتے کھاتے مجھ سے پوچھا۔ میں نے ثمرین کی طرف دیکھا تو اس کے زرد گالوں پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ بیٹا آپ نے ایسے کیوں کہا۔ میں نے پوچھا۔ اس لئے انکل کہ جو ابو ہوتے ہیں وہی اپنے بچوں کو کھانے کی چیزیں لے کر دیتے ہیں۔ نہیں بیٹا میں آپ کا ابو تو نہیں ہوں میں تو آپ کا ماموں ہوں۔ آپ ماموں ہیں؟ عنبرین نے خوشی سے کھلکھلاتے ہوئے کہا اور باہر کو بھاگ گئی۔ ثمرین! تم فکر نہ کرو، تم آج سے میری بہن ہو۔ اگر تم پسند کرو تو میرے ہاں آ جاؤ۔ میرے پاس بہت بڑا مکان ہے اور جہاں میں اکیلا ہی رہتا ہوں۔ میں تمہارا ہر ممکن خیال رکھوں گا اور کچھ میرے گھر میں بھی رونق لگ جائے گی۔ مگر ایسے تو اچھا نہیں لگتا۔ اس نے کمزور سے لہجے میں کہا۔ بس چھوڑو ان باتوں کو، انہی باتوں نے تمہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔ بھائی سمجھتی ہو تو انکار نہیں چلے گا۔ اگر فضول اندیشوں کو دل میں جگہ دی تو یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں۔ اس نے میرے ساتھ رہنے پر حامی بھر لی اور میں دونوں کو اپنے گھر لے آیا۔ گھر میں ضرورت کی ہر چیز تھی۔ کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی۔ میں نے ایک بہترین کمرہ ثمرین کے لئے اور اپنی بھانجی کے لئے مخصوص کر دیا جس میں ضرورت کی ہر چیز تھی۔ بہترین ڈبل بیڈ، کلر ٹی وی، فریج وغیرہ۔ اگلے دن میں دونوں کو بازار لے گیا، دونوں کے لئے بہت سے کپڑے اور جوتے خریدے۔ عنبرین کے لئے ڈھیر سارے کھلونے لئے، اس کی خوشی قابل دید تھی۔ گھر واپس آ کر بھی وہ کھلونا کار چلاتی، کبھی ہوائی جہاز، کبھی سیٹی بجانے والی ریل گاڑی، کبھی بولنے والی گڑیا سے مصروف ہو جاتی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اتنے ڈھیر سارے کھلونوں سے بیک وقت کس طرح کھیلے۔ میں نے ثمرین کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ عنبرین کو میں نے ایک اچھے سکول میں داخل کروا دیا۔ وہ مجھ سے بہت مانوس ہوگئی تھی اور وہ تھی بھی اتنی پیاری بچی کہ اسے دیکھ کر خواہ مخواہ پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔

گھر میں مستقل طور پر ایک ملازمہ تھی جس کے ذمہ گھر کے سارے کام تھے اس لئے ثمرین کو کوئی کام کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن اس کو بخار کا جو مستقل روگ لگ گیا تھا وہ بخار کسی طرح سے ٹوٹ ہی نہیں رہا تھا۔ ایک ڈاکٹر میرا بہت ہی اچھا دوست تھا اور شہر کے مرکزی علاقے میں اس کا بہت ہی اعلیٰ معیار کا پرائیویٹ ہسپتال تھا۔ میں ثمرین کو اس کے کلینک پر لے گیا۔ جہاں ثمرین کے بہت سے ٹیسٹ ہوئے آپ ایسا کریں کہ ایک ہفتے کے بعد آ کر ٹیسٹ رپورٹیں لے جائیں۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا۔ ایک ہفتے کے بعد میں ٹیسٹ رپورٹیں لینے گیا تو ڈاکٹر نے مجھے بٹھایا۔ کچھ دیر وہ رپورٹیں پڑھتا رہا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ خود ہی بولا۔ آپ کو کچھ باتیں بتانی ہیں امید ہے کہ آپ ذرا حوصلے سے سنیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے انسان بے بس ہے۔ ہم کوشش کریں گے لیکن کوئی خاص امید نہیں ہے۔ یار ڈاکٹر سیدھی اور صاف بات کرو، کیا دل کو ڈرا رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ ثمرین بی بی کو کینسر ہے اور یہ مرض اس سٹیج پر پہنچ چکا ہے کہ اب ان کا بچنا ناممکن ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال اور جی سکیں گی وہ بھی اس صورت میں کہ اگر انہیں بہت اچھی خوراک ملے اور ان کا بہت اچھا علاج ہوتا

رہے۔ ڈاکٹر یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے بے یقینی سے کہا۔ اتنی پیاری لڑکی اس کا چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا۔ ڈاکٹر احسان افسردگی سے مسکرایا۔ میں وہاں سے بے حد مایوس ہو کر اٹھا۔ ثمرین اتنی پیاری لڑکی جس کے چہرے پر فرشتوں جیسی معصومیت اور پاکیزگی کا ایک انوکھا سا نور تھا وہ موت کے منہ میں جا رہی تھی۔ میں اسے کیسے بتاؤں میں نے ٹیسٹ رپورٹوں کی فائل ڈیش بورڈ پر پھینکتے ہوئے سوچا۔ مجھ میں ہمت نہ تھی کہ میں ثمرین کا سامنا کرتا۔ آخر اسے کیا بتاتا جھوٹ ہی بولنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ عنبرین سکول سے آ چکی تھی میں نے گاڑی اندر گیراج میں پارک کی تو وہ دوڑی دوڑی آئی اور میری ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ ماموں میرے لئے ٹافیاں لائے ہیں۔ میں نے اسے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اوہو بیٹا یاد نہیں رہا۔ بس پھر مجھے نیچے اتار دیں میں آپ سے بولتی ہی نہیں۔ وہ منہ بھورنے لگی۔ ارے ارے بھائی یہ لو اپنی ٹافیوں کا پیکٹ۔ میں نے جیب سے ٹافیوں کا پیکٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا اور اسے گود میں ہی اٹھائے ہوئے ثمرین کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ لیٹی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ امی یہ دیکھیں ماموں میرے لئے کیا لائے ہیں۔ عنبرین نے ٹافیوں کا پیکٹ اپنے ہاتھوں میں جھلاتے ہوئے کہا۔ عنبرین تم بہت خراب ہو گئی ہو ہر وقت ماموں کو تنگ کرتی رہتی ہو۔ ثمرین نے اسے گھورا۔ چلو کوئی بات نہیں بچوں کے لاڈ تو اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر سے رپورٹیں لے آئے ہیں۔ ثمرین نے مجھ سے پوچھا۔ ہاں، لے آیا ہوں۔ کیا کہہ رہے تھے؟ کہہ رہے تھے کہ کوئی خاص بات تو نہیں بخار ہے ذرا بگڑ گیا ہے تھوڑے سے علاج معالجے سے ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے آنکھیں ملائے بغیر کہا لیکن مجھے احساس ہوا کہ میرے لہجے میں خالی پن سا تھا۔

مجھے اپنا جھوٹ کھوکھلا سا لگا شاید جھوٹ بولتے ہوئے میرے لہجے میں آنسو شامل ہو گئے تھے۔ وہ کچھ دیر میری جانب دیکھتی رہی میں اس سے نظریں نہ ملا سکا۔ میں اس کے کمرے کی کھڑکی کھول کر لان کی طرف جھانکنے لگا اس لئے کہ وہ میری آنکھوں میں امڈتے ہوئے آنسو نہ دیکھ لے۔ ادھر دیکھو میری طرف۔ ثمرین نے کہا۔ ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔ اس نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا مجھے اپنی بہن کہتے ہو۔ کہتا نہیں ہوں، کہنا اور سمجھنا کیا تم ہو ہی میری بہن۔ میں نے سر جھکا کر کہا۔ پھر کیا بھائی اپنی بہنوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ اس نے کہا۔ میرا دل کانپ گیا۔ میں نے ...... میں نے تو کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے ہکلا کر کہا۔ تم چاہے بتاؤ یا نہ بتاؤ، میں تمہیں بتاتی ہوں مجھے بلڈ کینسر ہے اور میری زندگی بھی بہت تھوڑی سی رہ گئی ہے شاید چند ماہ یا تھوڑی سی زندگی اور۔ ثمرین نے ٹھنڈی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ تمہیں کیسے پتہ لگا؟ خالہ شکوراں کی بیٹی نے مجھے ایک ڈاکٹر کو دکھایا تھا، اسی نے بتا دیا تھا۔ ثمرین نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ پہلے مجھے بہت فکر تھی کہ میرے مرنے کے بعد عنبرین کا کیا ہو گا لیکن قدرت نے عنبرین پر رحم کیا اور اس ایک ماموں اور مجھے ایک بھائی مل گیا۔ مجھے یہ یقین ہے کہ تم زندگی بھر اس کا خیال رکھو گے اور وہ بھی میری کمی کو اتنا محسوس نہیں کرے گی۔ جب میں بھی اپنی ماں کی طرح اللہ کے پاس چلی جاؤں گی۔ اس نے سسکی لے کر کہا، آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک آئے، میرے بھی آنسو بہہ نکلے، میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب عنبرین ہی میری بیٹی ہے۔ ثمرین روزانہ اپنی امی کی تصویر سے گھنٹوں باتیں کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا انتظار کر رہی ہے......!

ریت کے خواب

......آمنہ۔ راولپنڈی

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں. میں شرافت کی سب حدیں پا کر چکی تھی میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ میں کسی کی بیوی ہوں. کسی کی بیٹی ہوں، کسی کے گھر کی عزت ہوں. عرفان غریب ضرور تھے لیکن انہوں نے مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی. بے حد مجھے چاہتے تھے. میرے شوہر عرفان بہت شریف انسان تھے انہوں نے کبھی مجھ پہ شک نہیں کیا اور نہ کبھی مجھے اس نگاہ سے دیکھا اور نہ کبھی مجھ سے پوچھا کہ تم گھر سے باہر کیوں جاتی ہو اور کہاں رہتی ہو. وہ مجھ پہ بے حد بھروسہ کرتے، اس کا میں ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی

... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

جو ہو سکے تو یہ رات اوڑھ لے تن پہ بجھا چراغ
اندھیروں میں کیوں ٹٹولتے ہو
امی سے مانگ لو خیرات اس کے خوابوں کی آمنہ
وہ جاگتی ہوئی آنکھوں میں نیند گھولتا ہے

خواب جتنے بھی جاندار اور مضبوط ہوں آنکھ کھلنے پہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ خوابوں کی دنیا بہت دلکش ہوتی ہے مگر خوابوں کی تعبیریں بہت بھیانک ہوتی ہیں کیونکہ ہر انسان خواب اپنی مرضی سے دیکھتا ہے مگر تعبیریں مقدر سے ملتی ہیں۔ ہم جو خواب بنتے ہیں ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ ہم نے کیا کیا اور کس کس کا خواب اپنی آنکھوں میں سجایا ہے مگر جب خواب ٹوٹتے ہیں بکھرتے ہیں پھر پتہ چلتا ہے ہم نے کتنے سنگدل خوابوں کو اپنی آغوش میں سجایا تھا۔ جب شیشے ٹوٹتے ہیں تو ان کی آواز بھی سنائی دیتی ہے مگر جب دل ٹوٹتے ہیں خواب ٹوٹتے ہیں تو کسی کو کچھ سنائی نہیں دیتا کبھی کبھی پتھروں کی چٹانوں کی طرح خواب ریت کی مانند مسمار ہو جاتے ہیں۔ ان خوابوں کی ریت نہ جانے کہاں کہاں اڑ کے چلی جاتی ہے۔ ہم خوابوں کو کیسے قید کر سکتے ہیں اور ٹوٹتے ہوئے خوابوں کے ریت کے ذروں کو کیسے قید کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے خواب تو اپنے خواب نہیں ہوتے وہ تو کسی اور کے ہوتے ہیں اور نہ جانے وہ کس کا ہوتا ہے۔

نہ جانے کس بات پہ وہ ہم سے ناراض ہے آمنہ
خوابوں میں بھی ملتا ہے تو بات نہیں کرتا

دوستو! آج میں جو کہانی لے کر حاضر ہوئی ہوں یہ کہانی میری دوست کی کزن کی ہے۔ یہ ایک سچی اور سبق آموز کہانی ہے مجھے یقین ہے یہ کہانی پڑھ کر تمام لڑکیاں سبق حاصل کریں گی۔ آئیے سحرش کی کہانی اس کی زبان سنتے ہیں۔

میرا نام سحرش ہے، میرا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے، میرے ابو کی ڈیتھ ہو چکی ہے، ابو کی تھوڑی بہت پنشن ملتی ہے جس سے ہمارے گھر کا گزارا ہوتا ہے۔ مجھ سے بڑی دو بہنیں ہیں ان کی شادیاں ہو چکی ہیں، میری امی کی طبیعت زیادہ تر خراب رہتی تھی جس کی وجہ سے گھر کی ساری ذمہ داری میرے اوپر تھی، میں بازار

سے سودا سلف خود لے کر آتی۔ ایک دن ایسا ہوا میں بازار سے سامان خریدنے گئی میری نظر ایک بک سٹال پر پڑی وہاں پر ہر قسم کے رسالے پڑے ہوئے دکھائی دیئے میں نے بھی ایک رسالہ خرید لیا اور واپس گھر آ گئی اس لئے گھر آ کر سارے کام جلدی جلدی ختم کئے اور رسالہ پڑھنے بیٹھ گئی۔ میں جوں جوں رسالہ پڑھتی گئی مجھے اچھا لگتا گیا میں خوابوں کی دنیا میں کھونے سے اپنے آپ کو نہ روک سکی اور میں یہی سوچنے لگی ایک شہزادہ میری زندگی میں آئے گا اور مجھے ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ شہزادہ بھی وہ جو دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو میرے لئے جان قربان کرنے کو تیار ہو میرے ایک اشارے پر سب کچھ لٹانے کو تیار ہو پھر ایسا ہی ہونے لگا میں خوابوں کی دنیا میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی میرا گھر کے کسی بھی کام میں دھیان نہ ہوتا اور نہ ہی کچھ کرنے کو جی چاہتا۔ روزانہ کام کرنے کی وجہ سے مجھے امی کی ڈانٹ پڑتی لیکن مجھے اثر ہی کب ہوتا تھا۔ ایک دن امی نے مجھ سے کہا۔ بیٹا سحرش میں سوچ رہی ہوں کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر تمہاری شادی کر دوں۔ میں نے ہمیشہ کی طرح برہم ہوتے ہوئے کہا۔ امی میری شادی ہو گی تو کسی شہزادے سے اور وہ شہزادہ جلدی ہی آنے والا ہے۔ امی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ میری بیٹی تم پاگل ہو تمہارا دماغ خراب ہے ہم غریب لوگ ہیں۔ سحرش اس خیال میں نہ رہنا کہ کوئی راجہ اترے گا آسمان سے تیرے لئے۔ امی کی باتیں مجھے بہت بری لگ رہی تھیں میں بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔ میں بے حد خوبصورت تھی کیونکہ جب بھی میں گھر سے باہر نکلتی ہر طرف سے ستائشی نظریں میرے چہرے پر پڑتی تھیں اور میرا فخر و غرور سے سر اونچا ہو جاتا۔

ایک دن میری آپی نے اپنے دیور کا رشتہ میرے لئے امی سے مانگا میں نے غصے سے آپی کو کہا۔ آپ سب لوگ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں میں اس کالے کلوٹے سے شادی نہیں کروں گی میری شادی ہو گی تو صرف ایک شہزادے سے۔ امی نے بے بس ہوتے ہوئے آپی سے کہا۔ بیٹا تو ہی سمجھا اس پاگل کو میں تو سمجھا سمجھا کے تھک گئی ہوں اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی اور پھر آپی کا لیکچر شروع ہو گیا۔ دیکھو سحرش تم خوابوں کی دنیا میں کیوں کھوئی رہتی ہو۔ شکل تو بنانے والی خدا کی ذات ہے میری پاگل سحرش انسان کا دل دیکھنا چاہئے اصل چیز دل ہوتا ہے جس کے پاس اچھا اور محبت کرنے والا دل نہیں سمجھو کہ اچھی شکل کے باوجود اس کے پاس کچھ نہیں، بہت غریب اور کنگال ہے وہ انسان۔ ذرا سوچو اگر کوئی تمہیں شہزادہ بیاہنے آ جائے تو کیا فرق پڑتا ہے اگر اس کا دل سیاہ ہو اچھی شکل و صورت تو وقتی چیز ہے عمر کے ساتھ ساتھ حسن ڈھل جاتا ہے لیکن دل کی خوبصورتی لازوال ہوتی ہے اور وہی انسان کی زندگی کو خوبصورت بنا سکتی ہے۔ آپی کی باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ آپی نے اتنا لمبا لیکچر دیا لیکن بے فائدہ۔

اب اکثر ایسا ہونے لگا میرے لئے کئی رشتے آنا شروع ہو گئے لیکن کوئی بھی لڑکا مجھے پسند نہ آتا۔ امی میری ان حرکتوں سے بہت تنگ تھی وہ اکثر میری وجہ سے پریشان رہنے لگی تھیں وقت گزرتا گیا امی کی صحت دن بدن خراب ہوتی گئی وہ بستر کی ہو کے رہ گئیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا ہمارے کوئی دور کے رشتہ دار تھے انہوں نے میرا رشتہ مانگا امی نے مجھ سے پوچھے بغیر میرا رشتہ طے کر دیا اس دفعہ میں امی کی حالت دیکھ کر کوئی شور نہ کر سکی مجبوراً ہاں کر دی اور یوں میں بیاہ کر عرفان کے آنگن میں آ گئی۔ میں سیج پہ دلہن بنی بیٹھی ہزاروں ارمان سجائے عرفان کا انتظار کر رہی تھی آج میرا دل میرے بس میں نہیں تھا زور زور سے دھڑک رہا تھا میں خیالوں میں گم یہ سوچے جا رہی تھی عرفان بالکل ویسے ہی ہوں گے میرے خوابوں کے شہزادے کی طرح۔ اچانک دروازہ کھلا قدموں کی آہٹ سنائی دی، میرا دل بہت زیادہ تیز دھڑک رہا تھا۔ عرفان میرے پاس آ کر بیٹھ گئے انہوں نے میرا گھونگھٹ اٹھایا ہم دونوں کی

آپس میں نظریں ملیں تو میں نے دیکھا عرفان ایک عام سی شخصیت کے مالک ہیں خوبصورت تو بالکل بھی نہیں میں نے جس شہزادے کا برسوں انتظار کیا طرح طرح کے سپنے دیکھے وہ آج عرفان کو دیکھتے ہی ٹوٹ کے بکھر گئے مجھے عرفان سے نفرت سی ہونے لگی۔ میری لاکھ کوشش کے باوجود نفرت دن بدن کم ہونے کی بجائے زیادہ ہی ہونے لگی۔ عرفان بہت زیادہ غریب تھے لیکن اس کے باوجود وہ میری ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ عرفان کے والدین کی ڈیتھ ہو چکی تھی انہیں چچا چچی نے پالا تھا۔ عرفان ہمیشہ میرا خیال رکھتے مجھے ٹوٹ کے چاہتے تھے لیکن میرے دل میں ان یک کوئی قدر نہیں تھی۔ میں ہمیشہ انہیں نظر انداز کرتی رہتی۔

ایک دن میں شاپنگ کے لئے بازار گئی جب میں شاپنگ سینٹر کے اندر داخل ہوئی میری نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی میں اسے دیکھتے ہی اپنا دل ہار گئی۔ اسے دیکھ کے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے میرے خوابوں کا شہزادہ مل گیا ہے اور مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اب میری تلاش ختم ہو گئی ہے یہی وہ انسان ہے جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔ میری نظریں اس کے چہرے سے ہٹ نہیں رہی تھیں میں پاگل سی ہونے لگی تھی اسے دیکھ کر میں نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ خیر میں نے تھوڑی بہت شاپنگ کی اور واپس گھر آ گئی۔ گھر آ کر میرا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ آج میرا دل بھی میرے بس میں نہیں تھا میری نظریں اسے پھر سے دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی تھیں، پاگل سی ہو رہی تھیں۔ میں اس کے ہی خیالوں میں گم رہنا اچھا لگ رہا تھا پھر اکثر ایسا ہونے لگا میں روز کسی نہ کسی بہانے سے شاپنگ سینٹر جانے لگی وہ اس شاپنگ سینٹر کا مالک تھا۔ میری اس سے بات چیت ہونے لگی آہستہ آہستہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف ہو گئے اس نے اپنا نام عادل بتایا اور مجھے دوستی کی آفر کی۔ میں نے اس کی آفر خوشی سے قبول کر لی اور یوں ہماری دوستی ہو گئی۔

اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی کہ ہماری ملاقاتیں ہونے لگیں۔ میں عادل کا ساتھ پا کر بے حد خوش اور پرسکون تھی میں جب بھی عادل سے ملنے کے لئے جاتی چچا چچی سے جھوٹ بولتی۔ میں نے اپنے دوست کے گھر جانا ہے، میں نے بازار سے فلاں چیز لانی ہے، چچا چچی روز میرے بہانوں سے تنگ آ چکے تھے۔ ایک دن میں عادل سے ملاقات کر کے واپس جب گھر آئی تو چچی نے مجھ سے سوال کیا تم روز کہاں جاتی ہو اگر بازار جاتی ہو تو چھ چھ گھنٹوں کے بعد واپس آتی ہو آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اس دن میں نے عرفان کی چچی سے خوب جھگڑا کیا اور کہا۔ میں آپ کے حکم کی غلام نہیں ہوں، میرے دل میں جو آئے گا میں وہی کروں گی، سمجھیں آپ۔ میں نے چچی سے خوب جھگڑا کیا۔ شام کو جب عرفان گھر لوٹے تو چچی نے ان سے میری شکایت کر دی عرفان نے ناراض ہونے کی بجائے بس اتنا ہی کہا آپ ہمیشہ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہیں مجھے اپنی سحرش پہ بہت یقین ہے یہ کبھی میرے بھروسے کو نہیں توڑے گی۔ عرفان کی باتوں سے میری ہمت اور بڑھ گئی، میرے دل میں پہلے جو تھوڑا بہت ڈر تھا وہ بھی آج عرفان کی باتیں سن کر ختم ہو گیا۔ میری عادل سے ملاقاتیں ہوتی رہیں میں اسے اپنا سب کچھ دے بیٹھی تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں۔ میں شرافت کی سب حدیں پار کر چکی تھی میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ میں کسی کی بیوی ہوں، کسی کی بیٹی ہوں، کسی کے گھر کی عزت ہوں۔ عرفان غریب ضرور تھے لیکن انہوں نے مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ بے حد مجھے چاہتے تھے۔ میرے شوہر عرفان بہت شریف انسان تھے انہوں نے کبھی مجھ پہ شک نہیں کیا اور نہ کبھی مجھے اس نگاہ سے دیکھا اور نہ کبھی مجھ سے پوچھا کہ تم گھر سے باہر کیوں جاتی ہو اور کہاں رہتی ہو۔ وہ مجھ پہ بے حد بھروسہ کرتے، اس کا میں ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔

ایک دن ایسا ہوا عادل نے مجھے کال کی اور ملاقات کے لئے کہا۔ میں مان گئی اور اچھی طرح تیار ہو کر میں گھر سے نکلی عرفان کے چچا چچی نے میرا پیچھا کرنا شروع کر دیا انہوں نے مجھے عادل کے ساتھ سیر و تفریح کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے بہت ہنگامہ کیا گھر آ کر عرفان کو میرے خلاف خوب بھڑکایا۔ عرفان تھے کہ انہوں نے ان سب کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا اور کہا۔ آپ سب جھوٹ بولتے ہو آپ لوگ میری سحرش پہ الزام مت لگاؤ مجھے اس پہ یقین ہے یہ کبھی میرے بھروسے کو نہیں توڑے گی مجھے کبھی شرمندہ نہیں کرے گی۔ مجھے شہزادے کا جو بھوت تھا وہ اب اتر چکا تھا، مجھے عرفان کی باتوں سے حوصلہ ملا میں اس رات سو نہ سکی میرے ضمیر نے مجھے بہت ملامت کیا میں نے سوچا میں جانے انجانے میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھی ہوں۔ میں ایک شریف گھرانے کی بہو اور بیوی ہوں مجھے یہ سب باتیں زیب نہیں دیتیں میں نے خود کو بہت برا بھلا کہا میں نے سوچا میں خودکشی کر لوں، مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا میرا شوہر جو مجھے اتنا پیار کرتا ہے میں اسے سزا کیوں دے رہی ہوں۔ شہزادے کا ملنا یہ سب فلموں اور ڈراموں میں ہی اچھا لگتا ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ عرفان بہت اچھے ہیں اور میں ان کے بارے میں کیا سوچتی رہی۔ آج مجھے آپی کی باتیں بہت شدت سے یاد آ رہی تھیں انسان کا دل دیکھنا چاہئے صورت سب کچھ نہیں ہوتی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی سچے دل سے توبہ کی میں نے عادل سے ناطہ توڑ لیا میں نے چچی سے معافی مانگی انہوں نے مجھے معاف کر دیا۔ میں سچے دل سے سب کا خیال رکھنے لگی سب کو ٹائم دینے لگی۔ گھر کے سارے کام میں نے سنبھال لئے اس سے میں نے چچا چچی کا دل جیت لیا۔ آج میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں میں ان تمام لڑکیوں کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں جو میری طرح شادی سے پہلے اپنے دل و دماغ میں ایسے سپنے ایسے خواب سجا لیتی ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ خدارا وہ ایسا مت کریں کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی اور اپنے بستے گھر اجاڑ دیں۔ میں ان تمام لڑکیوں سے اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ ہر شوہر عرفان نہیں ہوتا۔

دوستو! آپ کو یہ کہانی کیسی لگی؟ اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔

☼●☼

مجھے تم سے محبت ہے

پہلی فرصت میں کہہ دینا مجھے تم سے محبت ہے
نہ نفرت میں پڑے رہنا مجھے تم سے محبت ہے
دنیا طنز کرتی ہے ہمیشہ پیار والوں پر
میری خاطر یہ دکھ سہنا مجھے تم سے محبت ہے
ہر خط کے آخر میں وہ تیرا لازمی لکھنا
میرے ہو میرے رہنا مجھے تم سے محبت ہے
میرا اقرار سننے کو تو کتنا مجھ سے کہتا تھا
ذرا پھر سے یہی کہنا "مجھے تم سے محبت ہے"
ابھی تک قائم ہوں میں تو اسی الفت کے وعدے پر
محبت ہے میرا گہنا مجھے تم سے محبت ہے
کہیں گمنام راہوں پہ ملے اُدیالوی تجھ کو
تو اس کو اتنا کہہ دینا مجھے تم سے محبت ہے

☆..... نواز اُدیالوی- اُدیاں شریف

پیاری ماں

تیرے آنچل کے سائے میں گزار دیا سارا جیون
اب سورج کی روشنی آنکھوں میں چبھنے لگی ہے ماں
یہ کن دکھوں کن تکلیفوں کے حوالے کر گئی ہو
تیرے بنا میری روح تڑپنے لگی ہے ماں
تو نے تو سجائے کتنے سپنے میرے مستقبل کے
پھر کیوں سب ادھورے چھوڑ کر تو جانے لگی ہے ماں
تجھے پتہ تھا تیرے سوا کوئی نہیں ہے میرا
پھر کس کے سہارے چھوڑ کر تو یوں چھپنے لگی ہے ماں
کیسے گزاروں گی اپنی زندگی کے باقی دن میں
تیرے بنا ابھی سے میری سانس رکنے لگی ہے ماں

☆...... نامعلوم

آپس میں نظریں ملیں تو میں نے دیکھا عرفان ایک عام سی شخصیت کے مالک ہیں خوبصورت تو بالکل بھی نہیں میں نے جس شہزادے کا برسوں انتظار کیا طرح طرح کے سپنے دیکھے وہ آج عرفان کو دیکھتے ہی ٹوٹ کے بکھر گئے مجھے عرفان سے نفرت سی ہونے لگی۔ میری لاکھ کوشش کے باوجود نفرت دن بدن کم ہونے کی بجائے زیادہ ہی ہونے لگی۔ عرفان بہت زیادہ غریب تھے لیکن اس کے باوجود وہ میری ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ عرفان کے والدین کی ڈیتھ ہو چکی تھی انہیں چچا چچی نے پالا تھا۔ عرفان ہمیشہ میرا خیال رکھتے مجھے ٹوٹ کے چاہتے تھے لیکن میرے دل میں ان یک کوئی قدر نہیں تھی۔ میں ہمیشہ انہیں نظر انداز کرتی رہتی۔

ایک دن میں شاپنگ کے لئے بازار گئی جب میں شاپنگ سینٹر کے اندر داخل ہوئی میری نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی میں اسے دیکھتے ہی اپنا دل ہار گئی۔ اسے دیکھ کے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے میرے خوابوں کا شہزادہ مل گیا ہے اور مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اب میری تلاش ختم ہو گئی ہے یہی وہ انسان ہے جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔ میری نظریں اس کے چہرے سے ہٹ نہیں رہی تھیں میں پاگل سی ہونے لگی تھی اسے دیکھ کر میں نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ خیر میں نے تھوڑی بہت شاپنگ کی اور واپس گھر آ گئی۔ گھر آ کر میرا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ آج میرا دل بھی میرے بس میں نہیں تھا میری نظریں اسے پھر سے دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی تھیں، پاگل سی ہو رہی تھیں۔ میں اس کے ہی خیالوں میں گم رہنا اچھا لگ رہا تھا پھر اکثر ایسا ہونے لگا میں روز کسی نہ کسی بہانے سے شاپنگ سینٹر جانے لگی وہ اس شاپنگ سینٹر کا مالک تھا۔ میری اس سے بات چیت ہونے لگی آہستہ آہستہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف ہو گئے اس نے اپنا نام عادل بتایا اور مجھے دوستی کی آفر کی۔ میں نے اس کی آفر خوشی سے قبول کر لی اور یوں ہماری دوستی ہو گئی۔

اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی کہ ہماری ملاقاتیں ہونے لگیں۔ میں عادل کا ساتھ پا کر بے حد خوش اور پرسکون تھی میں جب بھی عادل سے ملنے کے لئے جاتی چچا چچی سے جھوٹ بولتی۔ میں نے اپنے دوست کے گھر جانا ہے، میں نے بازار سے فلاں چیز لانی ہے، چچا چچی روز میرے بہانوں سے تنگ آ چکے تھے۔ ایک دن میں عادل سے ملاقات کر کے واپس جب گھر آئی تو چچی نے مجھ سے سوال کیا تم روز کہاں جاتی ہو اگر بازار جاتی ہو تو چھ چھ گھنٹوں کے بعد واپس آتی ہو آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اس دن میں نے عرفان کی چچی سے خوب جھگڑا کیا اور کہا۔ میں آپ کے حکم کی غلام نہیں ہوں، میرے دل میں جو آئے گا میں وہی کروں گی، سمجھیں آپ۔ میں نے چچی سے خوب جھگڑا کیا۔ شام کو جب عرفان گھر لوٹے تو چچی نے ان سے میری شکایت کر دی عرفان نے ناراض ہونے کی بجائے بس اتنا ہی کہا آپ ہمیشہ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہیں مجھے اپنی سحرش پہ بہت یقین ہے یہ کبھی میرے بھروسے کو نہیں توڑے گی۔ عرفان کی باتوں سے میری ہمت اور بڑھ گئی، میرے دل میں پہلے جو تھوڑا بہت ڈر تھا وہ بھی آج عرفان کی باتیں سن کر ختم ہو گیا۔ میری عادل سے ملاقاتیں ہوتی رہیں میں اسے اپنا سب کچھ دے بیٹھی تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں۔ میں شرافت کی سب حدیں پار کر چکی تھی میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ میں کسی کی بیوی ہوں، کسی کی بیٹی ہوں، کسی کے گھر کی عزت ہوں۔ عرفان غریب ضرور تھے لیکن انہوں نے مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ بے حد مجھے چاہتے تھے۔ میرے شوہر عرفان بہت شریف انسان تھے انہوں نے کبھی مجھ پہ شک نہیں کیا اور نہ کبھی مجھے اس نگاہ سے دیکھا اور نہ کبھی مجھ سے پوچھا کہ تم گھر سے باہر کیوں جاتی ہو اور کہاں رہتی ہو۔ وہ مجھ پہ بے حد بھروسہ کرتے، اس کا میں ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔

ایک دن ایسا ہوا عادل نے مجھے کال کی اور ملاقات کے لئے کہا۔ میں مان گئی اور اچھی طرح تیار ہو

کر میں گھر سے نکلی عرفان کے چچا چچی نے میرا پیچھا کرنا شروع کر دیا انہوں نے مجھے عادل کے ساتھ سیر و تفریح کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے بہت ہنگامہ کیا گھر آ کر عرفان کو میرے خلاف خوب بھڑکایا۔ عرفان تھے کہ انہوں نے ان سب کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا اور کہا۔ آپ سب جھوٹ بولتے ہو آپ لوگ میری سحرش پہ الزام مت لگاؤ مجھے اس پہ یقین ہے یہ کبھی میرے بھروسے کو نہیں توڑے گی مجھے کبھی شرمندہ نہیں کرے گی۔ مجھے شہزادے کا جو بھوت تھا وہ اب اتر چکا تھا، مجھے عرفان کی باتوں سے حوصلہ ملا میں اس رات سو نہ سکی میرے ضمیر نے مجھے بہت ملامت کیا میں نے سوچا میں جانے انجانے میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھی ہوں۔ میں ایک شریف گھرانے کی بہو اور بیوی ہوں مجھے یہ سب باتیں زیب نہیں دیتیں میں نے خود کو بہت برا بھلا کہا میں نے سوچا میں خودکشی کر لوں، مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا میرا شوہر جو مجھے اتنا پیار کرتا ہے میں اسے سزا کیوں دے رہی ہوں۔ شہزادے کا ملنا یہ سب فلموں اور ڈراموں میں ہی اچھا لگتا ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ عرفان بہت اچھے ہیں اور میں ان کے بارے میں کیا سوچتی رہی۔ آج مجھے آپی کی باتیں بہت شدت سے یاد آ رہی تھیں انسان کا دل دیکھنا چاہئے صورت سب کچھ نہیں ہوتی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی سچے دل سے توبہ کی میں نے عادل سے ناطہ توڑ لیا میں نے چچی سے معافی مانگی انہوں نے مجھے معاف کر دیا۔ میں سچے دل سے سب کا خیال رکھنے لگی سب کو ٹائم دینے لگی۔ گھر کے سارے کام میں نے سنبھال لئے اس نے میں نے چچا چچی کا دل جیت لیا۔ آج میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں میں ان تمام لڑکیوں کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں جو میری طرح شادی سے پہلے اپنے دل و دماغ میں ایسے سپنے ایسے خواب سجا لیتی ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ خدارا وہ ایسا مت کریں کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی اور اپنے بستے گھر اجاڑ دیں۔ میں ان تمام لڑکیوں سے اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ ہر شوہر عرفان نہیں ہوتا۔

دوستو! آپ کو یہ کہانی کیسی لگی؟ اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔

●

مجھے تم سے محبت ہے

پہلی فرصت میں کہہ دینا مجھے تم سے محبت ہے
نہ نفرت میں پڑے رہنا مجھے تم سے محبت ہے
دنیا طنز کرتی ہے ہمیشہ پیار والوں پر
میری خاطر یہ دکھ سہنا مجھے تم سے محبت ہے
ہر خط کے آخر میں وہ تیرا لازمی لکھنا
میرے ہو میرے رہنا مجھے تم سے محبت ہے
میرا اقرار سننے کو تو کتنا مجھ سے کہتا تھا
ذرا پھر سے یہی کہنا "مجھے تم سے محبت ہے"
ابھی تک قائم ہوں میں تو اسی الفت کے وعدے پر
محبت ہے میرا گہنا مجھے تم سے محبت ہے
کہیں گمنام راہوں پہ ملے اُدیالوی تجھ کو
تو اس کو اتنا کہہ دینا مجھے تم سے محبت ہے

☆......نواز اُدیالوی- اُدیاں شریف

پیاری ماں

تیرے آنچل کے سائے میں گزار دیا سارا جیون
اب سورج کی روشنی آنکھوں میں چبھنے لگی ہے ماں
یہ کن دکھوں کن تکلیفوں کے حوالے کر گئی ہو
تیرے بنا میری روح تڑپنے لگی ہے ماں
تو نے تو سجائے کتنے سپنے میرے مستقبل کے
پھر کیوں سب ادھورے چھوڑ کر تو جانے لگی ہے ماں
تجھے پتہ تھا تیرے سوا کوئی نہیں ہے میرا
پھر کس کے سہارے چھوڑ کر تو یوں چھپنے لگی ہے ماں
کیسے گزاروں گی اپنی زندگی کے باقی دن میں
تیرے بنا ابھی سے میری سانس رکنے لگی ہے ماں

☆......نامعلوم

احمقانہ عشق

…… اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ

جب بھائی کی لاش دیکھی تو میرے پاپا بھی یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں اب بھی اتنی سخت دل بنی بیٹھی تھی کہ میرے چہرے سے ایسے لگ رہا تھا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن اب میرا عشق اب مجھے یہ پوچھ رہا تھا کہ اب کوئی اور رشتہ ہے تو بتاؤ میں اس کی بھی جان لوں کیونکہ تمہیں صرف عشق ہے ناں اپنے بھائی سے اب تو وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہا اب تم بتاؤ کہ اور کس کی جان لینی ہے. یہ سب سوال میرا اندر کر رہا تھا میرے ساتھ …… ایک ایسے عشق کی داستان جس نے تمام رشتوں کو کھا لیا، آیئے پڑھئے اور سوچئے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا کسی کو ، کیا یہ واقعی عشق تھا یا احمق پن!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! آج سے کافی عرصہ پہلے میری ایک تحریر "عجیب محبت" جولائی 2008ء میں شائع ہوئی تھی۔ یقیناً آپ کی نظروں سے بھی گزری ہو گی جو کہ ایک بہن اور بھائی کی محبت کی سٹوری تھی تو اس کو پڑھ کر ایک دوست نے اپنی تحریر میرے گھر کے ایڈریس پر بھیجی تھی لیکن میں اکثر خط جو آتے تھے ان کو نظر انداز کر دیتا تھا کیونکہ مجھے عورت ذات سے سخت نفرت ہو چکی تھی لیکن میں نے کبھی بھی خط ضائع نہیں کئے، میں نے ایک اپنا الگ بکس رکھا ہوا ہے جس میں میں سب خط رکھتا ہوں تو آج نجانے کیوں دل کیا کہ کھولوں۔ تو جب میں نے بکس اپنا کھولا تو مجھے ایک بھاری سا لفافہ ملا جس کا خط کے وزن سے زیادہ تھا تو میں نے اس کو کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پہلے تو اس نے میری سٹوری کی تعریف کی اور پھر اپنے بارے میں آگاہ کیا کہ اس کے ساتھ میری بھی ایک سٹوری ہے اگر آپ کو میرے الفاظ میں سچائی نظر آئے تو ضرور لکھ کر شائع کروانا تو میں نے اس کی سٹوری پڑھنا شروع کی تو اب آپ بھی میرے ساتھ پڑھئے کہ وہ اپنے بارے میں کیا لکھتی ہے۔

میرا نام ماریہ ہے اور میں جب پیدا ہوئی تو میرے گھر والوں نے میرے پیدا ہونے پر خوشی منائی کیونکہ میں شادی کے بعد اپنے ماں باپ کی پہلی اولاد تھی اور شادی کے تقریباً پانچ یا چار سال بعد پیدا ہوئی اس لئے میرے گھر والوں نے خوشی منائی اور پھر میں جب تھوڑی بڑی ہوئی تو گھر والوں نے مجھے سکول داخل کروایا جو کہ ایک پرائیویٹ تھا اور میرے ماں باپ خوبصورتی کی ایک مثال تھے اور میں تو ان سے بھی بڑھ کر خوبصورت نکلی اور اکثر مجھے جب میں سکول جاتی تو کسی نہ کسی کی نظر لگ جاتی اور میری ماما معلوم نہیں کیا کیا ٹوٹکے استعمال کرتی پھر ایک فقیر آیا تو اس سے میری ماں نے نظر بند کا تعویذ لیا میرے لئے اور اب مجھے اس تعویذ کا فائدہ بھی ہونے لگا اور ماما کے ٹوٹکے سے بچ جاتی۔ پہلے تو کبھی وہ کچھ جلاتی تو کبھی مجھے دھواں دیتی اور پتہ نہیں وہ جو کوئی اس کو بتاتا تو وہ

ی استعمال کرتی اور میرے بعد میرا ایک بھائی پیدا ہوا ں کا نام اپنی پسند سے رکھا تھا۔ اسد نام میرے بھائی تھا اور پھر میں ہر وقت اپنے بھائی کے ساتھ کھیلتی تی کبھی کبھی اٹھا کر جاتی تو کبھی کہیں اور پھر جب وہ وڑا بڑا ہوا تو میں نے اس کو اپنے اسکول میں ہی اخل کروا کے اور میں بس یہی چاہتی کہ میرا بھائی ہر ت میرے ساتھ رہے کھیلنے کے وقت بھی میں اپنے ھائی کے ساتھ کھیلتی اور پڑھائی کے وقت بھی میرا بھائی میرے ساتھ ہی پڑھتا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ کبھی ئی لڑکی میرے بھائی کے ساتھ کے لئے کھیلتا تو دور ی بات میں برداشت نہیں کرتی تھی کہ کوئی میرے تنے خوبصورت بھائی سے بات کرے وہ تو اتنا خوبصورت تھا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت تھا ور ہر لڑکی اور لڑکے کی خواہش ہوتی وہ میرے ساتھ ھیلے لیکن بھائی چھوٹا تھا مجھے اور وہ مجھے ڈرتا بھی بہت تا اس لئے وہ میرا ہر حکم مانتا اور میں نے کبھی بھی اپنے ھائی کو اپنے سے جدا نہیں ہونے دیا اس لئے میں پنے بھائی سے بہت مانوس ہوگئی تھی اور ہمارے محلے ی ہر لڑکی اور لڑکے کی خواہش ہوتی کہ اسد میرے ساتھ کھیلے یا کوئی بات کرے لیکن میں اپنے بھائی کو پنے سے الگ کرتی تو وہ کسی کو ٹائم دیتا ناں لیکن بھائی مجھ سے کافی چھوٹا تھا اور میں اب میٹرک کی طالبہ تھی ور جوان بھی تھی۔

بھائی ابھی تک پیار نام سے ناواقف نہ تھا جبکہ میں اب اس لفظ سے واقف ہو چکی تھی۔ وہ اس طرح ں اپنے بھائی سے ایک جنون کی حد تک چاہتی تھی اور ر ایک کلاس فیلو جو مجھے روز غور سے دیکھتا تھا اب وہ پنے پیار کا اظہار بھی اکثر کرتا لیکن میں نے اس کو بار ر جواب دیا کہ میں کسی اور سے کرتی ہوں اس لئے پ اپنا وقت برباد نہ کریں کسی اور کو تلاش کریں اور وہ ا کہ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا تھا۔ ایک بات اس ی مجھے اچھی لگی کہ اس نے مجھے اپنی زبان سے پیار کا ظہار کیا اور اس نے لوفر لڑکوں کی طرح نہ کبھی راستے میں مجھے روکا اور نہ ہی کبھی میرے اوپر کوئی الفاظ استعمال کئے جو آج کل کے لڑکے سکول میں یا کالج میں ڈائیلاگ مارتے ہیں وہ ایسی بات نہیں کرتا تھا میں آج بھی اس کے پیار کی مثال دیتی ہوں کہ کوئی پیار کرتا تو اس سے سیکھے کیونکہ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی اور آج تک اس نے کبھی بھی مجھے پریشان نہیں کیا اور نہ ہی مجھے کوئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہو اس کی وجہ سے اور پھر اس کے بعد میرا ایک کزن بھی اب مجھ میں انٹرسٹ لینے لگا تو میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا کہ میں کسی اور کو چاہتی ہوں آپ اپنے دل سے مجھے نکال دیں لیکن وہ بھی میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ اے میرے خدا میں کیا کروں جب بھی میں سوچتی کہ مجھے اتنا خوبصورت رب نے کیوں پیدا کیا کہ اب جب میں سکول جاتی تو پھر آنکھ مجھے گھورتی ہوئی نظر آتی اور میں نے میٹرک کرنے کے بعد سوچا کہ آگے نہیں پڑھوں گی تو جب میں اپنی ماما اور پاپا کو بتایا کہ میں میٹرک کلیئر ہونے کے بعد آگے نہیں پڑھوں گی تو وہ بہت پریشان ہوئے کہ بیٹا کیا ہوا اس لئے تو تمہارا خیال تھا کہ میں بھی اپنے پاپا کی طرح ڈاکٹر بنوں گی اب کیا ہوا کہ تم آگے نہیں پڑھو گی تو اب میرے ماما پاپا نے مجھے کافی اصرار کیا کہ کیا وجہ ہے تو میں پریشان ہو گئی کہ اب کیا بتاؤں لیکن میری ماں میری پریشانی کو سمجھ گئی تو انہوں نے مجھے ایک وین لگا دی اور اب میں وین پر جانے لگی اور لوگوں کی نظروں سے بچ گئی اور ایسے ویسے الفاظ سے بھی لیکن وہ جو مجھے چاہتا تھا وہ تو ایک بہت اچھا لڑکا تھا۔ ایک طرف وہ جو مجھے پیار کرتا وہ سارا دن میرے ساتھ رہ کر بھی کوئی بات نہ کرتا اور آوارہ لڑکے مجھے سکول آتے جاتے ہوئے اتنے الفاظ سناتے کہ کیا بتاؤں لیکن اب میری پریشانی میرے گھر والوں نے وین لگا کر دور کر دی تھی۔

میں اس فخر کرتی ہوں کہ وہ کتنا اچھا لڑکا تھا جو میرے ساتھ رہ کر بھی مجھے کچھ نہیں کہتا تھا اور میرا کزن

تو اب بہانے بنا کر میرے گھر بھی آتا وہ میرا کزن میری خالہ کا بیٹا تھا اور دو دو دن ہمارے گھر میں رہتا تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی۔ ایک تو وہ میرے بھائی کو اپنے ساتھ باہر لے کر چلا جاتا اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ میرا بھائی مجھے دور جائے اور پھر وہ مجھے ایسے ایسے اشارے کرتا کہ میں بیان نہیں کر سکتی شاید آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں کیوں نہیں بتانا چاہتی لیکن میں برداشت بھی کرتی کہ میری ماما کو وہ بہت پیارا لگتا تھا کیونکہ وہ اکلوتا تھا اپنے ماں باپ کا اور پھر ایک شادی پر ہم سب گئے کیونکہ میری پھوپھو زاد کزن کی شادی تھی تو وہیں پر میرے ساتھ ایک اور واقع پیش آیا کہ میرا ایک اور کزن جو کہ میرے ماموں کا بیٹا تھا، وہ میرے پاس آیا اور کہتا ہے کہ یار یہ میرے ایک کام تو کرو میں نے کہا بھائی آپ ایک کام کیوں کہتے ہو دو کام بتاؤ تو اس وقت میری پھوپھو کی دو بیٹیاں ایک وہ جس کی شادی تھی اور ایک اس سے چھوٹی تھی وہ ہنسنے لگی میری اس بات پر تو اس نے مجھے کہا کہ اکیلے میں سنو تو میں نے کہا کہ ایسی بھی کون سی خاص بات ہے جو تنہائی میں کرنے والی ہے تو وہ دونوں یہ سن کر سائیڈ پر ہو گئیں اور کہا کہ آپ بھائی کی بات سنیں ہم تھوڑا کام کر لیتی ہیں تو میں نے کہا جی بتاؤ کسی کزن کو پیغام محبت تو نہیں دینا تو وہ میری اس بات پر ہنس پڑا تو میں نے کہا کہ اب بتا بھی دو کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو میرا اتنا پیارا کیوٹ سا کزن دل دے بیٹھا ہے تو اس کے منہ سے نکلا کہ وہ آپ ہیں تو میرا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر لگا کہ سب نے میری طرف دیکھا اور میں پریشان ہوئی کہ اب کیا ہوگا لیکن میرے اوپر کزن نے جھوٹ کا سہارا لیا اور مجھے بچا لیا کہ میں نے آپ کو ڈرایا ہے اور آپ تو ڈرتی ہی نہیں ہیں اور سب اس کی باتوں میں آ گئے اور وہ سب بھول گئے کہ آواز تو تھپڑ کی تھی ڈرانے والی اس میں کون سی بات ہے لیکن شاید شور اور خوشی کا وقت تھا اس لئے اور پھر ہم شادی سے واپس آ گئے شاید وہ کزن کے سر پر بھی عشق کا بھوت سوار ہو گیا تھا وہ میرے پیچھے تو ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا۔ کزن ہونے کے ناطے وہ ہمارے گھر بھی آ جاتا تھا مگر میں نے اس سے حتی الامکان بات کرنے سے دور بھاگتی بلکہ میری یہی کوشش ہوتی کہ میرا سامان بھی اس سے نہ وہ اس میں لاکھ خوبیاں ہوں مگر میں تو صرف اپنے بھائی پر مرتی تھی اور مجھے اس کے سوا کوئی بھی اچھا نہ لگتا بلکہ میں اس کو اور پھر کسی کو اپنے بھائی کے علاوہ کسی کو بھی اپنے لائق نہ سمجھتی تھی جب گھر میں اس کو اپنی ناکامی نظر آئی تو وہ اب گھر کے فون نمبر پر فون کرنے لگا لیکن میں تو اب اس کی ان حرکتوں سے بالکل عاجز آ گئی تھی۔ وہ تو ہاتھ دھو کر ہی میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ ایک روز اس کا فون آیا تو میں گھر میں اکیلی تھی اس لئے فون مجھے ہی اٹینڈ کرنا پڑا تو میری آواز سنتے ہی وہ خوش ہو کر بھولا کہ آج مجھے یقین تھا کہ فون تم ہی اٹھاؤ گی تو میں نے کہا کہ دیکھو آپ میرے کزن ہو اس لئے میں آپ کو یہ بھی نہیں کہتی کہ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی اور میں یہ بھی نہیں کہتی کہ فون نہ کیا کرو بلکہ تم تو جب چاہو فون کر سکتے ہو لیکن میں نے جو پہلے بتایا تھا اور اب بھی بتا رہی ہوں کہ آپ اس وجہ سے نہ فون کیا کریں بلکہ اس بات کو بھول ہی جائیں تو آپ کے لئے بہتر ہے اور پھر میں نے فون بند کر دیا اور پھر میرے ذہن میں اب یہ یقین تھا کہ وہ مجھے بھول جائے گا لیکن میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ میرا رشتہ لینے کے لئے اپنے گھر والوں کو راضی کر کے ہمارے گھر میں بھیجے گا اور جب میرے ماموں اور ممانی ہمارے گھر میں آئے تو میں بہت خوش ہوئی کہ ماموں آئے ہیں تو مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ میرے کزن کے کہنے پر رشتہ لینے آئے ہیں تو میرے ماں باپ نے کہا کہ ہم پہلے بیٹی سے پوچھیں گے پھر کوئی جواب دیں گے۔

پھر ای نے ایک دن میں جب سکول نہیں گئی تو ای نے میرے آگے رشتہ رکھا اور ساتھ ساتھ میرا حال چال بھی پوچھنا شروع کر دیا اور ساتھ میں یہ بھی پوچھا

کہ بیٹی ایک بات تو آج بتاؤ تو میں نے کہا کہ ماما آج ایسی کون سی بات ہے جو آپ اس انداز سے پوچھ رہی ہیں تو ماما بولی۔ بیٹا اب تم چھوٹی بچی نہیں ہو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کوئی دوست تو نہیں ہے آپ کا سکول میں یا کوئی تو!..... ماما نے سوال ادھورا چھوڑ دیا تو میں نے پوچھا کہ کیا مطلب ماما یا کوئی آپ کہنا کیا چاہتی ہیں تو ماما بولی کہ اب بھی کوئی چھپانے والی بات بیٹا کوئی لڑکا پسند ہے تو بتاؤ تو میں نے جواب دیا کہ نہیں تو امی بولی کہ تمہارے ماموں آئے تھے الطاف کا رشتہ لے کر تو میں نے کہا کہ ماما میں نے ابھی تک شادی نہیں کرنی تو ماما بولی کہ بیٹا کہ میں کون سا کہہ رہی ہوں کہ شادی کرنی ہے شادی تو جب تم پڑھائی سے فارغ ہو جاؤ گی تو پھر کریں گے۔ میں تو پوچھ رہی تھی کہ تمہاری کیا رائے ہے اس بارے میں ہم نے صرف آپ کی رضامندی چاہیے تو میں نے کہا کہ ماما ابھی تک میں کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک میں پڑھ نہ لوں تو ماما نے کہا کہ پھر میں انکار کر دوں تو میں نے کہا کہ ماما جس طرح آپ کو بہتر لگے اور پھر ماما نے انکار کر دیا اپنے بھائی کو ماما نے فون پر جواب دے دیا کہ ابھی تک اس کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی اس لئے ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے جب تک ماریہ کی اجازت نہیں ہوتی اس طرح وہ میری زندگی سے نکل گیا کیونکہ ان کو ایک اور رشتہ مل گیا تھا۔

اب میں پڑھائی سے فارغ تھی اور بھائی بھی اب اس سٹیج پر پہنچ گیا تھا کہ وہ بھی اب عشق لڑانے لگا اور پھر ایک بھائی کی عادت تھی وہ مجھے ہر بات بتاتا۔ تقریباً میری اور اس کی ہر وقت ہر موضوع پر بات چیت ہوتی تو میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ ایک لڑکی سے میں بہت پیار کرتا ہوں اور وہ بھی مجھے بہت پیار کرتی ہے تو میں اندر سے تو جل بھن رہی تھی لیکن میں نے بھائی کو احساس نہ ہونے دیا تو میں نے کہا کہ بھائی مجھے بھی اس سے ملاؤ تو بھائی بہت خوش ہوا تو اس کے ساتھ وقت مقرر کر کے بھائی مجھے اپنے ساتھ لے گیا تو میں نے جب دیکھا تو میں حیران ہوئی کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ اس دنیا میں خوبصورت ہے لیکن میں تو اپنے بھائی سے حد سے زیادہ پیار کرتی تھی اس لئے وہ مجھے اپنے بھائی کے ساتھ اچھی نہ لگی وہاں پر بھی میں نے اپنے اوپر گھمنڈ کیا اور بھائی کو داد دی کہ واقعی رخسانہ تو اپنی مثال آپ ہے اس کا نام بھی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت پیارا تھا میں نے بھائی کو داد دی کہ واقعی کلاس کی لڑکی ڈھونڈی ہے اور پھر ہم ملاقات کر کے واپس آئے اور آ کر میں نے بھائی کو کافی ساری باتیں سمجھائیں کہ ابھی کسی کو مت بتانا وقت آنے پر سب کو بتا دینا اور پھر شادی کر لینا اور بھائی میرے خیال میں میری باتوں پر بھائی عمل بھی کرتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ بھائی مجھے بھی میری طرح چاہتا ہے لیکن یہ میرا وہم تھا کیونکہ میں اس کی خاطر ہر کسی کو ٹھکرا رہی تھی اور وہ ہر روز مجھے اپنی محبت کے قصے سناتا اور میں اندر ہی اندر جل رہی تھی۔ پھر ایک دن مجھے ایسے بھائی کی ڈائری سے رخسانہ کا نمبر تھا وہ ملا میں نے بغیر سوچے سمجھے فون کر دیا آگے سے اس کے بھائی نے اٹھایا جو میں نے دل میں سوچا تھا میرا دل بھی تھا کہ اس کا بھائی بھی اٹھائے تو وہی بات ہوئی اس کے بھائی نے اٹھایا تو میں نے کہا کہ بھائی جان میں نے آپ سے بات کرنی تھی اس لئے فون کیا ہے تو وہ بولا کہ جی فرمائے تو میں نے کہا کہ بھائی جان میں رخسانہ کی دوست ہوں اور وہ ایک لڑکے سے محبت کرتی ہے اور اس لڑکے کو ابھی نہیں پتہ اس لئے آپ رخسانہ کو سمجھائیں کہ وہ پاگل نہ بنے میں نے اپنا غلط نام بتا دیا اور پھر میں نے کال کاٹ دی اور پھر رخسانہ کو معلوم نہیں کہ اس کے بھائی نے کیا کچھ کہا ہوگا تو وہ اب سکول بھی نہیں آتی تھی اور میرا بھائی بہت پریشان رہنے لگا۔ میں نے ایک دن خود ہی پوچھ لیا کہ بھائی رخسانہ کا کیا حال ہے تو بھائی رونے لگا اور مجھے کہا کہ اس کے گھر میں کسی نے فون کر کے بتایا ہے کہ وہ ایک لڑکے سے ملتی ہے تو انہوں نے اس کا گھر سے نکلنا بند

کر دیا ہے اور میں بہت پریشان ہوں کہ اب کیا کروں اور اب بھائی اس کو اکثر یاد کرتا تو میں اندر سے ٹوٹ جاتی کہ میں اس کی خاطر ابھی تک شادی نہیں کر رہی۔

قارئین! میں اب تعلیم سے بالکل فارغ ہو چکی تھی اور میرے گھر والے روز ایک نیا رشتہ میرے لئے دیکھتے لیکن میں اس میں کوئی نہ کوئی عیب نکال دیتی اور پھر میں نے گھر والوں کو روز روز پریشان کرنے کی بجائے یہ کہہ دیا کہ جب تک میرے بائی کی شادی نہیں ہوگی میں نہیں کروں گی اور پھر میرے گھر والوں نے میرے بجائے بھائی کے لئے رشتہ ڈھونڈنا شروع کر دیا اور وہ جو رشتہ بھائی کے لئے ڈھونڈتے وہ بھائی کو پسند نہ آتا اور پھر بھائی نے ایک اور لڑکی نے عشق لڑایا اور مجھے بتایا کہ اب میں نے اپنے لئے لڑکی تلاش کر لی ہے اور اب بھائی اس کے ہر وقت میرے آگے تعریف کرتا رہتا اور میں جلتی رہتی کیا کرتی بھائی تھا اور میں کچھ بھائی کو بتا بھی نہیں سکتی تھی اور پھر میں نے ماما کو بتایا کہ بھائی کو ایک لڑکی پسند ہے اور پھر میں اور ماما پاپا اس لڑکی کے گھر گئے رشتے کی بات کرنے تو وہ لڑکی رخسانہ سے بھی کئی درجے زیادہ خوبصورت تھی لیکن میں اپنے بھائی اور اپنے درمیان کسی دوسرے وجود کو برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لئے میں دل سے مجبور ہو کر چلی تو گئی لیکن اپنے اندر سوچتی رہی کہ اب اس کو کس طرح بھائی سے جدا کرنا ہے اور پھر وہ بھی اس رشتے کے لئے تیار ہو گئے۔ شاید اس نے اپنے گھر والوں کو بتایا ہوا تھا کہ میں اسد کو پسند کرتی ہوں اس لئے وہ بھی بغیر کوئی سوچے سمجھے انہوں نے ہمیں وہیں پر کہا کہ آپ کو اب آنے کی ضرورت نہیں ہے رشتے کے بارے کیونکہ ہماری بیٹی اب آپ کی بیٹی ہے جب چاہیں رشتہ کر لیں ہم تیار ہیں شادی کے لئے اور پھر میں نے آ کر بھائی کو خوشخبری سنائی تو اس نے بتایا کہ مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا ہے میرے آنے سے پہلے ہی اس نے میرے بھائی کو فون کر دیا تھا کہ میرے گھر والوں نے رشتہ قبول کر لیا اس لئے بھائی مٹھائی لے کر میرے انتظار میں بیٹھا اور پھر میں نے بھائی کو دکھانے کے لئے بہت جلدی بھائی کے منہ میں خوشی سے مٹھائی ڈال دی ملے جلے تاثرات تھے اندر سے تو میں بہت ٹوٹ چکی تھی لیکن بھائی کو میں نے محسوس نہ کروایا کہ میں کیا چاہتی ہوں لیکن وہ تو بھائی تھا اسے کیا پتہ کہ میں کیا چاہتی ہوں۔

اب ہمارے گھر والوں نے بھائی کی شادی کی شاپنگ کرنی شروع کر دی کہ جلد بھائی کی شادی ہو اور پھر میری اس لئے میرے گھر والوں کو جلدی تھی اور میں اپنے اندر سے بہت ٹوٹ چکی تھی کہ میں کیا کروں اور پھر میں نے ایک دن سوچنے لگی کہ اس لڑکی کو فون کروں اور کوئی اور لڑکی بن کر اس کو بتاتی ہوں کہ اسد لڑکا ٹھیک نہیں ہے اس کا میرے ساتھ اور میری دو تین دوستوں سے بھی افیئر چل رہا ہے اور پھر میں نے سوچا کہ ہمارے گھر کا اور میرا نمبر تو اس پاس ہے تو اسکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تو میں ہوں اس لئے میں گھر سے بہانا بنایا کہ میں ایک دوست کو ملنے جا رہی ہوں اور پھر میں نے ایک پی سی او سے فون کیا اور اس کو بتایا کہ میں نے اپنی ایک دوست سے سنا ہے کہ تم اسد سے شادی کر رہی ہو جبکہ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں تم سے شادی کروں گا اور میری تین چار دوستوں کو بھی اس نے ان کے ساتھ بھی وعدہ کیا ہوا تھا اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آتا تو میں آپ کو ان کے سیل نمبر دیتی ہوں آپ خود ان سے رابطہ کر کے پوچھ لیں تو میرا اتنا ہی کہنا تھا کہ اس سائیڈ سے موبائل کرنے کی آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا اور پی سی او والے کو بل دیا اور واپس آ گئی اور اس وقت جب میں بازار کی طرف نکلتے وقت بھی میرا بھائی گھر پر نہیں تھا جب میں واپس آئی تو ابھی تک بھائی واپس نہیں آیا تھا۔

جب بھائی گھر آیا تو میرے پاس آیا اور رونا شروع کر دیا تو میں نے پوچھا انجان بن کر بلکہ میں خود ہی تو اس کے عشق پر پانی پھیر آئی تھی کہ بھائی کیا ہوا

خیر تو ہے طبیعت تو ٹھیک ہے ناں کوئی دوائی دوں وغیرہ وغیرہ اور بھائی زور زور سے رونے لگا شاید اب میری طرح میرے بھائی کا حال تھا وہ اندر سے اب ٹوٹ چکا تھا اور میں اب اندر سے بڑی خوشی تھی تو میں نے کہا کہ بھائی ہوا کیا ہے خدا کے لئے مجھے کچھ تو بتاؤ آخر ہوا کیا ہے تو بھائی نے بتایا کہ میری جان کے گھر والوں نے فون کیا ہے اور انہوں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے تو میں نے کہا کہ بھائی آپ نے پوچھا نہیں کہ آخر بات کیا ہے ہوا انکار کیا ہے آپ کی اس سے بات نہیں ہوئی اس سے تو پوچھا کہ آخر انکار کی وجہ کیا ہے اور پھر امی اور ابو بھی آ گئے اور بھائی کی حالت میری امی سے دیکھی نہ گئی اور وہ وہیں پر گریں اور خلاق حقیقی سے جا ملیں اور اب مجھے اپنی حرکات پر ندامت ہوئی لیکن مجھے بھی تو اپنے بھائی سے عشق تھا اور عشق بھی جنون کی حد تک مجھے اپنی ماں کے مرنے کا اتنا دکھ نہیں ہوا تھا اس وقت جتنی مجھے خوشی ہوئی تھی کہ فاطمہ نے بھائی سے شادی کے انکار کرنے پر اور پھر ماما کو دفن کیا گیا اور اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ماں کیا چیز ہے کاش مجھے اس وقت پتہ ہوتا کہ میری اس حرکت سے میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی تو میں خود اپنی جان دے دیتی لیکن اتنی گری ہوئی حرکت نہ کرتی۔ اے میرے خدا میرے گناہ اتنے زیادہ نہیں ہیں جتنی تیری رحمت میرے اوپر ہے اے خدا میری اس چھوٹی سی غلطی کو معاف کر دے اور میری ماں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

تو قارئین! جب ماں میری اس دنیا سے چلی گئی تو اب میرا اس دنیا میں سوائے بھائی اور ابو کے کوئی بھی نہیں تھا اور اب میں اپنے بھائی کے لئے ہر وقت اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی اور پھر ہم سب اپنی ماما کا غم آہستہ آہستہ بھول گئے اور اس کے ساتھ ہی پھر ایک دن میرے پاپا کہیں کسی دوست کے گھر کھانے پر گئے ہوئے تھے کہ میرا بھائی باہر سے آیا اور میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور بھائی اس وقت بہت غصے سے میری طرف دیکھ رہے تھے اور پھر میں نے پوچھا کہ بھائی کیا دیکھ رہے ہو تو بھائی بولا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سامنے میری بہن ہے یا کوئی چڑیل تو میں نے کہا کہ بھائی جو آپ بہتر سمجھتے ہیں میں تو بلکہ اس سے بھی بدتر ہوں تو بھائی نے کہا کہ مجھے اسی دن شک ہو گیا تھا جس دن رخسانہ مجھ سے دور ہوئی تھی لیکن آج جب میری بات نائلہ سے ہوئی تو پھر میں نے وہ نمبر لیا اور جا کر پی سی او والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس دن تمہاری بہن آئی تھی فون کرنے کیونکہ وہ میرا دوست تھا اور اس کو پتہ تھا کہ تم میری بہن ہو وہ اکثر ہمارے گھر آتا رہتا تھا شاید آپ نے اس کو نہیں پہچانا لیکن پی سی او والے نے آپ کو پہچان لیا تھا اور بھائی نے کہا کہ مجھے اپنی بہن سے نفرت ہے اور اس گھر سے بلکہ اب اس دنیا سے بھی اور میں خاموش سنتی رہی اور پھر بھائی اپنے کمرے میں چلا گیا تو مجھے اس وقت احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا کر دیا کہ میرے بھائی کو مجھ سے نفرت ہے اور میں نے سوچا کہ اب میں اپنے بھائی کی نائلہ کے ساتھ شادی کرواؤں گی اور اس سوچ کے ساتھ میں نے کہا کہ واقعی میرا پیار جھوٹا ہے اور مجھے اپنے بھائی کے ساتھ اتنا آگے نہیں بڑھنا چاہئے تھا اور پھر میں اٹھی کہ بھائی سے جا کر معافی مانگ کر آتی ہوں تو جب میں نے بھائی کا دروازہ کھولا تو بھائی زمین پر الٹا پڑا ہوا تھا تو میں نے دوڑ کر جب بھائی کو سیدھا کیا تو وہ بھی اس دنیا فانی سے چلا گیا اور پھر میں نے اپنے پاپا کو فون کیا تو وہ جلدی سے گھر آئے تو جب بھائی کی لاش دیکھی تو میرے پاپا بھی یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں اب بھی اتنی سخت دل بنی بیٹھی تھی کہ میرے چہرے سے ایسے لگ رہا تھا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن اب میرا عشق اب مجھے یہ پوچھ رہا تھا کہ اب کوئی اور رشتہ ہے تو بتاؤ میں اس کی بھی جان لوں کیونکہ تمہیں صرف عشق ہے ناں اپنے بھائی سے اب تو وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہا اب تم بتاؤ کہ اور کس کی جان لینی

ہے۔ یہ سب سوال میرا اندر کر رہا تھا میرے ساتھ اور پھر میرے بھائی کی اور ابو کی ایک ساتھ دونوں جنازے میرے گھر سے نکلے اور پھر میں اس دنیا میں اکیلی رہ گئی اور پھر میں نے اپنے بھائی کے نام پر ایک ہسپتال بنایا اب میں اور میرے بھائی کی یادیں ہیں۔

قارئین! اب میرے ساتھ میرے بھائی کی یادیں ہی تو ہیں اوھر ہے بھی کون اس دنیا میں رشتے دار تو جب ہمارا گھر ویران ہوا تو جب میں اس گر کی اکیلی مالک رہ گئی تو کسی نے مجھے اتنا بھی دلاسا نہ دیا کہ بیٹی کیا ہوا جو آپ کے ماں باپ نہیں رہے ہم تو آپ کے اپنے ہیں لیکن ہر کوئی مجھے برا بھلا کہتا کہ یہ منحوس ہے اور اس کی وجہ سے یہ گھر تباہ ہوا بلکہ میری محبت کے بارے میں سوائے میرے کسی کو نہیں معلوم تھا کیونکہ میرے بھائی کو بھی اس وقت پتہ چلا تھا جب اس کو موت نے بھی اتنا وقت نہیں دیا تھا کہ وہ میری محبت کا کسی کو بتاتا تو پھر میرے اپنے کچھ مجھے چھوڑ گئے اس کا مجھے آج تک نہیں پتہ چلا اور میں نے ابھی تک شادی نہیں کی اور وہ میرا کزن جو میری خاطر کچھ بھی کرنے کے لئے تیار تھا وہ بھی اپنی بیگم کے ساتھ نجانے کہاں غائب ہو گیا کہ اس نے بھی مڑ کر نہیں دیکھا۔ قارئین آپ ہی بتائیں کہ میں نے کیا غلط کیا ہے بھائی سے محبت کرنا کوئی جرم ہے یا واقعی میں نے جرم کر دیا اب قارئین پر فیصلہ چھوڑتی ہوں کہ کیا محبت کرنا جرم ہے یا کہ بھائی کو بھائی کی حیثیت سے رکھنا چاہئے اور اب تک بھائی کی یادوں سے میں نہیں نکل سکی ابھی تک۔ اب میرے ہاسپٹل میں ایک ڈاکٹر ہے جو مجھے چاہتا ہے لیکن میں نے اس کو اپنی سٹوری سنائی تو وہ کہتا ہے جو چلا جائے اس کے لئے دعا کرو ذہن لیکن اب تمہارے ساتھ تمہاری اتنی بڑی زندگی ہے اس کو تم اکیلی نہیں گزار سکتی اس لئے تمہیں خدا کا واسطہ تجھے کہ اگر میں آپ کو چاہتا ہوں تو یہ میری اپنی محبت ہے اور میں اپنے دل سے مجبور ہوں لیکن آپ کو مجھے نہیں محبت یا آپ کو میں نہیں پسند تو آپ کسی اور سے شادی کر لیں لیکن قارئین میں کیا کروں میری محبت تو صرف میرے بھائی کے لئے تھی اور اب بھی ہے شادی کر کے میں اس کو کیا دے سکوں گی۔ اب فیصلہ قارئین پر چھوڑتی ہوں اب قارئین آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں۔ آپ کو میری یہ درد بھری سٹوری سے کوئی سبق حاصل ہوا ہو گا۔

□⁂□

غزل

رازِ الفت چھپا کے دیکھ لیا
دل بہت کچھ جلا کے دیکھ لیا
اور کیا دیکھنے کو باقی ہے دلبر
آپ سے دل لگا کے دیکھ لیا
وہ میرے ہو کے بھی میرے نہ ہوئے
ان کو اپنا بنا کے دیکھ لیا
آج ان کی نظریں کچھ ہم نے
سب کی نظر میں مچا کے دیکھ لیا
جس کی تکمیل غم بی ہو نہ سکی کاوش
عشق کو آزما کے دیکھ لیا

☆......سعید نواز خان کاوش- جنڈانوالہ

□□□

غزل

جو کرتے ہیں محبت وہ کبھی ستایا نہیں کرتے
دیتے ہیں جان مگر آزمایا نہیں کرتے
ہر حال میں رکھتے ہیں محبت کا بھرم
کسی کے کہنے پہ چھوڑ جایا نہیں کرتے
ایک بار جو کر لیتے ہیں وعدہ آنے کا
شعلوں پہ چل کے آ جاتے ہیں مگر گھبرایا نہیں کرتے
ہم تو ہیں وفا کے عادی جو کہتے ہیں کر گزرتے ہیں
وعدہ کر کے صنم پھر بھول جایا نہیں کرتے
زندگی میں ایک بار کرتے محبت ناز
موسم کی طرح بدل جایا نہیں کرتے

☆......محمد شفیع اللہ- میرپور خاص

تمہارا ہجر گلاب جیسا

......مس راحیلہ۔فیصل آباد

وہ اپنی جانداد بہن اور بچوں کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا تھا۔ مومن تم ایک لالچی اور حد سے زیادہ نیچ لڑکی ہو مجھے یقین ہے میں چلا جاؤں گا تو تم اور آشنا تلاش کر لو گی جیسے خرم بھائی کے مرنے کے بعد تم نے کیا مگر یاد رکھنا تمہیں تو شاید علم نہیں کہ میں کہاں ہوں مگر مجھے تمہارے پل پل کی خبر ہے تم میرے نکاح میں ہو اگر تم نے اپنے قدم اب کسی اور کی طرف بڑھانے تو میں تمہارے قدم کاٹ دوں گا جیو اور تنہا ہی جیو ...... ایک درد بھری معاشرتی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

تم نے تو کہہ دیا محبت نہیں ملی
مجھ کو تو یہ بھی کہنے کی مہلت نہیں ملی
نیندوں کے دیس جاتے کوئی خواب دیکھتے
لیکن دیا جلانے سے فرصت نہیں ملی
تجھ کو تو خیر شہر کے لوگوں کا خوف تھا
اور مجھ کو اپنے گھر سے اجازت نہیں ملی

بعض اوقات انسان کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں کہ وہ جس چیز کی خواہش کرتا ہے وہ قدرتاً اس کی جھولی میں آ گرتی ہے اسے پا کر وہ محسوس کرتا ہے کہ ساری دنیا کی خوشیاں اس کی بانہوں میں سمٹ آئی مگر اچانک اگر یہی جیت ہار میں بدل جائے تو وہ لمحہ جس میں یہ واقعہ رونما ہوتا ہے اس کی اذیت کو بھلانا بے حد مشکل ہے۔

مومن! ارے مومن کہاں ہے تو تائی جان کی گرجدار آواز سنائی دی جسے سن کر مومن سہم گئی اور تمام کاج کام چھوڑ کر تائی جان کی بات سننے کے لئے نیچے کی طرف بھاگی اس سے پہلے کہ سیڑھیاں پار کر کے وہ نیچے پہنچتی تائی جان سیڑھیاں چڑھتی اس کے سر پر آ پہنچی تھیں اور غصے سے بھری سرخ نگاہوں سے اسے گھورنے لگیں مومن مزید سہم گئی اس کا ننھا سا دل اس بات کی گواہی دینے لگا کہ اب ضرور کوئی آفت آئے گی بس پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا تائی جان نے اسے بالوں سے پکڑ کر تین چار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیئے اور ساتھ ہی اُن کی تقریر شروع ہو گئی۔ کم بخت ماری کہاں مر گئی تھی کب سے آوازیں دے رہی ہوں کیا کانوں سے بہری ہو گئی ہو اف خدایا ابھی تک تم سے ان دو کمروں کی صفائی نہیں ہوئی باقی گھر کی صفائی کب کرنی ہے۔ دوپہر ہونے کو ہے ابھی کھانا بھی بنانا ہے کتنے دنوں سے کپڑے بھی اکٹھے ہو رہے ہیں وہ بھی دھونے ہیں اور یہ نواب زادی بڑے آرام سے لگی ہوئی ہے۔ جیسے ہی مومن نے اپنی صفائی بیان کرنے کے لئے اپنی زبان کھولنی چاہی تائی جان کا ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر نشان چھوڑ گیا۔ آگے سے زبان چلاتی ہے کمبخت اک ذرا سا کام کیا کہہ دو ٹوٹ ماری کی جان نکل جاتی ہے۔ کھانا تو دو دو آدمیوں کا کھا جاتی ہے اور کام کرتے ہوئے جان نکلتی ہے۔ تیرے ماں باپ تو مر گئے مگر تجھ حرام خور کو ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ منحوس نے جینا حرام کر دیا ہے، کام نہ کاج کی دشمن اناج کی۔ تائی جان بڑبڑاتی ہوئی

نیچے چلی گئیں اور مومن اپنی بے بسی پہ آنسو بہانے لگی یہ روز کا معمول تھا تائی جان بہانے بہانے سے ایک نہیں دو نہیں نہ جانے دن میں کتنی بار اس سے یہ سلوک کرتی تھیں اور وہ خاموشی سے سب سہتی رہتی اور وہ اپنا دکھ بتاتی بھی تو کسے اس گھر میں کوئی بھی تو اس کا اپنا نہ تھا۔ سب ہی اسے اذیت پہنچا کر خوش ہوتے تھے۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ مومن اپنے والدین کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کر رہی تھی اس کے والد ایک کالج میں لیکچرار تھے۔ ایک حادثے میں اس کے والدین وفات پا گئے بس ان کا دنیا سے جانا تھا کہ اس کی زندگی میں تاریکیوں کا بسیرا ہونا شروع ہو گا۔ اس کی زندگی کی ہر بہار خزاں کے سپرد ہو گئی سلگ سلگ کر جینا اس کا مقدر بن گیا اور دل ناچیز کو ایسے ایسے زخم ملے جو ناقابل تلافی تھے۔ والدین کی وفات کے بعد تایا جان اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے شروع شروع میں تو وہ بہت پریشان اور اداس رہتی مگر تایا جان کی محبت اور دادا جان کی شفقت خرم عدیل اور رمشا کے دوستانہ رویے سے متاثر ہو کر جلد ہی وہ انہیں بھولنے میں کامیاب ہو گئی کچھ عرصہ اسی طرح خوشی خوشی گزر گیا۔ پھر اچانک دادا جان کو باہر جا کر اپنے بزنس کی publicity کا جنون سوار ہو گیا سو وہ اپنے جنون کو پورا کرنے کے لئے وہ لندن روانہ ہو گئے۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا اور دادا جان جس مقصد کے لئے لندن گئے تھے اس میں بے حد کامیاب رہے پھر انہوں نے اپنا تمام بزنس لندن منتقل کر لیا وہاں ایک شاندار گھر بنوایا پھر سب کو لندن بلوا لیا سب جانے کے لئے تیار ہو گئے مگر تائی جان کسی صورت بھی گھر چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئیں ان کا موقف تھا کہ زندگی کا کیسا بھروسہ نجانے سانس کی ڈور کب اور کہاں ٹوٹ جائے میں تو پاکستان میں پیدا ہوئی ہوں۔ یہاں ہی مروں گی دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر میں پاکستان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی سمجھانے کے باوجود جب وہ نہ مانی تو سب نے ان کے موقف کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ دادا جان انہیں تنہا چھوڑ کر اپنے بیٹے اور اس کی اولاد سمیت لندن روانہ ہو گئے دادا جان مومن کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر تائی جان نے ضد کر کے کہ میں تنہا ہوں اسے اپنے پاس روک لیا ان لوگوں کے جانے کے بعد تائی جان کا رویہ مومن کے ساتھ برے سے بھی برا ہوتا چلا گیا ان کے ساتھ ساتھ ان کے بہن بھائی بھی انہیں ذلیل کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے ایک وقت تھا وہ اپنے ہاتھ سے گلاس میں پانی ڈال کر بھی نہیں پیتی تھی مگر اب کسی کے جوتے پالش کر دو تو کسی کے کپڑے استری کر دو کسی کا دوست آ جائے تو وہ تو اس کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو جائے اور اسے ان کی خاطر تواضع کرنی پڑتی کچن کا سارا کام اس کے ذمے تھا وہ ایک ریموٹ کنٹرول مشین بن کر رہ گئی تھی جس کو جو جدھر چاہتا موڑ لیتا جو کام کروانا چاہتا کروا لیتا لیکن اس کے باوجود وہ مطمئن ہونے کی بجائے جہاں تک ہوتا اسے اذیتیں پہنچاتے اور وہ خون کے آنسو بہا کر پھر خاموش ہو جاتی۔ اس گھر میں کسی کو اس سے محبت یا ہمدردی نہ تھی وقت ماہ و سال میں تبدیل ہوتا چلا گیا مگر ان لوگوں کے رویوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ وقت کے دھارے میں بہتی ہوئی مومن اب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھ چکی تھی۔

ظلم ایک ایسا لائحہ عمل ہے کہ اس کو سر انجام دینے والے کی ڈور بھی خدا ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے تاکہ وہ اپنی من مانی پوری کر سکے اور شاید خود ہی سنبھل جائے اگر ایسا نہ ہو تو خدا کی بے آواز لاٹھی اس پر انگاروں کی طرح رہتی ہے اور اس کا بدن اتنی بری طرح جھلستا ہے کہ وہ تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے اور پھر قسمت بھی تو وہ چیز ہے اگر اچھی ہو تو دنیا پھولوں کی سیج بن جاتی ہے اگر اچھی نہ ہو تو زندگی کانٹوں کا ہار بن جاتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے نہ انسان اسے بدل سکتا ہے اور نہ ہی ختم کر سکتا ہے۔ دن رات کی محنت کوشش سے دادا جان ایک بڑے بزنس مین کے طور پر دنیا میں پہچانے جانے لگے۔ سخت محنت نے انہیں نڈھال کر دیا اور وہ بیمار رہنے لگے دولت کا جنون جو کچھ عرصہ پہلے ان پر سوار تھا وہ اب اترنے لگا

انہیں وطن کی مٹی عزیز رشتے دار دوست احباب سب یاد آنے لگے انہوں نے ایک دن تایا جان سے کہا۔ بیٹا ہم نے بہت دولت کمائی خدا کا شکر ہے اس نے ہمیں ہر آسائش سے نوازا ہے۔ ہم اتنی دولت کا کیا کریں گے پھر زندگی کا کیا بھروسہ نہ جانے کہاں اور کب اس کی شمع بجھ جائے ہمیں اپنے وطن واپس چلے جانا چاہئے۔ تایا جان نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور واپس آنے کا فیصلہ کیا خرم، عدیل اور رمشا اپنی تعلیم مکمل کر چکے تھے وہ واپسی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جب انہیں یہ پتہ چلا کہ ابو اور دادا بھی ہمیشہ کے لئے پاکستان جا رہے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی مگر عدیل نے صاف انکار کر دیا کہ وہ وطن واپس نہیں جائے گا سب نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور پھر سب نے اس کی ضد کے آگے ہار مان لی۔

جوانی کی دہلیز پر پہنچنے کے بعد وقت اور حالات نے مومن کے اندر پختگی پیدا کر دی۔ گھر والوں کے ظلم و ستم اب اس کی برداشت سے باہر ہو گئے۔ اب وہ پہلے جیسی معصوم اور خاموشی سے سب کچھ سہنے والی مومن نہ رہی نجانے اس میں اتنی جرأت کہاں سے پیدا ہو گئی وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے لگی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گھر والوں کے دل میں ذرا نرمی پیدا ہو گئی وہ اس کی جرأت پر حیران تھے۔ جبکہ اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ مومن ارے مومن کہاں ہے تو؟ وہ جو کچن میں کھانا پکانے میں مصروف تھی تائی جان کی آواز سن کر چونک پڑی وہ کچن سے نکلنے ہی لگی تھی کہ وہ خود ہی وہاں آ گئیں اور شفقت آمیز انداز میں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ارے مومن بیٹا یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے آج تمہارے دادا جان آ رہے ہیں اور تم ہو کہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو۔ جاؤ جا کر منہ ہاتھ دھوؤ کوئی ڈھنگ کے کپڑے پہنو بال بناؤ۔ تائی جان کی بات سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئی کہ آج تائی کو کیا ہو گیا ہے یہ تو کبھی بھی مجھے منہ دھونے کی فرصت نہیں دیتی تھیں آج تیار ہونے کو کہہ رہی ہے۔ آج کافی عرصے کے بعد وہ تیار ہوئی لائٹ پنک کلر میں اس کی گلابی رنگت اور بھی کھل گئی جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ کر حیران رہ گئی اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی حسین پری فلک کی آڑ سے نکل کر زمین پر آ گئی ہو اسے اس وقت خود پر اتنا پیار آیا کہ اس نے آئینے میں خود ہی اپنے چہرے کا بوسہ لے لیا۔ شام کو جب سب مہمانوں کی آمد ہوئی تو وہ دادا جی کے گلے لگ کر بے حد روئی اس کا دل چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے اور اپنے ساتھ ہونے والی ایک ایک زیادتی انہیں بتائے مگر وہ ایسا نہ کر پائی کیونکہ تائی جان نے جلدی سے اسے دادا جان سے الگ کر کے اپنی باتیں شروع کر دیں۔ وہ اپنے آنسو صاف کر کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اچانک اس کی نظر سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے خرم پر پڑی جو نجانے کب سے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا اس نے اپنی نظریں جھکا لیں آج کا کھانا اس کے لئے بہت یادگار تھا کیونکہ برسوں کے بعد وہ یوں سب لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لئے چلے گئے۔ وہ سب لوگ بہت تھک چکے تھے مگر خرم ساری رات نہ سو سکا جب سے اس نے مومن کو دیکھا اس وقت سے اسے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کا کچھ کھو گیا ہے کسی انجانی قوت نے اسے اپنی بانہوں میں قید کر لیا ہو اس کے سپنوں کے سائبان میں کوئی پری آ کر بیٹھ گئی ہو وہ چپکے چپکے اس سے باتیں کرنے لگا اور اس طرح رات بیت گئی۔

اگلی صبح وہ نماز سے فارغ ہو کر لان میں آ گئی اور گلدان میں سجانے کے لئے پھول توڑنے لگی ان کو ترتیب دیتے ہوئے وہ اپنے دھیان میں چلتی ہوئی اندر آ رہی تھی کہ برآمدے میں کسی چیز سے ٹکرا گئی وہ خرم تھا جیسے ہی اس نے پھول اٹھانے کے لئے اپنا ہاتھ نیچے کی طرف بڑھایا خرم کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں آ گیا وہ گھبرا کر وہاں سے اندر بھاگ گئی جبکہ خرم پھول اکٹھے کر کے اس کے پیچھے ہی اس کے کمرے میں آ گیا۔ بھاگ کر آنے کی وجہ سے مومن کی سانس پھول گئی اس نے خود کو

کرسی پر ڈھیر کر کے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ خرم چپکے سے کمرے میں داخل ہوا اور تمام پھول اس کی جھولی میں ڈال کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ پھر خرم کی محبت میں دن بدن شدت آتی چلی گئی مگر وہ اپنی کیفیت کا اس سے اظہار نہیں کر پا رہا تھا۔ مصروفیت کی وجہ سے اسے وہ اگر نظر نہ آتی تو وہ بے حد بے چین ہو جاتا۔ دیوانوں کی طرح گھر بھر میں اسے ڈھونڈا کرتا جبکہ مومن اسے دیکھتے ہی راستہ بدل جاتی۔ خرم کو اس سے جتنی محبت تھی مومن کو اتنی ہی اس سے نفرت تھی۔ وہ تائی جان اور ان کے بچوں کو اپنا دشمن سمجھتی تھی۔ ایک دن سب گھر والے کسی شادی کی تقریب میں گئے ہوئے تھے مومن کو ان کے ساتھ کہیں آنا جانا بالکل پسند نہیں تھا سو اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنالیا۔ خرم اپنے کسی دوست سے ملنے گیا تھا واپس آیا تو سب گھر والوں کو باری باری نام لے کر پکارنے لگا مگر گھر میں کوئی ہوتا تو بات سنتا مومن خاموشی سے لیٹی میگزین کا مطالعہ کرتی رہی۔ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے خرم کی نظر مومن کے کمرے میں جلنے والی لائٹ پر پڑی وہ ادھر چلا گیا۔ مومن خرم کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی اور حقارت سے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ خرم نے دروازہ بند کر دیا وہ دل ہی دل میں گھبرا گئی اور اٹھ کر باہر جانے لگی تو خرم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بیڈ پر بٹھا لیا اور خود بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ مومن پسینے میں شرابور ہوگئی۔ وہ بے نیازی سے بیٹھا اسے دیکھتا رہا کافی دیر بعد بولا۔ مجھے کافی دنوں سے ان لمحات کا انتظار تھا میں نے بہت دعائیں مانگی ہیں صرف اس اک پل کے لئے۔ یہ الفاظ سن کر مومن کے دل کی دھڑکن جیسے بند ہی ہوگئی وسوسوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا مومن کی حالت کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ آپ ڈریں مت میں آپ کو کچھ نہیں کہتا مجھے تو بس آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اس نے اپنا رومال نکال کر مومن کی طرف بڑھایا اپنا پسینہ صاف کر لیجئے۔ شکریہ۔ مومن نے اپنے دوپٹے سے اپنا پسینہ صاف کیا اپنے حواس کو بحال کیا اور ریلیکس ہو کر بیٹھ گئی مومن میں کچھ عرصہ پہلے خود سے بے نیاز اور لاپرواہ رہنے والا شخص تھا میری کلاس اور انسٹیٹیوٹ میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی موجود تھی مگر نہ تو کبھی میں ان کی طرف مائل ہوا اور نہ ہی ان میں میں نے کوئی دلچسپی لی اب جب سے آپ کو دیکھا ہے میں دنیا کو بھول بیٹھا ہوں صرف ہر وقت مجھے آپ ہی یاد رہتی ہو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری بہت ہی قیمت چیز کھوگئی ہو سیدھی سی بات ہے مجھے آپ اچھی لگتی ہو میں نے سب کچھ آپ کے پیچھے ہار دیا ہے مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے اور...... پلیز خرم صاحب آگے کچھ مت کہیے گا میری سمجھ میں آپ کی تمام بات آ چکی ہے میرا مشورہ آپ کو یہی ہے کہ آپ دادا جان سے بات کریں وہی آپ کے اس مسئلے کا حل نکالیں گے اور جو بھی فیصلہ وہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ یہ جلدی وہ خرم نے دادا جان کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

مومن کا گھرانہ ایک روایتی گھرانہ تھا اولاد کے رشتے اپنے خاندان میں ہی کئے جاتے تھے آج کل وہ مومن کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے۔ خرم کے اس فیصلے نے انہیں اس الجھن سے چھٹکارا دے دیا ان کی پہلے یہی خواہش تھی کہ ان کے مرحوم بیٹے کی واحد نشانی ہمیشہ ان کے سامنے رہے سب اس شادی پر بے حد خوش تھے سوائے تائی جان کے۔ انہوں نے اس فیصلے کی بے حد مخالفت کی مگر ان کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ ویسے بھی تسبیح دانوں کے اکٹھے ہونے سے بنتی ہے۔ گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خرم سمیت سب بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے مگر مومن کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی وہ اپنے ساتھ ہونے والی تمام بے انصافیوں کا حساب لینا چاہتی تھی اس نے اپنے ذہن میں انتقامی پروگرام کو تشکیل دیا اور مطمئن ہو کر لیٹ گئی۔

خرم کی خاندانی روایت تھی کہ شادی سے پہلے تمام کاروبار اور جائداد اولاد کے نام منتقل کر دی جاتی تاکہ وہ اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریوں سے باخبر رہے اور انہیں احسن طریقے سے

نبھائے سو تایا جان نے بھی تمام کاروبار اور جائداد خرم کے نام منتقل کر دی۔ کارڈ چھپ کر آ چکے تھے مگر مومن نے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ وہ سادگی سے شادی کرے گی۔ اس کی شادی پہ کسی کو بھی بلانے کی ضرورت نہیں سب نے اس کی بات کا احترام کیا۔ نکاح کے وقت وہ سب کے درمیان موجود تھی مگر اس نے نکاح قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سب کے چہروں پر پریشانی کے آثار نمودار ہو چکے تھے مومن نے سب کے چہروں پہ ایک سرسری نگاہ ڈالی پھر خرم سے مخاطب ہوئی۔ خرم کیا آپ کو یاد ہے آپ نے کہا تھا کہ میں دنیا میں سب سے زیادہ تم سے پیار کرتا ہوں تمہاری خاطر جان بھی دے سکتا ہوں، بیشک آزما کر دیکھ لینا۔ میں نے سوچا کیوں نہ آزمایا جائے آپ کو۔ خرم نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔ وائے ناٹ یہ تو آپ کا حق ہے اور آپ دیکھ لینا میں آپ کی آزمائش کے ہر امتحان پہ پورا اتروں گا۔ اچھا چلیں دیکھتے ہیں آپ ایسا کریں کہ اپنی تمام جائداد میرے نام منتقل کر دیں۔ بس اتنی مختصری خواہش ہے تمہاری، چلو شادی کے بعد یہ سب میں تمہارے نام کر دوں گا۔ شادی کے بعد کیوں اس وقت اور ابھی کیوں نہیں۔ بیٹا یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ دادا جان نے اپنا شفقت آمیز ہاتھ مومن کے سر پہ رکھتے ہوئے پوچھا۔ دادا جان میں جو کچھ کر رہی ہوں ٹھیک کر رہی ہوں اس دنیا میں انسان کا سب سے اہم رشتہ والدین کا ہوتا ہے۔ اگر ان کا سایہ سر سے اٹھ جائے تو اولاد خاص کر لڑکی کے لئے اس دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسے دوسروں کی خوشامد کر کے زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ چونکہ میرے سر سے بھی والدین کا سایہ اٹھ چکا ہے میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں مجھے سائبان اور تحفظ دونوں چاہئیں اگر لوگوں کو میری شرط منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہ شادی ہرگز نہیں کروں گی۔ مجھے اس شخص کو اپنانا ہے جو میری یہ شرائط مانے گا۔ بیٹا تمہاری سب باتیں درست ہیں مگر تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آج اگر تمہارے والدین اس دنیا میں موجود نہیں تو تم تنہا ہو اس دنیا میں کیا ہم سب تمہارے اپنے نہیں۔ کیا ہم تم سے پیار نہیں کرتے؟ پتہ نہیں کرتے ہیں یا نہیں مجھے کسی پر اعتبار نہیں۔ مومن تایا جان کی بات کا ٹکا سا جواب دے کر اپنے کمرے میں جانے لگی تو خرم کی اس بات نے اس کے قدم منجمد کر دیئے۔ مومن مجھے دنیا میں تم سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ پھر وہی ہوا جو مومن نے چاہا وہ اپنی اس فتح پر بے حد خوش تھی۔ اس کا انتقام کامیابی کے ساتھ جاری تھا۔

آج کی رات خرم کی زندگی کی حسین ترین رات تھی جب سب لوگ مومن کو تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو وہ جلدی سے اٹھی کپڑے تبدیل کئے اور بستر میں جا گھسی۔ دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر کھائیں پھر کچھ دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں تھی۔ خرم دل میں ہزاروں ارمان سجائے کمرے میں داخل ہوا مگر کمرے کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ تمام زیورات ڈریسنگ ٹیبل پر، سیج کے پھول صوفے کی گدیاں کشن سب ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے جبکہ مومن خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ اسے یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اس نے تمام رات آنکھوں میں اس امید سے کاٹ دی کہ شاید مومن ابھی اٹھ بیٹھے اور اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے مگر بے سود ایسا کچھ نہ ہوا۔ ویسے کی چھوٹی سی تقریب کے بعد جب چند ایک مہمان آئے تھے وہ سب اپنے گھروں کو سدھار گئے شادی کو تین دن بیت گئے مگر مومن نے خرم سے کوئی بات نہ کی وہ جب بھی کمرے میں آتا وہ کسی بہانے سے باہر نکل جاتی۔ وہ اسے حد سے زیادہ نظر انداز کر رہی تھی۔ رات کو بھی وہ اس کے آنے سے پہلے سو جاتی خرم کے ارمان مچل مچل کر ہی دل میں دم توڑ رہے تھے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر وہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہے۔

ارے بھئی کتنے دن ہو گئے تم لوگوں کی شادی کو تم لوگ کہیں گھومنے پھرنے نہیں گئے۔ ایک دن دادا نے صبح ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔ دونوں نے پہلی بار نظریں اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک ساتھ ہی نظریں جھکا لیں۔

ارے بھئی میں تم لوگوں سے پوچھ رہا ہوں۔ دادا جان ابھی ہم نے سوچا ہی نہیں کہ کہاں جانا ہے۔ مومن نے ٹالتے ہوئے کہا۔ چلو اچھا میں تم لوگوں کی یہ مشکل بھی آسان کر دیتا ہوں پھر انہوں نے ایک لفافہ مومن کی طرف بڑھایا تو اس میں لندن کے دو ٹکٹ ہیں تیاری کر لو شام کو تم لوگوں کی فلائٹ ہے۔ ہم دونوں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر ناشتے کے بعد ہم دونوں کمرے میں آئے اور پیکنگ کرنے لگے اور شام کو لندن روانہ ہو گئے۔ دوران سفر بھی ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی مومن نے ہمیشہ کی طرح خرم سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی۔ لندن میں قیام کے لئے دادا جان نے ایک ہوٹل میں کمرہ بک کروا دیا تھا وہاں پہنچنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ منہ دھو کر فریش ہوئے کھانا کھایا اور پھر بیڈ روم میں آرام کرنے کی غرض سے چلے گئے۔ شادی کے بعد آج پہلی بار وہ دونوں ایک ساتھ بیڈ پر لیٹے تھے۔ مومن میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا؟ یہی کہ تم مجھ سے خفا ہو نہیں تو پھر یہ سب کیا ہے تم میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہو۔ سوری میں آپ کی بات کا جواب نہیں دے سکتی مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ یہ کہہ کر مومن نے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ خرم کو سخت غصہ آیا اس نے مومن کا بازو پکڑ کر اٹھا کر بٹھا لیا۔ پہلے مجھے میری بات کا جواب دو پھر سونا آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے، تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو؟ میں نے بگاڑا ہی کیا ہے تمہارا۔ چھوڑ دو میرا ہاتھ اور آئندہ کبھی بھی مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش نہیں کرنا، مجھے تم سے محبت نہیں ہے بلکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہو؟ بس پھر کیا تھا مومن نے ہر وہ بدسلوکی اور ظلم خرم کے گوش گزار کیا جو اس کی ماں نے اس کے ساتھ کئے۔ تمام باتیں سن کر خرم کو بے حد شرمندگی ہوئی مومن جو کچھ ہوا میں مانتا ہوں کہ سب غلط تھا مگر اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تمہیں ان کے جرموں کی سزا مجھے تو نہیں دینی چاہئے۔ اگرچہ میں بے قصور ہوں مگر پھر بھی میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مگر میں تم لوگوں کو اس وقت تک معاف نہیں کروں گی جب تک میں اپنے ساتھ کی جانے والی ہر زیادتی کا حساب نہ لے لوں۔

مجھے تائی جان اور ان سے منسلک ہر چیز سے نفرت ہے۔ نفرت ہے نفرت ہے۔ خرم کو تو جیسے یہ سن کر چپ ہی لگ گئی ہو اس واقع کے بعد انہوں نے جتنے دن لندن میں گزارے بالکل اجنبیوں کی طرح۔ واپس آنے کے بعد مومن کا رویہ سب کے ساتھ برے سے برا ہوتا چلا گیا۔ تائی جان کے سارے گھر والوں کو مومن نے نکال باہر مارا۔ ایک دن رات کے کھانے پر مومن نے سر درد کا بہانہ کر کے کھانا اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا۔ دادا جان نے اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے خرم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو خرم نے جواب دیا۔ شاید اس کے سر میں درد ہے تمہاری بیوی کے سر میں درد ہے اور تم یہاں بیٹھے آرام سے کھانا کھا رہے ہو چلو اٹھو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ خرم اٹھ کر جب کمرے میں واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مومن بڑے آرام سے بیٹھی کھانا کھا رہی ہے ساتھ ہی وی سی آر پر انگلش مووی دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مومن کے ماتھے پر بل پڑ گئے اس نے چڑ کر ٹی وی بند کر دیا اور کھانا بھی چھوڑ دیا اور پھر رمشا کو آوازیں دینے لگی۔ رمشا جب آئی تو مومن نے حکم صادر کیا یہ برتن اٹھا کر لے جاؤ۔ برتن میں لے جاؤں یعنی کہ رمشا احمد جس نے کبھی آج تک خود اٹھ کر پانی نہیں پیا وہ آپ کے کھانے کے برتن اپنے ہاتھ سے اٹھا کر لے جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ نیچے سے ملازم کو بھیجتی ہوں وہ لے جائے گا اگرچہ مومن کی یہ بات سن کر رمشا کو غصہ آیا تھا لیکن وہ دبا گئی اور کمرے سے باہر جانے لگی۔ مومن کی گرجدار آواز نے اس کے قدم روک دیئے برتن تم ہی نیچے لے کر جاؤ گی ورنہ..... اس سے پہلے کہ رمشا کچھ کہتی خرم بولا پلیز رمشا تم میری اچھی سی بہن ہو ناں پلیز اپنے بھائی کی خاطر یہ برتن نیچے لے جاؤ آخر وہ بھائی کے اصرار پر برتن اٹھا کے لے گئی۔ اس کے جانے کے بعد خرم نے کہا۔ تم ملازم سے بھی تو کہہ سکتی تھی کہ برتن لے جاؤ گھر میں

اتنے سارے ملازم ہیں کاموں کے لئے۔ جب اتنے سارے ملازموں کے ہوتے ہوئے میں گھر کا سارا کام کر سکتی ہوں تو تمہاری بہن کیوں نہیں۔ سنو مسٹر خرم یہ تمام جائداد اور گھر میرا ہے میں جو چاہوں گی جیسا چاہوں گی تم لوگوں کو وہی کرنا ہوگا۔ مجھے کوئی نہیں روک سکتا میں مالک ہوں اور تم سب محکوم ہو۔ مومن تمام گھر والوں سے تائی جان کے کئے گئے ظلم کا بدلہ لے رہی تھی۔ خرم نے اسے بہت سمجھایا بار بار معافی مانگی مگر مومن پر تو انتقام کا بھوت سوار تھا سب گھر والے اس کے سامنے جھک چکے تھے کیونکہ مومن نے ان کو جکڑنے کے لئے جال ہی ایسا بنایا تھا کہ سب بے زبان پرندوں کی طرح اس میں پھنستے چلے گئے۔ مومن نے رمشا کی شادی دھوکے سے ایک ایسے شخص سے کروا دی جو دولت کا لالچی تھا مومن اسے کرنسی دیتی رہتی اور وہ اسے خوش کرنے کے لئے رمشا کو ظلموں کا نشانہ بناتا۔

مومن ان لوگوں کے ساتھ وابستہ تمام رشتوں کو بھلا چکی تھی۔ ایک دن آفس جاتے ہوئے تایا جان کا اس قدر شدید ایکسیڈنٹ ہوا کہ وہ بچ نہ سکے۔ یہ صدمہ دادا جان کے لئے ناقابل برداشت تھا انہیں دل کا شدید دورہ پڑا اور وہ بیٹے کے ساتھ ہی خالق حقیقی کو جا ملے۔ دوسری طرف خدا کی بے آواز لاٹھی تائی جان پر برس پڑی انہیں فالج کا شدید اٹیک ہوا جس سے وہ نہ صرف بولنے بلکہ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو گئیں۔ ان حالات میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مومن خود کو بدل لیتی مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ خرم کی لاکھ کوشش کے باوجود جب وہ نہ سمجھی تو اس نے اس کے رویے سے دل برداشتہ اور محبت میں ناکام ہو کر خودکشی کر لی اور یوں تمام خاندان تباہ ہو گیا۔

جیسے ہی اس تباہی کی خبر لندن میں موجود عدیل کو اس کے ماموں نے سنائی وہ بھڑک اٹھا اور جلد از جلد تیاری کر کے پاکستان پہنچا۔ رمشا نے بھی ایک ایک بھائی کے گوش گزار کی رمشا مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ وہ مومن جسے ہم سب اس قدر عزیز رکھتے تھے اس نے صرف اور صرف ایک بجدے کی خطا کا نشانہ سارے خاندان کو بنایا۔ بھائی وہی مومن جسے ہم اپنی بہن سمجھتے تھے اس معصوم صورت والی نے ہم سے ہمارا بھائی، باپ، دادا جان، ہماری شان و شوکت دل کا سکون ہر چیز چھین کر یہ جہنم رسیدہ زندگی سے ہمیں نواز دیا۔ رمشا نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ ارسل میری کوئی بات نہیں مانتے وہ مومن کے اشاروں پر اس کو خوش کرنے کے لئے مجھے اذیتیں دیتے ہیں۔ تم نے مومن کو سمجھایا نہیں بھائی وہ کسی کی بات نہیں سنتی یہاں تک کہ خرم بھائی نے رو رو کر اس کے پاؤں کو پکڑ کر معافی مانگی اور پھر اتنا کچھ ہونے کے باوجود اس نے اپنا رویہ نہیں بدلا۔ اس نے امی جان کو ہسپتال کے ایک لاوارث وارڈ میں داخل کروا دیا ہے اور ارسل مجھے ان سے ملنے کی اجازت تک نہیں دیتے اور کہتے ہیں اگر تم نے گھر سے باہر قدم نکالا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔ ہمارے ہی ٹکڑوں پہ پلنے والی مومن آج ایک ظالم سنگدل اور لالچی انسان بن گئی ہے۔ دھوکہ دیہ اور فریب سے اس نے ہمیں برباد کیا میں بھی اسے چین سے جینے نہیں دوں گا۔ اس سے ضرور بدلہ لوں گا۔ رمشا میری بہن جہاں تم نے اتنے دکھ برداشت کئے وہاں کچھ دن اور صبر کر دو پھر دیکھنا اس لالچی مومن کو میں اپنے قدموں میں نہ گرایا تو میرا نام عدیل نہیں۔

Yes۔ May I com in? مومن نے فائل سے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ ایک انتہائی خوبصورت اعلیٰ شخصیت کا مالک شخص ہاتھ میں فائل پکڑے اس کے قریب آیا۔ بیٹھیں۔ شکریہ۔ میرا نام دانیال ہے اخبار میں آپ نے جو جاب کے لئے اشتہار دیا ہے میں اسی سلسلے میں آیا ہوں، باقی تفصیل اس فائل میں درج ہے۔ او کے، میں آپ کی فائل کا مطالعہ کر کے آپ کو مطلع کر دوں گی۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ آخرکار دانیال کو ہی تجربے کی بنا پر منتخب کر لیا گیا۔ اس نے دل لگا کر کام کیا۔ اس کی دن دگنی اور رات چوگنی محنت سے کاروبار روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا۔ مومن بہت خوش تھی کہ اسے ایک امانت دار اور ہیلپر مل گیا۔ جب دانیال کو یقین ہو گیا کہ وہ مومن کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا

ہے تو اس نے اسے اپنی محبت کے جال میں پھنسانا شروع کر دیا۔ وہ اس کی تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا۔ اس کے آگے پیچھے ہی پھرتا رہتا وہ جو کہتی وہ وہی کرتا پھر یہ تو سچ ہے کہ عورت اندھی ہوتی ہے اگر اسے کوئی پھول کہہ دیتا ہے تو وہ اس کی بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی ہے۔ یہ جانے بغیر کہ اس نے کس نوعیت کے تحت ہمیں اتنا بڑا لقب دیا ہے۔
ایک دن دانیال نے مومن سے کہا تم دنیا میں بالکل اکیلی ہو اور میں بھی اگر چہ میری حیثیت تم سے بہت کم ہے، تم میں اور مجھ میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں تمام عمر کے لئے تمہاری طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا ہوں اگر تمہارے نزدیک میری کوئی اہمیت ہے تو اسے تھام لو، تمہیں انکار کا پورا پورا حق ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ ہر انسان کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا پورا پورا حق ہوتا ہے تم سوچ لینا میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا۔ سوچنے کی کیا ضرورت ہے مجھے تو فخر ہے کہ تم جیسا انسان میرا لائف پارٹنر بنے گا۔ دانیال حیرت سے مومن کی طرف دیکھنے لگا کیونکہ اسے یقین نہ تھا کہ اتنی جلدی مومن اپنی رضامندی ظاہر کر دے گی۔ اس لئے اس نے دوبارہ پوچھا۔ تو کیا تم میرے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہو۔ کیا تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ میں نے اپنی زندگی تمہارے نام لکھ دی۔ او مومن تم کتنی اچھی ہو۔ اچھا سنو مجھے تم سے چند باتیں کہنی ہیں تاکہ مجھے اور تمہیں ایک دوسروں کی عادتوں کا علم ہو جائے۔ نمبر 1 مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ نمبر 2 میرے اندر چند عجیب و غریب عادتیں پائی جاتی ہیں جو شاید تمہیں اچھی نہ لگیں اگر چہ میری پوری کوشش ہو گی کہ ان کو بدل لوں مگر پھر بھی اگر کوئی غلط حرکت ہو جائے تو معاف کر دینا۔ نمبر 3 بہت غصہ آتا ہے۔ OK جناب اور کچھ نہیں اتنا ہی کافی ہے۔ چند روز بعد ان کی شادی دھوم دھام سے ہو گئی۔ پہلی شادی کی نسبت اب کی بار مومن شرم و حیا کی پیکر بنی پھولوں کی سجی سیج پہ بیٹھی بھاری کامداری لباس اور زیورات سے لدی ہوئی اپنے پیار کا انتظار کر رہی تھی۔
دانیال کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا غسل خانے میں گھس گیا کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے وہ باہر آیا بیڈ سے اپنا تکیہ اور چادر اٹھائی دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر کھائیں اور بڑے آرام سے صوفے پر جا کر لیٹ گیا۔ دانیال کو یوں اطمینان سے سوتے دیکھ کر مومن کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آ گیا جب اس نے خرم کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ جب وہ ماضی کی دلیز سے واپس آئی تو دانیال خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ یہ وقت اس کے لئے بڑا اذیت ناک تھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ وہ بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا کر لیٹ گئی نجانے رات کے کس پہر اسے نیند آ گئی۔ وہ صبح بیدار ہوتے ہی دانیال پر برس پڑی یہ رات تم نے کیسی حرکت کی۔ کون سی حرکت۔ واہ تم تو ایسے انجان بن رہے ہو جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ رات جس طرح تم نے مجھے نظر انداز کیا اگر چہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتی۔ اگر جناب ہمارا جرم اتنا بڑا ہے تو آپ شوق سے قتل کیجئے ہمیں، ہم اف تک نہیں کریں گے۔ مگر یہ تو پوچھ لیجئے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا۔ پتہ ہے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہیں مجھ سے پیار ہے یا نہیں۔ مجھ پہ اعتماد ہے یا نہیں اگر زندگی میں میں کبھی بھٹکوں تو تم مجھے سیدھے راستے پہ لاتی ہو یا ٹھکرا دیتی ہو۔ میں خود کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مومن واقعی میری ہے۔ دنایال نے اسے ایسے قائل کیا کہ وہ جلد ہی پگھل گئی۔ دانیال کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ پیار سے ڈنگ مارتا تھا۔ دانیال نے جب مومن سے اس کی پہلی زندگی کے بارے میں پوچھا تو اس نے سب بتایا سوائے پہلی شادی کے۔ دانیال نے اسے سمجھایا کہ وہ اب انتقام لینا بس کرے۔ بہت فتح یاب ہو گئی ہو اپنے مقصد میں۔ مگر مومن پھر بھی نہ مانی تو اس نے اسے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا۔
وقت کے ساتھ ساتھ خدا نے مومن کو دو بچوں کی ماں بنا دیا اور وہ اب دانیال کی محبت میں بری طرح پاگل ہو چکی تھی۔ اس پاگل پن کی حالت میں اس نے خود سمیت اپنا جائداد اور کاروبار سمیت سب کچھ دانیال کے نام لکھ دیا۔ ایک صبح جب وہ سو کر اٹھی تو دانیال کو بیڈ پر نہ پا کر وہ پریشان ہو گئی۔ پھر اس کی نظر ایک لفافے پر پڑی جب اس نے اسے اٹھا کر کھولا تو پڑا تو اسے معلوم ہوا وہ دانیال نہیں بلکہ عدیل تھا اس کا تایا زاد کزن۔ جو اس سے اپنی فیملی کی بربادی کا بدلہ لینے آیا تھا۔ وہ اپنی جائداد بہن اور بچوں کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا تھا۔ مومن تم ایک لالچی اور حد سے زیادہ نیچ لڑکی ہو مجھے یقین ہے میں چلا جاؤں گا تو تم اور آشنا تلاش کر لو گی جیسے خرم بھائی کے مرنے کے بعد تم نے کیا مگر یاد رکھنا تمہیں تو شاید علم نہیں کہ میں کہاں ہوں مگر مجھے تمہارے پل پل کی خبر ہے تم میرے نکاح میں ہو اگر تم نے اپنے قدم اب کسی اور کی طرف بڑھائے تو میں تمہارے قدم کاٹ دوں گا جیو اور تنہا ہی جیو۔ روز مرو اور روز جیو۔ مجھے پرواہ نہیں۔ مومن جہاں کھڑی تھی وہیں گر گئی، وہ عدیل کو نہ بھول سکی کیونکہ وہ اس کی زندگی میں آنے والا پہلا شخص تھا جس سے اس نے محبت کی تھی۔ آج اسے خرم کے ساتھ ساتھ بے گناہ لوگوں کے ساتھ کی ہوئی تمام زیادتیوں کی سزا مل گئی کہ اس سے ایک بار پھر تمام خوشیاں چھین لی گئیں۔

◆▮◆

یاد

یادوں کا اک جھونکا آیا ہم سے ملنے برسوں بعد
پہلے اتنے روئے نہیں تھے جتنے روئے برسوں بعد
لمحہ لمحہ گھر اجڑا ہے تو ہم کو احساس ہوا
پتھر آئے برسوں پہلے شیشے ٹوٹے برسوں بعد
آج ہماری خاک پہ دنیا رونے دھونے بیٹھی ہے
پھول ہوئے ہیں اتنے سستے جانے کتنے برسوں بعد
دستک کی امید لگائے کب تک جیتے ہم
کل کا وعدہ کرنے والے ملنے آئے برسوں بعد

☆......بشیر سانول-واہ کینٹ

اقوال زریں

* اگر تمہیں وہ نہ ملے جسے تم مانگتے ہو تو سمجھ لو کہ تمہیں کسی اور نے اپنے لئے مانگ لیا ہے۔ (حضرت علیؓ)
* محبت کسی ایسے شخص کی تلاش نہیں کرتی جس کے ساتھ رہا جائے۔
* محبت تو ایسے شخص کی تلاش کرتی ہے جس کے بغیر نہ رہا جائے۔
* رحیم وہ ذات جس نے تمہیں مٹی سے انسان بنایا۔
* وہ ذات جو تمہارے گناہوں کے باوجود تمہیں ہر روز رزق دیتا ہے۔
* وہ ذات جو تمہاری توبہ پہ تمہارے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔
* وہ ذات جو تمہارے راز جانتے ہوئے بھی تمہاری سرکشی کے باوجود انہیں فاش نہیں کرتا۔
* وہ ذات جس نے تم کو فضیلت بخشی۔
* وہ ذات جس نے تمہارے لئے قرآن اتارا تاکہ تم اس کے ذریعے جنت حاصل کر۔
* تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

☆......ایم خالد محمود سانول-مروٹ

غزل

ملے ہر قدم پہ رفاقت تمہاری
کہاں ہم کہاں یہ عنایت تمہاری
ہمیں چاہئے بس تعلق تمہارا
محبت ملے یا عداوت تمہاری
کسی سے بھی مانا اُسے جیت لینا
بس دلنشیں ہے یہ عادت تمہاری
نہ دیکھا جہاں میں کوئی اور تم سا
بڑی منفرد ہے طبیعت تمہاری

☆......ایم خالد محمود سانول-مروٹ

محبت مر نہیں سکتی

دوست محمد خان وٹو۔لیہ

اسے اچھی طرح سے علم تھا کہ ہندو اور سکھ اس کے پرانے دشمن ہیں اس کی محبت عائشہ کے قاتل ہیں، عائشہ کی محبت روز روشن کی طرح اس کے دل میں زندہ تھی کیونکہ سیانے لوگ کہہ گئے ہیں محبت مر نہیں سکتی. دشمن کی شکست سے اسے بڑا حوصلہ ملا تھا اس کے دل میں ایک لاوہ جو پک رہا تھا ہندو اور سکھوں کی دی ہوئی نفرت اس کے دل میں پوری شدت سے جاگ اٹھی تھی اور پھر کئی دنوں بعد وہ نارمل حیثیت میں آیا تھا؟... ماضی کے دریچوں سے کھوج کر نکالی گئی ایک محبت کی سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

وہ کافی دیر سے ٹکٹکی باندھے سر سبز ہلالی پرچم کو دیکھ رہا تھا جو ایک بلند و بالا عمارت پر ہوا کے دوش پر لہرا رہا تھا حالانکہ یہ پرچم دیکھ کر اس کے اندر کے موسم پر خزاں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے مگر اس کے برعکس اس کے چہرے پر طمانیت اور سکون کی پرچھائیاں محو رقصاں تھیں وہ سوچوں کے منجدھار میں ڈوب کر یہ قیاس کرنے لگا تھا اس سرسبز ہلالی پرچم کو حاصل کرنے کی خاطر دوسرے لوگوں کی طرح اس نے بھی ڈھیروں ستم اٹھائے تھے اپنے پیاروں کے بے گور و کفن لاشے چھوڑ کر اس نے یہ ملک حاصل کیا تھا اس ملک کو حاصل کرنے کی خاطر اس نے اپنا خون پیش کیا خون کے رشتوں کی قربانی دی تھی اس لئے جب بھی اگست کا مہینہ آتا تھا اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں اس کا دل خون کے آنسو رونے لگتا جس سے اس کا رواں رواں کانپنے لگ جایا کرتا تھا اور اس کی رگوں میں دوڑتا خون منجمد ہونے لگتا تھا اس کی آنکھوں نے قیامت صغریٰ کے مناظر دیکھے تھے اس کے سامنے ماں باپ معصوم بہن بھائی عزیز رشتہ دار اور سب سے بڑھ کر اس کی محبوب ہستی عائشہ کے زخموں سے چور لاشے وہ قیامت کے لمحات وہ خون آشام گھڑیاں وہ ہولناک منظر اسے آج بھی اچھی طرح سے یاد تھیں آج جب وہ اپنے ہولناک ماضی اور لاکھوں جانثاروں کی قربانیوں کو دیکھتا اور دوسری طرف لوٹ کھسوٹ کرنے والے اہل وطن کو دیکھتا تو اسے انتہائی دکھ محسوس ہونے لگتا وہ قیاس کرنے لگتا کاش وہ بھی اس قیامت کی لپیٹ میں آ جاتا اور اسے یہ نفرتوں کے دن نہ دیکھنے پڑتے ایسے دل سوز حالات دیکھ کر وہ شدت کرب سے بلبلا اٹھتا کیونکہ اس نے جو وطن اپنے ماں باپ کی قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا اس کا ایک بازو دشمن نے آپس میں نفرتیں پھیلا کر کاٹ دیا تھا۔ جو قیامت تک اس نے 1947ء میں دیکھی تھی وہ آئے دن وطن عزیز میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کیا سوچا اور چاہا تھا اور اسے کیا مل رہا تھا لیکن پھر وہ یہ سوچ کر چپ سادھ لیتا کہ کاتب تقدیر کا لکھا ٹالا نہیں جا سکتا مقدر میں لکھی سیاہیاں مٹائی نہیں جا سکتیں۔

اے خدا لوگ بنائے تھے پتھر کے اگر

میرے احساس کو شیشہ نہ بنایا ہوتا

لوگ کہتے ہیں قیامت آئے گی لیکن اس کی سوچ کے مطابق آئی بھی اور گزر بھی گئی کیونکہ ماضی کے پرآشوب لمحات اسے آج تک نہیں بھولے تھے۔ وطن عزیز کا خواب دیکھنے والوں کو اس کی تعبیر تو مل گئی لیکن یہ تعبیر حاصل کرنے کی خاطر خون کے دریا عبور کرنے پڑے تھے اس کی طرح دوسرے لوگوں کو بھی اپنی متاع عزیز خوابوں کی تعبیر پر قربان کرنی پڑ گئی تھی۔ حق و باطل کا معرکہ لڑا جا رہا تھا حق جیت رہا تھا اور دشمن کو شکست فاش ہو رہی تھی جس سے باطل قوتیں اپنی شکست و ریخت سے بچنے کی خاطر اخلاقی قدروں کی پامالی کرنے پر اتر آئی تھیں۔ معصوم بچوں بے کس اور مجبور عورتوں اور لاچار بوڑھوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی تھی اس کے ہی گاؤں کا دربار سنگھ جن سنگیوں کے ساتھ حامد علی کے قافلہ پر ٹوٹ پڑا تھا حالانکہ اس سے پہلے شام کوٹ قصبہ میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی ایک ساتھ رہتے تھے ان کے دکھ درد سانجھے تھے مگر نہ جانے یہ کیسی نفرتوں کی آندھی چل پڑی تھی اب وہی ہندو اور سکھ مسلمانوں کے خون کے پیاسے بن گئے تھے۔ حامد علی اور اس کے قافلہ والے جو کسی نہ کسی طریقہ سے گاؤں سے جان بچا کر پاکستان کی طرف کوچ کر گئے تھے نہ جانے کیسے دشمنوں کو خبر ہو گئی تھی کہ اچانک متعصب ہندوؤں اور ظالم سکھوں نے چاروں طرف سے نہتے قافلہ پر ہلہ بول دیا تھا مسلمان نہتے اور بے آسرا تھے جبکہ سکھ اور ہندو اسلحہ سے لیس تھے لیکن پھر بھی مسلمانوں نے عزم اور ہمت لازوال جذبوں کی وہ مثالیں قائم کی تھیں کہ بزدل دشمن ورطہ حیرت میں ڈوب گیا تھا۔ حامد علی اور دوسرے قافلہ کے لوگ جب دشمنوں سے لڑتے لڑتے تھک کر چور ہو گئے تھے کہ اسی اثناء بلوائیوں کا ایک تازہ دم جتھہ نجانے کہاں سے آ گیا تھا پھر کیا تھا ظالم درندوں نے سفاکی اور بربریت کی انتہا کر دی تھی مسلمان عورتوں کو چن چن کر قتل کیا جانے لگا، مسلمان جو زخموں سے چور تھے وہ مزاحمت کر رہے تھے لیکن تعداد میں وہ ظالم بہت زیادہ تھے جس کی وجہ سے وہ مسلمان عورتوں اور بچوں کا قتل عام کرتے رہے۔ اف میرے خدایا مسلمان عورتوں کی تذلیل اپنے باپ اور بھائیوں کے سامنے ہوتی رہی مگر وہ زخم خوردہ مسلمان دشمنوں کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے کیونکہ ان موذیوں کا پلہ بھاری تھا۔ اسی مقتل گاہ میں دوسری مظلوم مسلمان عورتوں کے ساتھ حامد علی کے ماں باپ اور جان سے پیاری عائشہ ظلم و بربریت کا نشانہ بنی تھی اس کی متاع عزیز وہ ہستی جس کے ساتھ حامد علی نے ساتھ نبھانے کا عہد کیا تھا ان کی محبت سچی اور حقیقی محبت تھی مگر کینہ پرور شیطان کے چیلوں نے حامد علی کا پیار اس سے چھین لیا تھا جہاں اسے عائشہ کا غم کھائے جا رہا تھا وہاں اپنے پیاروں کی جدائی نے بھی اسے ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کی زندگی میں چاروں طرف اندھیروں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔

جن مخدوش حالات میں وہ جان بچا کر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ پاکستان کی سرزمین تک پہنچا تھا وہ خون آشام منظر وہ قیامت خیز گھڑیاں وہ آج تک نہیں بھول پایا تھا۔ مسلمان ایک علیحدہ دھرتی کی خاطر اپنی بیٹیوں بہنوں اور معصوم ماں باپ اور بلکتے بچوں کی لاشوں پر سے گزر کر وطن عزیز کی مٹی تک پہنچے تھے مسلمانوں نے اپنے پیاروں کو آگ کے سمندر میں اپنی آنکھوں سے جلتا ہوا دیکھا تھا۔ اپنی عزت آبرو اور وقار کے لاشوں کو بے گور و کفن خاک اور خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تھا۔ وطن عزیز کو حاصل کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر آئے تھے، دوست احباب عزیز و اقارب اور خون کے رشتے جن کے بغیر انسان ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وہ زمین جس نے اسے پال پوس کر جوان کیا تھا لیکن سب مسلمانوں نے قائد کی آواز پر لبیک کہا اور قائد کی آواز پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا کیونکہ علیحدہ وطن ہر مسلمان کی دیرینہ خواہش تھی۔ ایک علیحدہ وطن عزیز جہاں ہر مسلمان کو آزادی ہو وہ دھرتی ان کی اپنی چاہتوں کے پھولوں سے مہک رہی ہو لیکن ہمارے ازلی دشمن بنیا کو یہ بات بہت ناگوار گزری تھی اس لئے وہ ہماری آزادی کی مدوش پری کو سلب کرنے کی خاطر نت نئے بہانے تلاش کر کے کمزور کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔

وہ رات انتہائی تاریک اور خاموش تھی جب باطل نے ہمیں ایک بار پھر للکارا تھا لیکن وطن عزیز کے سپوت جن کا ماضی اور حال درخشندہ روایات کا حامل تھا وہ نعرہ تکبیر کے ساتھ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ جذبہ جہاد نے ان سرفروشوں کو موت و زیست کی سرحدوں سے بہت بلند کر دیا تھا اور شہادت ان کے لئے زندگی کی معراج بن گئی تھی۔ باطل ہماری آزادی کے در پے تھا مگر ہماری فوج بے سروسامانی اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود وطن کی آزادی کا دفاع کیا تھا۔ ستمبر 1965ء میں جب ہمارے ازلی دشمن بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا تو امریکہ کے سفیر نے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سے دریافت کیا تھا۔ سر بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے اب آپ کیا کریں گے؟ ایوب خان نے بڑے تحمل سے جواب دیا تھا میرے خدا نے اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کیا میں بفضل تعالیٰ پاکستان کا دفاع کرتے ہوئے دشمن کو لوہے کے چنے چبواؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقت نے ثابت کر دیا تھا کہ باطل کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا تھا اور شکست فاش اس کا مقدر بن گئی تھی۔ وہ کئی سالوں تک اپنے زخم چاٹتا رہا تھا۔ حامد علی لڑائی کے بعد اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرنے لگا تھا اس کے جذبوں کو قدرے سکون مل گیا تھا کیونکہ قوم اور فوج نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اسے اچھی طرح سے علم تھا کہ ہندو اور سکھ اس کے پرانے دشمن ہیں اس کی محبت عائشہ کے قاتل ہیں، عائشہ کی محبت روز روشن کی طرح اس کے دل میں زندہ تھی کیونکہ سیانے لوگ کہہ گئے ہیں محبت مر نہیں سکتی۔ دشمن کی شکست سے اسے بڑا حوصلہ ملا تھا اس کے دل میں ایک لاوہ جو پک رہا تھا ہندو اور سکھوں کی دبی ہوئی نفرت اس کے دل میں پوری شدت سے جاگ اٹھی تھی اور پھر کئی دنوں بعد وہ نارمل حیثیت میں آیا تھا لیکن پھر اچانک 1971ء میں دشمن کی پرانی شرانگیزیاں شروع ہو گئیں اس نے جو تخریب کاری کا بیج مشرقی پاکستان میں بو دیا تھا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ طوفان کی سرکش لہروں میں اخوت محبت اور خلوص کے سب رشتے بے سہارا تنکے کی مانند نفرتوں کے دریا میں بہہ گئے، اعتماد کی بنیادیں اور ہمارا سب کچھ اپنے ساتھ بہا کر لے گئے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں جہاں کئی صدیوں پر محیط کامیابیاں اور کامرانیاں ہیں وہیں کچھ ہزیمتوں کے داغ بھی ہیں ان میں ایک بہت ہی بدنما داغ ماضی کے ترقی یافتہ مسلمان قوم کے مرکز بغداد میں وحشی منگولوں نے خون کی ندیاں بہا دی تھیں اور 1971ء میں کالی ماتا کے پیروکاروں نے مسلمان کو مسلمان سے لڑا کر ہمارا ایک بازو "مشرقی پاکستان" کو بنگلہ دیش بنا دیا تھا۔

1971ء کے زخموں کی کسک آج بھی حامد علی محسوس کر رہا تھا اس نے ایک بار پھر سرسبز ہلالی پرچم پر نگاہ ڈالی جو کہ بڑی آن بان اور شان سے بلند و بالا عمارت پر لہرا رہا تھا۔ لہراتے ترنگے کو دیکھ کر اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے دونوں ہاتھ وطن عزیز کی سلامتی مانگنے کی خاطر دعا کے لئے اٹھ گئے اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے لیکن اس کا دل آزادی...... آزادی پکار رہا تھا۔

اے میرے مالک پاکستان ہمارا ملک ہے اور ہندو ہمارا پرانا دشمن، ہم نے خون کے دریا پھلانگ کر یہ وطن عزیز حاصل کیا تھا لیکن آج ایک بار پر طاغوتی طاقتوں سے ہمارے ملک کو خطرہ لاحق ہے آج ہمارے اس خطے کو پہلے سے کہیں زیادہ ہمارے جذبوں کی ضرورت آن پڑی ہے ہم جہاں کہیں پر ہوں ہمارا ہر کام وطن کی سلامتی بھلائی اور خوش حالی کے لئے ہو تاکہ ہر طرف محبتوں کے پھول مہک اٹھیں۔ ہم نے اپنی بقاء کی جنگ خود لڑنی ہے ہمیں کسی کی حمایت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ اے مولا کریم ہمیں حوصلہ اور ہمت دے ایک نیا جذبہ اور حوصلہ عطا کر تاکہ ہم وطن کی آزادی کا دفاع کر سکیں۔ آمین ثم آمین!

دعا کے ختم ہوتے ہی دو آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے بوڑھے حامد علی کی آنکھوں سے گر کر وطن کی مٹی میں ضم ہو گئے اور وہ دل میں ایک نیا ولولہ اور جذبہ لے کر وہاں سے چل پڑا اس نے دور جا کر جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو سرسبز ہلالی پرچم ابھی تک ہوا کے دوش پر پھڑپھڑا رہا تھا بے ساختہ اس کے دل سے یہ دعا نکلی:

"تو سلامت رہے اے نگار وطن...... تو سلامت رہے!"

●*●
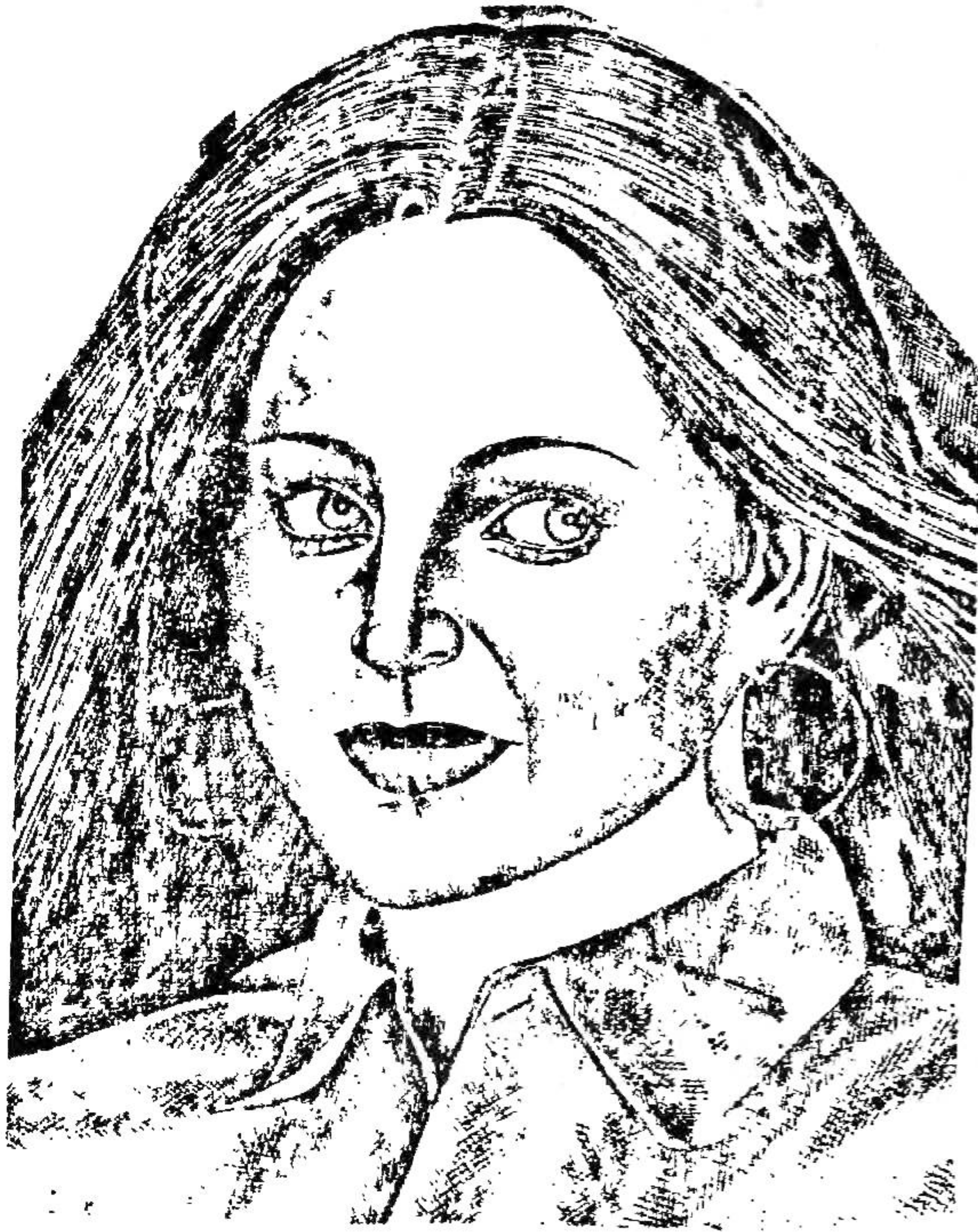
قصور کس کا؟

تحریر...... خالد فاروق آسی - فیصل آباد

آج تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا ہے. نہ میں اس کے گھر گیا اور نہ ہی اس کو کبھی دیکھا. ایک دفعہ وہ ہماری طرف آئی تھی لیکن میں اپنے ماموں کی طرف چلا گیا. وہ اب بھی خوش ہے کیونکہ جس کو اس نے چاہا وہ اسے عنقریب ملنے والا ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

بیس سال سے ''جواب عرض'' کی اس نگری کے ساتھ منسلک ہوں۔ اس نگری نے بہت اچھے اور پرخلوص دوست بھی دیئے ہیں۔ نئے اور پرانے لکھنے والے اپنی تحریروں سے اس کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ پرانے رائٹرز نہ جانے کیوں نظر نہیں آ رہے؟ آپ ہر ماہ باقاعدگی سے میری تحریروں کو جگہ دیتے ہیں، اس کے لئے آپ کا مشکور ہوں۔ ''قصور کس کا؟'' ایک دوست کی آپ بیتی لے کر حاضر ہوا ہوں۔ امید واثق ہے آپ جلد اسے ''جواب عرض'' کی زینت بنا دیں گے۔ میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں یہ تو قارئین ہی بہتر طور پر بتا سکتے ہیں۔

اقرار گئے انکار گئے ہم ہار گئے
آنکھوں سے سب آثار گئے ہم ہار گئے
ایک عمر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا، ہار گئے ہم ہار گئے
پہلے تو پریت میں اپنے آپ سے دور ہوئے
پھر یار گئے، دلدار گئے، ہم ہار گئے

''جواب عرض'' کی وساطت سے بہت سارے دوستوں سے رابطہ ہوا۔ اکثر دوست مجھے کہانی لکھنے کا کہتے لیکن وقت کی قلت کے باعث اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ ''جواب عرض'' کے قاری نوید اختر صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا اور اپنی زندگی کی آپ بیتی شائع کروانے پر اصرار کیا۔ ان کے بے پایاں خلوص اور اپنائیت کو دیکھتے ہوئے میں ان کی آپ بیتی لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آج کے اس دور میں خلوص اور وفا نام کو ہی رہ گئی ہے۔ ہر شخص اپنی ذات کی مجبوریوں میں قید ہے۔ ہم کسی کے دکھ درد کے ساتھ نہیں بن سکتے تو کم از کم ہمیں کسی کے دکھ درد کی وجہ بھی نہیں بننا چاہئے۔

ہم تو آغاز محبت میں ہی لٹ گئے فراز
لوگ کہتے ہیں انجام برا ہوتا ہے

میرا نام نوید اختر ہے اور میں خانیوال کے نزدیکی گاؤں میں رہتا ہوں۔ ہم ایک بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ بہنیں مجھ سے بڑی ہیں ایک بہن کی شادی ہو چکی ہے اور ایک کی شادی ہونے والی ہے۔ جب میں پیدا ہوا تو میرے خاندان والوں نے بہت خوشی مانئی اور پورے گاؤں میں مٹھائی بانٹی گئی کیونکہ میں اپنے خاندان کا واحد لڑکا تھا۔ باقی سب کے ہاں لڑکیاں ہی تھیں اس لئے میں اپنے خاندان کی آنکھوں کا تارا تھا۔ سب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے والد صاحب نے مجھے سکول میں داخل کروا دیا۔ جو گھر کے بالکل نزدیک تھا۔ اس طرح میں روزانہ سکول جاتا اور وقت گزرنے کے ساتھ میں ہر کلاس میں فرسٹ آتا رہا۔ جب میں

پانچویں کلاس میں پہنچا تو میرے والدین نے مجھے کہا کہ بیٹا ہر کلاس کی طرح اس کلاس میں بھی فرسٹ آنا۔ میں نے خوب محنت کی اور پانچویں کلاس میں بھی فرسٹ آیا۔ میرے گھر والوں نے مجھے شاباش دی۔ میرے ابو نے مجھ کو نئی سائیکل لے کر دی اور مجھے ایک دوسرے ہائی سکول میں ایڈمیشن لے کر دیا۔ اب میں باقاعدہ سکول جاتا اور اپنی پڑھائی کی طرف مکمل توجہ دیتا۔ چھٹی کلاس میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس طرح اب میں ساتویں کلاس میں آ گیا۔ ساتویں کلاس میں آنے سے میرے بربادی کے دن شروع ہو گئے۔

ہوا کچھ یوں کہ مجھے ساتویں کلاس میں ہوئے ابھی ایک ہی ماہ ہوا تھا کہ ایک دن میں سکول سے واپس آیا تو گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔ وہ مہمان میری خالہ اس کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ میں ان کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا نہ کبھی ان کے گھر گیا تھا۔ میں سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ امی اور باجی نے مجھے کہا۔ نوید ادھر آؤ۔ تو میں دوسرے کمرے چلا گیا جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سب کو سلام کیا اور وہیں بیٹھ گیا۔ باجی نے مجھ کو کھانا لا کر دیا اور کہا کہ نوید کھانا کھا لو اور بازار سے کچھ سامان لے آؤ۔ میں نے جلدی جلدی کھانا کھایا اور باجی کی دی ہوئی لسٹ تھامے شہر کو چلا گیا۔ جاتے وقت میرا خالہ زاد کزن میرے ساتھ چلا گیا۔ میں نے اس کو شہر میں گھمایا ہم سامان لے کر گھر آ گئے۔ سامان میں نے باجی کو دیا اور ان کے ساتھ گپ شپ لگانے لگا۔ میں ایک بات بتانا بھول گیا کہ بہت عرصے پہلے ہماری ان سے ذاتی رنجش تھی۔ جس کی وجہ سے نہ وہ کبھی ہمارے گھر آئے تھے اور نہ ہی ہم کبھی ان کے گھر گئے تھے لیکن پھر ان سے ہماری صلح ہو گئی اور وہ پہلی مرتبہ ہمارے گھر آئے تھے۔ میری خالہ کی چھوٹی لڑکی صبا مجھ سے کچھ زیادہ ہی فری ہو رہی تھی لیکن میں اس سے اتنا فری نہیں ہو رہا تھا۔ میں اس کے بھائی اور اس کی بہن میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ میں جب بھی اس کی طرف دیکھتا تو وہ میری طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہوتی۔ میں سمجھ تو اسی وقت گیا تھا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے لیکن میں نے سوچا کہ یہ محبت کا بھوت اس کے سر سے جلدی اتر جائے گا۔ کچھ دیر بعد میرے دوست آ گئے۔ میں ان کے ساتھ قریبی گراؤنڈ میں کرکٹ کھیلنے کے لئے چلا گیا۔ ہمارا گھر گراؤنڈ سے صاف نظر آتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے گھر کی طرف نظر دوڑائی تو وہ چھت پر کھڑی گراؤنڈ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شام کو میں جب واپس گھر آیا تو میری باجی نے مجھے کہا کہ نوید ابو آپ کو بہت یاد کر رہے ہیں۔ میں فوراً جہاں ابو ان سے باتیں کر رہے تھے۔ وہاں گیا اور ابو سے پوچھا کہ ابو آپ نے مجھے یاد کیا تو انہوں نے کہا کہ قریبی گاؤں سے پیسے لے کر آؤ۔ تو میں نے سائیکل اٹھائی اور جس آدمی کا ابو نے کہا تھا اس کے پاس آ گیا۔ اس سے پیسے لئے اور جلدی واپس آ گیا۔ پیسے لا کر ابو کو دیئے، شام کا کھانا کھایا اور انہی کے پاس بیٹھ گیا۔ باتیں وغیرہ ہوتی رہیں۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے سب سونے کے لئے چلے گئے۔ بائی چانس میری وہ دونوں کزنیں اس کا بھائی اور میری باجی میرے ہی کمرے میں سونے کے لئے آ گئے۔ سونے سے پہلے میری چھوٹی کزن مجھ سے میری پڑھائی کے بارے میں پوچھتی رہی۔ میں اس کو بتاتا رہا۔ میں نے اس کو پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ چھٹی کلاس میں پڑھتی ہے۔ صبح جلدی اٹھا نماز پڑھی، قرآن پاک کی تلاوت کی اور ناشتہ کر کے سکول چلا گیا۔ سکول سے آدھی چھٹی لی اور گھر آ گیا۔ وہ ایک دن اور ہمارے گھر رہے۔ دوسرے دن وہ اپنے گھر چلے گئے لیکن گھر جانے سے پہلے میری بڑی کزن نے مجھے کہا۔ کبھی ہمارے گھر تو آنا۔ میں نے وعدہ کر لیا کہ میں آپ کی طرف ضرور ایک ماہ کے اندر آؤں گا۔ پھر میں اپنی پڑھائی میں مشغول ہو گیا۔

ایک ماہ بعد میری امی نے کہا کہ نوید کل سکول سے چھٹی لے آنا۔ ہم نے تمہاری خالہ کی طرف جانا ہے۔ پھر ہم دوسرے دن ان کے گھر چلے گئے۔ وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ صبا سکول گئی ہوئی تھی، جب وہ آئی تو وہ بھی ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ ہم وہاں دو دن رہے اس

کے بعد اکثر پندرہ دن بعد ان کے گھر آنا جانا لگا رہتا۔ جب میں ان کے گھر جاتا تو میری کزن بہت خوش ہوتی۔ ایک دفعہ میرے خالو کی پڑوس میں لڑائی ہو گئی تو مجھے وہاں جانا پڑا۔ میں چار پانچ دن وہاں رہا اس دوران میری کزن صبا کی ڈائری میرے ہاتھ لگ گئی۔ اس میں شعر وغیرہ تھے اور ہر شعر کے اختتام میں میرا اور اس کا نام لکھا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ وہ میرا نام کیوں لکھتی ہے؟ میں اسی سوچ میں رہا اور گھر آ گیا۔ چند دن بعد میں پھر ان کے گھر چلا گیا۔ جس دن میں گیا اس دن اس کے بھائی کے ساتھ کھیلتے ہوئے مجھے آنکھ کے اوپر چوٹ لگ گئی۔ میں نے اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھا تو وہ خون سے بھر گیا۔ جب صبا کو پتہ چلا تو اس نے فوراً اپنا دوپٹہ اتارا اور میرے ماتھے پر باندھ دیا۔ فوراً اپنی امی کو بلایا وہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ مجھے چار ٹانکے لگے۔ جب میں ان کے گھر واپس آیا تو میرے ماتھے پر پٹی دیکھ کر وہ رونے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ یہ تو معمولی سا زخم ہے جلدی ٹھیک ہو جائے گا تو اس نے کہا۔ اللہ کرے جلدی ٹھیک ہو جائے۔ پھر میری خالہ اور ان کے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ جب تک یہ زخم ٹھیک نہیں ہو جاتا تم یہاں سے نہیں جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں نہیں جاؤں گا۔ ایک دن وہ گھر میں بیٹھی اپنی ڈائری میں کچھ شعر لکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس کو میری آمد کا پتہ نہ چلا۔ اس نے جو بھی شعر لکھا اس کے آخر میں میرا ہی نام تھا۔ میں نے اس سے وہ ڈائری چھین لی اور پڑھنے لگا تو اس نے کہا۔ نوید پلیز تم اسے مت پڑھنا اور مجھے واپس کر دو لیکن میں نے واپس نہ کی اور شعر پڑھنے لگا۔ ایک شعر جس میں اس نے مجھ سے محبت کا اظہار بھی کیا تھا وہ مجھے بہت پسند آیا۔ یہ شعر پڑھنے کے بعد میں نے اس کو ڈائری واپس کر دی۔ شام کو میں نے اس کو خط لکھا جس کی تحریر یوں تھی۔

ڈیئر صبا آداب! میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی ڈائری میں میرا نام کیوں لکھتی ہو؟ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ اگر محبت کرتی ہو تو یہ سوچ لینا کہ آج تم مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی ہو، کل اگر تم نے بے وفائی کی تو پھر میں بکھر جاؤں گا۔ محبت آسان نہیں ہوتی کہ جب دل چاہا کر لی اور جب دل چاہا چھوڑ دی۔ خط کا جواب آج ہی دینا کیونکہ میں نے آج گھر چلے جانا ہے۔

چپ چپ گم صم رہنے والے اپنے آپ سے جنگ کرتے ہیں
سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا پچھتاوے پھر تنگ کرتے ہیں

اس شعر کے بعد اجازت چاہتا ہوں۔ فقط نوید اختر

صبح ہوتے ہی میں نے وہ خط اس کو دے دیا اور پھر ناشتہ وغیرہ کر کے اپنی تیاری کرنے لگا۔ جب میں نے اپنی تیاری مکمل کر لی تو اس نے مجھے بازو سے پکڑا اور اندر لے گئی اور کہا کہ نوید تمہارے خط نے مجھے بہت حوصلہ دیا ہے۔ خط میں میں نے ہر بات تحریر کر دی ہے۔ پھر اس نے مجھے خط دے دیا اور کہا کہ ہمارے گھر جلدی آنا۔ میں نے کہا۔ او کے۔ سب گھر والوں کو ملا اور بس سٹاپ کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب میں بس سٹاپ پر پہنچا تو خط کو جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔

مائی ڈیئر نوید اختر السلام علیکم! نوید میری جان تم نے اقرار محبت کر کے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ورنہ میں تو ساری زندگی اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے تم سے بہت پیار ہے۔ نوید میں تمہیں زندگی کے کسی بھی موڑ پر تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ میرا یقین کر لو نوید میں تم کو کبھی نہیں بھولوں گی اور ہاں پندرہ بیس دن بعد ضرور آنا۔ اپنی پڑھائی پر بھی پوری توجہ دینا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

محبت سے زیادہ محبت ہے تم سے
یہ دل کہہ رہا ہے قسم سے

فقط آپ کی پجارن صبا نوید

خط پڑھنے کے بعد مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے اپنی پوری توجہ پڑھائی پر دینا شروع کر دی اور ساتویں کے پیپر دیئے میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا اور میری فرسٹ

نا پوزیشن آئی۔ پوزیشن حاصل کرنے پر اس نے مجھے مبارک باد دی۔ وہ بہت خوش تھی۔ ہمارے ہنسی خوشی دن گزرتے رہے۔ ایک دفعہ ہمارے گھر میں ایک شادی کا کارڈ آیا۔ میں نے کارڈ پڑا تو معلوم ہوا کہ صبا کی بڑی بہن کی شادی ہے۔ میری امی، ابو اور باجی دو دن پہلے چلے گئے اور دوسرے دن میں بھی چلا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ مجھے دیکھ کر غصے ہوگئی۔ جب میں نے اپنی باجی سے پوچھا کہ صبا کو کیا ہوا ہے؟ تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ آپ سے ناراض ہے کہ آپ کل کیوں نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ کچھ نہیں ہوتا میں اس کو منالوں گا۔ ہماری محبت کی رازدار صرف دو تھی ایک میری بہن اور ایک اس کی بہن۔ خیر شادی وغیرہ کافی دھوم دھام سے ہوئی۔ اگلے دن ہم سب اپنے گھر واپس آ گئے۔

اسی دوران میں نے آٹھویں کا امتحان پاس کرلیا اور وہ آٹھویں میں آ گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد میرے ماموں وفات پا گئے۔ مجھے ان کی وفات پر بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اور میرے بہترین دوست تھے۔ ہم سب ان کے جنازے پر گئے ان کو دفن کر کے میں اپنے ماموں کے گھر واپس آیا تو میرے ابو نے مجھ سے کہا کہ نوید تم گھر چلے جاؤ ہم تین دن تک یہیں رہیں گے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں گھر آ گیا۔ ہمارے ہاں رواج ہے کہ وفات کے تیسرے دن ختم ہوتا ہے۔ میں نے تیسرے دن کے ختم پر نہیں جانا تھا لیکن ابو نے فون کیا کہ کوئی ضروری کام ہے اور تم نے آنا ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں آ جاؤں گا۔ میں وہاں پہنچا ختم وغیرہ ہونے کے بعد سب رشتے دار اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تو ابو نے مجھے کہا کہ تم اور تمہاری امی دو دن یہیں رہو گے۔ تم اپنی امی کے ساتھ ہی آنا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میرے ابو، باجی، صبا اور اس کے ابو ان سب نے اپنی تیاری کرلی اور جب صبا سب کو ملنے کے بعد میری طرف آ رہی تھی تو میں اس وقت اپنے کزن کے ساتھ کھڑا تھا۔ صبا نے سب سے ہاتھ ملایا جب مجھ سے ہاتھ ملایا تو کچھ دیر ہاتھ ملائے کھڑی رہی۔ جب اس کے ابو نے اس کو آواز دی کہ صبا جلدی آؤ تو اس نے کہا نوید اپنا خیال رکھنا اور مجھے بھول نہیں جانا۔ میں نے کہا کہ تو کوئی بھلانے والی چیز تھوڑی ہے جس کو میں بھول جاؤں گا۔ وہ اللہ حافظ کہہ کر چلی گئی لیکن جب وہ مجھ سے ہاتھ ملا رہی تھی تو میرے کزن سعید نے اس وقت ہم دونوں کو دیکھ لیا اور وہ باتیں سن لیں جو ہم دونوں نے کی تھیں۔ میرے کزن نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے یار؟ تو میں نے کہا کوئی بات نہیں ہے بس ویسے ہی ہیلو ہائے ہے اور کچھ نہیں لیکن اس کو پتہ چل گیا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس خبیث انسان کو پتہ نہیں کیا سوجھی اس نے صبا کو میرے خلاف کرنا شروع کر دیا اور وہ چند دنوں بعد اس میں کامیاب بھی ہوگیا۔ مجھے یہ سب اس دن پتہ چلا جب میں نے صبا کو فون کیا تو اس نے مجھے کہا نوید آئندہ مجھے فون نہ کرنا میں تم سے پیار نہیں کرتی۔ اور فون کاٹ دیا۔ پھر میں نے ایک خط لکھا جس کی تحریر یوں تھی۔

ڈیئر صباء سلام محبت! صبا کہاں گئے وہ تمہارے وعدے، وہ قسمیں جو تم نے میرے ساتھ کئے تھے۔ تم ان سب کو بھول گئی ہو؟ صبا میں ان لڑکوں میں سے نہیں ہوں جو کسی لڑکی کو بدنام کرتے ہیں۔ میں نے تمہارے ساتھ پیار کیا ہے میرا پیار سچا ہے۔ اگر تم نے مجھے چھوڑنا ہے تو بے شک چھوڑ دو۔ میں تم سے پیار کی بھیک نہیں مانگوں گا لیکن ایک دن تم مجھ کو یاد ضرور کرو گی اور تم بہت پچھتاؤ گی۔ اس وقت کچھ نہیں بچے گا بے کیف یادوں کے سوا۔

میری بے لوث وفائیں تجھے یاد آئیں گی
جب تیری ذات کے صحرا سے نکل جاؤں گا

فقط بدنصیب نوید اختر

خط میں نے اسے پہنچا دیا۔ کچھ دن بعد مجھے ایک خط موصول ہوا جس کی تحریر یوں تھی۔

آداب! نوید تم سوچتے ہو گے کہ میں نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا؟ تو سن لو کہ سعید نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے کہ تم میرے بارے میں غلط سوچ رکھتے ہو اور تم مجھے دھوکہ دے رہے ہو لیکن میں اپنے ساتھ دھوکہ نہیں ہونے دوں گی اور دوسری بات یہ کہ ہم دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے اس لئے تم مجھے بھول جاؤ۔ فقط صبا

جب مجھے یہ خط وصول ہوا صبا پوری طرح اس کی سازش کے جال میں پھنس چکی تھی اور اس نے میری کسی بات پر یقین نہ کیا۔ اس وقت میں نویں جماعت آدھی مکمل کر چکا تھا۔ یعنی پیپروں میں دو ماہ رہتے تھے۔ میں نے سگریٹ پینا شروع کر دی اور لاہور چلا گیا۔ پہلے میں چوری سگریٹ پیتا تھا اور اب سرعام پینے لگا۔ دن بدن سگریٹ کی کثرت سے میری صحت بری طرح متاثر ہوئی۔ ایک دن میں نے اس کے گھر جانے کا پروگرام بنایا۔ تقریباً ڈیڑھ سال بعد جب میں ان کے گھر گیا تو سب ہی خوش ہو کر ملے لیکن ایک وہی خوش نہیں ہوئی۔ موقع پا کر اس نے مجھے پوچھا تم کیسے ہو؟ میں نے کہا کہ تیرے سامنے ہی ہوں۔ اس نے کہا کہ تو سگریٹ پیتا ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں پیتا ہوں تو جیتا ہوں۔ میں نے اسی وقت جیب سے سگریٹ نکالی اور پینا شروع کر دی۔ اس نے کہا کہ سگریٹ کیوں پیتے ہو؟ میں نے کہا کہ تمہاری یاد بھلانے کے لئے۔ اس نے کہا۔ کیا میں اس سے بھول جاتی ہوں؟ تو میں نے یہ شعر کہا۔

سگریٹ جلایا تھا تیری یاد بھلانے کے لئے
کم بخت دھوئیں نے تیری تصویر بنا ڈالی

اس نے کہا کہ مجھے بھول جاؤ۔ میں نے جواب دیا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔ میں نے پوچھا کس کو؟ اس نے بتایا۔ سعدی کو۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ ماجرا کیا ہے؟ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوا میں نے اسے کہا۔ صبا بے شک تو مجھے پیار نہ کر لیکن میری طرح اس کو دھوکہ مت دینا کیونکہ دھوکہ دینا اچھی بات نہیں۔ میرا تم سے وعدہ ہے کہ اب میں تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ پھر میں واپس جانے کے لئے سٹاپ پر آ گیا۔ موسم بہت خراب تھا۔ جب ہماری محبت کا آغاز ہوا تھا اس وقت بھی بارش ہوئی تھی اور جب ہماری محبت کا اختتام ہوا اس وقت بھی بارش ہوئی۔ اس دن مجھے بہت رونا آیا اور میرے ساتھ ساتھ بادل بھی جی بھر کے روئے۔ آج تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ نہ میں اس کے گھر گیا اور نہ ہی اس کو کبھی دیکھا۔ ایک دفعہ وہ ہماری طرف آئی تھی لیکن میں اپنے ماموں کی طرف چلا گیا۔ وہ اب بھی خوش ہے کیونکہ جس کو اس نے چاہا وہ اسے عنقریب ملنے والا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کی منگنی ہونے والی ہے۔ میری تو یہ دعا ہے کہ وہ جہاں بھی رہے خوش رہے غم کبھی اس کے نزدیک بھی نہ جائے۔ یہ غزل اس کے نام کرتا ہوں۔

وہ کسی اور کا ہو گا تو قیامت ہو گی
پھر کسی کو کسی سے نہ محبت ہو گی
اسے دیکھے کوئی اچھا نہیں لگتا مجھے
اس سے بڑھ کر بھی کبھی اور محبت ہو گی
کل رات چاند دیکھا تو معلوم ہوا
وہ اکیلا ہے اسے میری ضرورت ہو گی
اے خدایا اسے کسی اور کا ہونے نہ دینا
زندگی بھر مجھے پھر تم سے شکایت ہو گی

میں آج بھی سگریٹ پی کر اس کی یاد بھلانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بجائے بھولنے کے اور زیادہ شدت سے یاد آتی ہے۔ اس کے سنگ گزرا ہوا ایک ایک پل مجھے بے چین رکھتا ہے۔ آپ ہی مجھے بتائیں کہ اس میں میرا قصور ہے یا اس کا؟ اگر وہ سعید کو چاہتی ہے تو میں اسے کیسے روکوں؟ لیکن مجھ سے محبت کرنے سے پہلے سوچ تو لیتی کہ میری بے وفائی سے کسی کی زندگی کا سکون برباد ہو سکتا ہے۔ اب تو میری آنکھوں کے آنسو بھی ختم ہو گئے ہیں۔ آپ سب سے التجا ہے کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں اس بے وفا کو بھول جاؤں۔ اس نے مجھے چھوڑا شاید میں ہی اس کے قابل نہیں تھا۔ آپ کی آراء کا منتظر رہوں گا۔

تمہاری یاد آتی ہے تو ہم آنسو بہاتے ہیں
گزرے تھے کبھی جو ساتھ دن وہ یاد آتے ہیں
کسی سے کیا گلہ انجم یہ دستور ہے زمانے کا
نئے جب دوست ملتے ہیں پرانے بھول جاتے ہیں

دامن چھوٹ گیا

تحریر...... آصف سانول- بہاول نگر

کراچی میں میرے دوست کے کافی رشتے دار رہتے تھے سو اس نے اپنے ایک قریبی رشتے دار کے ہاں ہماری رہائش کا بندوبست کیا میں نے اپنے تین لاکھ روپے لئے اور ایک موٹر سائیکل بھی فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس چار لاکھ روپیہ تھا ہم جب بھاگنے کا پروگرام بنایا تھا وہ شبو کی شادی سے پانچ دن پہلے تھا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب ہم نے بھاگ جانا تھا ...... ایک درد بھری داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

محبت کیا ہے، کیسے ہوتی ہے، کیسے کی جاتی ہے یہ صرف وہی جانتا ہے جس کے ساتھ بیتی ہو یا جس کے ساتھ گزری ہو۔ کہنے سے بعض لوگ کہتے بلکہ اسی فیصد لوگ کہتے ہیں کہ محبت فراڈ ہے، دھوکہ ہے، فریب ہے نہیں نہیں محبت دھوکہ نہیں ہے، فریب نہیں ہے خدا کے لئے لوگو! خود کو درست کرو۔ تم خود غلط راہ پہ چل رہے ہو محبت غلط نہیں ہے۔ محبت کسی ہجر میں جلتے ہوئے دل جلے سے پوچھو، محبت کسی غم میں ڈوبے ہوئے سے پوچھو، سنو اور غور سے محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے، محبت پانے کا نام نہیں کھونے کا نام، محبت یار کے سائے میں نہیں محبت دھوپ کے سائے میں نبھائی جاتی ہے۔ اب تو سبھی لوگ محبت کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ بس کسی لڑکی کو دیکھا پھر موقع ڈھونڈا محبت کا اظہار کیا ملاقات کا وقت مانگا اس کے ارمانوں سے کھیلا اس کو غم کی وادیوں میں چھوڑا اس کے جینے کی امنگ چھینی اپنا مقصد پورا کیا ور چلتا بنا۔ یہ محبت ہے، جی نہیں۔ چھوڑو میں تو بہت آگے نکل گیا میں جس شخص کی کہانی لکھ رہا ہوں وہ محبت کو مانتا نہیں تھا اس نے ہزاروں لڑکیوں کے خواب چکنا چور کئے مجھ سے کہا کرتے تھے ارے سانول یہ محبت کیا ہوتی ہے ذرا مجھے بھی بتاؤ۔ میں اس کو بتاتا کہ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے اس پر وہ زوردار قہقہہ لگا تا کہتا۔ یہ کوئی محبت ہے لیکن جب اس کو محبت ہوئی اصل محبت سچی محبت تو اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور یہی محبت اس کی موت بن گئی۔ وہ کوئی غیر نہیں میرا سگا کزن تھا، میرے چچا کا بیٹا تھا، میرا بہت اچھا دوست تھا۔ اپنے دل کی ساری بات مجھے بتاتا تھا میں اس ہمراز تھا۔ کہانی لکھتے وقت بھی میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں اور کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ وہ مجھے شدت سے یاد آ رہا ہے۔ کاش! وہ یہ سچی محبت کو بھی جھوٹی محبت سمجھتا تو آج شاید ہمارے بیچ موجود ہوتا۔ میں تو بہت آگے نکل گیا یہ کہانی میرے کزن کی ہی زبانی سنئے کیونکہ اس نے فون پر مجھے ساری تفصیلات سنائی تھی اور کہا بھی تھا کہ سانول یار میری زندگی کا پتہ نہیں دشمن میرے پیچھے ہیں شاید کب لقمہ اجل بن جاؤں۔ میری یہ کہانی ''جواب عرض'' میں ضرور لکھنا تا کہ لوگ عبرت سیکھ لیں اور میرے لئے دعا کریں تو قارئین یہ کہانی آپ میرے کزن کی زبانی سنئے۔

میرا نام ندیم ہے اور ہم پانچ بہن بھائی ہیں، مجھ سے بڑا میرا ایک بھائی ہے باقی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ دو بہنیں ہیں اور تین بھائی ہیں۔ میں جب پیدا ہوا تو بہت خوشی منائی گئی کیونکہ خدا نے جوڑی بنا دی تھی۔ میں جب چھ سال کا ہوا تو والد صاحب نے سکول میں داخل کروا دیا۔

پانچ جماعتیں تو میں بھاگ دوڑ کر پڑھ لیں لیکن آگے تو میرا دل ہی نہیں کر رہا تھا۔ میں نے صاف جواب دے دیا کہ میں آگے نہیں پڑھوں گا۔ میرے دادا مجھ سے بہت پیار کرتے تھے انہوں نے میرے والد کو کہا کہ ہم نے کون سا اس کو نوکری دلوانی ہے نہیں پڑھتا تو نہ پڑھے۔ دولت کی ریل پیل تھی والد کی ذاتی بیس ایکڑ زمین تھی، روپیہ پیسہ عام تھا اور جہاں پیسہ عام ہو تو آدمی خود بخود مغرور بن جاتا ہے سو میں بھی مغرور بن گیا۔ میں اتنا خوبصورت نہیں تھا بس رنگت گوری تھی اور میں اتنا سمارٹ اور ہینڈسم نہ تھا لیکن کلف وغیرہ لگا کر اچھے مہنگے کپڑے، مہنگے جوتے، نئی زیرو میٹر موٹر بائیک پر سوار ہو کر اپنی اوقات ہی بھول جاتا تھا۔ کسی کو میں لفٹ تک نہیں دیتا تھا۔ اپنی مغروری میں ہی رہتا تھا۔ میں جتنے پیسے ضائع کر دیتا میرا والد مجھے پوچھتا تک نہیں تھا۔ سارے کاروبار کا روپیہ پیسہ میرے پاس ہوتا تھا۔ میرا بڑا بھائی ذرا موٹے دماغ کا تھا اس لئے میرا بھائی ہمارے حساب کتاب میں نہیں آتا تھا۔ میں نے جب زندگی کی اٹھارویں سیڑھی پر قدم رکھا تو مجھے اپنے آپ میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہونی شروع ہو گئیں۔ میں جس لڑکی کو دیکھتا اس کو زیر کر لیتا کیونکہ سارا کمال پیسے کا تھا اور میں پیسے کی بارش کر دیتا کیونکہ میں کھلے دل کا مالک تھا۔ جہاں ضد بازی لگ گئی وہاں پیسہ پانی کی طرح بہا دیتا تھا۔ میں نے بہت سی لڑکیوں سے فلرٹ کیا، بہت سے دل توڑے، بہت سی لڑکیوں کے خواب چکنا چور کیے۔ جب ساری برادری والے شکایتیں لے کر میرے والد اور دادا کے پاس آئے تو والد اور دادا نے مشہور کیا کہ اس کی شادی کر دو۔ سو میرے بھائی اور میری شادی مقرر ہو گئی۔ میری شادی چچا کے گھر ہوئی اور بھائی کی برادری میں۔ میرا چچا بھی کافی امیر تھا اور میری بہت عزت کرتا تھا۔ میں ان کے گھر سے جو چیز بھی اٹھا لیتا گھر کا کوئی فرد بھی مجھے ٹوکتا نہیں تھا۔ میں جتنے پیسے اپنی ساس سے مانگتا وہ دے دیتی تھی۔ میرے چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ شادی کے ایک سال بعد خدا نے چاند سے بیٹے سے نوازا لیکن مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ میں تو مغرور تھا اور اپنے غصے میں رہتا تھا، آدمی کو آدمی تصور ہی نہیں کرتا تھا۔ میری بیوی بہت حسین تھی پھر بھی میں تین چار لڑکیوں کو دوست بنا کر رکھتا تھا۔ لڑکیوں نے بھی شاید میری مشہوری سن رکھی تھی اس لئے میں جس لڑکی کو ایک بار آنکھ بھر کر دیکھ لیتا وہ میری دیوانی ہو جاتی تھی۔ میں لوگوں کی نظروں میں آ چکا تھا لیکن مجھے پرواہ نہیں تھی۔ محبت کیا ہوتی ہے، کیسے ہوتی ہے مجھے نہیں خبر تھی۔ میں تو صرف ہر ایک سے وقت گزاری کرتا تھا۔ حسین لڑکیوں سے دوستی کرنا میرا کام تھا میں اب برادری میں مشہور ہو گیا تھا جہاں میرے دوست تھے ویسے ہی کچھ لوگ میری مخالفت کرنے لگے لیکن میں کسی کی پرواہ نہ کی۔ دن گزرتے گئے لیکن میری عیاشی میں فرق نہ آیا۔ میں اپنی مستی میں ہی رہا کرتا پھر میری زندگی میں بھونچال سا آیا جو سب کچھ اڑا کر لے گیا۔

ہوا کچھ یوں کہ مجھے دوسرے خاندان کی لڑکی سے پیار ہو گیا، اس لڑکی نام شبو تھا، بہت ہی حسین تھی، سارے محلے میں اس کا چرچا تھا لیکن وہ کسی کو بھی لفٹ نہیں کرواتی تھی۔ میں تو ایک ہی وقت پانچ پانچ لڑکیوں سے دوستی رکھتا تھا مجھے اس کی کیسے پرواہ ہوتی لیکن جب میرے دوست میرے سامنے اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے کہ بہت مغرور لڑکی ہے کسی کو بھی گھاس نہیں ڈالتی۔ دوستوں کے بارے میں میں مسکرا پڑتا کہتا۔ تم کو دوستی کرنی نہیں آتی اور کہہ دیتے ہو کہ لڑکی مغرور ہے۔ وہ کہتے یار ندیم وہ لڑکی واقعی مغرور ہے۔ دوستوں کی باتیں سن کر میرے دل میں چنگاری بھڑکتی کہ کبھی اس لڑکی سے سامنا ہو جائے اور اسے اپنی آنکھوں کا وار کر کے گرا دوں کیونکہ مجھے اپنی آنکھوں پہ غرور تھا، مجھے فخر تھا کہ میری آنکھوں میں اتنی طاقت ہے کہ شبو کو زیر کر سکتا ہوں۔ میں نے دل میں ضد کر لی کہ ضرور اپنے دوستوں کو شبو سے دوستی کر کے دکھاؤں گا۔

دن گزرتے گئے کپاس کی چنائی شروع ہو گئی تھی سارے محلے کی عورتیں ساتھ کھیتوں میں کپاس کی چنائی کیا کرتی تھیں شبو بھی اپنی ماں بہنوں سے مل کر کپاس چننے جایا کرتی تھی۔ ہماری زمینوں اور شبو کے والدین کی زمینوں کے درمیان سے ایک سرکاری نالہ گزرتا تھا میں اکثر اس نالے کے اوپر چلا کرتا تھا، ساتھ ہی شبو اور دوسری عورتیں کپاس کی چنائی کرتی تھیں۔ میں اپنے موبائل سے یہ سونگ بہت چلایا کرتا تھا فل آواز میں— ”کتنا حسین چہرہ کتنی پیاری آنکھیں، کتنی پیاری آنکھیں ہیں آنکھوں سے چھلکتا پیار، قدرت نے بنایا ہوگا فرصت میں تجھے میرے یار“— جب میں یہ سونگ چلا کر گزرتا تھا تو بہت سی لڑکیاں اور عورتیں سرگوشیاں کیا کرتی تھیں کہ یہ ندیم کس کے پیچھے یہ سونگ چلا کر گزرتا ہے۔ اب تو میری عادت بن گئی تھی یا شاید میں شبو کو پانے کی ضد کر چکا تھا سو محبت کے جال بچھانا شروع کر دیئے۔ میرے چچا کی زمین ہمارے ساتھ تھی میرا ایک کزن میرا ہم عمر تھا میں روز اس سے سب باتیں شیئر کرتا تھا۔ اس سے مشورے لیا کرتا تھا۔ ہمارا ٹریکٹر بھی تھا لیکن بڑا بھائی چلاتا تھا لیکن جب سے میں شبو کے چکر میں پڑا تھا تو ٹریکٹر میں نے چلانا شروع کر دیا۔ میں ٹریکٹر پر بھی وہی انڈین گانا چلاتا۔ میں آتا جاتا شبو سے نظریں ملاتا لیکن شبو صرف ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی لیکن میں نے بھی ہار نہ مانی، میں نے اب ٹریکٹر پہ اکرم راہی کا گانا چلانا شروع کر دیا تھا۔ ہر وقت بس یہی گانا چلاتا کہ شاید شبو سمجھ جائے۔

جس دن دا تکیا اے دینو، خورے کی ہو گیا اے مینوں
میرے اس روگ دا بس تیرے کول حل اے
اساں تاں دل تینوں دے چھڈیا اے دے تیری مرضی دی گل اے

میں میچے سے نکلتا تو فل آواز ٹیپ ریکارڈر چھوڑ دیتا تھا سارا دن چلتی سونگ صرف ایک ہی چلتا تھا لیکن شبو ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ مجھے اب ہار نظر آ رہی تھی کیونکہ میرے سارے حربے ناکام ہو گئے تھے۔ میں ایک اور حربہ سوچا ہمارے محلے میں ایک بیوہ رہتی تھی اس کا نام اللہ رکھی تھا سب اسے ماسی اللہ رکھی کہہ کر بلاتے تھے۔ وہ بہت اچھی تھی اور با اخلاق تھی وہ بھی شبو کے ساتھ کپاس کی چنائی کرتی تھی، میں نے سوچا کیوں نہ ہو ماسی اللہ رکھی سے مدد لی جائے۔ میں رات کو ماسی اللہ رکھی کے گھر جا پہنچا۔ دستک دی ماسی اللہ رکھی نے دروازہ کھولا۔ مجھے دیکھ کر تھوڑی حیران ہوئی کیونکہ میں کہاں امیر زادہ اور ایک غریب بیوہ کے دروازے پر۔ ماسی اللہ رکھی نے حیرانگی سے پوچھا۔ چھوٹے صاحب خیریت تو ہے اس وقت آپ میرے دروازے پر۔ میں نے پوچھا۔ گھر میں کون کون ہے۔ ماسی نے کہا میرا بیٹا اور بیٹی۔ میں بتاتا چلوں کہ ماسی کا ایک بیٹا بارہ سالہ جبکہ بیٹی نو دس سال کی تھی، ماسی کا شوہر ایک کوسٹر ایکسیڈنٹ میں جان بحق ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ ماسی اللہ رکھی مجھے آپ کے ساتھ کام ہے۔ ماسی نے حیران ہو کر پوچھا۔ صاحب جی مجھ سے ایسا کون سا کام پڑ گیا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ، دروازے پر بتا دوں یا اندر جا کر۔ ماسی اللہ رکھی قدرے شرمندہ ہوئی اور کہا۔ نہیں نہیں اندر آ جاؤ اور ایک سائیڈ پر ہو گئی۔ میں اندر داخل ہو گیا، ماسی کا چھوٹا سا گھر تھا مگر صاف ستھرا۔ میں پہلی بار ماسی کے گھر آیا تھا، ماسی کے بچے سو رہے تھے کیونکہ ماسی کے گھر میں ٹی وی وغیرہ نہیں تھا۔ ماسی نے مجھے دوسرے کمرے میں بٹھایا اور پوچھا۔ بتاؤ چھوٹے صاحب کیسا کام پڑ گیا میرے ساتھ۔ میں پہلے تو جھجکا جب ماسی دھیرے سے مسکرائی تو مجھے قدرے حوصلہ ہوا۔ میں بتانا شروع کر دیا۔ ماسی مجھے نور جمال کی بیٹی شبو سے پیار ہو گیا ہے اور میں ضد کر چکا ہوں حتیٰ کہ میں نے دوستوں کے ساتھ شرط بھی لگائی ہے لیکن شبو مجھے گھاس بھی نہیں ڈالتی۔ دیکھو ماسی میری عزت کا سوال بھی ہے اور میری زندگی کا بھی۔ ماسی سوچ میں پڑ گئی۔ اچھا تو آپ شبو کی خاطر فل آواز میں ٹیپ ریکارڈر پر یہی گانا چاہتے ہیں۔ ماسی نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔ میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ جی ہاں ماسی میں شبو کی خاطر تو یہ سونگ چلاتا ہوں۔ ماسی خدا کے لئے کچھ کرو آپ اس کے ساتھ کپاس چنتی ہو اور میرا پیغام پہنچاؤ۔ ماسی نے کہا۔ ٹھیک ہے میں آپ کا پیغام اس کو پہنچا دوں گی کہ چھوٹے صاحب آپ کا عاشق ہے۔ نہیں نہیں میں چلا پڑا جس پر ماسی بے اختیار مسکرا پڑی۔ عاشق نہ کہنا اسے اتنا کہنا کہ ندیم آپ کو کیسا لگتا ہے۔ باتوں باتوں میں اسے ٹٹولنا کہ وہ کتنے پانی میں ہے پھر اگلا پیغام دیں گے۔ میں نے دو ہزار کے دو نوٹ نکالے اور ماسی کو پکڑا دیئے۔ ماسی حیران ہو گئی، ماسی نے کہا۔ یہ کیا

رشوت ہے۔ میں نے کہا۔نہیں ماسی یہ تیرا انعام ہے اور ویسے بھی آپ بیوہ ہو آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ماسی نے نہ چاہتے ہوئے بھی رکھ لئے۔ میں اٹھ کر گھر آ گیا صبح جب میں اپنی زمین میں کراہ چلا رہا تھا تو سب عورتیں سرکاری نالے پر آ رہی تھیں ماسی اللہ رکھی اور شبو بھی شامل تھیں اور میں بھی اسی نالے کے ساتھ کراہ چلا رہا تھا۔ میں نے پہلے جو گانا چل رہا تھا۔۔۔ ''اساں تاں دل تینوں دے چھڈ یا اے......''۔۔۔بدل کر نصیبو لعل کا گانا آنا کر دیا۔۔۔ ''ناں پچھ وے چناں تینوں کناں چاہنو نے آں''۔۔۔ سب عورتیں ایک ایک کر کے میرے پاس سے گزر رہی تھیں میری نظریں شبو کا تعاقب کرتی تھیں جبکہ ماسی اللہ رکھی کی نظریں میرا تعاقب کرتی تھیں۔ میں جان بوجھ کر ٹریکٹر نالے کے ساتھ لے آیا میں نے دو تین بار شبو کی طرف دیکھا تو شبو نے ایک بار دیکھا جب میں مسلسل شبو کو آنکھیں بھر کر دیکھ رہا تھا تو شبو نے بھی محسوس کر لیا کہ لڑکا دل دے بیٹھا ہے لیکن اس نے کوئی رسپانس نہ دیا، خاموشی سے دوسری عورتوں کی طرح گزر گئی۔ ماسی اللہ رکھی ایک بار میری طرف مسکرا کر دیکھا تھا اور سر ہلایا تھا کہ آپ کا پیغام مجھے یاد ہے۔اب تو میرا دل اداس ہونے لگا۔ بے چینی بڑھنے لگی شاید اس کو محبت کہتے ہیں۔اب مجھے محبت کا پتہ چل رہا تھا کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ میں بہت ٹینشن لے گیا۔ایک کزن کو کال کی کہ موٹر بائیک لے کر آؤ وہ موٹر بائیک لے کر آ گیا ٹریکٹر وہیں چھوڑا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر شہر آ گیا۔ بڑے بھائی کو کال کی کہ ٹریکٹر لے آئے، اس نے بات پوچھی تو میں نے کہا۔میری طبیعت ٹھیک نہیں اور شہر دوا وغیرہ لینے آیا ہوں، بھائی مطمئن ہو گیا۔

رات کو پھر میں ماسی اللہ رکھی کے گھر چلا گیا۔سلام دعا کے بعد پوچھا پیغام کا تو وہ خاموش ہو گئی۔ میں نے دوبارہ سوال کیا تو اس نے کہا۔ جب ہم دوپہر کو کھانا کھا رہی تھیں تو شبو ڈیرے پر گئی تھی میں بھی پیچھے چلی گئی۔ باتوں باتوں میں میں نے اسے ٹٹولا کہ یہ ندیم آج کل کس کا دیوانہ ہوا پھرتا ہے جو ہر روز ایک ہی سونگ چلاتا ہے جس پر اس نے کہا۔ایسے آوارہ گرد ہے ہر حسین لڑکی پر نظر رکھتا ہے۔صبح مجھے بھی ترچھی نظروں سے دیکھتا تھا میں تو بمشکل ہی سنبھلی تھی پتہ نہیں اس کی آنکھوں میں کیا کشش ہے ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ماسی نے مزید کہا کہ وہ آپ میں دلچسپی رکھتی ہے لیکن ظاہر نہیں کرتی۔ میں نے اگلا پیغام ماسی کو دیا کہ آپ اس کو کل کو کہنا کہ شبو لگتا ہے ندیم تمہارا دیوانہ ہو گیا ہے، تم پہ مرنے لگا ہے۔ اس کو جیک لگتا کہ وہ تم کو شاید چاہنے لگا ہے اس کا جواب سننا کیا کہتی ہے۔ پھر میں اپنے گھر آ گیا۔اب تو رات مجھ سے گزرتی نہیں تھی۔ میں نے اپنی سب دوست لڑکیوں سے رابطہ توڑ دیا بس شبو کے سپنے دیکھنے لگا اور شبو میرے لئے چیلنج بن گئی تھی۔ صبح حسب معمول میں ٹریکٹر لے کر کھیتوں میں چلا گیا کراہ تو دوسرے ایکڑ میں چلانا تھا لیکن میں نے کل والے ایکڑ میں چلانا شروع کر دیا کیونکہ میرے پاس سے جو نالہ تھا اس نالہ کے اوپر سے میرے محبوب نے گزرنا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر فل آواز میں چھوڑ رکھی تھی۔ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا میرا محبوب بھی عورتوں کے ساتھ اس نالے پر خراماں خراماں چلتا ہوا آ رہا تھا۔میری بے چینی بڑھنی شروع ہو گئی میں میں نے سونگ لگا دیا۔۔۔ ''بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے''۔۔۔ اتنے میں عورتیں نزدیک آ گئیں۔ عورتیں ایک ایک کر کے گزرتی رہیں جب میرا محبوب گزرنے لگا تو میں نے کچھ پرواہ نہیں کی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ جب آنکھوں سے آنکھوں کا ٹکرا ہوا تو میں بے اختیار مسکرا پڑا جواب میں وہ بھی دھیرے سے مسکرا پڑی۔ میں خوشی سے جھوم اٹھا میں نے سوچا ندیم تم اب جیت گئے ہو میں گھر آ گیا۔ جب رات کو ماسی کے گھر گیا تو وہ بولنے سے پہلے ہی مسکرا پڑی۔ بولی۔ چھوٹے صاحب جی تم جیت گئے ہو شبو ہار گئی۔ میں نے کہا۔ کیسے ماسی؟ اس نے کہا۔ میں نے شبو کو ٹٹولا کہ آپ نالے سے گزرتے ہوئے ندیم کی طرف دیکھ کر مسکرائی کیوں تھی؟ پہلے تو وہ ٹال گئی لیکن میرے بے حد اصرار پر اس نے بتایا کہ ندیم بہت دنوں سے مجھے عجیب نظروں سے دیکھتا آ رہا ہے کل تو کل اس نے مجھے ترچھی نظروں سے گھورا تو میں بکھر سی گئی تھی۔ آج

تو آج اس نے مجھے گھورا تو ساتھ مسکرا بھی پڑا ہے جواب میں میری بھی ہنسی نکل گئی۔ میں نے شبو سے کہا کہ ندیم لگتا ہے تم کو پیار کرنے لگا ہے۔ جواب میں شبو نے ماسی اچھا تو مجھے بھی ندیم لگتا ہے لیکن ماسی مجھے دکھ بہت ہے اس بات کہ میری تو منگنی ہو چکی ہے چچا زاد سے۔ شبو نے مجھے کہا۔ ماسی میرا ایک کام نہیں کرو گی۔ میں نے کہا کہو۔ شبو نے کہا۔ ندیم کو کہو کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اس کو کہنا کہ شبو اور تم ایک نہیں ہو سکتے سو اس کا خیال دل سے نکال دو۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میں ندیم کو آپ کا پیغام پہنچا دوں گی۔ ندیم صاحب! اب آپ بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا۔ ماسی آپ نے بات ہی ایسی کر دی ہے کہ کوئی حل نکالدناں۔ میں نے ماسی کو کہا۔ ماسی آپ شبو کو کہنا کہ ندیم آپ سے بات کرنا چاہتا ہے، صرف ایک بار پھر کبھی نہیں بات کرے گا اور میں گھر آ گیا۔ صبح میں شہر گیا چھبیس سو کا موبائل لیا، دو سو روپے کی سم لی اور گھر آ گیا۔ رات کو ماسی کے گھر چلا گیا۔ ماسی کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ ماسی سے پوچھا۔ سناؤ کیا بات ہوئی۔ ماسی نے کہا۔ آج میں کپاس کی چنائی کو گئی ہی نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں نے کہا۔ صبح جاؤ گی۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے موبائل ماسی کو دیا اور کہا یہ شبو کو دے دینا اور کہنا کہ صرف ایک بار بات کر لے اتنا کہہ کر میں گھر آ گیا۔ صبح جب میں ٹریکٹر لے کر کھیتوں میں گیا تو سب عورتیں کپاس کی چنائی میں مصروف تھیں کیونکہ میں دس بجے گیا تھا۔ میں ایک ایکڑ کو روٹا ویٹر لگانا تھا سو روٹا ویٹر چلا دیا اور اکرم راہی کا بہت ہی دکھی سونگ چلا دیا۔

تیری اٹھنی ایں ڈولی میرا ٹرنا جنازہ
ساڈا تیرے نال ویرنے مکنا تنازہ

چلتا رہا یہ سونگ ختم ہوتا تو پھر لگا دیتا، دو گھنٹے چلتا رہا۔ اب عورتیں دوپہر کا کھانا کھانے لگی تھیں میری نظریں شبو کا تعاقب کر رہی تھیں۔ آخر کار میری نظروں نے شبو کو ڈھونڈ لیا۔ شبو پانی لینے کے لئے گھڑا اٹھا کر ڈیرے کی طرف جا رہی تھی اس کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی اس کی ہم عمر اب وہ ڈیرے پر پہنچ گئی تھیں۔ میں تو اس کی سوچوں میں گم تھا پتہ تب چلا جب ٹیپ ریکارڈر نے جھری ماری شروع کی تب مجھے خیال آیا کہ میرے موبائل پر کال آ رہی ہے جب نمبر دیکھا تو یکدم ٹریکٹر بند کر دیا کیونکہ وہ کال کسی اور کی نہیں میرے محبوب کی تھی، میری شبو کی تھی۔ میں نے اس کی کال کاٹ دی اور خود بیک کال کر دی۔ شبو نے فوری ریس کر لی میں نے کہا۔ ہیلو آگے سے کوئی آواز نہ آئی، میں نے دوبارہ ہیلو کہا تو دھیمی سی آواز آئی۔ جی ندیم صاحب کیا بات کرنا چاہتے ہو؟ شبو کی آواز سنی تو میرے جیسے منہ میں کوئی چیز آ گئی تھی مجھ سے کوئی جملہ بن ہی نہیں پا رہا تھا۔ خیر ہمت کر کے بات شروع کی۔ شبو! میں بہت دنوں سے ایک کشمکش میں مبتلا ہوں نہ راتوں کو نیند آتی ہے نہ دن کو چین آتا ہے جب سے آپ سے آنکھ ملی ہے میری تو راتوں کی نیند اڑ گئی ہے۔ شبو میں آپ کو پیار کرتا ہوں حد سے بھی زیادہ اور مرتے دم تک کرتا رہوں گا۔ پلیز شبو مجھے ٹھکرانا مت ورنہ میں بکھر جاؤں گا، ٹوٹ جاؤں گا حتیٰ کہ زندہ بھی نہ رہ سکوں گا۔ شبو! میں آپ کی خاطر جان دے دوں گا چاہے کسی دن آزما لینا۔ شبو نے کہا۔ ندیم صاحب! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن میں مجبور ہوں میں کسی اور کی امانت ہوں مجھے بھول جاؤ، ندیم! مجھے بھول جاؤ۔ میں نے کہا۔ شبو! میں مر تو سکتا ہوں لیکن آپ کو بھول نہیں سکتا۔ شبو نے کہا۔ بھول نہیں نہیں سکتے تو کیا پوری برادری کے ساتھ لڑ لو گے۔ میں نے کہا۔ میں لڑ سکتا ہوں اگر آپ ساتھ دو تو زمانہ کچھ بھی کرے میں تجھے اپنی بنا لوں گا۔ شبو! مجھے ہاں یا نہ کا جواب دو۔ شبو! نے کہا۔ ندیم! اگر تم میری برادری کے ساتھ جھگڑ سکتے ہو تو مجھے منظور ہے میں آپ کی ہوں اور رہوں گی۔ ویسے بھی میرا منگیتر مجھ کو تو پسند ہی نہیں۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں میں نے کہا۔ شبو یہ موبائل تم کو اپنے پاس رکھنا ہو گا جب بیٹری ختم ہو جائے تو ماسی اللہ رکھی کو دے دیا کرنا میں ماسی کو دوسری بیٹری دے دیا کروں گا اور کال کاٹ دی۔ میں بہت خوش تھا میں نے شبو کو فتح کر لیا تھا لیکن میرے آگے ایک اور معرکہ تھا اور یہ معرکہ شبو کی برادری کے ساتھ لڑنا تھا۔ ویسے تو میری برادری بھی بہت طاقتور تھی لیکن شبو کی برادری بہت ٹاپ قسم کے لوگ تھے،

ان کا سرکاری اثر ورسوخ بھی کافی تھا لیکن مجھے کوئی پرواہ نہ تھی۔ کہتے ہیں ناں کہ عشق اندھا ہوتا ہے مجھ پر بھی عشق کا بھوت سوار تھا۔ میں شبو کو ہر صورت اپنا بنانا چاہتا تھا لیکن بات کہیں سے بھی بنتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ابھی موبائل دیئے ہوئے چار دن ہی گزرے تھے کہ شبو کے والد نے شبو کے پاس موبائل دیکھ لیا (مشرقی لڑکیاں خاص کر دیہاتی لڑکیوں کے پاس موبائل رکھنا قتل کرنے جیسا جرم ہے) پس جیسے ہی شبو کے والد نے شبو سے کہا تو موبائل دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ شبو کو تو اس نے کچھ نہ کہا لیکن شبو کی ماں کو بلا کر کہا کہ شبو سے موبائل چھینو۔ شبو کی ماں نے آ کر شبو سے موبائل چھین لیا بس پھر کیا تھا شبو کے والد نے اپنے بھائی سے بات کی اور شبو کی شادی کی تاریخ مقرر کر دی۔ شبو نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ ادھر جب مجھے شبو کی شادی کی خبر سنی تو میرے تو اوسان خطا ہو گئے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ میرا اب شبو کے ساتھ رابطہ کیسے ہوتا میں نے خط لکھنے کا ارادہ کیا لیکن شبو ان پڑھی تھی اس کا دل بھی ڈھونڈ لیا میں نے اپنی ایک کزن کو منتخب کیا کہ ان کے گھر جائے کسی چیز کے بہانے سے اور خط اس کو پڑھ کر سنائے اور وہ جو جواب دے وہ نوٹ کر لے۔ خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیاری شبو رانی! صدا پھولوں کی طرح مسکراتی رہو، ستاروں کی طرح ٹمٹماتی رہو۔ شبو جی! کیا بنا ہے آپ کو میرے ساتھ وعدے قسمیں اور شادی کسی اور سے۔ شبو! آپ کی کیا رائے ہے آپ خوش ہو اس شادی پر یا نہیں۔

اصولوں سے جدا ہوتے تو دکھ نہیں تھا
بتا کر خفا ہوتے تو دکھ نہیں تھا

یہ شعر میں نے شبو کے جذبات بھڑکانے کے لئے لکھا تھا۔ میری کزن نے جو جواب آ کر دیا تو میں قدرے سنبھل گیا۔ شبو نے کہا تھا کہ ندیم میں مر تو سکتی ہوں لیکن یہ شادی نہیں کر سکتی۔ میں کل بھی تیری تھی آج بھی تیری ہوں۔ ندیم ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔ میں شبو کی اس دلیری پر بہت خوش تھا میں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے شبو کے ساتھ کورٹ میرج کروں گا جیسے شادی کے دن نزدیک آ رہے تھے میں پریشانی میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا، اتنی بڑی برادری کے ساتھ جھگڑنے کا رسک لے رہا تھا۔ خیر میں نے حوصلہ کیا اور تیاری شروع کر دی۔ میرا ایک دوست رہتا تھا دوسرے شہر میں میں نے اس سے رابطہ کیا اور ساری صورت حال سنائی اس نے کہا۔ کوئی بات نہیں آپ جب چاہیں میں آپ کا بندوبست کر دوں گا۔ میں نے پھر پیغام بھیجا شبو کی طرف کہ جان سوچ لو کل جو سوچنا ہے تو ابھی سوچ لو۔ شبو نے کہا۔ ندیم جان میں تیار ہوں آپ جب چاہے میں تیار ہوں۔ جب ساری بات کنفرم ہو گئی تو میں نے پیغام بھیجا شبو کی طرف کہ جان آج رات ہم نے جانا ہے میرے شہر والے دوست نے جہاں ہمارا بندوبست کیا تھا وہ کراچی تھا۔ میں کراچی میں میرے دوست کے کافی رشتے دار رہتے تھے سو اس نے اپنے ایک قریبی رشتے دار کے ہاں ہماری رہائش کا بندوبست کیا میں نے اپنے تین لاکھ روپے لئے اور ایک موٹر سائیکل بھی فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس چار لاکھ روپیہ تھا ہم جب بھاگنے کا پروگرام بنایا تھا وہ شبو کی شادی سے پانچ دن پہلے تھا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب ہم نے بھاگ جانا تھا۔

آج رات گیارہ بجے آپ کے گھر کے سامنے سے بلیک کلر کی کار گزرے گی اور تیار رہنا۔ میں آج سارا دن اداس تھا میں کبھی اپنے چاند سے بیٹے کو دیکھتا جو صرف دو برس کا تھا کبھی اپنی بیوی کو دیکھتا ان کو کیا خبر تھی کیا ہونے والا ہے۔ میں اپنے موبائل سے فل آواز میں گانا لگایا تھا اور رونے لگا۔ گانا نازو لعل کا تھا۔

جدوں تیرا شہر اسیں چھڈ جاواں گے
رب دی سونہہ تینوں بڑا یاد آواں گے

میری بیوی نے آ کر پوچھا۔ ندیم! روتے کیوں ہو؟ میں خاموش رہا ان کو کیا بتاتا۔ رات دس بجے کار ڈرائیور نے مجھے کال کی کہ چھوٹے صاحب کیا پروگرام ہے؟ میں نے کہا۔ آ جاؤ تم۔ ڈرائیور کار لے کر آ گیا میں گھر سے نکلا پلٹ کر ایک نظر گھر والوں کو دیکھا بیوی بچے سب سو رہے تھے۔ میں نے درزی کو کال کی میرے کپڑے دو آ کر دو وہ بیچارہ گھر سے اٹھ کر دکان پہ آیا کپڑوں کے دو جوڑے نکال کر دیئے۔ کار میں بیٹھے شہر آ گئے حمام پر آ کر نہایا کپڑے بدل کر ایک ریسٹورنٹ پر آ کے کھانا کھایا چائے پی کار میں بیٹھ گئے۔ گیارہ بج کر دس منٹ ہو گئے تھے میں نے ڈرائیور کو کہا۔ سپیڈ بڑھاؤ نئی کار تھی ڈرائیور نے سپیڈ ماری اور پانچ منٹ میں ہم اپنے محلے پہنچ گئے یہ دسمبر کی سرد رات تھی ہر کوئی سردی سے بچنے کے لئے بستروں میں دبکا ہوا تھا گلیاں ویران پڑی تھیں اب گاڑی شبو کے گھر کے سامنے سے گزر رہی تھی شبو کا گیٹ بند تھا گلی میں کوئی بھی نہیں تھا ہم نے کار ایک آدھا منٹ گیٹ کے سامنے روکی اور آگے بڑھا دی۔ + اگلے چوک سے موڑ کاٹ کر پھر واپس آ گئے جیسے ہی کار کی ہیڈ لائٹس آگے پڑیں گلی میں کوئی ہیولہ کھڑا تھا جیسے جیسے کار نزدیک جا رہی تھی وہ ہیولہ کار کے سامنے کار کی طرف آ رہا تھا۔ کار جیسے ہی اس کے قریب گئی ڈرائیور نے بریک لگا دی وہ کوئی اور نہیں شبو رانی تھی سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہاتھ میں شاپر پکڑے میں نے باہر نکل کر کار کا پچھلا دروازہ کھولا شبو کو بٹھایا اور خود آگے بیٹھ گیا اور کار چلا دی۔ نئی کار تھی کراچی کی طرف فراٹے بھرتی رات کے ایک بجے ہم بہاول پور پہنچے پھر آگے روانہ ہو گئے۔ بہاولپور سے آگے کا راستہ میں نہیں جانتا تھا ڈرائیور جانتا تھا۔ صبح پانچ بجے ہم صادق آباد پہنچ گئے تھے۔ صادق آباد سے ناشتہ کیا اور پھر چل پڑے بارہ بجے ہم کراچی میں داخل ہوئے۔ دو بج گئے لیکن ہم کراچی میں ہی گھوم رہے تھے جہاں ہم نے جانا تھا وہاں ہمارا فون پہ رابطہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ ڈرائیور کو راستہ بتا رہے تھے ڈرائیور شاید واقف کار تھا جو درست سمت جا رہا تھا آخر ہماری منزل آ گئی۔ ڈرائیور ہمیں چھوڑ کر واپس آ گیا وہ لوگ بہت اچھے تھے۔ انہوں نے ہماری خوب سیوا کی۔

جس شخص کے گھر ہم رہ رہے تھے اس کی طرف جب کال آئی کہ ان کو کہیں نکلنے نہ دینا تو اس شخص کی بیوی نے سن لیا اس کی بیوی بہت اچھی تھی اس نے آ کر مجھے ساری تفصیلات بتا دیں کہ آپ کے پیچھے لوگ آ رہے ہیں اور میرا شوہر اب آپ کو کہیں جانے نہیں دے گا۔ ایسا کرو لڑکی کو چھوڑ دو تم بھاگ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہے۔ وہ لوگ آئیں گے لڑکی کو لے کر چلے جائیں گے۔ میں نے کہا۔ میں کیسے بھاگوں؟ اس نے مجھے آئیڈیا دیا کہ تم میرے شوہر کو کہو کہ میں سامنے والی شاپ سے ایزی لوڈ کروا کر آتا ہوں وہ سمجھتا ہے کہ تم کو کسی بات کی خبر نہیں اس لئے وہ تمہیں اجازت دے دیں گے، آگے تمہارے دل کی مرضی۔ میں نے اس کی بات مان لی اور اس کے شوہر کو کہا کہ بھئی میں ذرا شاپ سے ایزی لوڈ کروا آؤں۔ اگر آپ کو لوڈ کی ضرورت ہے تو کروا دوں۔ انہوں نے کہا ہاں ہاں بس پچاس روپے میرے نمبر پر کروا دینا میں نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی آیا یہ کہہ کر میں چلا آیا۔ شاپ پر آ کر لوڈ کروایا اس کے نمبر پر کروایا اور باہر نکلا۔ رکشہ روکا اور بیٹھ گیا۔ مجھے نہیں پتہ کہاں جانا ہے میں نے کہا۔ بس سٹینڈ جانا ہے اس نے مجھے بس سٹینڈ پر اتار دیا۔ میں گاڑی میں بیٹھا اور واپس اپنے شہر آ گیا لیکن گھر نہ گیا کسی دوست کے پاس ٹھہر گیا۔ میرے چچا وغیرہ نے لڑکی کو لیا اور ورثاء کے حوالے کیا اور بات ختم ہو گئی لیکن رنجش تو بدستور قائم تھی۔

آج پندرہ دن ہو گئے تھے میں گھر نہیں گیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس گاؤں چلا گیا۔ شبو کے چچا اور ماموں لوگ کہتے تھے کہ ہم نے ندیم کو فائر مارنا ہے۔ ایک رات میں اپنے موبائل سے گانے سن رہا تھا کہ ایک انجانے نمبر سے مس کال آئی۔ میں نے فوری بیک کال کر دی یہ میری عادت تھی کہ جیسے ہی کسی کی مس کال آتی میں فوری کال کر دیتا۔ اب بھی میں نے فوری کال کر دی۔ آگے سے کوئی اور نہیں میرے دل کی ملکہ میرے خوابوں کی رانی شبو تھی۔ اس نے کال لیس کرتے ہی رونا شروع کر دیا۔ میں نے بہت سمجھایا شبو میری بات تو سنو وہ کہتی نہیں سنتی میں تمہاری بات تم بزدل ہو فراڈیئے ہو دھوکے باز۔ نجانے کیا کیا کہتی رہی۔

قارئین! کیسی لگی میرے کزن کی آپ بیتی؟ ہو سکے تو میرے کزن کے لئے دعائے مغفرت کر دینا۔ آپ کی تنقید و تعریف کا منتظر آصف۔ سانول، بہاولنگر۔

کوئی تجھ سا ڈھونڈوں کہاں؟

...... مجید احمد جائی ملتانی - ملتان

میں بہت رو رہا تھا میری چیخیں محلے والے سن کر آ گئے تھے۔ جب غم حد سے سے بڑھ جائے تو انسان صرف آنسو بہانے کے سوا کر ہی کیا سکتا ہے۔ امی جان بھائی سے ناراض ہونے لگیں کہ تم نے اسے کیوں بتایا۔ اب یہ آسمان سر پر اٹھا لے گا۔ امی کا شکوہ بھی صحیح تھا ان سے میرا رونا چیخنا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ رات کی تاریکی میں امی کو میں نے رب کے حضور روتے دیکھا تھا اس کے آنسوؤں سے مصلیٰ بھیگ جاتا تھا۔ کتنی عظیم ہستی ہے ماں بچے کو کانٹا کیا چبھا ماں بلبلا اٹھی۔ ماں تجھ پہ ساری خوشیاں قربان اس ماں پر کیا گزری ہو گی جس کا لخت جگر اس کی آنکھوں کے سامنے سسکیاں بھر بھر کر دم توڑ گیا تھا۔ کتنی بے بس ماں تھی اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کاش ماں کے ہاتھوں میں اولاد کی زندگی، قسمت ہوتی تو کبھی کوئی ماں اپنے لخت جگر کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی۔ ماں اپنے بچوں کی آنکھوں میں آنسو نہ آنے دیتی .....
ایک دل شکن اور آنکھوں کو چھلکا دینے والی درد بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

سورج اپنی کرنیں سمیٹ چکا تھا، ہر طرف اندھیرا چھانے کو تھا، آسمان پر بادلوں کے جھرمٹ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ ابھی ستارے کم ہی نکلے تھے، چاند اپنا جلوہ دکھا چکا تھا، اپنی چاندنی کے جلوے سے اندھیری رات میں روشنی بکھیرنے میں محو تھا۔ میں گھر کی طرف رواں دواں تھا، مجھے جلدی گھر پہنچنا تھا کیونکہ راستہ بہت دشوار اور کٹھن تھا۔ دن دیہاڑے وارداتیں ہو جاتی تھیں۔ امی ابو کا حکم بھی تھا کہ بیٹا اندھیرا چھانے سے پہلے گھر جایا کرو۔ دنیا میں سب سے زیادہ والدین کو ہی اپنی اولاد کی فکر ہوتی ہے۔ ماں تو دعائیں مانگ مانگ کر دامن ہی گیلا کر لیتی ہے، اولاد کو خبر تک نہیں ہوتی۔ ہم کہاں سے کہاں جا رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں، ہمارے لئے کون تڑپتا ہے، جب بیٹا دن بھر دنیا کی رونقوں سے نجات پا کر گھر کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے ماں کو ہی منتظر پاتا ہے۔ ماں صدقے واری ہوتی ہے، ماتھا چومتی ہے، دن بھر کے گزرنے والے واقعات کے متعلق پوچھتی ہے پھر بڑی چاہ سے، پیار سے کھانا لا کر بیٹے کے سامنے رکھ دیتی ہے۔ لے میرے بیٹے کھانا کھا لے دن بھر نجانے تم نے کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں؟ ماں جتنی تکلیفیں اولاد کے لئے اٹھاتی ہے اولاد کسی ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں اتار سکتی۔ جب تک بیٹا گھر نہ آئے ماں سو نہیں سکتی لیکن اولاد کو کہاں احساس ہوتا ہے۔

آفس سے گھر کے سفر میں تقریباً آدھا سفر طے تھا۔ کچی سڑک کے موڑ پر کھڑے نوجوان نے مجھے آواز دی۔ مجید بھائی۔ میری نظریں جب اس طرف اٹھیں تو سامنے میرا دوست نواز کھڑا تھا جسے لوگ ملکو کے نام سے جانتے تھے۔ وہ تھا بھی ملکو، اسے سرائیکی دوہڑے، ماہیے، گیت بہت یاد تھے۔ اپنی گفتگو کے ساتھ ساتھ ایک د

دوہڑے بھی سنا دیتا تھا۔ اس کے اندر درد نجانے کب سے پرورش پا رہا تھا۔ اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا لیکن ظاہری طور پر بہت ہنس مکھ، مسکراہٹ بکھیرنے والا تھا۔ کوئی کتنا ہی اداس کیوں نہ ہو لازمی اس کے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول بکھیر دیتا۔ اپنوں سے ناراض رہتا تھا شاید یہی وجہ تھی اس نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس کی دوستی پا کر میں بھی کھل اٹھا تھا۔ میری تنہائی میں بھی کمی آئی تھی۔ نواز جب بھی آتا خوشیوں کے شامیانے لگ جاتے۔ ہماری گفتگو بھی اختتام پذیر ہی نہ ہوتی۔ باتیں کرتے کرتے رات اپنا سفر مکمل کر لیتی تھی۔ سورج اپنی کرنیں ہر طرف پھیلا دیتا تھا اور ہم نہ چاہتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔ اس دن بھی نواز نے مجھے جانے نہ دیا۔ اپنی میٹھی سریلی، شیریں باتوں کے جادو میں قید کر لیا۔ ہم ادھر ہی سڑک کے موڑ پر کافی دیر محو گفتگو رہے۔ پھر رات کی تاریکی اپنے قدم جما چکی تھی، میں نے اس سے اجازت چاہی نہ چاہتے ہوئے ہم جدا ہو گئے۔ اسی کے خیالوں میں گم میں گھر پہنچ گیا۔ ماں جی میرے انتظار میں تھی۔ اتنی دیر کیوں کر دی؟ ماں! وہ......وہ نواز مل گیا تھا۔ اسے گھر لے آتے۔ دیکھو کتنا اندھیرا چھا چکا ہے، تمہیں کچھ ہو جاتا تو ہمارا کیا ہوتا؟ ماں آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ ماں نے میرا ماتھا چوما اور کہا چلو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے کھا لو۔ کھانا کھانے کے بعد بستر کے حوالے ہو گیا، نیند روٹھی ہوئی تھی۔ نواز کی باتیں، اس کی مسکراہٹ میں چھپا درد مجھے بے چین کر رہا تھا۔ کروٹیں بدلتا رہا، خیالات کی جنگ جاری تھی، میرے پردہ سکرین پر نواز چھایا رہا۔ میری ماضی کی کھڑکی وہاں جا کھلی جہاں ایک دن پارک میں بیٹھے ایسے باتوں باتوں میں نواز سے میں نے پوچھا۔ یار ملکو! تیرے اندر اتنے زخم کیوں چھپے ہیں؟ تیری آواز میں درد ہے، تو مصنوعی مسکراہٹ سے لوگوں کے دل تو جیت لیتا ہے لیکن اپنا درد کسی سے شیئر نہیں کرتا۔ بھائی مجید! رہنے دو یہ دنیا ہے ہی ایسی، کسی کو خوش دیکھ کر کب خاموش رہتی ہے، زخم دینا اس بے وفا دنیا کا دستور ہے۔ خوشیاں چھین کر غموں کے حوالے کرنا ان کا پرانا رواج ہے۔ میں کس سے شکوہ کروں، کس کے آگے فریاد کروں، کوئی بھی نہیں ہے میرا جو میرے غم اپنے غم سمجھے، میری اداسیاں خوشیوں میں بدل لے، میری آنکھوں سے آنسو صاف کر کے خوشیوں کے موتی بکھیر دے؟ میں ہوں ناں۔ اس کی روہانسی باتوں کے جواب میں میں نے کہا اور اسے گلے لگا لیا۔ پھر نواز یوں گویا ہوا اور سب کچھ کہہ گیا۔

مجید بھائی! ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ میں نے ایک متوسط گھرانے میں جنم لیا۔ جب میں نے ہوش سنبھالا ابو بکریاں چراتے تھے، امی گھریلو فرائض انجام دیتی تھیں۔ گھر میں میرا دوسرا نمبر تھا۔ بچپن شرارتوں، کھیلنے کودنے میں گزر گیا۔ جب میں جوانی میں قدم رکھا تو میرے اندر جذبات، احساسات، امنگیں جنم لینے لگیں۔ بے قراری بڑھنے لگی، آنکھیں کسی کا انتظار کرنے لگیں، دل کسی چہرے کے گن گانے لگا، نگاہوں میں کسی کی تصویر رچ بس گئی تھی۔ شاید اسی کو پیار کہتے ہیں۔ مجھے بھی کسی سے پیار ہونے لگا لیکن اس حسین چہرے کو کہاں خبر تھی۔ کئی دفعہ دل نے کہا۔ نواز اپنی محبت کے پھول اس کے ہاتھوں میں تھما دے پھر ظالم زمانے کے ستموں سے خوف کھا کر دل کی آواز اندر ہی دفن کر دیتا۔ یوں وقت گزرتا رہا میں خاموش محبت میں جلتا رہا۔ اس پری چہرے کو کیا معلوم کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے، وہ تو اپنی من میں مست تھا۔ بڑے بھائی کی شادی کے بعد میری شادی کے چرچے ہونے لگے۔ نجانے وہ کون تھا جس سے میرا نام منسوب ہونے والا تھا۔ گھر میں چہ میگوئیاں ہوتی رہتی تھیں جس پر ہم مرمٹے تھے۔ وہ کسی اور کے آنگن کی رونق بن چکا تھا۔ میرے دل کے دیپ بجھا گیا تھا۔ ایک طرف اس کے نہ ملنے کا غم تھا دوسری طرف گھر میں آنے والی خوشیوں کا منتظر تھا۔

بدلتے موسم میں اک شام گھر میں محفل ہوئی سبھی بڑے بزرگ جمع تھے، امی نے مجھے علیحدہ کر کے پوچھا۔ بیٹا ہم تیری شادی کر رہے ہیں اور ساتھ میں تیری بہن ایمان کا بھی رشتہ کر رہے ہیں، تمہاری مرضی پوچھنی تھی۔ ماں جی! میں کیا کہوں آپ میری جنت ہیں میری کل کائنات ہیں، آپ جو فیصلہ بھی کریں گے مجھے منظور ہو گا۔ شاباش بیٹا! تم سے یہی امید تھی۔ ماں کی ممتا نے میرا ماتھا چوما اور دعائیں دیتی باہر چلی گئیں۔ میری ماں کو کیا معلوم کہ اندر آگ لگی ہے، میرے اندر جو خاموش محبت کا دیپ جل رہا تھا بجھ چکا تھا۔ من کا مندر مسمار ہو گیا۔ میرے خواب چکنا چور ہو گئے سبھی جذبات خواہشات اندر ہی اندر دفن ہو گئے۔ پیار کی دیوار کو زنگ کیا لگا ریزہ ریزہ ہو گئی۔ دل کا نگر ویران ہو گیا۔ گھر والوں کی خوشیوں کے لئے میں نے شادی کی حامی بھر لی۔ میرے انکار پر نجانے کتنے ہنگامے ہوتے۔ دوسروں کی خوشیوں کے لئے اپنی خوشیاں قربان کر دیں۔ کس کو خیال آنا تھا نواز کے من مندر میں دھواں اٹھتا کس نے دیکھنا تھا۔ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے زمین تھوڑی کانپتی ہے، آسمان کب آنسو برساتا ہے، اس کی تو راکھ تک نہیں ہوتی۔ دونوں گھروں میں شادیانے بج گئے، پورے گھر کو برقی بتیوں سے روشن کیا گیا تھا، مہمان جمع ہونے لگے تھے۔ ڈھولک کی آواز گونجنے لگی۔ گاتی لڑکیوں، شور مچاتے بچوں کی آوازیں سماعتوں سے ٹکرانے لگیں۔ ہر چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ زمانے بھر کی خوشیاں جیسے سمٹ آئی ہوں۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جب میں دولہے کے روپ میں دوستوں کے جھرمٹ میں اپنے ساتھی کو لینے گیا ہوا تھا۔ مہمان نوازی، رسموں رواجوں سے نجات پانے کے بعد تاروں کی چھاؤں میں دوستوں کی ڈانس، ڈھول کی تھاپ پر میں اپنے ساتھی کو اپنے آنگن میں لے آیا۔ گھر میں نئے چہرے کی آمد ہو چکی تھی جہاں بہن کی رخصتی سے گھر میں اداسی چھائی تھی وہاں خوشیوں کے پھول بھی کھل اٹھے تھے۔

میری شادی وٹہ سٹہ پہ طے پائی تھی۔ میری بیوی رشتے میں پھوپھی زاد تھی۔ چند دنوں میں شادی کے ہنگامے ختم ہوئے، زندگی معمول پر آ گئی۔ ہماری نئی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اپنا ساتھ پا کر خوش ہو رہا تھا، غموں کے بادل دور جا برسے تھے۔ خوشیوں کی گھما گہمی تھی۔ شروع شروع میں خوشیوں نے اپنے آنگن میں جگہ دی لیکن یونہی بہار سے خزاں آئی، خوشیوں کی جگہ غموں نے لینا شروع کر دی۔ اداسیاں چھانے لگیں، محبت کے پھول مرجھانے لگے، مسکراتے چہرے نفرتوں کے جال میں پھنستے چلے گئے اور خوشیوں کا چراغ گل ہوتا گیا غموں نے ڈیرے ڈال لئے چھوٹی چھوٹی باتوں سے لڑائی جھگڑے ہونے لگے۔ اس سرد جنگ نے ایسا اثر کیا کہ سب کچھ جل کر خاک ہو گیا۔ رشتوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ جان قربان کرنے والے جان لینے والے بن گئے، محبتوں کے پھول پیش کرنے والے زہر کے جام دینے لگے اور پھر یوں ہوا کہ خوشیوں کا شجر آنسو بہانے لگا اور آہستہ آہستہ زمین بوس ہو گیا۔ اس کی شاخیں بکھرتی چلی گئیں۔ خوشیوں کا تاج محل ویران کھنڈر کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ دلوں میں نفرتیں پھیلنے لگیں۔ آنسوؤں کا منہ زور سمندر بے قابو ہو گیا اور میرا گھرانہ اس کی زد میں آ گیا۔ سب کچھ بہہ گیا باقی صرف غموں تنہائیوں کے کچھ بھی نہ رہا۔ خوشیوں سے شروع ہونے والا حسین بندھن طلاقوں پر آ کر ختم ہو گیا۔ رشتے دار دشمن بن گئے، نفرتوں کی ہوا نے ایسا جال پھیلایا کہ سانس لینا دشوار ہو گیا۔ پھر اداسیاں تنہائیاں زندگی کا حصہ بنتی گئیں۔ اب کئی سال بیت گئے ہیں زندگی اسی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔

نواز کی مختصری داستان سننے کے بعد آنسو آنکھوں سے بغاوت کرنے لگے پھر معلوم نہیں کس لمحے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ وقت گزرتا رہا۔ زندگی ایسی مصروف ہوئی کہ ہماری محفلیں ختم ہو گئیں، وہ پردیسی ہو گیا، میں بستر مرگ ہو گیا۔ زندگی نے بغاوت کر دی تھی سبھی مصروفیات نے معذرت طلب کر لی اور ہسپتال کا روم میرا گوشہ نشین بن گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں زندگی تڑپتی ہے سسکتی ہے، روتی ہے، آنسو بہاتی ہے، اپنوں سے بہت دور کر دیتی ہے۔ مختلف میڈیسن میری غذا بن گئی۔ سکون بے قراری درد آہوں میں تبدیل گیا۔ میں روز

تڑپنے سسکنے لگا، کئی دوست بچھڑے تھے۔ یہ زندگی کا ایسا موڑ ہوتا ہے جہاں سبھی دعویدار آزمائے جاتے ہیں۔ جان قربان کرنے والے آسمان سے تارے توڑنے والے ساتھ جینے مرنے والے سبھی چھوڑ جاتے ہیں۔ باقی صرف تنہائی ہوتی ہے جو وفا کرتی ہے۔ میری زیست موت کے حوالے سے ہونے لگی سبھی دوستوں نے رشتوں داروں، ڈاکٹروں نے امیدیں ختم کر دیں۔ پیار کرنے والوں نے نئے ساجن بنا لئے، بستر مرگ پر ہی نواز کا فون آیا۔ میں جو کسی کے انتظار میں تھا تنہائی رہتی تھی بہت خوش ہوا۔ کہاں ہو یار! جواب میں ملکو نے کہا۔ میں چمن میں ہوں۔ اکیلے اکیلے انگور کھا رہے ہو۔ میں ادھر موت کی نگری میں پڑا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ کیا ہوا میرے بھائی کو؟ ملکو نے کہا۔ میں نے ٹوٹی سانسوں سے جواب دیا۔ آ کر دیکھ لو، چند دنوں کا مہمان ہوں۔ ایسا نہ کہو مجید بھائی! اس نے جواب دیا۔ میرے لئے انگور کب آ رہے ہیں؟ میں نے موضوع تبدیل کر دیا۔ چمن انگوروں کا مشہور شی ہے آپ کے لئے جان حاضر ہے۔ انگوروں کے ڈھیر لگا دوں گا۔ رہنے دو رہنے دو مکھن مت لگاؤ، جب زندگی نہ رہے گی تمہارے انگوروں کا کیا کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔ میں جلد ہی آپ کے پاس ہوں گا مجید بھائی۔ میرے پیارے بھائی کو کچھ نہیں ہو گا۔ محبت، چاہت کے جام چھلک رہے تھے۔ بہت سی باتوں کے بعد کال منقطع ہو گئی۔ میرے چہرے پر چند لمحوں کے لئے مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گرمیوں کا سیزن تھا اس وقت انگور مارکیٹ میں بھی نہیں آئے تھے۔ دوسرے دن دوپہر کو ملکوں میرے پاس موجود تھا۔ ہاتھ میں انگوروں میں بھرا شاپر۔ ملکو کو دیکھ کر آنکھیں پانی میں نہانے لگیں، آنسوؤں کا سیلاب بے زور ہو گیا اور نواز میرے سینے سے لگ گیا۔ نہیں یار! بہت آنسو بہا لئے آپ نے اب میں رونے نہیں دوں گا۔

برسوں بعد بھی ملا تو اس کے لب پہ کوئی گلا نہ تھا
اسے میری چپ نے رلا دیا جسے گفتگو میں کمال تھا

میری زندگی آپ کو لگ جائے۔ نہیں یار نواز جانی ایسا نہیں کہتے۔ اپنی زندگی سدا خوشیوں کے ساتھ جیو۔ آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں، مجھے کچھ نہیں ہو گا۔ اس رات نواز میرے پاس رہا ہمیں کیا معلوم تھا یہ ہماری آخری ملاقات ہو گی۔ زندگی نے بہت بڑا سانحہ دے دیا جو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ نواز اس دن جدا کیا ہوا پھر زندگی نے دیدار کا موقع ہی نہ دیا۔ نواز گھر چلا گیا اور میں ہسپتال کے بستر پر پڑا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ میری بیماری طویل ہوتی گئی اپنے سہارے اٹھ نہیں سکتا تھا، چلنا تو دور کی بات تھی میرے کانوں، چہرے پر بیٹھی مکھی کو اڑانے کی جرأت نہیں تھی۔ شب و روز اسی کشمکش میں گزر رہے تھے کہ اک خبر نے میری روح تک گھائل کر دی۔ نواز بہت بیمار ہو گیا۔ اسے کچھ ہوش نہیں ہے اس کا بھائی اور والد مجھے ملنے آیا تھا۔ کسی اچھے معالج کا پتہ پوچھنے آیا تھا کیونکہ میں جو کافی عرصے سے علاج کرا رہا تھا۔ انہوں نے نواز کے ٹیسٹ وغیرہ کرانے تھے۔ کیا ہوا میرے بھائی کو؟ کچھ سمجھ نہیں آتا کوئی کچھ نہیں بتاتا بہت علاج کروا رہے ہیں۔ وہ مجھ سے معلومات لے کر چلے گئے اور میری دنیا میں ہلچل مچا دی۔ میں اسے ملنا چاہتا تھا دیکھنا چاہتا تھا اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے کہنا چاہتا تھا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ تجھے کچھ نہیں ہونے دوں گا لیکن یہ کیا تم اپنی حالت ہی بگاڑ دی لیکن مجبور تھا، چل نہیں سکتا تھا، بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا تو کیسے اپنے نواز کے پاس جاتا؟ اس کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا۔ میں اپنے د۔ دکھ بھول گیا، میرے لبوں پر صرف اور صرف نواز کی زندگی کی التجائیں آرزوئیں تھیں میں کتنا مجبور تھا، زندگی اتنے کرب میں مبتلا ہو جائے گی کس کو معلوم ہوتا ہے؟

اے مقدر تو مجھے ترسائے گا آخر کب تک
یا میری بات سمجھ یا مجھے پاگل کر دے

وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور ایک ماہ کے اندر اندر نواز سوکھی پتلی لکڑی کی مانند ہو گیا۔ جہاں ہینڈسم سمارٹ

ساڑھے چھ فٹ کا نوجوان جب سامنے ہوتا تھا پہلوان ہی تو نظر آتا تھا۔ اب بیماری نے اسے کمزور اور لاغر کر دیا تھا۔ کھانا پینا بند ہو گیا لوگوں کو ہنسانے والے کتنے کرب عذاب سے گزر رہے تھے۔ کوئی درد و غم بانٹنے والا نہیں تھا۔ بوڑھے ماں باپ صدقے واری ہوتے تھے۔ ماں کہتی تھی یہ سیب کھا لو اور دوائی لے لو دیکھ تیری یہ حالت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تو جلد ٹھیک ہو جا۔ دوائی لے کچھ کھائے گا تو صحت یابی ہو گی۔ چل یہ لے فروٹ کھا لے۔ ماں کتنے پیار و محبت سے اس کی خدمت کر رہی تھی۔ ماں کی ممتا کو کیا معلوم تھا کہ اس کا جگر گوشہ چند دنوں کا مہمان ہے پھر اس بے وفا دنیا سے کنارہ کر جائے گا۔ تب اس سے ناراض ہونے والے بھی آنسو بہائیں گے پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا صبح سویرے ابھی سورج نے اپنی کرنیں زمین پر نہیں بکھیری تھیں کہ میرے بھائی کے پاس کال آ گئی کہ نواز اس دنیا میں نہیں رہا۔ صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ جب بھائی نے مجھے یہ سوگوار خبر سنائی تو آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔ دل خون کے آنسو بہانے لگا ہائے اے بے بس زندگی تجھے کیوں کر چاہوں تو نے اتنی فرصت ہی نہ دی کہ اپنے پیارے دوست کے جنازے کو کندھا دے سکتا۔

میں بہت رو رہا تھا میری چیخیں محلے والے سن کر آ گئے تھے۔ جب غم حد سے بڑھ جائے تو انسان صرف آنسو بہانے کے سوا کر ہی کیا سکتا ہے۔ امی جان بھائی سے ناراض ہونے لگیں کہ تم نے اسے کیوں بتایا۔ اب یہ آسمان سر پر اٹھا لے گا۔ امی کا شکوہ بھی صحیح تھا ان سے میرا رونا چیخنا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ رات کی تاریکی میں امی کو میں نے رب کے حضور روتے دیکھا تھا اس کے آنسوؤں سے مصلیٰ بھیگ جاتا تھا۔ کتنی عظیم ہستی ہے ماں بچے کو کانٹا کیا چبھا ماں بلبلا اٹھی۔ ماں تجھ پہ ساری خوشیاں قربان اس ماں پر کیا گزری ہو گی جس کا لخت جگر اس کی آنکھوں کے سامنے سسکیاں بھر بھر کر دم توڑ گیا تھا۔ کتنی بے بس ماں تھی اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کاش ماں کے ہاتھوں میں اولاد کی زندگی، قسمت ہوتی تو کبھی کوئی ماں اپنے لخت جگر کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی۔ ماں اپنے بچوں کی آنکھوں میں آنسو نہ آنے دیتی۔

نظام قدرت ہے انسان کا بس ہی کہاں چلتا ہے

آخر نواز بہن بھائیوں، والدین اور دوستوں کو روتا چھوڑ کر اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ ایک نہ برداشت ہونے کا صدمہ ملا تھا۔ نوجوانی کی موت سبھی پہ گریز اں گزرتی تھی۔ اس دن پرندے بھی اداس تھے، شجر بھی صف ماتم بچھائے ہوئے تھے، امبر سے تو برداشت نہ ہو سکا اور وہ بھی رو دیا ایسا رویا کہ ہر طرف جل تھل ہو گئی۔ اب کون تصور کرتا کہ یہ بادل کسی کے میں رو رہے ہیں۔ شجر سے ٹپ ٹپ کرتا پانی بھی اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا مجھے گھر میں اکیلا چھوڑ کر امی اور بھائی جان نواز کے ہاں چلے گئے تھے۔ رسم آخری پر لوگوں کا جم کثیر جمع تھا۔ دیدار آخر کے لئے دور دور سے لوگ جمع تھے۔ شام ہونے سے پہلے نواز کو سجا کر دولہے کے روپ میں شہر خموشاں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔ نواز ایسی نیند سویا کہ پھر لاکھ شور و غل سے بھی آنکھ نہ کھل سکی۔ ماں غم میں نڈھال نواز کے لاشے سے لپٹ لپٹ کر روتی رہی تھی۔ باپ دیواروں سے سر مار رہا تھا۔ بھائی رو رو کر نیم بے ہوش ہو گئے تھے۔ آج ان کے گھر کا چراغ بجھ گیا تھا۔ جانے والے کو کون روک پایا ہے۔ مجبوراً سب برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کئی دن ماحول سوگوار رہا پھر زندگی آہستہ آہستہ رینگنے لگی اور نواز صرف دل میں یاد بن کر رہ گیا۔ ایسی یادیں جن سے پیچھا چھڑانے پر نہ چھوٹے۔ شام کا اندھیرا ہر طرف چھا چکا تھا جب امی اور بھائی جان گھر میں داخل ہوئے۔ امی آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی اور نجانے آنسوؤں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر کب تک بہتا رہا ماں مجھے چومتی گلے لگاتی دعائیں دیتی میرے سرہانے ہی سو گئی۔ رات کے پچھلے پہر میرا درد حد سے بڑھ گیا میں بلک بلک کر رونے لگا تب ماں جی کی آنکھ کھل گئی اور

میرے لئے تڑپ اٹھی۔ مجھے میڈیسن دی پھر چند لمحوں کے دردناک عذاب کے بعد میں پرسکون ہوگیا اور کوئی خبر نہ رہی۔

تڑپتے سسکتے آنسو بہاتے ہسپتال کے بستر پر پڑے چار سال کا عرصہ بیت گیا۔ چار سالوں میں کچھ دوست اپنی نئی زندگی کا آغاز کر چکے تھے، کچھ دوست ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو چکے تھے۔ چار سال کے بعد معجزانہ طور پر میری زندگی پھر سے لوٹ آئی۔ جہاں ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، رشتے داروں نے امیدیں چھوڑ دی تھیں، گھر والے علاج کروا کروا کے تھک گئے تھے، پھر رب العزت نے انوکھا سلسلہ بنایا میں زندگی کی طرف لوٹنے لگا اور اس دوران چھ ماہ کا عرصہ اور بیت گیا۔ میں چلنے پھرنے لگا۔ لاٹھی کے سہارے گھر کے صحن سے باہر گلیوں میں گھومنے لگا۔ لوگ پیار و محبت سے اپنے گھر لے جاتے۔ اب یہ ان کی ہمدردیاں تھیں یا محبت یا پھر ترس کھاتے تھے۔ دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس دوران میری بھابی میرے آنگن میں جلوہ گر ہو چکی تھی اور میری بہن اپنے پیا گھر سدھار گئی تھی جن کے ساتھ بچپن گزرا تھا انہوں نے ٹھکانے بدل لئے تھے۔ شادی کے ہنگامے کب گزرے کچھ علم نہیں تھا۔ میں زندگی کو موت کے منہ سے چھین کر لایا تھا۔ آہستہ آہستہ میرے جسم میں خون گردش کرنے لگا، جسم گوشت سے بھرنے لگا اور میں پھر سے زندگی کی طرف لوٹ آیا۔

پانچ سال بعد اپنے پیارے دوست نواز کے علاقے میں شادی تھی۔ اس بار امی نے مجھے کہا کہ بیٹا مجھے شادی والے گھر چھوڑ آؤ اسی بہانے تم بھی سیر و تفریح کر لینا۔ مقررہ ڈیٹ کو امی اور میں نے تیاری کی اور بائیک پر شادی والے گھر روانہ ہو گئے۔ نہر کنارے چلتے چلتے لہلہاتی فصلوں کو پیچھے چھوڑتے، سایہ دار درختوں کے جھرمٹ سے گزرتے، کچی پکی سڑکوں سے ہوتے ہوئے مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے۔ امی کو شادی والے گھر چھوڑا اور میں چند دوستوں کو ملنے کے بعد نواز کے بھائی کو بلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ملا اور اسے التجا کی کہ یار میں نے نواز سے ملنا ہے۔

نواز..... آپ کون ہیں، نواز کو کیسے جانتے ہیں؟ اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر دیئے۔ میں اس کا دوست ہوں، مجھے لے چلو میں بعد میں ساری داستان بتاتا ہوں۔ بھائی نواز کو ہم سے بچھڑے پانچ سال ہونے والے ہیں۔ ٹھنڈی آہوں کے ساتھ میں نے جواب دیا۔ ہاں یار! میں جانتا ہوں۔ میں اس کی آخری آرام گاہ پر جانا چاہتا ہوں۔ ٹھنڈی آہوں کے ساتھ اس نے حامی بھر لی، میرے ساتھ بائیک پر بیٹھ کر نواز کو ملنے چلے گئے۔ پہلے پکی سڑک، پھر کچی سڑک اور آخر میں کھیتوں کی پگڈنڈیوں سے ہوتے ہوئے شہر خموشاں میں پہنچ گئے۔

ایک درخت کے سائے میں نواز کا بھائی جا کر رک گیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ یار مجھ سے آگے نہیں چلا جائے گا، وہ مکان دیکھ رہے ہو، نواز اس میں رہتا ہے۔ ذرا خیال سے جانا وہ آرام کر رہا ہوگا، تمہارے اس طرح جانے سے کہیں وہ پریشان نہ ہو جائے۔ ساتھ ہی اس کی چشم نم ہونے لگی اور وہ دبے پاؤں واپس پلٹ گیا اور میں اس کچے مکان کے پاس جا ٹھہرا۔ وہاں بالکل سکون تھا، اتنا سکون کہ زندگی میں پہلی دفعہ ایسی جگہ ملی تھی جہاں سکون ہی سکون تھا۔ میں نے اس مکان کا مٹی کو اٹھایا اور محبت یار میں بوسہ دیا۔ میری آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔ کافی دیر میں اپنے جگر سے باتیں کرتا رہا۔ بہت گلے شکوے ہوئے نواز کہنے لگا۔ دیکھ یار مجید! اتنے عرصے بعد ملنے آیا تیری دید کو اکھیاں ترس رہی تھیں اور تو نے ہی کچھ کم نہیں کیا۔ مجھے بستر مرگ پر اکیلا چھوڑ کر یہاں سکون سے سو رہا ہے۔ دیکھ میرے بھائی تو ٹھیک ہو گیا ہے جا لوٹ جا دیکھ تیرے انتظار میں کتنے لوگ بیٹھے ہیں اور ہاں کبھی رونا مت تیرے آنسو مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ پھر میں نے نواز سے وعدہ کیا کہ نواز اب بہت ہو گیا، یہ

جدائی برداشت نہیں ہوتی۔ اب مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا بہت جلد تیرے پاس آنے والا ہوں۔ میں بہت تھک گیا ہوں اب مجھے سونا ہے۔ دیکھ دل سکون چاہتا ہے، آنکھیں نیند سے سرخ لال ہو چکی ہیں، میرا انتظار کرنا میں تجھ سے ملنے ضرور آؤں گا۔

بن تیرے جی کے دیکھ لیا پر جی نہ سکے ہم
تم سے بچھڑ کر اتنا روئے کہ بتا بھی نہ سکے ہم

شام ہو چکی تھی، میں عہد و پیمان کرتا ہوا نواز سے رخصت ہو گیا۔ شادی والے گھر پہنچا امی میرا انتظار کر رہی تھی۔ پوچھنے لگی، کہاں چلا گیا تھا؟ کب سے تیرا پوچھ رہی ہوں۔ امی جی میں اپنے بچھڑے دوست سے ملنے چلا گیا تھا۔ وہ تو آنے نہیں دے رہا تھا بس تھوڑی چھٹی لے کر آیا ہوں۔ چل ماں گھر کو چلیں۔ اتنے میں نواز کا بھائی آ گیا۔ یار! آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کون ہیں اور نواز بھائی کو کیسے جانتے ہیں؟ پھر میں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا، اپنا تعارف کروایا۔ نواز اور اپنی دوستی کے متعلق بتایا پھر گھر کی طرف چل پڑے۔ آج میں پرسکون تھا کیونکہ پانچ سال بعد اپنے دوست سے جو مل کر آیا تھا۔ آج نواز کو ہم سے بچھڑے آٹھ سال ہو گئے ہیں قدرت کے نظام پر آج بھی حیرت زدہ ہوں کہ میں چار سال بستر مرگ پر پڑا رہا پھر زندگی مل گئی اور نواز ایک ماہ کے اندر زندگی کی بازی ہار گیا۔ جس کی موت سے ڈاکٹروں، رشتے داروں، دوستوں، والدین، بہن بھائیوں نے امیدیں لگا دی تھیں اسے زندگی مل گئی اور جس کی موت وہم و گمان میں بھی نہیں تھی، سب کو روتا چھوڑ کر پرسکون سو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے راز اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ من میں آج بھی ایک خلش ہے، ایک ہی حسرت ہے کہ نواز جیسا کوئی مل پاتا۔ ہزار ہا ڈھونڈا مگر کوئی مل نہ پایا۔ پھر میرے لبوں پر ایک ہی آہ ابھری کوئی تجھ سا ڈھونڈوں کہاں؟

بہتے ہوئے اشکوں کی روانی میں مرے ہیں
کچھ خواب میرے عین جوانی میں مرے ہیں

قارئین میرے پیارے دوست محمد نواز کے لئے دعا مغفرت ضرور کرنا اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! اپنی تنقیدی اور تعریفی آراء سے ضرور نوازنا۔ اس غزل کے ساتھ اجازت طلب ہوں۔

میں لمحوں کو وقت کی پکار دیتا ہوں
اک آنگن میں کئی شامیں گزار دیتا ہوں
میں یونہی ہر اک سے بے ربط نہیں ملتا
ہر شخص کو اس کا معیار دیتا ہوں
میں غم کی کشتی کو ڈوبنے نہیں دیتا
بوجھ بڑھ جائے تو کچھ اتار دیتا ہوں
خوشیاں کوئی مانگے تو مفت دیتا ہوں
غم مانگے کوئی تو ادھار دیتا ہوں
بدلہ لینا میری فطرت نہیں
خزاں کے بدلے بہار دیتا ہوں
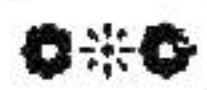
حضور ﷺ کے ارشادات

★ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔
★ قیامت کے دن اللہ پاک کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویریں بنانے والوں ہوگا۔
★ چغل خور انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
★ تم میں سے سب سے اچھا وہ شخص ہے جو قرآن پاک سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص نجوی کے پاس گیا اور سوالات کئے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کی اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی۔ آپ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ شخص ہم میں سے نہیں۔

☆.....انتخاب: محمد عمران بٹ۔ جہلم

اس کو محبت کہتے ہیں......!

تحریر...... حسن رضا- رکن سٹی

سب کاغذات تیار ہیں صبح ہی ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔ میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں کہ ہماری محبت میں کوئی بھی کھوٹ نہیں ہماری محبت بالکل صاف تھی. خیر صبح ہوئی ضروری کارروائی کے بعد ہم نے کورٹ میرج کر لیا. اس طرح ہماری ازدواجی زندگی کی شروعات ہوئیں ...... ایک محبت کی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

یہ میرے بہت ہی اچھے دوست کی سٹوری ہے جس کا نام راحیل ہے۔ اس کی زبانی ہی سنتے ہیں۔

قارئین! میرا نام راحیل ہے، میں اپنے ماں باپ کا ایک واحد سہارا ہوں۔ اپنی سٹوری کی طرف جاتا ہوں۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا جب صبح کو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں گھر سے باہر بارش کو انجوائے کرنے کے لئے نکل گیا۔ ابھی میں چند ہی قدم چل کر کچھ فاصلے پر تھا کہ میرا پاؤں پھسل گیا اور میں نیچے گر گیا۔ پاس ہی سے مجھے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی، میں نے دیکھا تو چند ایک لڑکیاں کالج کو جا رہی تھیں وہ سب لڑکیاں میری طرف دیکھ کر ہنس رہی تھیں لیکن مجھے کیا میں ابھی تک بس نیچے ہی پڑا ہوا تھا اوپر اٹھا جب وہ میرے قریب سے گزرنے لگیں تو ان میں سے ایک لڑکی مجھ کو بہت پسند آئی، میں بس اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک لڑکی نے کہا۔ دیکھو وہ تیری طرف ہی دیکھ رہا ہے کنول! تو میں نے کیا کروں۔ اسی طرح وہ باتیں کرتی ہوئیں چلی گئیں۔ لیکن مجھے اپنی جان کا نام بھی معلوم ہو گیا تھا۔ کنول کی یاد تو بس...... میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں اس کے متعلق کیوں سوچتا ہوں؟ اس سوال کا جواب میرے پاس فی الحال کوئی نہ تھا لیکن اس کو روزانہ دیکھنا میری عادت بن گئی۔ میں روزانہ راستے میں کہیں نہ کہیں کنول کا دیدار کر لیتا لیکن پتہ نہیں کیا اب میرا دل کرتا تھا کہ میں کنول سے بات کروں اس کو بتاؤں کہ میں آپ کی یاد میں کیسے پاگل ہو رہا ہوں۔ لیکن میں نہ ایسا کر سکا کیونکہ میں زمانے سے ڈرتا تھا لیکن آخر کب تک میں ایسا کرتا شاید یہ میرے بس میں نہیں تھا لیکن ان دو تین ماہ میں اتنا ضرور جان گیا تھا کہ شاید اس کو محبت کہتے ہیں۔ یہ اتنی جو بے چینی ہے، یہ جو اتنا میں اس کو دیکھنے کے لئے تڑپتا ہوں، جس دن وہ مجھ کو دکھائی نہ دے میرے لئے وہ دن بڑی مشکل سے گزرتا کیونکہ وہ میرے لئے اب کوئی عام نہیں بلکہ وہ میری جان بن چکی تھی لیکن میں اس آگ میں اکیلا ہی جلتا رہا، اس کو کچھ نہ بتایا۔ ایک دن میں نے سوچ لیا کہ آج چاہے کچھ بھی ہو آج میں اظہار محبت کر دوں گا۔ اس طرح میں نے کاغذ قلم کا سہارا لیا اور خط لکھنے بیٹھ گیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

میری جان السلام علیکم! اس کے بعد کنول جب سے تم کو دیکھا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میں صرف آپ کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ میرا دل بڑا بے چین ہے، صرف آپ کو دیکھنا ہی پسند کرتا ہے۔ شاید بس آپ سے محبت کرنے کی گستاخی کر بیٹھا ہوں۔ سو پلیز میرا جواب محبت سے دینا، نہیں تو یہ دنیا میرے لئے ایک عذاب سے کم نہیں ہو گی اور ہاں جلدی جواب دینا۔

آپ کی چاہت کا طلبگار راحیل

میں نے خط لکھ کر جیب میں ڈال لیا۔ اب سوچ رہا تھا کہ اب اس کو کنول تک میں کیسے پہنچاؤں گا۔ خیر دوسرے دن میں گھر سے نکلا تو کنول کا ویٹ کرنے لگا کچھ دیر بعد کنول اور اس کے ساتھ دو اور لڑکیاں تھیں جب وہ میرے نزدیک سے گزرنے لگیں تو میں نے کنول کو کانپتے ہاتھوں کے ساتھ لیٹر دیا جس کا نتیجہ کچھ الٹ ہوگیا۔ کنول نے غصہ میں آ کر وہ خط وہیں پر پھاڑ دیا اور کہا۔ دیے مسٹر اب اگر تم نے ایسی حرکت کی تو میں آپ کا بہت برا حشر کروں گی۔ میں کالج میں پڑھنے جاتی ہوں کوئی یہاں پر عشق کرنے یا پھر ان محبت کے چکروں کے لئے نہیں آتی۔ اتنا کہہ کر کنول آگے چلی گئی لیکن آج میں تو جیسے بڑے صدمے میں تھا، مجھ کو کوئی ہوش نہیں تھا۔ کنول تم نے یہ کیا کر دیا میری سچی محبت کو ٹھکرا دیا۔ تجھے کیا ملے گا ایک سچا پیار کرنے والے کا دل توڑ کے۔ اس کے بعد میں نے کھانا پینا کم کر دیا اور مُردوں کی طرح سارا سارا دن کمرے میں بند پڑا رہتا اور جی بھر کر اپنی بے بسی پر روتا لیکن شاید قسمت ہی کچھ ایسی تھی۔ گھر والوں نے بھی بڑا پوچھا کہ راحیل تم کو کیا ہے لیکن میں نے کہا کہ کچھ نہیں، تھوڑا بیمار ہوں اس لئے۔ اب کرتا بھی کیا میٹرک کر کے سکول سے تو ویسے ہی چھوڑ رہا تھا، اب بس فارغ ہی ہوتا تھا۔ کاش! میں اس دن گھر سے نکلتا ہی نہ تو کتنا اچھا ہوتا، آج مجھ کو رونا نہ پڑتا۔ کاش! لیکن اب افسوس کس بات کا یہ تو بس ہونا ہی تھا۔ خیر میں تو اب بھی جب بھی گھر سے نکلتا تو اس بے وفا کا انتظار ضرور کرتا اور اس کو خاموشی کے ساتھ دیکھ لیتا۔ اسی طرح تقریباً ایک سال کا عرصہ بیت گیا لیکن کنول کو کوئی فرق نہ پڑا۔ ہاں لیکن اس کے ساتھ جو لڑکیاں تھیں وہ آج کہہ رہی تھیں۔ کنول تم نے اس لڑکے کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میں نے آج دیکھا تھا کہ آج کنول بھی کچھ پریشان لگ رہی تھی۔ شاید اس کو میری محبت کا احساس ہو گیا ہو۔

تم یہ جیتے گی تو تم بھی جان جاؤ گے فراز
کوئی نظرانداز کرے تو کتنا درد ہوتا ہے

لیکن کنول نے صرف میری طرف دیکھا اور کالج چلی گئی۔

میں پھر ایک دفعہ روزانہ کنول کے لئے اپنی جان کو دیکھنے کے لئے اس کا گلی میں کسی جگہ پر رک کر ویٹ کرتا۔ اسی طرح دن گزرتے گئے ایک دن میری محبت رنگ لائی اور کنول نے ایک دن کالج جاتے ہوئے مجھے ایک خط تھما دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

میرے دل کے راجہ، میرے سپنوں کے راجہ، میرے دل کی دھڑکن سلام محبت! اس کے بعد میری جان راحیل میں آپ سے معذرت خواہ ہوں جو میں نے آپ کے دل کو چوٹ پہنچائی۔ پلیز مجھ کو معاف کر دینا۔ مجھ کو پتہ ہے کہ میں معافی کے قابل نہیں ہوں لیکن غلطی انسان سے ہوتی ہے اور جس دن سے میں نے آپ کی محبت کو ٹھکرایا ہے اس دن سے مجھ کو نہ دن کو چین، نہ رات کو سکون میں نے آپ کی سچی محبت کو ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا تھا سو پلیز معاف کر دینا۔ اس کے بعد اب مجھ کو چھوڑنا مت کیوں کہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ آپ کی چاہنے والی کنول راحیل

اس لیٹر کو پڑھ کر جیسے مجھ میں دوبارہ سے جان ڈال دی گئی ہو پھر ہماری محبت کی یوں شروعات ہوئیں۔ اس طرح میں اپنے محبوب کا روزانہ دیدار کرتا۔ ہم فون پر گھنٹوں ایک دوسرے کے ساتھ محبت بھری باتیں کرتے۔

پہلی فرصت میں کہہ دینا مجھے تم سے محبت ہے
نہ نفرت میں پڑے رہنا مجھے تم سے محبت ہے

ہماری محبت پروان چھڑتی گئی، ہماری محبت بالکل صاف تھی ایسی محبت نہیں تھی کہ ہم کو بعد میں پچھتانا پڑتا۔ ایک دن ہماری محبت کی پہلی ملاقات ہوئی۔ ایک پارک میں وہاں پر ساتھ ہوٹل پر مل کر ہم نے لنچ کیا۔ ہم نے جی بھر کر پیار بھری باتیں کیں۔ میں نے کہا۔ پلیز کنول مجھ کو چھوڑ مت دینا نہیں تو...... کنول نے کہا۔ بس اس کے آگے کوئی بات بھی مت کرنا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں جیتے جی کسی اور کی دلہن بن جاؤں، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہماری ملاقاتیں بھی شروع ہوگئیں۔ ہم دونوں بہت خوش تھے اسی طرح ہماری محبت کو دو سال کا عرصہ ہوگیا۔ ایک دن کنول نے کہا۔ راحیل اب مجھ سے یہ تنہائی برداشت نہیں ہوتی پلیز مجھ کو اپنا لو۔

میں نے کہا۔ ہاں کنول بہت جلد میں آپ کو اپنا لوں گا۔

کہتے ہیں کہ محبت چھپانے سے کبھی نہیں چھپتی یہ تو ایک پھول کی طرح ہوتی ہے جہاں پر بھی ہو جس جگہ پر وہاں پر یہ محبت اپنی خوشبو کا احساس دلاتی ہے۔ ایک دن ہم پارک میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ کنول کے بھائی نے ہمیں دیکھ لیا اور کنول کو خوب ڈانٹا اور مجھ کو کہا۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی کہ آپ ہماری بہن کے ساتھ عشق لڑا رہے ہیں۔ اس دن کنول کے بھائی کے ساتھ دو تین اور بھی لڑکے تھے تو انہوں نے مجھ کو اتنا مارا کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو ہسپتال میں اپنے آپ کو پایا۔ ساتھ ہی گھر والے تھے انہوں نے پوچھا تو میں نے بتایا ویسے ہی کچھ لڑکوں کے ساتھ لڑائی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ اسی طرح کنول کا پتہ نہیں کیا حال ہوگا، اس کا کالج جانا بھی بند کر دیا گیا اور اس سے موبائل فون بھی چھین لیا گیا۔ میں ایک دفعہ پھر اپنے محبوب کی جدائی میں نڈھال ہوگیا۔ ایک دن مجھ کو کنول کا خط ملا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

ڈیئر راحیل! میں جانتی ہوں کہ بھائی نے آپ کو بہت مارا پیٹا لیکن بھائی نے مجھ کو بھی کافی مارا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھائی نے کالج جانا بند کروا دیا اور فون بھی چھین لیا۔ پلیز کچھ کرو نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ آپ کی جان کنول راحیل۔

یہ خط پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ خیر میں نے یہ سوچا کہ کورٹ میرج کے سوا کوئی حل نہیں۔ میں نے کنول کو پیغام اس کی سہیلی کے ذریعے پہنچایا کہ کورٹ میرج کے سوا کوئی حل نہیں۔ میں نے تاریخ اور ٹائم بتا دی کہ گھر کے پیچھے میں آپ کا انتظار کروں گا تو دوسرے دن اس لڑکی نے کہا۔ کنول نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر میں مقررہ ٹائم پر کنول کے گھر کے پیچھے والی سائیڈ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کنول بھی پورے وقت پر پہنچ کر کہا چلیں۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ میں نے پہلے ہی ایک ڈرائیور کو کار کے لئے کہا تھا، وہ تو پہلے ہی تیار تھا۔ ہم کار میں بیٹھ گئے، ہم نے جہاں پر رہائش اختیار کرنی تھی کچھ دیر بعد ہم وہاں پر پہنچ گئے۔ ہم نے مل کر کھانا کھایا اور سونے کے لئے چلے گئے لیکن نیند نہیں آئی۔ میں نے کنول سے کہا۔ سب کاغذات تیار ہیں صبح ہی ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔ میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں کہ ہماری محبت میں کوئی بھی کھوٹ نہیں ہماری محبت بالکل صاف تھی۔ خیر صبح ہوئی ضروری کارروائی کے بعد ہم نے کورٹ میرج کر لیا۔ اس طرح ہماری ازدواجی زندگی کی شروعات ہوئیں۔

ادھر جب ہمارے گھر والوں کو پتہ چلا کہ ہم نے کورٹ میرج کر لیا ہے تو وہ بھی ہماری تلاش میں تھے لیکن ان کے تلاش کرنے کے باوجود ہم ان کو نہیں ملے۔ خیر اسی طرح ہماری زندگی خوشی سے بسر ہو رہی تھی۔ ہم بہت خوش تھے کہ ہم نے اپنی محبت پا لی، ہم نے اپنا پیار پا لیا لیکن شاید اس سے کنول کی فیملی ناخوش تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے ہماری تلاش جاری رکھی۔ کہیں سے ان کو ہمارے گھر کا علم ہوگیا۔ ایک رات ہم سو رہے تھے کہ کنول کا بھائی اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی لڑکے تھے انہوں نے مجھ کو مارنا شروع کر دیا اور جاتے جاتے فائرنگ کر کے ہم کو زخمی کر گئے اور بھاگ گئے۔ مجھ کو کوئی ہوش نہیں رہا۔ خیر جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اور کنول کو ہسپتال میں پایا۔ کچھ دنوں کے بعد ہم کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ ہم نے ایک دفعہ پھر خوشی سے رہنے کی شروعات کر دیں۔ ایک دن کنول کی امی نے فون کیا کہ پلیز کنول گھر آ جاؤ ہم تمہاری شادی کر دیں گے۔ سو ہم مان گئے اور گھر چلے گئے۔ اس طرح ہماری شادی کی ڈیٹ مقرر کر دی گئی اور شادی کی تیاریاں ہر طرف تھیں۔ اس طرح وہ دن بھی آ گیا جب شادی کی تاریخ مقرر تھی۔ یوں ہماری شادی ہو گئی اور کنول کو خوشی کے ساتھ رخصت کر دیا۔ آج ہم بڑی خوشی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔

قارئین! اس میں بہت غلطیاں ہوں گی لیکن اپنی رائے ضرور دیں۔ اچھا اجازت چاہوں گا خدا حافظ اپنا خیال رکھنا۔

رازِ الفت چھپا کر بھی دیکھ لیا
دل بہت کچھ جلا کے بھی دیکھ لیا

□▲□

غرور کیا تو سزا پائی

.....ذوالفقار تبسم۔ کراچی

ہم امیر آدمی اتنے سنگ دل ہیں کہ کسی غریب کی زندگی کو عذاب بنا دیں۔ دنیا پر غریب کی زندگی ایک دن گزارنے کی ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں اسی طرح اس انگریز نے تین تین لوہے کی فیکٹریاں ہمارے نام کرا دیں تو ہم بھی ایک دولت مند ہو گئے ...... محبت سچی ہو تو کچھ ناممکن نہیں پھر قسمت بھی سنور جاتی ہے، پیار کرنے والوں کی ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

محبت کسی سے پوچھ کر نہیں ہوتی، محبت دل کی دھڑکن ہے، محبت دل کی آواز ہے، محبت دل کا نور ہے، محبت دل کی دھڑکن کی ایک کلی ہے۔ قارئین! ایک میرا دوست خرم تھا وہ بہت اچھا اور خوبصورت تھا۔ میری اور خرم ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہیں۔ خرم اور میری دوستی بہت اچھی اور دل پسند ہے۔ کبھی کبھی ہم دونوں ایک دوسرے سے ناراض بھی ہو جاتے ہیں لیکن ہم دونوں صرف چند گھنٹے ناراض رہتے ہیں پھر ایک دوسرے کے ساتھ بول پڑتے ہیں۔ میرا خرم کے بغیر دل نہیں لگتا نہ خرم کا میرے بغیر دل لگتا۔ ہماری ایک دوسرے کے ساتھ بہت محبت ہے۔ ہم ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے جان بھی دے دیتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے مشکل وقت کام بھی آتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے اتنی محبت ہے کہ ہم جان کی بازی سے بھی انکار نہیں کرتے۔ دنیا ہماری دوستی کی مثال دے گی۔ ان شاء اللہ!

قارئین! اب میں آپ کو اپنی ایک سچی کہانی سناتا ہوں غور سے پڑھنا۔ میں ایک دن پارک میں گیا، پارک میرے گھر کے قریب ہے، سورج غروب ہونے والا تھا اور سرخ کرنیں بند ہونے لگیں اور آسمان پر لال سی لالی پھیلنے لگی۔ بہت خوبصورت منزل دیکھ کر اللہ کی نعمت یاد آنے لگی۔ میں پارک کے مین گیٹ سے پارک میں داخل ہوا۔ سامنے چھوٹے گراؤنڈ میں ٹہلنے لگا۔ دوسری طرف چھوٹے پلاٹ میں دو خوبصورت لڑکیاں آئس کریم کھا رہی تھیں تو میں قریب سے گزرا تو ایک لڑکی نے مجھے کہا۔ ہیلو آئس کریم ہو جائے۔ میں نے اچھے لہجے میں کہا۔ تھینک یو۔ پھر میں دوسرے پلاٹ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں میرا دوست خرم بھی آ گیا تو خرم کہنے لگا۔ دوست میں نے تمہارے گھر سے تمہارا پوچھا تو کہنے لگے باہر گیا ہے اچانک میں یہاں آ گیا۔ کیا آپ نے مجھے بتایا تک نہیں کہ میں پارک جا رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ خرم میرا اچانک موڈ بنا ہے کہ پارک کی سیر کی جائے۔ اتنے میں وہ دونوں لڑکیاں آ گئیں تو وہ دونوں ہمارے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔ ایک لڑکی بولی۔ آپ کا نام کیا ہے تو میں نے کہا۔ تبسم تو دوسری لڑکی نے خرم سے پوچھا آپ کا کیا نام ہے تو خرم نے اپنا نام بتا دیا تو میں نے پھر ان لڑکیوں سے نام پوچھا۔ ایک نے کہا ثمینہ دوسری نے کہا صاحبہ۔ میں نے پوچھا آپ کیسی ہیں تو صاحبہ کہنے لگی میں ٹھیک ہوں ثمینہ نے خرم سے پوچھا۔ آپ دونوں کون سی سی کلاس میں پڑھتے ہو تو خرم نے کہا۔ وہم کے طالب علم ہیں میں نے صاحبہ سے پوچھا۔ آپ دونوں کون سی کلاس میں پڑھتی ہیں تو صاحبہ نے کہا ہم بھی دونوں کلاس

وہم میں پڑھتی ہیں۔ اسی طرح ملاقات میں ہماری ایک دوسرے سے محبت ہو گئی اور صاحبہ کو مجھ سے محبت ہو گئی اور ثمینہ کو خرم سے محبت ہو گئی۔ میں نے صاحبہ سے پوچھا۔ آپ کون سی گلی میں رہتی ہو تو صاحبہ نے بتا دیا تو میں نے کہا۔ میں بھی اسی گلی میں اور خرم بھی اسی گلی کی فلاں کوٹھی میں رہتا ہے۔ رات کے دس بجے تک بات چیت کرتے رہے اور گھر واپس لوٹ گئے۔ رات کو میں جب اپنے بیڈ روم میں سونے کے لئے گیا تو کیا دیکھا کہ لڑکی میرے بیڈ پر سو رہی تھی تو میں غور سے دیکھا تو وہ میری خالہ کی لڑکی انیلہ تھی تو میں روم سے باہر گیا تو امی جان کے روم میں گیا وہاں امی اور خالہ باتیں کر رہی تھی تو میں اپنی خالہ کو ملا اور بھابی کو اشارہ کیا کہ باہر آئیں تو میں اور بھابی کمرے سے باہر آئے تو میں نے بھابی سے کہا بھابی جان میرے بیڈ روم میں کون سو رہا ہے تو بھابی نے کہا۔ وہ تیری خالہ کی بیٹی انیلہ ہے تو میں نے کہا۔ میں کہاں سوسکوں گا بھابی نے کہا۔ میں اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جاتی ہوں۔ میں نے کہا۔ چلو جلدی کرو مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں اور بھابی کمرے میں داخل ہوئے تو بھابی نے انیلہ کو کہا۔ انیلہ آپ امی جان کے روم میں سونا ہے انیلہ آنکھوں کو ملتی ہوئی اٹھی اور امی کے روم میں چلی گئی۔ میں نے اپنے روم کا ڈور بند کیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔ اب میرے دل میں صاحبہ کی خوبصورت آنکھیں گورا گورا چہرہ آنے لگا۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی کیوں کہ ایک خوبصورت لڑکی صاحبہ میری زندگی بننے والی تھی۔ صبح ہوئی تو میں نے سکول کی تیاری کی اور ناشتہ کیا تو سکول کی طرف چل پڑا۔ میرے ساتھ میرا دوست خرم بھی تھا۔ خرم مجھے کہنے لگا تبسم ثمینہ کیسی لڑکی ہے تو میں نے کہا۔ بہت خوب تو پھر خرم نے کہا۔ یار کیا بتاؤں رات کو مجھے تو نیند ہی نہیں آئی۔ ثمینہ ہی میری نیند چرا گئی ہے میں نے کہا۔ خرم میں بھی رات بھر نہیں سویا میری نیند بھی صاحبہ چرا گئی ہے۔ کاش مجھے صاحبہ اور تمہیں ثمینہ کی محبت مل جائے تو ہماری زندگی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ میں نے کہا۔ خرم آج رات کو تم اور میں صاحبہ اور ثمینہ کے لئے تحفے لے کر پارک جائیں گے۔ خرم نے کہا۔ کیا خوب دوست مجھے تو ایک دل کی بات بتا دی آج ہم دونوں پارک جائیں گے۔ میں اور خرم شام کو پارک گئے اور آئس کریم لے کر تو سامنے والے پلاٹ میں صاحبہ اور اس کی سہیلی ثمینہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں تو ایک ایک آئس کریم ہم نے صاحبہ اور ثمینہ کو دی اور ایک ایک آئس کریم میں اور خرم نے لی۔ ہم آئس کریم کھاتے رہے اور محبت کی باتیں کرتے رہے۔

اس ملاقات نے ہماری محبت کو اور یقین میں بدل دیا۔ میں نے کہا۔ صاحبہ تم ہماری محبت کو بھول نہ جانا۔ خرم نے ثمینہ سے کہا۔ ثمینہ میری محبت کو مذاق نہ بنانا۔ صاحبہ نے کہا۔ تبسم میری پہلی اور آخری محبت ہو تم۔ خرم نے کہا۔ ثمینہ ہماری محبت کی دنیا مثال دے تم مجھ سے جدا نہ ہونا نہیں تو میں موت کو گلے لگا لوں گا۔ ایک شعر میں اور ایک شعر خرم نے پڑھا۔

درختوں کے پتے بکھرے پڑے ہیں اٹھاتا کوئی نہیں
محبت تو سب کرتے ہیں آ نبھاتا کوئی نہیں

خرم کا شعر

پل پل کی محبت کو میں آباد کرتا رہا ہوں
جب تیری یاد آتی ہے تو ملنے کی دعا کرتا ہوں

محبت ہماری دونوں کی ایک بہت بڑی داستان بن گئی۔ اسی طرح ہماری محبت ایک یقین میں تبدیل ہونے لگی تو میں اور خرم اپنی اپنی محبت کو تحفے دیتے رہے اور محبت ایک مضبوط بندھن بن گئی۔ ایک دن صاحبہ اور ثمینہ کے ابو کو پتہ چلا کہ صاحبہ اور ثمینہ تبسم اور خرم سے محبت کرتی ہیں تو ان کے ابو نے مجھے اور خرم کو اپنے گھر بلایا اس وقت صاحبہ اور ثمینہ بھی موجود تھیں تو میں اور خرم صاحبہ کے گھر گئے تو صاحبہ اور ثمینہ کے ابو ایک طرف صوفے پر بیٹھے تھے۔ دوسری طرف صاحبہ اور ثمینہ اور ان کی امی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں اور خرم بھی ایک طرف صوفے پر بیٹھ گئے تو صاحبہ کے ابو نے کہا۔ مجھ سے کہا۔ تبسم آپ کے پاس کتنی دولت ہے؟ میں نے کہا۔ چچا جان ہمارے اتنے دولت مند نہیں میں اللہ کا شکر ہے کہ ابو جان شہر میں کپڑے کی دکان پر رہتے ہیں وہ ہماری ذاتی دکان ہے۔ ثمینہ کے ابو نے بھی خرم سے یہ سوال کیا تو خرم نے بھی کہا ہم دولت مند نہیں ہیں، ابو جان

کی شہر میں کتابوں کی دکان ہے اللہ کا شکر ہے کہ ٹھیک گزارا ہو رہا ہے۔ صاحبہ کے ابو بولے۔ پھر آپ کا ہمارے ساتھ کیا مقابلہ ہے، ہمارے پاس تو دولت کے ڈھیر ہیں کیا آپ کی اوقات ہے ہماری بیٹیوں کی زندگی برباد کر رہے ہو تمہارے پاس ہے کیا تم تو ایک گھٹیا انسان ہو جو بے وقوف ہو کر ہماری بیٹیوں کی زندگی برباد کر رہے ہو۔ ثمینہ کا ابو بولا۔ خرم ہماری تو امریکہ میں لوہے کی فیکٹری ہے آپ کا کیا مقابلہ آپ جیسے غریب لوگ ہماری بیٹیوں کے ساتھ محبت کرتے ہو آپ کی اوقات کیا ہے ہمارے ساتھ رشتہ جوڑنے کی چلے جاؤ ہماری حویلی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا گیٹ آؤٹ چلے جاؤ میں نے صاحبہ اور ثمینہ کی طرف دیکھا وہ رو رہی تھی تو میں نے پھر صاحبہ کے ابو سے کہا۔ محبت دولت سے نہیں خریدی جاتی محبت و دل کی تڑپ ہے آپ محبت کو کیا جانو پھر خرم نے ایک شعر پڑھا۔

محبت کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی
اگر محبت ہو جائے تو دولت نہیں دیکھی جاتی

پھر ہم واپس لوٹ گئے اور صاحبہ کے اور ثمینہ کے ابو سے یہ بات کی کہ ہم کسی وقت تمہارے برابر کے ہو کر آئیں گے پھر ہماری محبت کو واپس دے دینا۔ ثمینہ کے ابو نے مذاق سمجھا اور مسکرا کر بولے۔ جاؤ تم کیا ہمارا مقابلہ کرو گے۔ قارئین ہوتا وہی ہے جو اللہ کی پاک ذات کو منظور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ اگر اللہ کی طرف سے ہم دونوں کی جوڑی منظور تھی تو دنیا جتنا بھی زور لگا لے تب بھی وہی ہوگا جو اللہ کی پاک ذات کو منظور ہو۔

قارئین! میں اور خرم نے دن رات محنت کی پڑھائی کی اور دن رات سونے کے لئے تھوڑا وقت نکال کر محنت کی۔ ایک دن ایسا آیا کہ اللہ کو جو منظور تھا وہ ہو کے رہتا تھا۔ ایک امریکہ کے انگریز سے اتفاق سے ملاقات ہوئی میں اور خرم دونوں ایک بہترین دوست تھے تو انگریز ہمیں اپنے ملک لے گیا۔ میں اور خرم انگریز کی ایک ادویات کے فیکٹری میں ملازم ہو گئے تو میں اور خرم مل کر ایک ہو کر دن رات اس کی فیکٹری میں محنت کی تو اس انگریز کو ہم دونوں پر ترس آیا کہ اور کہنے لگا۔ آپ کو نیند نہیں آتی دن رات محنت کرتے ہو کیا بات ہے آپ اپنی زندگی پر کیا ہو رہا ہے۔ اپنی جسم پر اتنا بوجھ کیوں اٹھاتے ہو تو پھر میں نے اس انگریز کو سب محبت کی داستان سنا دی تو اس انگریز کو ہم پر ترس آیا کہنے لگا۔ بیٹا میری تقریباً امریکہ میں بانوے فیکٹری ہیں لیکن میں اتنا دولت مند ہونے کے باوجود بھی کسی غریب کی مدد نہیں کی اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس دنیا پر غریب کی زندگی کیا ہے۔ وہ کس طرح گزار رہا ہے۔ ہم دولت مند ہونے کے باوجود بھی کسی غریب کی زندگی پر احسان نہیں کریں گے۔ محبت تم نے ضرور کی ہے لیکن تمہاری داستان محبت سن کر میرے پتھر دل کو موم کر دیا ہے۔ میں آپ کو دولت مند بنا کر جانے دوں گا دولت کا کیا بھروسا کب آئے کب جائے۔ ہم امیر آدمی اتنے سنگ دل ہیں کہ کسی غریب کی زندگی کو عذاب بنا دیں۔ دنیا پر غریب کی زندگی ایک دن گزارنے کی ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں اسی طرح اس انگریز نے تین تین لوہے کی فیکٹریاں ہمارے نام کرا دیں تو ہم بھی ایک دولت مند ہو گئے۔ اس وقت صاحبہ کے ابو اور ثمینہ کے ابو کو بزنس میں سخت نقصان ہوا وہ اب دولت مند ہونے کے باوجود اب غریب ہو گئے۔ اب صرف ان کی ایک لوہے کی فیکٹری تھی وہ بھی تھوڑی بہت چلتی تھی۔ اب میں اور خرم دولت مند ہو کر صاحبہ اور ثمینہ کے گھر گئے تو ان کے ابو ہماری طرف دیکھا اور نظر جھکا لی تو ہم نے کہا۔ ہم اپنی دولت پر غرور نہیں کرتے جیسے آپ نے کیا تھا۔ صاحبہ نے جب مجھے دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آنے لگے اور ثمینہ نے خرم کو دیکھا تو رونے لگی۔ اے خدایا یہ ہم سے کیا ہوا اسی وقت ثمینہ اور صاحبہ کی شادی میرے اور میرے دوست خرم سے ہو گئی اور ہم نے غریبوں کی دل کھول کر خدمت کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کاروبار میں بہت سارا نفع دیا۔

قارئین! دولت پر مان نہیں کیا جاتا یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دولت پر غرور کیا تو فقیر بن گیا۔ قارئین! اللہ تعالیٰ کی دولت جس کو بھی دے یہ اس پاک ذات کی نعمت ہے۔ اللہ کی نعمت کو جھٹلانے والا ہاتھ دھو کر رہ جاتا ہے۔ محبت میں دولت پر کیا مان۔

ملے بھی بچھڑنے کے لئے

✍...... حماد ظفر ہادی- منڈی بہاؤالدین

میں شادی نہیں کروں گا لیکن ان کے والدین کی عزت کا سوال تھا اس لئے انہوں نے مسٹر سنی کو آخر منا ہی لیا پھر ایک دن وہ بھی آ گیا کہ مسٹر سنی دولہے بنے بیٹھے تھے اور جب ان کی بارات گئی تو وہ بارات اسی جگہ سے گزری جس ہسپتال میں مسٹر سنی ایڈمٹ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے بہت آنسو نکلے اور ان کا دل بھی رو دیا پھر جب مسٹر سنی کا نکاح پڑھا جانے لگا تو اس میں ہادیہ کا نام لیا گیا ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

مسٹر تسنیم اقبال جنہیں لوگ پیار سے سنی کہتے تھے، ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، بچپن سے ہی وہ گھر والوں سے دور ہاسٹل میں پلے بڑھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہیں نوکری کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اللہ کا دیا سب کچھ تھا لیکن پھر بھی انہوں نے گھر والوں سے اجازت لئے بغیر ٹیچر کی جاب شروع کر دی پھر جلد ہی استعفیٰ دے دیا اور اپنا پرائیویٹ سکول بنا لیا جس میں وہ خود تو چھوٹی کلاسوں کو پڑھاتے لیکن سکول ہائی تھا لیکن سنی صاحب کو لڑکیوں سے بہت چڑ تھی۔ انہوں نے ابھی تک کسی لڑکی سے بھی فرینڈشپ نہ کی۔ اس دفع گرمی کی چھٹیاں ہوئیں تو انہوں نے سیر کا پروگرام بنایا وہ کسی پہاڑی علاقے میں چلے گئے۔ وہ تنہا ہی سیر کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے کسی کو بھی ساتھ نہ لیا، اکیلے ہی چلے گئے۔ وہاں ہوٹل میں کمرہ لیا اور وہاں ان کا پروگرام صرف پندرہ دن کا تھا۔ وہ ہر روز صبح ناشتے سے فراغت کے بعد سیر کو نکلتے۔ آج انہوں نے پہاڑی پر چڑھنے کا فیصلہ کیا۔ بہت سہانا موسم تھا اور مسٹر سنی اپنے خوبصورت بالوں کو ہوا میں پھڑپھڑاتا محسوس کر رہے تھے۔ جب وہ چھوٹی پہاڑی سے اونچی پہاڑی کی طرف جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ دوسری پہاڑی پر ایک لڑکی ہاتھ ہلا رہی ہے۔ مسٹر سنی سمجھے کہ وہ لڑکی ان سے مدد مانگ رہی ہے، مسٹر سنی نے اس لڑکی کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ جب اس کے قریب پہنچے تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے، ان کے پاؤں میں موچ آ گئی۔ ادھر اسے اس لڑکی نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان گر پڑا ہے وہ اس کی مدد کے لئے مسٹر سنی کے قریب آئی تو اس نے جب گرنے کی وجہ پوچھی اور کہا کہ آپ بھی احمقوں کی طرح پہاڑی پر دوڑ رہے تھے۔ جب مسٹر سنی نے اس کو بتایا کہ وہ اس کی مدد کے لئے جا رہے تھے تو پھر اس لڑکی نے اپنا نام ہادیہ بتایا اور اپنے دوستوں کی مدد سے مسٹر سنی کو ہسپتال تک لے گئیں۔ مس ہادیہ کے دل میں بھی سنی کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ جب مسٹر سنی ہسپتال میں داخل ہو گئے تو مس ہادیہ ہر روز اپنی سائیکل پر مسٹر سنی کے لئے کھانا اور پھل وغیرہ لایا کرتی تھی اور گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتی اور جاتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچ کر بہت اپنائیت کے ساتھ

کہتی۔گڈ بائے مسٹر سنی اور مسٹر سنی کو اس کی یہ ادا بے حد پسند تھی اور وہ خوبصورت بھی بے حد تھی۔ اسی طرح مسٹر سنی کے دل میں مس ہادیہ کا پیار پیدا ہو گیا، وہ ہر روز سوچتا کہ وہ اظہار کرے گا لیکن بے سود ایک دن مسٹر سنی کا دوست ذوالقرنین اسے ملنے گیا تو مسٹر سنی نے اپنا حال اسے بتایا تو اس نے خط لکھنے کی تجویز پیش کی تو مسٹر سنی نے اس دوست سے ہی خط لکھوایا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیاری ہادیہ سلام محبت! عرض کرتا ہوں ہادیہ جی آپ بے شک اس کو گستاخی سمجھیں لیکن حال دل بیان کرنا کوئی جرم تو نہیں۔ ہادیہ جی میں نے آج سے پہلے کبھی کسی سے محبت نہیں کی میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ ہادیہ جی پلیز میری محبت کو قبول کرنا ورنہ ہم جان بھی دے دیں گے۔ والسلام آپ کا چاہنے والا تسنیم اقبال سنی۔

جب شام کو پھر ہادیہ میرے لئے کھانا اور پھل وغیرہ لے کر آئی تو میں نے اس کی بائی سائیکل کی بیل سنی تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس نے آتے ہی پرزور سلام کیا اور کہا۔ سنی ان شاء اللہ دو دن بعد آپ کو چھٹی مل جائے گی کیا کچھ دن آپ ہمارے گھر بطور مہمان رہیں گے۔ مسٹر سنی نے جلدی قبول کر لیا کہ وہ ضرور رہیں گے اور پھر جاتے ہوئے انہوں نے وہ خط ہادیہ کو دے دیا اور وہ رات بھر سوچتے رہے کہ نجانے اب کیا جواب ہو گا۔ ہادیہ کہیں برا نہ مان جائے ایسی سوچوں کے ساتھ رات گزر گئی۔ جب صبح ہوئی تو ہادیہ کی جگہ ناشتہ لے کر اس کی کزن آئی تو مسٹر سنی پریشان ہو گیا اور اس نے ہادیہ کے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔ مسٹر سنی نے بھی کھانا کھانے سے انکار کر دیا اسی طرح دوپہر ٹائم بھی وہی کزن آئی۔ مسٹر سنی نے صبح سے کوئی چیز نہ کھائی تھی انہوں نے پھر کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہادیہ کی کزن مسٹر سنی کو ایک خط دے کر چلی گئی جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

محترم جناب تسنیم اقبال سنی صاحب! ہم نے تو صرف ایک انسان کی صرف انسانیت کے ناطے خدمت کی ہے اور آپ اس کو پیار سمجھ بیٹھے ہو۔ جناب آپ خوبصورت ہیں ہزاروں لڑکیاں مرتی ہوں گی آپ پر لیکن میری مجبوری ہے کہ میں اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتی اور آج کے بعد ہم کبھی نہیں ملیں گے اور آج آپ کو چھٹی مل جائے گی یا کل آپ جدھر بھی جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ اللہ حافظ!

تحریر پڑھ کر مسٹر سنی سکتے میں آ گئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اگلی صبح ان کو چھٹی مل گئی اور ابھی چل پھر نہیں سکتے انہوں نے گھر اطلاع دی تو ان کے گھر والوں نے ایک نمبر دیا اور انہوں نے اس نمبر پر رابطہ کیا کہ مجھے یہاں رہنا ہے تو وہ ان کا کزن آ کر انہیں لے گیا۔ وہ دو تین دن وہاں اپنے کزن کے پاس رہے اور پھر واپس آ گئے۔ واپس آ کر وہ ہادیہ کو بھول نہ پائے پھر ایک دن مسٹر سنی کا وہ کزن آ گیا جس کے گھر وہ رہتے تھے اس کا نام عاصم تھا، عاصم اور اس کے والدین آئے اور انہوں نے مسٹر سنی کے والدین سے سنی کے رشتے کی بات کی پھر انہوں نے سنی کی مرضی جانے بغیر ہی ہاں کر دی جب سنی کو پتہ چلا تو اس نے کہا۔ میں شادی نہیں کروں گا لیکن ان کے والدین کی عزت کا سوال تھا اس لئے انہوں نے مسٹر سنی کو آخر منا ہی لیا پھر ایک دن وہ بھی آ گیا کہ مسٹر سنی دولہے بنے بیٹھے تھے اور جب ان کی بارات گئی تو وہ بارات اسی جگہ سے گزری جس ہسپتال میں مسٹر سنی ایڈمٹ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے بہت آنسو نکلے اور ان کا دل بھی رو دیا پھر جب مسٹر سنی کا نکاح پڑھا جانے لگا تو اس میں ہادیہ کا نام لیا گیا کہ آپ کو قبول ہے تو مسٹر سنی نے ہاں کی اور ان کو وہ ہادیہ یاد آ گئی اور ہادیہ کا گڈ بائی مسٹر سنی کہنا وہ آج تک بھولے نہیں تھے۔ پھر شادی ہو گئی جب وہ رات کو کمرے میں گئے تو ان کو ایک جانے پہچانے پرفیوم کی خوشبو آئی اور ان کی

آنکھیں بھیگ گئیں۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو اپنی بیوی کا گھونگھٹ اٹھایا تو حیران رہ گئے۔ ان کے سامنے ہادیہ بیٹھی تھی اور ہادیہ بھی حیران و پریشان تھی وہ اٹھ کے مسٹر سنی کے گلے لگ کے بہت روئی اور کہا سنی میں بھی تم سے بے حد محبت کرتی تھی لیکن گھر والوں کی مجبوری تھی لیکن سنی تم نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ ہم کزن ہیں۔ سنی کی آنکھوں میں مارے خوشی کے آنسو آ گئے پھر انہیں پتہ چلا کہ ہم کزن ہیں۔ مسٹر سنی نے شرارت سے کہا کہ گڈ بائی مس ہادیہ پھر ان کی سرگوشیاں کمرے میں پھیل گئیں۔ مسٹر سنی بہت خوش تھے گرمی کی چھٹیوں کے بعد جب سکول کھل گئے تو مسٹر سنی اور مس ہادیہ نے سکول جوائن کیا مسٹر سنی کو بچوں سے بے حد پیار تھا اور بچے بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ہر روز مسٹر سنی جب بھی سکول جاتے تو کہتے۔ گڈ بائی مس ہادیہ اور مس ہادیہ کہتی گڈ بائی مسٹر سنی۔ اسی طرح دو سال گزر گئے اور مس ہادیہ کو ڈاکٹروں نے خبر دی کہ مس ہادیہ ماں بننے والی ہیں۔ جب ایک دن مسٹر سنی بچوں کو پڑھا رہے تھے ان کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی اور جب انہوں نے سنا کہ وہ ایک بچے کے باپ بن گئے ہیں لیکن ہادیہ کی طبیعت خراب ہے وہ جلد از جلد ہسپتال پہنچے اور ہادیہ سے حال دریافت کیا اور مبارک باد دی۔ کچھ دنوں بعد ہادیہ صحت یاب ہو کر گھر آ گئی۔ اسی طرح زندگی اپنے معمول کے مطابق گزرنے لگی انہوں نے اپنے بیٹے کا نام زیاب رکھا وہ بھی ہادیہ کی طرح خوبصورت تھا۔ ایک دن ہادیہ کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ اس کے بعد مسٹر سنی بیمار پڑ گئے اور ایک دن وہ اپنے کمرے میں لیٹے تھے کہ ان کی نظر ایک ڈائری پر پڑی جب انہوں نے وہ کھولی تو اس میں ایک کاغذ گر پڑا جب اٹھا کر پڑھنے لگے تو اس پر لکھا تھا۔

جان سے پیارے سنی میری زندگی ختم ہونے والی ہے اپنا اور چھوٹے کا خیال رکھنا۔ دن قیامت ملاقات ہو گی۔ میری جان میری زندگی ہی اتنی تھی آئی لو یو سنی اینڈ اللہ حافظ! فقط آپ کی اپنی چاہت ہادیہ تسنیم۔

جب مسٹر سنی نے یہ سب پڑھا تو سکتے میں آ گئے پھر وہ بیمار پڑ گئے اور ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہو گئے۔ ان کا بیٹا اپنے دادا اور دادی کے پاس ہی مانوس ہو گیا اور مسٹر سنی کے شاگرد ہر روز آتے اور ان سے پیار بھری باتیں کرتے اور مسٹر سنی کا دل بھی بہل جاتا۔ ایک دن مسٹر سنی صبح سے ہی پریشان تھے اور ان کو رہ رہ کر ہادیہ کی یاد آ رہی تھی۔ اُس دن اُن کے شاگرد آئے اور ان کے لئے سویٹ لائے۔ ذرا کھیلتے رہے اور جاتے ہوئے ایک بچے نے مس ہادیہ کی طرح ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا گڈ بائی مسٹر سنی۔ اسی بات پر وہ گھبرا گئے ان کو رہ رہ کر ہادیہ کا خیال آیا۔ وہ یہ بات برداشت نہ کر سکے اور اپنی ہادیہ کے پاس چلے گئے۔ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور کہتے ہیں جب مسٹر سنی کا جنازہ ہوا تو ان کے پاس سے ایسی خوشبو آئی جیسا پرفیوم ہادیہ استعمال کرتی۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا مسٹر سنی اور مس ہادیہ تسنیم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

قارئین کی قیمتی رائے کا منتظر حماد ظفر ہادی۔

□●□

جہنم

ایک کنجوس آدمی کا انتقال ہو گیا تو فرشتے نے پوچھا۔ بتاؤ تم نے دنیا میں کون کون سی نیکیاں کی تھیں؟ کنجوس بولا۔ میں نے ایک روپیہ مسجد کے چندے میں جمع کرایا، ایک مرتبہ آٹھ آنے ایک بیوہ کو دیئے اور ایک چونی ایک فقیر کو دی تھی لیکن میں نے اپنے سالے کو اس کے سچ بولنے پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ فرشتہ یہ سن کر بہت بڑبڑایا اور کہا۔ یہ لو اپنے پونے دو روپے اور جاؤ جہنم میں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

غلط فہمی

تحریر...... محمد قاسم لاشاری بلوچ - گنداداہ

ہم نے عمر بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کر لیا اور قسمیں اٹھائیں۔ ہم وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھے اور اس کے بعد سلمیٰ اپنے گھر گئی۔ بات مختصر یوں ہی ہم کو ملتے ملتے چھ مہینے ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ تھا پر پیار چھپتا نہیں اگر کوئی اور نہ دیکھے تو خود ہی بتانا پڑتا ہے۔ میں نے سلمیٰ سے کہا۔ سلمیٰ تم اپنے ماں باپ کو بتاؤ ہم دونوں شادی کریں گے۔ اس نے کہا۔ تم بھی اپنی ماں اور باپ سے بات کرو ناں۔ میں نے کہا۔ او کے میں بھی کر لوں گا۔ اگلے دن میں نے اپنے باپ سے نہ کہہ سکا، اپنی ماں کو کہا۔ اس طرح کہ اسے سلمیٰ کا نام نہیں بتایا ماں کو کہا کہ ماں میں ایک لڑکی کو پسند کرنے لگا ہوں وہ بھی مجھے چاہتی ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ بابا سے کہو کہ میری اس سے شادی کروا دے ..... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

دوستو! آؤ پڑھو اور سنو کہ غلط فہمی میں انسان کیا کیا کر بیٹھتا ہے اور کیسے کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ یہ سب سنئے اس کہانی میں جو آپ کے لئے لے کر آیا ہوں آپ کی خدمت میں۔ تو دوستو! یہ کہانی میرے دوست رضوان کی ہے جو کہ پشین میں رہتا ہے۔

صبح کا ٹائم تھا جب میں فریش ہو کر ہسپتال گیا، ٹائم تقریباً دس بجے تھے کہ اچانک میرے خون کی بیل بجی اور میں نے آن کیا تو وہ رضوان تھا اور اس کی آواز دھیمی سی تھی۔ جب میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا۔ کچھ بھی نہیں یار! طبیعت خراب ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں آپ کی طبیعت ٹھیک لگ رہی ہے ضرور کوئی بات ہے جو تم مجھ سے شیئر نہیں کرنا چاہتے۔ اس نے کہا۔ ٹھیک تو شام کو بات کر کے بتاؤں گا۔ میں نے کہا۔ او کے۔ میں نے فون اپنی جیب میں ڈالا اور اپنے ایک پیشنٹ کو انجکشن لگایا اور بیٹھ گیا۔ پھر تین بجے جب چھٹی ہوئی تو میں اپنی موٹر سائیکل لے کر اپنے گھر پہنچا ہاتھ منہ دھویا چائے پی اور اپنے دوست رضوان کا نمبر لگایا۔ اس نے فون اٹینڈ کیا اور کہا۔ کیا حال ہے ڈاکٹر قاسم صاحب میں نے کہا۔ میرا حال تو ٹھیک ہے تو اپنا حال سنا کیا ہوا ہے تیرے کو تو اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بولا۔ بس یار پوچھو مت۔ میں نے اسے خدا کا واسطہ دیا اور اس نے اپنی کہانی سنائی۔ آئیں رضوان کی کہانی اس کی زبانی سنئے۔

ہوا کچھ یوں ایک دن میں "جواب عرض" ڈائجسٹ لینے کے لئے کوئٹہ گیا، میں ڈائجسٹ لے رہا تھا کہ اچانک ایک لڑکی آئی اور اس نے دکاندار سے کہا۔ مجھے "جواب عرض" چاہئے۔ دکاندار نے جلدی سے اس کو جواب عرض دے دیا اور جب میں نے اس سے کہا کہ میں دس منٹ سے کھڑا ہوں اور تم نے ابھی آئی لڑکی کو دے دیا تو دکاندار سے پہلے لڑکی بول پڑی تو

کیا ہوا دوسرا لے لو ناں۔ دُکاندار نے کہا۔ بس ایک ہی تھا اور ہاں مجھ سے غلطی ہو گئی پہلے حق اس لڑک اک تھا کیونکہ وہ آپ سے پہلے آیا تھا۔ یہ سنتے ہی میں نے وہ جواب عرض لڑکی کے ہاتھ سے چھین لیا اور جب اس کے معصوم چہرے پر نظر ڈالی تو ایسا لگا کہ کوئی حور آسمان سے اتر آئی ہو میں تو دنگ رہ گیا میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو جواب عرض دے دیا اور وہ مسکرائی اور چلی گئی۔ وہ تو گئی مگر میں وہیں پر ساکت سا ہو گیا۔ پانچ منٹ کھڑا رہنے کے بعد دکاندار نے کہا۔ ہیلو براور کیا ہوا؟ میں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے روانہ ہوا۔ میں گھر ایسے پہنچا جیسے میری جان میں سے روح نکل گئی ہو۔ میں نڈھال سا جسم لے کر اپنے کمرے میں سو گیا۔ دو گھنٹے آرام کیا اور جب اٹھا تو چائے تیار تھی چائے پی کر میں نے کتاب پڑھنا شروع کی مگر کچھ مزہ نہ آیا۔ سارا خیال اس دُکان پر آئی اس لڑکی کی طرف تھا کہ وہ کون تھی اور کہاں سے آئی تھی اور اس اجنبی لڑکی کے لئے میں اتنا کیوں پریشان ہوں میں کچھ نہیں جان پا رہا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اس سے دوبارہ مل لوں ورنہ میں مر جاؤں گا پھر سوچا صبح کو اسی ٹائم پہ جاؤں گا، ہوسکتا ہے وہ وہیں پہ مل جائے پھر تو پتہ نہیں رات کیسے گزری۔ صبح ہوئی اسی ٹائم سے ایک گھنٹہ میں پہلے پہنچ گیا۔

یارو! دل سے مجبور ہو گیا تھا میں اس دُکان کے سامنے کھڑا ہو گیا ہر گاہک پر میری نظر تھی مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ تین گھنٹے گزر گئے اور میں کھڑا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی میں جیسے نیند میں تھا جلدی سے فون نکالا اور ہیلو کہا۔ وہ میری امی تھیں انہوں نے کہا۔ کہاں ہو رضوان؟ میں نے کہا۔ میزان چوک پر۔ انہوں نے کہا ہاں پر کیا کر رہے ہو؟ ہم نے تم کو کسی لئے بھیجا تھا۔ میں نے کہا مگر میں تو اپنی مرضی سے آیا تھا آپ نے کیا بجا تھا تو امی نے کہا۔ بیٹا تم کو کیا ہو گیا ہے جلدی گھر آ ؤ۔ میں نے کہا۔ او کے اور فون بند کیا اور سوچنے لگا امی نے مجھے بھیجا تھا یہ تو مجھے یاد نہیں آ رہا۔ شاید وہ مذاق کر رہی ہوں۔ جب میں گھر پہنچا تو امی پریشان اور سارے گھر والے پریشان کھڑے تھے۔ امی نے کہا۔ تم کو کیا ہو گیا تھا میرے بچے؟ میں نے کہا۔ مجھے کیا ہوا ہے تو اس نے کہا۔ ہم نے تم کو سبزی لانے کے لئے کہا تھا اور تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ میں نے کہا۔ مجھے یاد نہیں ہے امی آپ بھی مذاق کر رہی ہو۔ امی نے کہا۔ نہیں میرے بیٹے میں نے آپ کو سو روپے دیئے تھے جب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو سو کا نوٹ باہر آیا اور مجھے تب یاد آیا۔ میں نے سوچا مجھے کیا ہو گیا تھا اب وہ مجھے نہ ملی تو میں پاگل ہوسکتا ہوں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ امی نے جھنجھوڑا اور کہا۔ کیا ہوا تو میں بات کو ٹالتے ہوئے بولا کہ کچھ نہیں دراصل بات یہ ہے کہ پہلے میں بھول گیا تھا اب آپ لوگوں سے مذاق کر رہا تھا۔ امی نے کہا۔ جاؤ شیطان جا کر آرام کرو۔

میں آرام کر کے اٹھا اور نہا کر چائے پی اور صبح کو سکول جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اگلا دن سوموار کا تھا۔ پھر میں ہر اتوار کو جاتا اور گھنٹوں اس کا انتظار کرتا یہ سلسلہ جاری تھا یونہی تین مہینے گزر گئے میں بہت کمزور ہو گیا تھا پھر ایک دن دن کے دو بجے تھے میں اسکول سے واپس آیا تھا نماز کی تیاری کر رہا تھا۔ قارئین کرام یہ بھی بتاتا چلوں میں دسویں میں پڑھتا تھا، دروازے پر دستک ہوئی میں نے اپنے چھوٹے بھائی عدنان کو بھیجا کہ جاؤ کون دستک دے رہا ہے۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا، میں حیران رہ گیا اور اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے کر پوچھا کہ یہ آپ کو کس نے دی تو انہوں نے کہا پوسٹ مین تھا اس نے کہا رضوان کا گھر یہی ہے میں نے جواب میں کہا ہاں تو اس نے مجھے پیکٹ دیا اور چلا گیا۔ میں نے کہا۔ او کے مجھے دو دیکھتا ہوں کہ کون سا دوست ہے جس نے بن بتائے گفٹ بھیجا ہے۔ جب پیکٹ کھولا تو اس میں سے ''جواب عرض'' نکلا جب اس کو کھولا تو ایک خط موصول ہوا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا۔

میرے پیارے رضوان السلام علیکم! کے بعد عرض ہے کہ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں تو لیجئے جناب میں وہی ''جواب عرض'' والی ہوں اور پہلے آپ سے بہت دور تھی اب آج دسواں دن ہے اتفاق سے ہم نے آپ کی ہی گلی میں کرائے کا ایک مکان لیا ہے مجھے آپ کے گھر کا پتہ ایسے چلا کہ آپ ہمارے گھر کے سامنے سے جب گزرے اسکول سے واپس آ رہے تھے تو میں نے آپ پر نظر رکھی، جب دیکھا تو آپ ہمارے گھر سے تین گھر چھوڑ کر چوتھے مکان میں گھس گئے اس طرح آپ کے گھر کا پتہ مل گیا۔ میرا نام سلمٰی ہے اور میں آٹھویں جماعت میں پڑتی ہوں۔ آپ نے مجھ پر احسان کیا تھا مجھے جواب عرض دے دیا تھا۔ اب میں آپ کے لئے نیا جواب لے کر بھیج رہی ہوں۔ فقط والسلام۔

ڈبو دے کشتی کو اے کنارے ڈھونڈنے والے

یہ دریائے محبت ہے یہاں ساحل نہیں ملتا

میں خط پڑھ کر سوچوں میں گم ہو گیا کہ آخر میں اس خط کو سمجھوں تو کیا سمجھوں، کیا اس نے پیار کا اقرار کیا تھا یا اس نے اس احسان کا بدلہ دیا تھا۔ میں تو کچھ نہ سمجھ پایا پھر سوچا میں بھی اس کو خط لکھ کر دریافت کر سکتا ہوں کیونکہ مجھ میں اتنا حوصلہ تو تھا نہیں کہ اس سے جا کر پوچھوں اور کمرے میں جا کر اس کتاب کو آنکھوں کے سامنے رکھا اور کاغذ قلم ساتھ لے کر لکھنے بیٹھ گیا۔

میری پیاری سلمٰی السلام علیکم! کے بعد عرض گذارش ہے کہ میں خیر خیریت سے ہوں آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتا ہوں اور اس کے بعد گذارش ہے کہ آپ کو جب سے دیکھا تھا مجھے تم سے پیار ہو گیا تھا اس دن سے لے کر آج تک تڑپ ہی رہا تھا نہ جانے تم نے مسکرا کر کیا جادو کر دیا ہے میں تمہارا دیوانہ بن چکا ہوں تم نے جو لیٹر لکھا ہے اس کو آپ کا احسان کا بدلہ سمجھوں یا تمہارے پیار کا اقرار۔ میں ابھی تمہارے گھر کے دروازے پر دستک دینے آ رہا ہوں اگر تم نے پیار کا اقرار کیا ہے تو ضرور آنا اور اگر نہیں تو کسی بچے کو بھیجنا اور اسے کہنا دیکھو کون آیا ہے میں ٹھیک پندرہ منٹ بعد آ رہا ہوں۔ والسلام فقط رضوان۔

قلم لکھ نہیں سکتا زخمی دل کے افسانے

ہم تو تمہیں یاد کرتے ہیں تیرا دل خدا جانے

خط کو بند کر کے میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو دیا اور اسے کہا کہ یہاں سے تین گھر چھوڑ کر چوتھے گھر والی سلمٰی نام کی لڑکی کو دینا اسے کہنا کہ شاید آپ نے کتاب میں اسے بھولے سے رکھا تھا یہ آپ کا ہے لے لو۔ اسے دے کر پھر واپس آ جاؤ۔ جب میرا بھائی واپس آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا اس نے کہا کہ اس نے لے لیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں نے وہاں اس کے دروازے پر دستک دے دی میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ پتہ نہیں ایسا نہ ہو کہ اسے برا لگا ہو تو گالیاں کھانی پڑیں گی میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور جیسے چاند نکلتا ہے ایسے سلمٰی نے اپنا چہرہ ظاہر کیا اور کہا۔ کیا حال ہے رضوان؟ میں نے کہا صرف رضوان۔ تو اس نے کہا۔ رضوان جان۔ تو میں نے کہا۔ کس کی جان؟ اس نے مسکرا کر اور شرما کر بولی۔ میری جان اور کسی کی تو میری جان میں جیسے جان آئی اور میں نے اسے کہا کہ جان خدا کے لئے مجھ سے ملو ورنہ میں مر جاؤں گا تو اس نے میرے منہ پر ہاتھ دیا اور کہا۔ خدا نہ کرے تم ایسا کرو ہمارے گھر آپ کے گھر کے بیچ میں وہ جو گھر ہے ناں وہ بالکل خالی ہے میں نے کہا آپ کو کس نے کہا اور کیوں خالی ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ ہمارے گھر اور ہم اس کے گھر آتے جاتے تھے ہمیں دس دن ہوئے ہیں اور اس گھر والوں کو پانچ دن یا چار دن ہوئے ہوں گے جانے سے ایک روز نسرین کی امی آئی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ اب یہاں سردیاں ہیں ہم اپنے شہر جیکب آباد چلے جائیں گے پھر وہ صبح کو چلے گئے ابھی تک اس مکان میں نیا کوئی کرائے دار نہیں آیا۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے تھوڑی دیر وہاں پر آ جاؤ میں بھی آ جاؤں گا۔ اس نے کہا۔ مگر ایک پرابلم ہے۔ میں نے کہا۔ کیا پرابلم

ہے؟ تو اس نے کہا۔ اس کو تو تالا لگا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ میں توڑ دیتا ہوں۔ ایسا ہی دوسرا تالا لا کر ایک چابی اپنے پاس رکھتا ہوں اور دوسری تم کو دیتا ہوں تا کہ میں پہلے آؤں تو ر کے بغیر اندر جاؤں اور تو آئے تو بھی کوئی پریشانی نہ ہو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے ایسا ہی کیا واپس آ کر میں پہلے اندر جا کر بیٹھ گیا آسمان پر نظر پڑی تو کالے بادل چھائے تھے بارش بھی ہونے والی تھی اور اپنے پیار سے بھی ملنا تھا موسم بڑا دلفریب تھا انتظار کا ایک لمحہ سالوں کے برابر ہوتا ہے اور بادل کو دیکھ کر اور بھی اس کی شدت سے یاد آ رہی تھی اور میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

اے ابر کرم تھم تھم کے برس اور اتنا نہ برس کہ وہ آ نہ سکے
جب آ جائیں وہ تو جم کے برس اور اتنا برس کہ وہ جا نہ سکے

اتنے میں سلمٰی بھی آ پہنچی وہ میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور پانچ یا چھ منٹ تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے نہ مجھے طاقت ہو رہی تھی اسے چھونے کی اور نہ اس کو طاقت ہو رہی تھی۔ پھر اچانک میں بول دیا۔ کیا ناراض ہو جان تو اس نے جواب دیا نہیں تو میں نے کہا۔

میرے محبوب میری محبت کو دل لگی نہ سمجھنا
چاہا ہے میں نے تجھے اپنی جان سے بڑھ کر

ہم نے عمر بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کر لیا اور قسمیں اٹھائیں۔ ہم وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھے اور اس کے بعد سلمٰی اپنے گھر گئی۔ بات مختصر یوں ہی ہم کو ملتے ملتے چھ مہینے ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ تھا پر پیار چھپتا نہیں اگر کوئی اور نہ دیکھے تو خود ہی بتانا پڑتا ہے۔ میں نے سلمٰی سے کہا۔ سلمٰی تم اپنے ماں باپ کو بتاؤ ہم دونوں شادی کریں گے۔ اس نے کہا۔ تم بھی اپنی ماں اور باپ سے بات کرو ناں۔ میں نے کہا۔ او کے میں بھی کر لوں گا۔ اگلے دن میں نے اپنے باپ سے نہ کہہ سکا، اپنی ماں کو کہا۔ اس طرح کہ اسے سلمٰی کا نام نہیں بتایا ماں کو کہا کہ ماں میں ایک لڑکی کو پسند کرنے لگا ہوں وہ بھی مجھے چاہتی ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ بابا سے کہو کہ میری اس سے شادی کروا دے۔ امی نے کہا۔ دیکھو بیٹا ہم نے تمہارے لئے کسی اور لڑکی کو پسند کر رکھا ہے، آج اس لڑکی کے ماں باپ آئے تھے انہوں نے کہا۔ ہماری لڑکی آپ کے بیٹے رضوان کو پسند کرتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ اس نے رضوان کو دور سے دیکھ کر پسند کر لیا ہے اور ہم نے اس لڑکی کے ماں باپ سے ہاں کر دی ہے، تم بھی ہاں کر دو۔ میں نے کہا کہ آپ نے ماں اس لڑکی کو دیکھا ہے۔ ماں نے کہا ہاں وہ تو چاند کا ٹکڑا ہے مجھے پسند ہے۔ میں نے کہا۔ مگر مجھے ناپسند ہے کیوں کہ میں کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہوں، میں اس سے شادی نہیں کر سکتا اس نے یعنی ماں نے کہا بیٹا آپ کی مرضی میں نے کہا۔ ماں آپ ناراض مت ہونا پلیز۔ ماں نے کہا۔ بیٹا تمہاری خوشی ہماری خوشی میں تو صرف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ ہم نے اس کے ساتھ ہاں کی ہے اور اب اچانک نہ کریں گے تو انہیں دکھ ہو گا۔ میں نے کہا۔ ماں وہ میرا ذمہ ہے میں انہیں منا لوں گا آپ صرف ان کی ماں کو بلواؤ ماں نے میری چھوٹی بہن سائرہ کو بھیجا جاؤ فوزیہ آنٹی کو کہو کہ امی بلا رہی ہے۔ سائرہ نے اسے کہا۔ تھوڑی دیر بعد فوزیہ آنٹی آ پہنچی۔ ہم نے چائے بنوائی چائے پینے کے بعد آنٹی نے کہا۔ میری ماں کو کہ کیا بات ہے بہن آپ نے پیغام بھیجا تھا میں نے پہلے اور جلدی جواب دیا کہ آنٹی آپ کو میں نے بلوایا ہے۔ تو اس نے میری طرف منہ کیا اور کہا۔ کیوں بیٹا خیر تو ہے۔ میں نے جواب میں کہا۔ ہاں آنٹی خیر ہے دراصل بات یہ ہے کہ میں آپ کی بیٹی کو نہیں جانتا میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں اس لئے آپ اپنی بیٹی کو سمجھاؤ اور اس کی شادی کہیں اور کر دیں۔ تو فوزیہ آنٹی نے جواب دیا کہ بیٹا ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو ہماری بیٹی پسند نہیں نہ آئی کم از کم آپ نے اس کو دیکھ تو لیا ہوتا۔ میں نے کہا۔ میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں کسی اور کو دیکھوں یا نہ دیکھوں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس نے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا ہماری بیٹی کے لئے تو آج رات ہی رشتہ آ رہا ہے ہم اس کا رشتہ دیں

کر دیں گے۔ میں نے کہا۔ آنٹی یہ تو اور بھی ٹھیک ہے۔ فوزیہ نے کہا۔ ٹھیک تو ہے پر ہماری بیٹی نے ضد اس گھر کو چنا تھا ہم نے بھی اس لئے آپ لوگوں کو تکلیف دی۔ معاف کرنا میں چلتی ہوں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اٹھ کر چلی گئی۔ صبح کو میں نے سلمٰی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھلا تو میں حیران رہ گیا وہ دروازہ کھولنے والی کوئی اور نہیں بلکہ فوزیہ آنٹی تھی۔ اس نے کہا۔ کیا بات کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا۔ وہ کل رات شاید میں نے انجانے میں پتہ نہیں کیا بول دیا تو اب اس کی معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ فوزیہ آنٹی نے کہا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں میں نے تمہیں معاف کر دیا ویسے بھی میری بیٹی کا رشتہ ہو گیا ہے وہ لوگ بڑے امیر ہیں میری بیٹی وہاں پر خوش رہے گی۔ تو مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑا اور سوچنے لگا کہ میں نے یہ کیا کر دیا اپنی خوشی کو خود آگ لگا اور میں کس غلط فہمی میں آ گیا اور میں نے امی کا کہا کیوں نہیں مانا اب میں کیا کروں۔

اک تیری آرزو تھی جو کہ پوری نہ ہو سکی
اور زندگی میں ہم تمنا کیا کریں گے اے صنم

اور میں نے آنٹی سے کہا۔ آنٹی جی آپ کی بیٹی کا نام سلمٰی ہے ناں؟ تو اس نے کہا۔ ہاں۔ اور میں نے اس سے آنسو بہا کر پوچھا کہ کیا وہ مجھ سے ناراض تو نہیں، اس نے جواب دیا۔ صرف ناراض وہ تو اتنا روئی کہ ہم اسے مناتے مناتے رات بیت گئی۔ میں نے کہا۔ مگر اس نے ایسا کیوں کہا تھا کہ اس نے مجھے دور سے دیکھ کر پسند کیا ہے ہم ایک دوسرے کو تو مہینوں سے جانتے تھے۔ آنٹی نے کہا۔ اس نے اس لئے کہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم اس سے ناراض ہو جائیں یا اسے ماریں۔ میں نے کہا۔ پھر آپ نے اپنی بیٹی کا نام بھی نہیں بتایا اور اس سے ملوایا بھی نہیں کیوں؟ آنٹی نے کہا۔ بیٹا میں نے آپ سے کہا تو تھا ایک بار آپ اس سے مل لیں، آپ نے منع کر دیا۔ میں کیا کرتی اب مہربانی کر کے اسے بھول جاؤ، ہمیں تنگ مت کرو۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ مجھ پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا میں کیا کرتا اور کہاں جاتا۔ بس میں تو دنیا میں جیسے تنہا رہ گیا جی تو چاہ رہا تھا کہ خودکشی کر دوں مگر وہ بھی نہ کر سکا اسے پانچ دن بعد خبر ملی کہ سلمٰی مر گئی اس نے اپنی کلائی پر R لکھا تھا اس کے ہاتھ کی نس کٹ گئی خون زیادہ بہہ گیا اور وہ ڈاکٹر تک پہنچنے سے پہلے ہی اس فانی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔ میں یہ خبر سن کر وہیں پر بے ہوش ہو گیا۔ میں اسکول میں تھا جب آنکھیں کھولیں تو میں ہسپتال میں تھا اور بعد میں میرے بابا اور میری امی دونوں مجھے اپنے گھر لائے۔ اب میں ہر پل سلمٰی کو یاد کر کے روتا ہوں اور سارا دن سگریٹ پیتا رہتا ہوں اور میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔

دل کی ہستی مٹ گئی ہوتی غم کے آنسو بھر گئے ہوتے
زندگی آپ کی امانت ہے ورنہ ہم کب کے مر گئے ہوتے

تو قارئین کرام! اب آپ لوگ بتاؤ میں اب کیا کروں اس بڑی زندگی کو لے کر کیسے جیوں؟ اب تو میں چین سے جی بھی نہیں سکتا مجھے جینے کی کوئی حسرت نہیں میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔

تیری یاد کے جلوؤں کو بجھاؤں تو بجھاؤں کیسے
تیری تصویر جو ہے دل میں اسے مٹاؤں تو مٹاؤں کیسے

تو قارئین کرام! پھر میری ملاقات ہوئی محمد قاسم صاحب سے اس سے مل کر میں کچھ پل اچھے گزار سکتا ہوں اب تو میرے جینے کی آس قاسم صاحب ہیں یہ بہت ہی اچھے انسان ہیں جب ان سے دور رہتا ہوں تو مجھے سلمٰی کی یاد ستاتی ہے۔ دوستو! دعا کرو کہ میری زندگی ویسے ہی ہنستی کھیلتی بن جائے۔

قارئین! کی آراء کا انتظار رہے گا۔ میں نے عورت کے پیار کو سلام کیا۔

پھول ہاتھ سے گر گیا ہے اسے اٹھاؤں کیسے
جب دلبر ہم سے بچھڑ گیا خوشیاں مناؤں کیسے

□❖□

پانی نہیں وہ سراب تھا

......دوست محمد مری- ڈیرہ مراد جمالی

اس بدبخت کے کانوں میں پیسوں کی کھنک اور شہرت کی ہوس نے رس گھول دیا تھا اس لئے اس ظالم نے بغیر سوچے سمجھے ہماری محبت کا جنازہ نکال دیا اور زندگی کے دوراہے پر مجھے گھٹ گھٹ کر جینے کے لئے مجبور کیا لیکن افسوس کہ اس سنگدل کو کیا معلوم کہ یہ بھی ایک درد دل رکھتے ہیں اور جینے کی آرزو رکھتے ہیں کیا خبر کہ وہ مطلبی زبان کے میٹھے اور اندر کے کالے ہیں۔ ان کی باہر کی تصویر صاف ہوتی ہے لیکن اس صاف تصویر کے پیچھے کتنی سنگدلی اور ہٹ دھرمی پوشیدہ ہوتی ہے ...... ایک دکھ درد سے بھرپور کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

زندگی کیا ہے؟ یہ سوال ایک سوالیہ نشان ہے۔ زندگی کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں لیکن میرے نزدیک زندگی اک سراب ہے جس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان اپنے وجود کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ زندگی کی پُرخار راہوں میں میں انسان کو ہزاروں دکھ اور تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں، قدم قدم پر دُکھ چہرے بدل بدل کر انسان کے سامنے آتے ہیں لیکن پھر بھی انسان ان دکھوں اور پریشانیوں سے نبردآزما نظر آتا ہے اور اچھے دنوں کی آس میں اپنے دل کو جھوٹی تسلیاں دیتا رہتا ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ مایوسی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی جان سے زیادہ چاہنے والا وفا کی قسمیں کھانے والا دھوکہ باز اور ہرجائی نکلے تو انسان ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے پھر اس کے پاس انمٹ یادوں کے سوا باقی کچھ نہیں بچتا۔ اس کے ارمانوں کے تاج محل زمین بوس ہو جاتے ہیں تو اس وقت وہی انسان مکمل طور پر ایک صحرا کی مانند نظر آتا ہے۔ ریت کے ڈھیر کی طرح ان کی ساری خواہشیں ہوا میں بکھر کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں جس کو سمیٹتے سمیٹتے انسان صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ میں بھی انہی انسانوں میں سے ایک انسان ہوں، زندگی میں مجھے مختلف اور قسم قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا لیکن سب میرے لئے سراب ثابت ہوئے لیکن میں نے زبان پر حرف شکایت نہیں آنے دیا، ہر موڑ پر ہنس کر انہیں موسٹ ویلکم کہا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ روپ بدل بدل کر میرے سامنے آتے رہے میرے دل پر خنجر چلاتے رہے اور دل کے بند کواڑوں کو کھول کر میرے زخمی دل اور زخمی وجود پر نمک پاشی کرتے رہے اور میرے زخمی دل کو کریدتے رہے لیکن افسوس صد افسوس کہ میں مفاد پرس اور خودغرضوں کو بے نقاب کرنے میں ناکام رہا لیکن کیوں؟

اب آتے ہیں کہانی کی طرف یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں محبت میں زخم کھا کر ناکامی کے بعد اپنے آپ کو سزا دینے اور محبت میں ناکامی کے بعد دیارِ غیر کا رخ کیا اور سمندری راستے کے ذریعے متحدہ عرب امارات کے دارالحکومت ابوظہبی پہنچا راستے میں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں اور کن کن مصائب کا سامان کیا

الگ داستان ہے تقریباً ایک سال کے بعد میں . وفا کی یادیں بھلانے میں ناکام رہا، اس ی یادیں تنہائیوں میں سانپ بن کر مجھے ڈستی رہیں۔ ساری رات جب لوگ خواب خرگوش ے لوٹ رہے ہوتے تو میں ستمگر کی یاد میں بے ی کی طرح تڑپ رہا ہوتا، سسک رہا ہوتا، ہر ر کر جینا پڑ رہا تھا۔ دل میں ایک طوفان سا بپا اس بے وفا کی انمٹ یادیں دل میں بسائے ریں رہ رہا تھا کہ ایک واقعہ کی وجہ سے مجھے ، نا پڑا واپس آ کر میں ایک نئی مشکل میں گرفتار فتہ نامی ایک لڑکی نے مجھے اپنی زلفوں کا اسیر بنا ، نے اس سے باز رہنے کی حتی الامکان کوشش ، سب بے سود ثابت ہوئے کیونکہ وہ لڑکی بھی ے زخم خوردہ تھی، میں بھی بہت زیادہ زخمی زخمی سا بار و محبت میں ٹھوکر کھا کر دوست نما دشمنوں اور ے سوداگروں کے ہاتھوں لٹ کر اب سنبھلنے کی وشش کر رہا تھا لیکن کیا خبر تھی کہ زمانے کے ، پرست ایک بار پھر مجھے انہی انگاروں بھری ، پر دوبارہ چلنے کے لئے مجبور کریں گے جس پر پہلے میں آبلہ پا بن چکا تھا لیکن آہ! پھر بھی انہی ، بھری راہوں پر پھر سے چل نکلا جہاں ں، آنسوؤں اور پچھتاوؤں کے سوا کچھ بھی نہیں ں بھی کتنا ناسمجھ تھا جو ان کے پیار کو زخم کا مرہم . اپنے سینے سے لگا لیا کیونکہ میں اس لڑکی کا دل میں چاہتا تھا۔ بعض دفعہ تو شگفتہ نے یہ تک کہہ اگر تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی تو خودکشی کر ، ۔ خودکشی تو کیا کسی زخم خوردہ انسان کے میرے ایک آنسو بہانے سے بھی میں گھنٹوں بیٹھ کر سا ہو جاتا۔ کیا خبر کہ ان کے یہ آنسو مگرمچھ کے ہیں آگے چل کر یہ آنسو نشتر بن کر میری روح پیوست ہوں گے۔ اس ستمگر کے پیار و محبت کی ۔ باتوں نے مجھے اتنا بہلایا کہ میں سب کچھ لر ان کی محبت کے گن گانے لگا۔ زمانے کا دستور

ہے کہ جہاں دو پیار کرنے والے ہوتے ہیں وہاں پیار کے ویری بھی ہوتے ہیں۔ کچھ میرے اپنے دوستوں نے اور کچھ شگفتہ کے رشتہ داروں نے مل کر ہمیں جدا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ میرے دوستوں نے مجھ پر طعنوں کے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ شگفتہ کے رشتہ داروں میں سے اس کے بڑے بائی نے آہستہ آہستہ مجھ سے دوستی بڑھانا شروع کر دی بظاہر تو اس کا رویہ مجھ سے دوستانہ تھا لیکن اندرون خانہ اس کی نیت میں فتور تھا۔ وہ شگفتہ اور میری ملاقاتوں کی خفیہ طور پر جاسوسی کرتا تھا اور ہر پل ہماری ملاقاتوں کی خبر رکھتا تھا۔ انہیں سب کچھ معلوم تھا لیکن اس نے مجھے اور شگفتہ کو کبھی بھی ملنے سے منع نہیں کیا۔ اس نے میری اور شگفتہ کی محبت کا فائدہ اٹھایا اور مجھے لوٹنا شروع کیا۔ کبھی مجھ سے وہ کوئی چیز لے جاتا تو کبھی ادھار کے بہانے مجھ سے پیسے بٹورتا۔

یہ لوٹ مار کا سلسلہ چل رہا تھا دوسری جانب میری اور شگفتہ کی محبت میں شدت پیدا ہوگئی اب ایک پل بھی ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونا موت کے برابر تھا۔ ایک دن شگفتہ نے مجھ سے کہا کہ ہم یوں کب تک چھپ کر ملتے رہیں گے بہتر ہے کہ آپ میرے گھر والوں سے میرا رشتہ مانگیں اور ہم دونوں شادی کر لیں تو میں نے شگفتہ کے بھائی سے شگفتہ کا رشتہ مانگ لیا۔ شگفتہ کے بھائی نے کہا کہ ہمیں کچھ سوچنے کی مہلت دے دو لیکن ہم شگفتہ کا رشتہ تمہیں ضرور دے دیں گے۔ ان دنوں شگفتہ کا بھائی ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا اور شگفتہ سے مجھے ملانے کا ہر وقت خود بخود کہتا کہ آج رات شگفتہ نے فلاں جگہ ملنے کا کہا ہے اور کہتا کہ شگفتہ کا بہت خیال رکھیں کیونکہ شگفتہ پہلے ہی بہت دکھی ہے۔ میں بھی اپنی جان سے زیادہ شگفتہ کا خیال رکھتا تھا تو شگفتہ کے بھائی نے رشتہ کی آڑ میں بہت تیزی سے مجھے لوٹنا شروع کیا اور کافی رقم مجھ سے لے جا چکا تھا لیکن یہ رقم واپس کرنا جیسے وہ گناہ کبیرہ سمجھتا تھا۔ شگفتہ اور میری محبت کو تقریباً

ایک سال ہو چکا تھا کہ اس دوران شگفتہ کے گھر والوں کی کسی دوسرے قبیلہ سے دشمنی ہوگئی اس لئے وہ لوگ رات کی تاریکی میں نقل مکانی کر گئے کیونکہ شگفتہ کے بھائیوں کی اپنی کوئی زمین یا ملکیت وغیرہ نہیں تھی کچھ دنوں تک تو بالکل میں پریشان رہا میں نے اپنی پریشانی کو بے چینی کو رفع کرنے کے لئے اپنے ایک دوست کو فون کیا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تو بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن میں شہر گیا اور وہاں سے کوچ میں سوار ہوگیا۔ جب کوچ روانہ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ سامنے ڈرائیور سیٹ کے پیچھے والی سیٹ پر ایک آدمی جس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور منہ چھپایا ہوا تھا بار بار میری طرف دیکھ رہا تھا تو مجھے شک ہوا کہ کہیں میرا کوئی دشمن نہ ہو۔ میں ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا جب کنڈیکٹر آیا تو میں نے اسے اپنا کرایہ دے دیا تو کنڈیکٹر نے مجھ سے دو آدمیوں کا کرایہ مانگا تو میں نے از راہِ مذاق اس سے کہا کہ بھائی صاحب میری وائف تو اپنے گھر میں ہے پھر میں آپ کو کس کا کرایہ دے دوں تو کنڈیکٹر نے کہا کہ وہ جو سامنے سیاہ چشمے والا آدمی ہے ناں اس نے کہا کہ میرا کرایہ بھی اس سے لے لیں میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو میں نے کنڈیکٹر کو بھیجا کہ بھائی ذرا جا کر اس کا نقاب تو اتر واؤ میں بھی تو دیکھوں اپنے بیلنس کے دشمن کو۔ جب کنڈیکٹر نے جا کر اس سے یہی کہا تو اس نے اپنا چشمہ اور نقاب اتارا تو میں نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو میری جان کا بھائی ہے تو میں بہت خوش ہوا۔ میں نے کنڈیکٹر کو بلا کر کرایہ ادا کر دیا اور ساتھ ہی اسے یہ بھی کہا کہ جا کر اسے کہو کہ آؤ یہاں ایک ساتھ بیٹھیں گے تو وہ آ گیا۔ ہم دونوں نے گپ شپ لگانا شروع کیا۔ جب بھی کوچ کسی چھوٹے سے سٹاپ پر ٹھہرتی تو میں کوئی نہ کوئی کھانے پینے کی چیز ضرور خریدتا اگر میں نہ بھی خریدتا تو شگفتہ کا بھائی کہتا کہ فلاں چیز خریدو۔ تقریباً تین چار گھنٹے کے بعد کوچ اپنی منزل مقصود پر پہنچی۔ جب ہم دونوں سٹاپ پر اترے تو میرا دوست

پہلے ہی ہمارے انتظار میں سٹاپ پر کھڑا تھا وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ بہت عرصے کے بعد ہماری ملاقات ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے دوست سے شگفتہ کے بھائی کا تعارف کروایا تو میرے دوست نے شگفتہ کے بائی کو بھی دعوت دی۔ ہم تینوں نے سارا دن شہر کا چکر لگایا صبح کا کھانا ہوٹل میں کھایا ہوٹل کا بل میں نے ادا کر دیا۔ شام کو ہم اپنے دوست کے ساتھ اس کے گھر گئے۔ ساری رات ہم نے گپ شپ کرتے ہوئے گزار دی صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم پھر بازار آ گئے۔ سارا دن بازار میں چکر لگاتے رہے میں نے دیکھا کہ شگفتہ کا بھائی پریشان نظر آ رہا ہے۔ جب میں نے ان سے پوچھا تو اس نے طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر ٹالنے کی کوشش کی۔ شگفتہ کا بھائی مجھے بس سٹاپ پر لے گیا اور مجھ سے کہا کہ اب تم کوئٹہ جاؤ صبح میں بھی وہاں آ جاؤں گا۔ وہ مجھے کوئٹہ بھیجنے پر بضد تھا تو میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ضرور شگفتہ والوں کا گھر یہاں کہیں قریب ہے اور وہ اس لئے مجھ سے جان چھڑانا چاہتا ہے تو میں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ شام کو واپس ہم اپنے دوست کے گھر گئے۔ دوسری صبح پھر شگفتہ کے بھائی نے مجھے کہا کہ کس ٹائم کوئٹہ جاؤ گے تو میں نے کہا کہ میں آپ کے بغیر کوئٹہ کبھی بھی نہیں جاؤں گا، دونوں اکٹھے چلیں گے تو شگفتہ کے بھائی نے کہا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو میں نے پانچ سو روپے دے دیئے اس نے کہا کہ مجھے تین ہزار روپے چاہئے میں نے کہا کہ اس وقت مزید پیسے میرے پاس نہیں ہیں تو اس نے بہانہ بنایا کہ صبح چلیں گے ابھی میں اپنے ایک دوست کے پاس جاؤں گا اور اس سے پیسے لے کر آؤں گا تو میں نے اس سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ہم دونوں اکٹھے ریلوے سٹیشن گئے ٹکٹ لے کر ٹرین میں سوار ہو گئے راستے میں شگفتہ کا بھائی بہت پریشان رہا۔ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتا تھا آخر کچھ دیر بعد ہم قریبی ریلوے سٹیشن پر اتر گئے۔ یہ علاقہ میرے

لئے نیا تھا۔ ہم ایک ہوٹل میں داخل ہو گئے چائے وغیرہ پی۔ شگفتہ کا بھائی کہہ کر چلا گیا کہ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں لیکن میں تقریباً تین گھنٹے وہاں بیٹھا رہا لیکن وہ نہ آیا تو میں پریشانی میں ادھر ادھر پھرتا رہا کہ یااللہ اب میں کیا کروں کس کے پاس جاؤں۔ میں واپس آ کر بیٹھ گیا تو کچھ دیر کے بعد ایک ٹریکٹر ٹرالی آ کر قریبی ہوٹیل کے سامنے رک گیا کیونکہ یہ علاقہ پہاڑی ہے یہاں صرف ٹریکٹر اور پرانے ڈاٹسن کے سوا کوئی دوسری سواری نہیں تھی اور ایک صرف ٹرین چلتی تھی وہ بھی ہفتے میں ایک آدھ بار آتی تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ اترنے والی سواریوں میں شگفتہ کا چھوٹا بھائی بھی تھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی جیسے مجھے قارون کا خزانہ ملا ہو۔ میں نے جا کر شگفتہ کے بھائی سے ہاتھ ملایا ہم دونوں نے ہوٹل میں جا کر چائے پی تو میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کا گھر کہاں ہے تو اس نے بتایا کہ ہمارا گھر یہاں سے کچھ فاصلے پر پہاڑوں کے اندر ہے تو میں نے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی نے کہا تھا کہ ہمارا گھر نواب شاہ میں ہے اس نے کہا کہ نہیں ہمارا گھر اس علاقے میں ہے۔ تو میں اور شگفتہ کا چھوٹا بھائی ڈاٹسن میں بیٹھ کر شگفتہ کے گھر پہنچ گئے۔ چائے وغیرہ پی تو کچھ دیر کے بعد شگفتہ کا بڑا بھائی بھی آ گیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنے جھوٹ اور فریب کے بے نقاب ہونے پر اسے شرمندہ ہونا تھا لیکن مثل مشہور ہے کہ بے حیا کا ناک کاٹ دیا گیا تو بھی اس نے علاقہ نہیں چھوڑا لیکن حیا والے نے ایک طعنے سے ملک چھوڑا۔ شگفتہ کے بھائی کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ میں تقریباً تین چار دن ان لوگوں کے گھر رہا آخری دن میں نے ایک چھوٹی بچی کے ہاتھ شگفتہ کو پیغام بھیجا کہ میں صبح واپس جا رہا ہوں آج کی رات ہر حال میں مجھ سے ملو تو اس نے کہا کہ میں ضرور ملنے کی کوشش کروں گی۔ اللہ اللہ کر کے جب رات ہوئی کھانا کھانے کے بعد شگفتہ کے دونوں بھائی اور باپ میرے ساتھ آ کر بیٹھے اور گپ شپ شروع ہوئی جب

کافی دیر تک وہ جان نہیں چھوڑ رہے تھے تو میں نے شگفتہ کے بھائی سے کہا کہ میرے سر میں بہت زیادہ درد ہو رہا ہے کہیں ٹیبلٹ دیکھ کر آؤ اس بہانے ان لوگوں سے جان چھوٹی۔ سب گھر چلے گئے تھوڑی دیر بعد شگفتہ کا بھائی ایک ٹیبلٹ اور پانی کا گلاس لے کر آ گیا تو میں نے ٹیبلٹ کھائی اور شگفتہ کے بھائی سے کہا کہ اب میں آرام کروں گا تو وہ چلا گیا اور میں انتظار کی چکی میں پستا رہا۔ رات کے آخری پہر میری جان میرے پاس آئی۔ میں نے شگفتہ کے کہا آؤ قریب ہی کچھ جھاڑیاں ہیں وہاں جا کر بیٹھیں گے۔ شگفتہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ ہم دونوں ان جھاڑیوں کے اندر بیٹھ گئے۔ میں نے شگفتہ کہا تم نے بتایا بھی نہیں اور نقل مکانی کی تو شگفتہ نے کہا کہ قسم سے مجھے معلوم بھی نہیں ہوا نہیں تو میں تمہیں بتاتی۔ شگفتہ نے اپنا سر میری جھولی میں رکھا اور ہم دونوں نے باتیں شروع کر دیں۔ ہم دنیا جہان سے بے خبر ہو کر اپنی محبت میں کھوئے ہوئے تھے جب ہمارے پیچھے سے کسی کے کھنکھارنے کی آواز آئی تو ہم دونوں ہوش میں آ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ شگفتہ کا بھائی کھڑا تھا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے پیچھے مڑا اور واپس چلا گیا تو میں نے شگفتہ سے کہا کہ اب تم چلی جاؤ ایسے نہ ہو کہ وہ کوئی ہنگامہ کر دے تو شگفتہ چلی گئی۔ مجھے خوف تھا کہ خدا نخواستہ وہ شگفتہ کو کچھ نہ کہے باقی رات میں نے آنکھوں میں کاٹ کر گزاری۔ صبح میری آنکھ جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی تو شگفتہ کے باپ اور چھوٹے بھائی نے پوچھا۔ تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہیں تو میں نے کہا کہ رات سر درد کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی اس لئے میری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ آج میں واپس جا رہا ہوں تو ان لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں نے شگفتہ کے بڑے بھائی سے کہا کہ مجھے سٹاپ تک چھوڑ آؤ تو شگفتہ نے ایک چھوٹی بچی کے ذریعے کہلوا بھیجا کہ جان جلدی واپس آ جانا میں تمہارے بغیر بہت اداس رہوں گی تو

میں نے شگفتہ کو پیغام بھیجا کہ یہ آخری دفعہ ہے بہت جلد میں تمہیں اپنی دلہن بنانے آ جاؤں گا۔ تو شگفتہ کا بھائی مجھے سٹاپ تک چھوڑنے آیا تو راستے میں میں نے پھر شگفتہ کے بھائی سے بات کی کہ شگفتہ کا رشتہ مجھے دے دو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اب تم جاؤ اور دو تین دن کے اندر پچاس ہزار روپے لے کر آؤ پر میں تمہیں شگفتہ کا رشتہ دینے کے لئے تیار ہوں تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور میں گھر واپس آ گیا اور رقم کا بندوبست کرنے لگا لیکن تین چار دن کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس محبت کے سوداگر نے میری اور شگفتہ کی محبت پر شب خون مارا اور شگفتہ کا رشتہ ایک ساٹھ سالہ شخص کے ساتھ طے کر دیا اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کر دیا گیا۔

جب میں نے سنا تو میرے دل کو شدید دھچکا لگا مجھے اپنی دنیا اندھیر نظر آنے لگی میری زندگی کی کشتی [illegible]ں کے سمندر میں ہچکولے کھاتی رہی میں اپنی زندگی کے خوشگوار لمحے گنوا چکا تھا اور اس سراب کے پیچھے جسے [illegible] پانی سمجھ بیٹھا تھا کے پیچھے بھاگتا رہا لیکن کیا معلوم [illegible] کہ محبت کے سوداگر محبت کی دیوار کو دولت کے خنجر [illegible] شگاف ڈال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسمار کر دیں [illegible] جس کے نیچے دب کر محبت کے دیوانے ہمیشہ کے [illegible] تڑپتے سسکتے اور پھڑ پھڑاتے رہیں گے۔ اس [illegible]ت کے کانوں میں پیسوں کی کھنک اور شہرت کی [illegible] نے رس گھول دیا تھا اس لئے اس ظالم نے بغیر [illegible] سمجھے ہماری محبت کا جنازہ نکال دیا اور زندگی کے [illegible] پر مجھے گھٹ گھٹ کر جینے کے لئے مجبور کیا [illegible] افسوس کہ اس سنگدل کو کیا معلوم کہ یہ بھی ایک [illegible] دل رکھتے ہیں اور جینے کی آرزو رکھتے ہیں کیا خبر [illegible] مطلبی زبان کے میٹھے اور اندر کے کالے ہیں۔ ان [illegible] کی تصویر صاف ہوتی ہے لیکن اس صاف تصویر [illegible] کتنی سنگدلی اور ہٹ دھرمی پوشیدہ ہوتی ہے۔ [illegible] پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو [illegible] خوش قسمت انسان تصور کرتا ہے۔ قدم قدم پر خوشیوں کی بہاریں گیت گاتی ہوئی نظر آتی ہیں اور دنیا کی ساری رعنائیاں اس کے ساتھ ہوتی ہیں تو وہ انسان بہاروں سے بہت سے امیدیں اور تمنائیں کرتا ہے تو کسی دن جب محبت کی راہ چلتے اسے ٹھوکر لگتی ہے تو تب اسے حالات کی سنگینی کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو تنہا اور بے بس سمجھنے لگتا ہے لیکن انہیں غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو وہ غبار بھی اپنی تمناؤں کا غبار ہوتا ہے۔ روزِ اوّل سے ہی ظالموں کا یہ دستور ہے کہ دو جڑے ہوئے دلوں کو جدا کر کے اور انہیں تڑپتے اور سسکتے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں لیکن ظالمو! روزِ حشر تمہیں ایک ایک ظلم کا بدلہ دینا ہوگا۔

قارئین! یہ تھی میرے دل کی اور زندگی کی آپ بیتی۔ قارئین! کی تعریفی اور تنقیدی آراء کا بے چینی سے منتظر رہوں گا کیونکہ فیصلہ قارئین کی عدالت کرے گی کیونکہ قارئین کی عدالت اور فیصلے سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز عزیز نہیں۔

◆:◆

زندگی

★ زندگی میں ہر خواہش کا پورا ہونا ناممکن ہے کیونکہ ہر پھول کی چند پتیاں بکھر جاتی ہیں۔
★ زندگی میں خدا کے سامنے آنسوؤں کا ڈھیر لگاتے جاؤ شاید اسے کوئی نہ کوئی تمہارا آنسو پسند آ جائے۔
★ زندگی میں بعض غم لاکھ کی مانند ہوتے ہیں ذرا سا بھی کریدیں تو آنچ دینے لگتے ہیں۔
★ مقصد کے بغیر زندگی اس ڈولتی ہوئی کشتی کی مانند ہے جسے اپنے مسائل کا پتہ نہ ہو۔
★ زندگی میں دوسروں کی ذات پر اعتبار کرنے سے بہتر ہے اپنی ذات کو قابلِ اعتبار بناؤ۔
★ ضروری نہیں کہ آپ کی طرف ہر اٹھنے والی نگاہ آپ کی خیر خواہ ہو کیونکہ شکاری بھی اپنے آخری شکار کو بڑے پیار سے دیکھتا ہے۔

☆......انتخاب: ع

تیرا پیار نہیں بھولے

..... ارمان سنگم۔ فیصل آباد

زندگی نے ایسے موڑ پہ لا کر کھڑا کیا کہ جہاں سے واپس جانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔ پر وہ جاتے تو جاتے کہاں، آخر کس کے پاس۔ گھر والوں، دوستوں، رشتہ داروں نے اور حتیٰ کہ اس کے اپنے چاہنے والوں نے بھی منہ موڑ لیا۔ سب جگہوں سے مایوس ہو کر انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور پھر اس فیصلے کو انجام تک پہنچایا ..... درد بھری اور رلا دینے والی ایک سچی تحریر

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! ایک دن میں شہر سے واپس گھر آ رہا تھا کہ راستے میں میری ایک دوست سے ملاقات ہوگئی۔ ہم پانچ سال پہلے اکٹھے پڑھتے تھے۔ میں نے اسے پہچان لیا اور اس سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ کدھر جا رہی ہو۔ اس نے کہا۔ میں نے کہاں جانا ہے بس نامعلوم پتے پر کہیں بھی چلی جاتی ہوں، دربدر کی ٹھوکریں کھانے۔ اس نے کہا کہ ارمان بھائی آپ جواب عرض میں لکھتے ہو ناں، مجھے اپنا نمبر دو۔ میں نے نمبر دیا اور اس نے کہا کہ میں کال کر کے آپ سے ٹائم لوں گی، مجھے آپ سے کام ہے۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ تین دن بعد مجھے اس نے کال کی کہ ارمان بھائی میں کل گیارہ بجے آپ سے ملنے آؤں گی۔ وہ ٹائم سے پہلے ہی آ گئی مگر اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ میں جان گیا کہ کوئی بات ضرور ہے۔ خیر چائے پانی کے بعد اس نے کہا کہ ارمان بھائی آپ رائٹر ہو میری کہانی بھی لکھو۔ تو قارئین ان کی کہانی ان کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام مہک ہے، میرے علاوہ میرا ایک بھائی اور ماں باپ کے علاوہ کوئی بھی دنیا میں ہمدرد نہیں ہے۔ بھائی بڑا ہونے کی وجہ سے کافی سخت بھی تھا۔ بچپن میں ماں باپ نے سکول بھیج دیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ آگے پڑھنا چاہا تو بھائی نے سختی سے منع کر دیا کہ بس جو پڑھنا تھا پڑھ لیا لیکن میں نے ہمت نہ ہاری ایک یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا۔ میرا یونیورسٹی کا دن تھا اور میں بور بیٹھی تھی کہ ایک لڑکا جس کا نام کاشف دھیرے سے میرے پاس آیا اور مجھے ڈرا دیا۔ جب سنبھلی وہ دھیرے سے میرے پاس بیٹھ گیا اور طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ وہاں سے اٹھ کر کلاس میں چلی گئی۔ وہ جب دیکھتا تو اک شعر کہتا۔

عجیب بے بسی کا موسم ہے دل کے آنگن
ترستے ہیں کسی سے گفتگو کے

مجھے کافی غصہ آتا اور میں دل ہی دل میں گالیاں بھی دیتی مگر وہ بھی بہت ڈھیٹ تھا۔ ایک کینٹین میں چائے پی رہی تھی کہ وہ آہستہ سے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کچھ ہے۔ میں اٹھ کر جانے لگی تو اس نے کہا۔ پلیز بات سن لو پھر چاہے چلی جانا، میں کبھی تمہارے سامنے آؤں گا۔ اچھا جلدی بولو میری کلاس کا ٹائم ہو دراصل مہک! مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہارے سامنے آتا ہوں تو مجھے کچھ ہونے لگتا خود پہ قابو نہیں رکھ سکتا۔ ہمارا حال ہم کیا بتائیں

ن جاؤ گے۔ اس سے آگے کچھ مت کہنا مسٹر
رنہ ہی مجھے ان باتوں میں آنا ہے۔ میں اٹھ کر
، چلی گئی اور وہ بہت دیر تک یونہی منہ پہ ہاتھ
نہ سوچتا رہا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔ میں رات کو دیر
ں نہ سکی اور کاشف کی باتوں کو سوچتی رہی۔
ے دن کہتا کہ اسے اپنا بنا لوں پھر خیال یہ آتا
ا یہ سب کچھ خواب تو نہیں۔ صبح تک کوئی نتیجہ نہ
آج صبح کلاس کا پہلا پیریڈ تھا کہ کاشف لیٹ
آیا۔ وہ کافی بجھا بجھا سا تھا مجھے دیکھ کر اس کے
ہلکی سی مسکراہٹ آئی اور پھر ماند پڑ گئی۔ اس
ٹھتے وقت اک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا دیا جس میں
۔ مجھے تمہارا جواب ہاں یا نہ میں جلدی چاہئے
نے اسے جلدی میں جواب دیا کہ سوچ کر بتاؤں
بر سارا دن سوچتی رہی کہ کیا جواب دوں۔
ویسے بھی شکل و صورت میں مجھ سے کافی
ن اور ذہین بھی تھا اور کہتے ہیں محبت اندھی ہوتی
بد مجھے بھی کاشف سے پیار ہونے لگا تھا۔ مگر دل
انجانا سا خوف تھا کہ کہیں یہ سب کچھ اک سپنا
ے دن میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کاشف کو
رہ بجے مجھے کینٹین میں ملو۔ وہ مجھ سے پہلے ہی
با اور کہنے لگا آج اتنی ہمدردی ہم پہ کیسے ہو گئی
۔
شف میں نے کافی غور سے سوچا اور سمجھا اور
نتیجے پہ پہنچی ہوں کہ مجھے بھی تم سے پیار ہو گیا
ف نے میرے ہاتھ تھام کر کہا کہ مجھے تم سے
ں شکوہ شکایت نہیں ہو گا۔ دن گزرتے گئے اور
بڑھتا گیا حتیٰ کہ ہم پیار میں اس حد تک چلے
ں سے واپس آنا بہت مشکل تھا۔ ایک دن
نے کہا کہ آج ہم یونیورسٹی نہیں جائیں گے بلکہ
ی اچھے سے ریسٹورنٹ میں ایک ساتھ لنچ کریں
نے ایک دن چھٹی کی اور وعدے کے مطابق ہم
، چلے گئے اور کافی گپ شپ کی۔ آج کاشف
ں کافی اچھا تھا اور ہم ہنس ہنس کر باتیں کرنے
لگے۔ اچانک کاشف کہنے لگا کہ مجھے آپ سے ایک
ضروری بات کرنی ہے۔ ہاں بولو کاشف کیا بات ہے؟
مہک کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟ دیکھو کاشف! شادی
کوئی گڈی گڈے کا کھیل نہیں جو اچانک کبھی بھی فیصلہ کیا
جا سکے لیکن کچھ تو کہو جان جی۔ میں اچانک کچھ نہیں کہہ
سکتی سوچ کر بتاؤں گی اور ہم واپس چلے آئے۔ دو دن
بعد ہمیں یونیورسٹی سے گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں اور ہم
واپس جانے لگے۔ میں نے کاشف کو کہا کہ تم مجھے سٹیشن
تک چھوڑ آؤ ناں۔ وہ رونے لگا اور کچھ سوچ میں پڑ گیا۔
کیا سوچ رہے ہو کاشف؟ یہی کہ تم مجھ سے شادی کرو گی
یا نہیں۔ کاشف اور میں تم سے ہر صورت ملوں گی تم سے
شادی کروں گی اور تمہیں ہی ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ اب
خوش۔ اب چلو اور مجھے سٹیشن تک چھوڑ آؤ۔ میری گاڑی
کا ٹائم ہو گیا ہے۔ کاشف نے مجھے روتے اور بوجھل
قدموں کے ساتھ رخصت کیا اور میں خود بھی رونے لگی
اور بڑی مشکل سے سفر کاٹا۔

گھر آئی اور سب سے ملی، سب خوش ہوئے۔
رات کو کاشف کو کال کی اور حال حقیقت پوچھا۔ ایک دن
میں نے امی سے بات کی کہ میں کاشف سے پیار کرتی
ہوں اور اس سے شادی کروں گی۔ امی نے ابو اور بھائی
سے بات کی تو ابو نے کہا کہ سوچیں گے لیکن بھائی بہت
غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ تم وہاں پڑھنے گئی تھی یا محبت کے
گل کھلانے۔ میں کمرے میں چھپ کر رونے لگی اور
حالات پر غور کرنے لگی کہ اب کیا جائے۔ اچانک میں
ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے کاشف کو کال کی کہ تم
اپنے امی ابو کو ہمارے گھر بھیجو رشتہ مانگنے کے لئے۔
کاشف نے کہا ٹھیک ہے میں دو دن بعد بھیجتا ہوں۔
میں کافی خوش تھی کہ شاید ہمارے ملنے کا کوئی حل نکل
آئے مگر جو خدا کو منظور ہو وہی ہوتا ہے۔ دو دن بعد
کاشف کے امی ابو آئے اور ہم نے کافی خدمت کی۔
مجھے دیکھ کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ خیر شام کو کھانا
کھانے کے بعد کاشف کے امی ابو نے میرے گھر والوں
سے کہا کہ بھائی صاحب ہم اپنے بیٹے کاشف کے لئے

مہک بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔ وہ دونوں بھی ایک
دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں اور ہمیں بھی چاہئے
کہ ہم اس فرض کو فرض سمجھ کر ادا کر دیں۔ میرے ابو نے
کہا۔ دیکھو بھائی صاحب آپ آئے، سر آنکھوں پر لیکن
ہم نے مہک کی منگنی بچپن میں ہی اس کے کزن سے کر
دی ہے اور دو ماہ بعد ہم مہک کی شادی اس کے کزن
جمیل سے کرنے والے ہیں۔ بھائی صاحب برا مت
مانئے گا ہماری بھی مجبوری ہے۔ ہم یہ منگنی کبھی نہیں توڑ
سکتے اور آپ سے رشتہ نہ جوڑنا ہماری مجبوری ہے۔ آپ
پلیز برا مت مانئے گا۔ جب کاشف کے ابو اور امی گھر
آئے تو کاشف کی بے چینی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ اس نے
آتے ہی پوچھا کہ ابو کیا بنا تو ابو نے کہا کہ کاشف بیٹا
انہوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے اور دو ماہ بعد
مہک کی شادی اس کے کزن سے ہو رہی ہے لہٰذا تم اسے
بھول جاؤ اور تم جہاں کہو ہم تمہاری شادی کر دیں گے لیکن
کاشف یہ سنتے ہی کمرے میں چلا گیا اور اندر جا کر
رونے لگا۔ ادھر مہک کی بھی اس کے بھائی نے خوب
پٹائی کی اور کہا کہ آج سے تمہارا گھر سے باہر جانا اور
پڑھائی کرنا سب بند۔

فلک بھی تیر کا کیا دیکھنا نشانہ تھا
اُدھر تھی کشتی اِدھر میرا آشیانہ تھا
پہنچ رہی تھی کنارے پہ کشتیٔ اُمید
اُسی وقت اس طوفان کو بھی آنا تھا

مہک اور کاشف نے اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور گھر
والوں کی کافی منتیں اور ترلے کئے پر کسی نے بھی ساتھ نہ
دیا۔ زندگی نے انہیں ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا جہاں سے
واپس جانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔ پر وہ جاتے تو
جاتے کہاں۔ آخر کسی کے پاس گھر والوں، دوستوں،
رشتہ داروں نے حتیٰ کہ ان کے اپنے چاہنے والوں نے
بھی منہ موڑ لیا۔

سب جگہوں سے مایوس ہو کر آخر انہوں نے ایک
فیصلہ کیا اور پھر اس فیصلے کو انجام تک پہنچایا اور وہ فیصلہ تھا
کورٹ میرج کرنے کا۔ میں نے کاشف کو اس فیصلے
سے آگاہ کیا اور کہا کہ کل رات تم مجھے لینے آ جانا میں
تمہارا انتظار کروں گی۔ میں نے اپنا مختصر سا سامان اکٹھا
کیا اور رات کو کاشف کا انتظار کرنے لگی۔ ٹھیک گیارہ بجے
کاشف آ گیا اور میں گھر سے نکل کر کاشف کے پاس
اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ جب صبح میرے
گھر والوں کو پتہ چلا تو ایک کہرام برپا ہو گیا انہوں نے
ہماری تلاش شروع کر دی۔ گھر سے جانے کے تیسرے
روز ہم نے کورٹ میرج کر لی۔ جب کاشف کے گھر
والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے ہمیں بہو بیٹا ماننے سے
انکار کر دیا۔ ایک وہی ہمارا سہارا تھا وہ بھی چھن گیا پھر کیا
تھا کاشف نے کرائے پہ مکان لیا اور ہم نے وہاں رہائش
شروع کر دی۔ میرے گھر والوں نے کاشف کے گھر
والوں کو کافی دھمکیاں دیں کہ مہم کو ہمارے حوالے کر دیں
ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ کاشف کے ابو نے کہا کہ ہم نے ان
دونوں کو گھر سے بے دخل کر دیا ہے۔ اس طرح میرے
گھر والے مایوس ہو کر چلے گئے اور خاموش ہو گئے۔

ایک دن کاشف کام سے واپس آیا تو کافی اداس
اور غصے میں تھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے تو مجھ سے
بلاوجہ جھگڑا کرنے لگا اور مجھے خوب مارا مگر میں کہتی رہی
کہ میری غلطی کیا ہے جو مجھے مار رہے ہو۔ اس نے اور
مارنا شروع کر دیا پھر روز روز کا معمول بن گیا کہ وہ مجھے
روز مارنے لگا۔ پھر ایک دن اس نے کہا کہ تمہاری وجہ
سے میرے ماں باپ بھی مجھ سے روٹھ گئے، سب رشتے
دار اور دوست بھی۔ میں نے تم سے شادی کر کے بہت
بڑی غلطی کی ہے۔ دیکھو کاشف اب تم میرے مجازی خدا
ہو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر یہ سب کچھ سوچنا تھا تو
شادی سے پہلے سوچتے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم تمہارے
گھر والوں کو جا کر منائیں گے وہ ہمارے والدین ہیں
انہیں ہماری غلطی کا کچھ تو حل نکالنا پڑے گا۔ نہیں مہک
اب کچھ نہیں ہو سکتا اب میں نے تمہارے ساتھ نہ رہنے
کا فیصلہ کر لیا ہے، اب ہمارا ساتھ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے
ماں باپ کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں
طلاق دیتا ہوں۔ نہیں کاشف میں نے تمہارے لئے

اپنے گھر والوں کو چھوڑا تم ایسا نہیں کر سکتے مگر تب تک کاشف جا چکا تھا میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس گئی تو انہوں نے مجھے اپنانے سے انکار کر دیا۔ پر میں نے شہر میں ایک مکان کرائے پر لے لیا ہے اور بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہوں تا کہ گزارا ہو سکے لیکن پھر بھی کہتی ہوں کہ تیرا پیار نہیں بھولے کاشف۔

محبت ہر انسان کو آزماتی ہے
کسی سے روٹھ جاتی ہے کسی پہ مسکراتی ہے
محبت کھیل ہی کچھ ایسا ہے ارمان
کسی کا کچھ نہیں جاتا کسی کی جان جاتی ہے

اس شعر کے ساتھ ہی مہک رونے لگی اور زار و قطار روئی۔ میرے آنسو بھی جاری ہو گئے اور احساس ہوا کہ زندگی میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنوں کو بھول جاتے ہیں ہمیشہ کے لئے اور پھر زندگی بھر ان سے نہ ملنے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں نے مہک کو چپ کروایا اور اسے تسلی دی کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، خدا پر بھروسہ رکھو۔

قارئین! کیا کسی کو اپنا بنا کر اسے بھولا جا سکتا ہے، کیا کسی سے دل لگا کر اسے دل سے نکالا جا سکتا ہے۔ میرے خیال سے تو ایسا ممکن نہیں۔ ہاں ایسا تب ہو سکتا ہے کہ اگر کسی سے ٹائم پاس کرنے کے لئے دل لگی کی جائے تو اسے بھی نکالنے میں کچھ وقت لگتا ہے، کچھ پل کچھ لمحے کچھ سال حتیٰ کہ کچھ صدیاں بھی لگ جاتی ہیں مگر جو دل میں رہتا ہو اسے دل سے نکالنا بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ پھر یہ لوگ کیوں بھول جاتے ہیں کسی کے وعدے، کسی سے کھائی ہوئی قسمیں۔ ایک پل میں سب کیوں بھول جاتے ہیں۔ قارئین سے التجا ہے کہ وہ مہک کے لئے دعا کریں کہ اسے گھر والے واپس بلا لیں۔ میری ان لڑکیوں اور لڑکوں سے گذارش ہے کہ اگر وہ مہک اور کاشف جیسا قدم اٹھائیں گے تو شاید وہ غلط کر رہے ہیں اور اگر ایسا کریں بھی تو پلیز اس کو اور ان وعدے قسموں کو نبھائیں اور عمر بھر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر ایک دوسرے کا ساتھ نبھائیں نہ کہ بیچ سفر میں محبت کا سفر چھوڑ جائیں۔ یہ رشتے توڑنے کے لئے نہیں بلکہ جوڑنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ میری اس کہانی میں شاید کہیں حرفی غلطیاں ہوں وہ میں قارئین اور "جواب عرض" کی ٹیم پر چھوڑتا ہوں، انہیں درست کریں۔ آخر میں سب کو سلام اور قارئین کی آراء کا منتظر ہوں کہ آپ کو میری کہانی کیسی لگی، ضرور اپنے خطوط سے آگاہ کیجئے گا۔ اس شعر کے ساتھ اجازت دیں۔

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ارمان
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

***

غزل

جس سمت بھی دیکھوں نظر آتا ہے کہ تم ہو
اے جانِ جہاں کوئی تم سا ہے کہ تم ہو
یہ خواب ہے خوشبو ہے کہ جھونکا ہے کہ پل ہے
یہ دھند ہے بادل ہے کہ سایہ ہے کہ تم ہو
اس دید کی ساعت میں کئی رنگ ہیں لرزاں
میں ہوں کہ کوئی اور ہے دنیا ہے کہ تم ہو
دیکھو یہ کسی اور کی آنکھیں ہیں کہ میری
دیکھو یہ کسی اور کا چہرہ ہے کہ تم ہو
یہ عمر گریزاں کہیں ٹھہرے تو یہ جانو
ہر سانس میں مجھ کو یہی لگتا ہے کہ تم ہو
ہر بزم میں موضوع سخن دل زدگاں کا
اب کون ہے شیریں ہے کہ لیلیٰ ہے کہ تم ہو
اک درد کا پھیلا ہوا صحرا ہے کہ میں ہوں
اک موج میں آیا ہوا دریا ہے کہ تم ہو
وہ وقت نہ آئے کہ دل راز بھی سوچے
اس شہر میں تنہا کوئی ہم سا ہے کہ تم ہو
آباد ہم آشفتہ سروں سے نہیں مقتل
یہ رسم بھی اس شہر میں زندہ ہے کہ تم ہو
اے جانِ فراز اتنی بھی توفیق کسے تھی
ہم کو غم ہستی بھی گوارا ہے کہ تم ہو

☆......بابر سواتی۔ سوانس

ساون کی پہلی بارش

......نثار احمد حسرت۔ نور جمال شمالی

ہم سب بہت زیادہ خوش تھے۔ مگر ہماری خوشیوں کو یوں اچانک کسی کی نظر لگ جائے گی۔ یہ کبھی میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا زندگی میں کبھی کبھی اچانک ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن کی وجہ سے سب کچھ بدل جاتا ہے۔ سب کچھ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو ساون کی بارش بہت پسند ہوتی ہے اور وہ بارش کا نظارہ خوب جی بھر کے کرتے ہیں مگر میرے لئے یہی ساون کی بارش تباہی کا سیلاب لے آئی۔ اب تو مجھے ایسی بارشوں سے نفرت ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

آج روٹھے ہوئے ساجن کو بہت یاد کیا
اپنے اجڑے ہوئے گلشن کو بہت یاد کیا
آج ٹوٹے ہوئے سپنوں کی بہت یاد آئی
آج بیتے ہوئے ساون کو بہت یاد کیا

ٹن ٹن ٹرن ٹرن ٹن ...... فون کی بیل کافی دیر سے بج رہی تھی مگر بھائی خرم تو جیسے گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے۔ اُن کو خبر بھی نہیں تھی کہ فون کی بیل بج رہی ہے۔ آخر میں اپنے بیڈ روم سے اٹھی اور بھائی خرم کے کمرے سے جا کر فون اٹھایا تو نمبر دیکھ کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ نمبر میرے ابو جان کا تھا اور وہ عرصہ دراز سے دبئی میں سیٹل تھے، یہ انہی کی کال تھی۔ میں نے کال ریسیو کی سلام دعا کے بعد ابو کہنے لگے۔ بیٹا گلشن میں کل شام کی فلائٹ سے پاکستان آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ یہ سن کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی اور یہ خبر سنانے کے لئے میں نے بھائی خرم کو اچھا خاصا جھنجھوڑ کر جگایا اور بتایا کہ ابو کل شام کو آ رہے ہیں۔ اُس کے بعد اپنی بہن اور امی کو بھی بتایا۔ میں تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی کیونکہ مجھے اپنے ابو سے بے حد پیار تھا اور میں اُن کی بہت زیادہ لاڈلی بیٹی تھی۔ ویسے تو ہم تین سسٹرز ہیں مگر ابو سب سے زیادہ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور میری ہر خواہش پوری کرتے ہیں۔ یوں تو ہمارے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی دنیا کی ہر آسائش موجود تھی۔ اللہ کے کرم سے ہم کافی اچھے اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری اپنی دو گاڑیاں ہیں، ایک بھائی کے پاس ہوتی ہے جس پر وہ ابو کے بعد خود اپنی زمینوں پر دیکھ بھال اور کام کرنے والوں سے ملنے جاتے رہتے ہیں جبکہ دوسری گاڑی پر ڈرائیور تھا جو صرف فیملی کو لے جانے کے لئے تھا۔

دوسرے دن شام سے ذرا پہلے ہم ایئرپورٹ پر جانے کے لئے بالکل تیار تھے اور گاڑی پر بیٹھ کر ایئرپورٹ پر جانے لگے تو ڈرائیور کو میں نے روک دیا اور کہا کہ تم آج گھر پر ہی رہو کیونکہ آج میں خود گاڑی ڈرائیو کرنا چاہتی تھی۔ میری اس بات پر بھائی نے بالکل برا محسوس نہیں کیا اور خوشی خوشی کہا کہ گلشن جلدی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔ فلائٹ آنے سے ہمیں کم از کم آدھا گھنٹہ پہنچنا چاہئے۔ الغرض ہم مقررہ وقت سے پہلے ہی ایئرپورٹ میں ان ہو گئے تھے۔ پھر

تھوڑی دیر بعد فلائٹ آ گئی اور ابو سے ملاقات ہوئی اور ابو نے جی بھر کے پیار کیا۔ اس سے پہلے ابو جب بھی پاکستان آتے تھے تو آنے سے پہلے تقریباً دس دن پہلے ضرور اطلاع کرتے تھے مگر اس بار ابو اچانک آئے تھے اور اُن کا یوں آنا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور میرے ذہن میں یہ سوال بار بار آ رہا تھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ابو اچانک آ گئے۔ آخر میں نے گھر آ کر ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ ابا جان آپ اس بار اچانک آ گئے، اس کی کوئی خاص وجہ؟ میرے اس سوال پر ابو نے پہلے تو بڑے غور سے دیکھا جیسے میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔ پھر ذرا لبوں پر مسکراتے ہوئے بولے۔ بیٹا گلشن اس بار ہم ایک خاص کام سے آئے ہیں۔ اگر تمہیں بتا دیں تو یقیناً تمہیں خوشی ہو گی۔ خوشی اور مجھے؟ میں چونکی اور میرا تجسس بڑھ گیا۔ پھر ابو کہنے لگے کہ ہم اس بار گلشن کی منگنی کرنے آئے ہیں۔ نہیں ابو جی میں نے ابھی شادی نہیں کرنی ابھی میں مزید پڑھنا چاہتی ہوں۔ نہیں بیٹا ہم شادی ابھی بالکل نہیں کریں گے، ابھی تو صرف منگنی طے پائی ہے اس کے بعد جب تمہاری تعلیم مکمل ہو جائے گی تو شادی کریں گے۔ اور پھر دوسرے ہی دن میری منگنی میرے کزن وحید سے ہو گئی۔ وحید کافی اچھا لڑکا تھا اور ہماری طرح امیر گھرانے کا تھا اور میں نے اُسے اچھی طرح دیکھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ ہمارا رشتہ دار ہونے کے ناطے اکثر ہمارے گھر آتا رہتا تھا۔ سو میں نے یہ رشتہ خوشی خوشی قبول کر لیا اور اب دل ہی دل میں اُس کے خواب دیکھنے لگی اور خوابوں میں خود کو اُس کی دلہن بنی دیکھتی اور یہ قدرتی بات ہے کہ لڑکی کی جس لڑکے کے ساتھ منگنی ہو جاتی ہے۔ اس کی محبت خود بخود دِل میں پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کے ہی سپنے دیکھنے اچھا لگتا ہے۔ میرا بھی یہی حال تھا اور میں خود کو خوش قسمت سمجھنے لگی کہ یہ میرا جیون ساتھی وحید ہے مگر کہتے ہیں کہ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ زمین پر نہیں اور میں جس کے سپنے دیکھ رہی تھی وہ میرا نہیں تھا۔ ہوا کچھ یوں کہ کچھ عرصہ بعد وحید کے گھر والوں اور ہمارے گھر والوں کی آپس میں کسی بات پر تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ بات کیا تھی مجھے خود بھی نہیں پتہ تھا۔ البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ ان کی ناراضگی کی وجہ سے میری منگنی ٹوٹ گئی تھی جس کا مجھے بے حد دُکھ ہوا اور میں نے رو رو کر برا حال کر لیا اور امی ابو دلاسہ دیتے رہتے کہ کیا ہوا اگر یہ منگنی ٹوٹ گئی۔ ہم اپنی بیٹی کی اور کسی اچھی جگہ پر شادی کر دیں گے مگر میں اس بات کو نہیں مان رہی تھی۔

کیونکہ میں اپنے خوابوں میں وحید کو دولہا بنے دیکھ چکی تھی اور میں اپنے خواب کو ٹوٹتا دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ میں کرتی تو آخر کیا کرتی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ گھر کی دہلیز بھی پار نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس میں ماں باپ کی عزت کا سوال تھا۔ آخر رو رو کر خود ہی چپ ہو گئی اور اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا اور ایک بار پھر زندگی پہل کی طرح گزرنے لگی مگر اب کی بار مجھ میں بہت زیادہ تبدیلی آ گئی تھی۔ میں اب بجھی بجھی سی رہنے لگی اور میرے یوں اداس رہنے کی وجہ سب جانتے تھے اور مجھے سمجھاتے رہتے کہ یوں اداس رہنا چھوڑ دو اور اپنی صحت کی طرف توجہ دو خیر میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی یہ بات مان لی اور بیتے لمحوں کو بھول جانے کی کوشش کرنے لگی۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرا یہ زخم بھی بھر گیا اور میں وحید کو کافی حد تک بھول چکی تھی۔ عرصہ دو سال بعد دوبارہ میری منگنی ساتھ والے گاؤں میں اِک اونچے گھرانے میں کر دی گئی اور منگنی کے ایک ماہ بعد ہی میری شادی کی تاریخ طے پا گئی۔ میری شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی پر میرے ابو نے گاؤں کی مسجد میں اعلان کروایا کہ ہر امیر غریب کو دعوت عام ہے کہ وہ آج کھانا ہماری طرف سے کھائیں گے، کسی بھی آدمی کو گھر میں چولہا جلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بارات بھی آ گئی اور بارات شاہی سواری بھی تانگہ پر تھی۔ ہمارے گاؤں میں یہ

پہلی بارات تھی۔ جو کبھی تانگہ پر آئی تھی۔ سارے لوگ بارات دیکھنے کے لئے گلی اور مکانوں کی چھتوں پر سے دیکھ رہے تھے اور شام کو رخصتی ہوئی۔ تمام لوگوں نے مجھے الوداعی تحائف دیئے اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ اس طرح میری شادی انجام پائی۔ شادی کے بعد میں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی تھی۔ ضرورت کی ہر اک چیز مہیا تھی کبھی بھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ جس بھی چیز کی طلب کرتی وہ مجھے چند لمحوں میں مل جاتی تھی۔ ساس اور سسر سے میں ماں باپ جیسا سلوک کرتی تھی اور وہ بھی مجھے اپنی بیٹی سمجھتے تھے۔ ہونا بھی یہی چاہئے کہ عورت کو شادی کے بعد ماں باپ کا پیار ساس اور سسر سے بھی مل سکتا ہے۔ زندگی بہت ہی خوشگوار موسم کی طرح گزر رہی تھی۔

ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک چاند سا بیٹا دیا۔ اب تو ہماری رونق اور بھی بڑھ گئی تھی۔ ہم سب بہت زیادہ خوش تھے۔ مگر ہماری خوشیوں کو یوں اچانک کسی کی نظر لگ جائے گی۔ یہ کبھی میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا زندگی میں کبھی کبھی اچانک ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن کی وجہ سے سب کچھ بدل جاتا ہے۔ سب کچھ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو ساون کی بارش بہت پسند ہوتی ہے اور وہ بارش کا نظارہ خوب جی بھر کے کرتے ہیں مگر میرے لئے یہی ساون کی بارش تباہی کا سیلاب لے آئی۔ اب تو مجھے ایسی بارشوں سے نفرت ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ اس دن میں نے کپڑے دھوکر چھت پر سوکھنے کے لئے ڈالے تھے کہ یکا یک موسم خراب ہو گیا۔ گہرے سیاہ بادلوں سے آسمان بھر گیا اور دن میں ہر طرف اندھیرا پھیل گیا اور ہوا کے جھکڑوں میں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے گھر کے کھلے دروازے زور زور سے آپس میں ٹکرائے اور میرے جیون ساتھی ساجد ان کو بند کرنے کی کوشش کر رہے تھے، طوفان تیز تھا اس لئے دروازے بند کرنے میں کافی مشکل ہو رہی تھی۔ صحن میں لگا جامن کا درخت اپنی شاخوں کی لچکدار بانہیں پھیلائے جیسے چنگھاڑتی اور بپھرتی ہوئی ہوا کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا، خوفناک آندھی اور طوفان اپنے آنے کی پیشگی اطلاع دے رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے آج کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ جو سب کچھ اڑا کر لے جائے گا۔ میں کپڑے سمیٹ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ آئی مگر نیچے نہیں اتری بلکہ چہرہ آسمان کی طرف کئے تیزی سے حرکت کرتے سیاہ بادلوں کو دیکھنے لگی۔ تمہیں طوفان سے ڈر نہیں لگتا؟ میرے کانوں میں کسی کی مانوس آواز ٹکرائی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ساتھ والی چھت پر ہمسایہ تھا۔ کیوں طوفان سے ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ اُس کا مقابلہ نڈر ہو کرنا چاہئے۔ طوفان کو آنے سے ہم روک نہیں سکتے لیکن اس سے بچنے کی ترکیب تو کر سکتے ہیں۔ میں نے نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو گہرے سیاہ بادل تیزی سے رواں دواں تھے۔ جانے کس نگری کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے جا رہے تھے۔ آندھی مزید تیز ہو گئی اور میں چھت سے اتر کر نیچے کمرے میں آ گئی۔ تیز آندھی اور گرد وغبار کی وجہ سے چاروں طرف سے شائیں شائیں کی آواز آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ آج قیامت آنے والی ہے۔ سب کچھ اڑ جائے گا۔ صحن میں لگے جامن کے درخت کی موٹی موٹی شاخیں ٹوٹ رہی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ جیسے آج یہ درخت زمین سے ہی اکھڑ جائے گا۔ میں کمرے میں سہمی سہمی اپنے بچے کے کپڑے بدل رہی تھی یکلخت بہت زور سے بجلی کڑکی یا اللہ میری توبہ۔ میری زبان سے اللہ توبہ کا ورد شروع ہو گیا۔ بادل کے گرجنے کی آواز سے دل ڈر رہا تھا۔ میں توبہ توبہ کر رہی تھی کہ ایک دھماکہ سا ہوا میں نے باہر دیکھا تو ہمارے گھر کے ساتھ لگے ہوئے بجلی کے کھمبے کی تاریں ٹوٹ کر ہمارے صحن میں آن پڑی تھیں۔ تیز آندھی کے ساتھ اب تیز بارش بھی شروع ہو چکی تھیں۔ ایک تار بالکل میرے کمرے کے دروازے کے پاس آن گری تھی۔ ان تاروں کو اٹھانے کے لئے میرے خاوند نے

چھتری لی اور انہیں دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ بارش تیز تھی اور بجلی کی تاریں سارے صحن میں بکھری پڑی تھیں جس کی وجہ سے سارا صحن شارٹ ہو چکا تھا جس کی خبر ہمیں بالکل نہ تھی۔ جونہی میرے شوہر نے گیلی جگہ قدم رکھا تو بجلی کے شدید جھٹکے انہیں لگے اور مسلسل لگتے رہے۔ یہ قیامت خیز منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں انہیں بچانے کے لئے آگے دوڑنا چاہتی تھی مگر سسر ابو نے روک لیا اور گلے سے مجھے لگا کر رونے لگے اور کہنے لگے۔ بیٹا رک جاؤ، اب کوئی فائدہ نہیں ہے، اب بہت دیر ہو چکی ہے اور ہماری دنیا اجڑ چکی ہے۔ اس کے بعد ہی میں بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ طوفان میرے ہی گھر آنے والا ہے۔ یہ ساون کی پہلی بارش ہی میرے ہنستے بستے گھر کو اجاڑ دے گی۔ میں روتے روتے بے ہوش ہو چکی تھی۔ مجھے کوئی خبر نہ تھی اور میرے اردگرد تمام گھر والے حصار بنائے کھڑے تھے اور سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں پھر رونے لگی تو سب مجھے دلاسہ دے رہے تھے کہ جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ وہی ہو کر رہتا ہے۔ میں بیوہ ہو چکی تھی۔ میرے شوہر اس جہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔ میں نے تو خوشیاں ابھی اتنی دیکھی بھی نہ تھیں کہ غموں نے ڈیرے ڈال لئے۔ آخر اس کو بھی قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا۔

شوہر کی وفات کے تقریباً تین ماہ بعد ای ابو نے واپس مجھے اپنے پاس بلا لیا کیونکہ مجھے وہاں سسرال میں وہ یوں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ابھی میری عمر بھی اتنی کیا تھی ساری زندگی یوں تو اس گھر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ اب امی ابو کے گھر میں زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔ اب گھر والے کہتے ہیں کہ شادی کر لو مگر میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مجھے پہلے ہی بہت زیادہ دکھ مل چکے ہیں۔ اب مزید دکھ برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں رہی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساجد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

ہم قرار کیا پاتے وحشتوں کے موسم میں
اُسے دور جانا تھا بارشوں کے موسم میں
حسرت بھیگی رُتوں میں ہم بے سبب نہیں روئے
بارشیں تو ہوتی ہیں بارشوں کے موسم میں

●●●

غزل
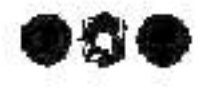
جب عشق ستاتا ہے مجھے
تیرا چہرہ یاد آتا ہے مجھے
تھی جو تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ
جام اس مسکراہٹ کا پلاتا ہے مجھے
تیرا اک پل پلکیں اٹھا کر دیکھنا
نظارہ اس دیکھنے کا دکھاتا ہے مجھے
جب دیکھ دیکھ کر تھک جاتے تھے ہم
تیرا اک طرف چل پڑنا رلاتا ہے مجھے
گل کھلتے ہیں جب گلشن میں
تیرا نغمہ عندلیب سناتا ہے مجھے
انتظار میں ہوئی شام جو مسکان
اندھیرا شب بھر کا ڈراتا ہے مجھے

☆ شہزادہ صدی احمد مسکان۔ ننکانہ صاحب

سچے موتی

* دیانتداری کو کسی حال میں مت چھوڑو کیونکہ یہ کامیابی کا زینہ ہے۔
* عورت کی معصومیت اس وقت قابل دید ہوتی ہے جب وہ گود میں اپنے بچہ کو لئے مسکرا رہی ہوتی ہے۔
* کتنے قیمتی ہیں وہ آنسو جو کسی کی مصیبت پر بہائے جائیں۔
* کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کسی کے دل کا سکون اور آنکھوں کا نور ہیں۔
* کتنی حسین ہے وہ آنکھ جو ہر کسی کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔
* دنیا میں ناکام وہی ہوتا ہے، جس میں مستقل مزاجی نہیں۔

☆...... ذیشان شیر بہادر۔ چندور مانسہرہ

ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن کی شاعری

غزل

محبت دل میں رکھنے سے محبت بڑھتی رہتی ہے
محبت ظاہر کرنے سے محبت مٹ بھی سکتی ہے
کیا جو پیار میں وعدہ تو دنیا کو نہ بتلاؤ
یہ دنیا پیار کی راہ میں سدا دیوار بنتی ہے
محبت ہو بھی جاتی ہے محبت کھو بھی جاتی ہے
محبت ہی سر بازار میں بدنام ہوتی ہے
محبت وہ زباں ہے جو بن بولے سے چلتی ہے
محبت وہ خواہش ہے بن مانگے ملتی رہتی ہے
محبت ہو تو ہوتے ہیں ویراں دل بھی عبادت گاہ
محبت جس دل میں نہ ہو وہ دل ویران بستی ہے
نشان ہوں یار کے قدموں کے تو پلکیں چوم لیتی ہیں
جھکے سر یار کے آگے کرن وہی عبادت ہے

غزل

سورج جب تمہیں لگے ٹھنڈا ہم اپنا دل جلا دیں گے
لگے گرم ہوا جب موسم کی پلکوں سے ٹھنڈی ہوا دیں گے
سب رنگ تیرے سب خواب تیرے اک
دن ہم نے سچ کرنے ہیں
ہمیں کوئی تیرا کہے نہ کہے ہم تیرے بن کر دکھا دیں گے
ہم نے تو آزاد ہواؤں کو بھی سمیٹ رکھا ہے
تیری زندگی میں ہم بہاروں کو بچھا دیں گے
جرأت ہے تیری گلی میں تیرے چاہنے والوں کا اتنا
تجھے پوجنے میں ہم سب سے
الگ بن کے دکھا دیں گے
پہاڑوں سے گرتے چشموں کا جب پانی تمہیں لگے دھندلا
کرن آنکھوں کے اشکوں سے ہم تازہ چشمے بہا دیں گے

غزل

خدایا وہ میرا ہو جائے پھر نہ اس دل کی کوئی حسرت ہو
میری عزت ہو اس کی عزت اور وہ میرا منتظر ہو
میری زباں وہ بولے میں چپ رہوں یا کچھ بولوں
جو میں دیکھوں وہ وہ دیکھے پھر دلوں کا کب منظر ہو
میری سانسوں میں اس کی ہو مہک میرے دل میں وہ رہے تازہ
اس کی تلاش دنیا کو ہو اسے میری ہی چاہت ہو
میں اتنا ٹوٹ کے چاہوں وہ بھول جائے اس دنیا کو
میری اس بے پناہ چاہت کا خود خدا بھی ضامن ہو
اسے دیکھ کر میں جیوں مجھے دیکھ کر وہ جیئے
کرن لے اک زندگی مجھے جب اس کی زیارت ہو

غزل

موت سے ہم ڈرتے نہیں ہیں
زندگی اب نہ ہم کو ستائے
تنگ ہم کو نہ کر تو زمانے
صدمے ہم نے بہت ہیں اٹھائے
سسکیوں میں ہے گزرنا یہ جیون
مقدر میں ہے آتش ہمارے
نفرت ہی ملی ہر قدم پہ پیار
ذروں میں ہم بانٹ آئے
آنکھ روتی نہیں اب ہماری
مشکلوں سے الجھنا ہے سیکھا
دکھ کی دنیا بسائی ہے ہم نے
درد اتنے ہمیں راس آئے
کوئی دیکھے جو سپنے ہمارے
ہم سپنوں میں آتے نہیں ہیں
جو تجھے سپنے پرانے وہ سارے خود
آنکھوں میں ہم نے سجائے
کانٹوں سے الجھتے رہے
ہم کرن گلاب چرائے کسی نے
اپنے ہاتھوں پہ کانٹوں سے
ہم نے زخم مہندی سمجھ کر سجائے

غزل

جینے کی خوشیاں چھین کر زمانے اب بتا کیا ہے
ہم موت سے دوستی کرلیں گے اس سے
بڑھ کر سزا کیا ہے
اندازہ نہیں تھا جسے اس لئے
یہ زندگی ہارے ہیں
اب مرنے سے کیوں پیچھے ہٹیں
دیوانوں کی اور ادا کیا ہے
گزرے جو دور اپنوں سے ہمیں
ایسا جیون نہیں چاہئے
ملے ہر اک خوشی ہمیں سنگ سب کے
اس سے بڑھ کر التجا کیا ہے
ٹوٹا تارا دیکھ کے امبر سے ہم نے
یہ ہاتھ اٹھا ہی لئے
کیا مانگوں اپنے رب سے کرن
ہمیں یاد نہیں دعا کیا ہے

ہوتا ہے جب آنکھ کو دیدار اس کا
ہم آنکھ کی پلکوں کو جھپکنے نہیں دیتے

......کشور کرن
چوکی

گلشن ناز کے دِل کی آواز

گلشن

اے گلشن! تم ہم کو بھلا دینا
اپنے دل سے نام ہمارا مٹا دینا
ہم تیرے گلشن کے پھول نہیں ہیں
تم اپنی خوشبو چرا لینا
دل میں جو پیار کی شمع جلائی ہے
اس شمع کو تم بجھا دینا
بنا تیرے ہم ادھورے ہی سہی
یہ بات تم خود کو سمجھا دینا
اک پل جو یادوں میں بس جائیں ہم
تم ان یادوں کو دل سے مٹا دینا
اگر تیری آنکھوں سے ہماری چاہت کے رنگ اتر جائیں
تو ان بے رنگ سی آنکھوں کو خوابوں سے تم سجا لینا
گر دعاؤں میں بھی ہم تم کو مل نہ پائیں
تو سر اپنا سجدے میں تم جھکا لینا
ہم ان راستوں کے مسافر تھے ہی نہیں
بس تم اپنی منزل کو پا لینا
گر ہمارے بنا اک پل بھی جینا مشکل ہو جائے
تو ہمارے سوالوں کا تم خود جواب بن جانا

قطعات

رب سے یہ دعا ہے ہماری
پھولوں کی مانند بسر ہو زندگی تمہاری
مجھے اور کچھ نہیں چاہئے زندگی میں
رہو عمر بھر تم ساتھ ہمارے
بس یہی رب سے التجا ہے ہماری

یہ کیسی عشق کی آگ ہے یارو!
نہ مسکرانے کو جی چاہتا ہے
نہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے
کروں تو کروں میں کیا آخر
بس تیری چاہت میں اے گلشن
ساری دنیا کو بھول جانے کو جی چاہتا ہے

اے جانِ وفا تجھے پانے کی خاطر
اپنوں کو چھوڑ دیں گے ہم
گر تو نے جو ساتھ چھوڑا ہمارا تو
قسم خدا کی یہ دنیا ہی چھوڑ دیں گے ہم

مل جائے گر فرصت تم کو گلشن
تو ذرا دِل سے بھی پوچھ لینا
کیا یہی ہے تمہاری چاہت
پاس ہو کر بھی دور رہنا

کہتی ہے دنیا ہم کو گلشن
پہ دل ناداں مانتا نہیں
کہ دھوکہ دے جاتے ہیں وہی لوگ
جو اکثر دل کے قریب ہوتے ہیں

کیا قسمت ہے میری کیا نصیب ہے میرا
اک ہم نشین ہے جیون میں میرے
جو دل کے بہت قریب ہے
مگر آنکھوں سے وہ دور ہے

کوئی کیا مجھ سے پیار کا اظہار کرے گا
کیوں جیون کی خوشیاں میرے نام کرے گا
کون سا ہم کسی کے لئے خاص ہیں
کیا سوچ کے کوئی ہمارا انتظار کرے گا

کبھی صبح ہوتی تو کبھی شام ہوتی
میری ہر چاہت تیرے نام ہوتی
کچھ مانگ کر تو ہم سے دیکھا ہوتا اے دوست
یہ دل کیا یہ جاں بھی تیرے نام ہوتی

تمہیں کہاں فرصت ہے ہم سے ملنے کی اے دوست
یہ تو ہم ہیں جو راہوں میں پھول بچھائے بیٹھے ہیں
معلوم ہے ہمیں کہ تمہارے لئے کچھ بھی نہیں ہیں ہم
پھر بھی تجھے پانے کی جستجو کئے بیٹھے ہیں

فردیات

جو گزر گئی ہے زندگی اس کو اب یاد نہ کر اے گلشن
جو نصیب میں لکھا ہی نہیں اس کی اب فریاد نہ کر

کیا سوچ کے تم نے ہم کو دھوکہ دیا
اک دِل تھا ہمارا اس کو بھی توڑ دیا

اپنی فرصتوں میں کھو کر کہیں بھول نہ جانا ہمیں
ہم تو فقط تیری چاہت اقرار کے منتظر ہیں گلشن

دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں ساتھ نبھانے کا
منزل رواں پہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اکثر لوگ

دل کرتا ہے کہ توڑ کر آ جاؤں ان رسم و رواج کو
گلشن پھر سوچتی ہوں کیا رشتہ ہے ہمارا تم سے

وہ کرے گا جس دن یاد میری چاہت کو
گلشن بہت روئے گا پھر وہ خود کو بے وفا کہہ کر

......گلشن ناز
نخشہ قریشی

قارئین کی پسندیدہ شاعرہ آمنہ کی شاعری

تیری یاد

تیری یاد بہت اب آنے لگی ہے
اک جان ہے اب وہ بھی جانے لگی ہے
تنہا تنہا اب رہنے لگی ہوں
تنہائی بہت تڑپانے لگی ہے
اس حال میں جینا مشکل ہے
ہر سانس تجھے بلانے لگی ہے
تیری یادوں کی جو خوشبو ہے
میری سانسوں کو مہکانے لگی ہے
کوئی لمحہ تیری یاد سے خالی نہیں
اب تو یہ آنکھ بھی آنسو بہانے لگی ہے
اگر لوٹ آنا ہے تو لوٹ آؤ
اس دل سے اب دھڑکن بھی جانے لگی ہے
تیری اد اب بہت آنے لگی ہے

سہارا تم تو دیتے ہو

اکیلے دکھ اٹھاتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے
ہمارا دل جلاتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے
کہا بھی تھا محبت ہے محبت ہی اس سے رکھو
تماشا جو بناتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے
اٹھاتے ہو فلک تک تم ہمیں سر محفل مگر
اٹھا کر جو گراتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے
کوئی جو پوچھے تم سے کہ رشتہ کیا ہے اب ان سے
تو نظروں کو جھکاتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے
بکھر جائیں اندھیروں میں سہارا تم تو دیتے ہو
مگر پھر چھوڑ جاتے ہو یہ تم اچھا نہیں کرتے

غزل

آج کچھ وقت کے لئے پاس میرے کاش تم آ جاؤ
بہت تنہا ہوں میں آج کاش تم آ جاؤ
کبھی خود کو اتنا کمزور نہ ہونے دیا میں نے
پھر آج بکھر گئی ہوں میں کاش تم آ جاؤ
تم سے ملتے ہی ملتا ہے حوصلہ ہر پل مجھے
چاہئے آج بانہوں کا سہارا کاش تم آ جاؤ
اتنے دن سے جی رہی ہوں بن تیرے اے جان
آج نہیں گزر رہا اک پل کاش تم آ جاؤ
وقت کی رفتار بھی جیسے تھم سی گئی ہے
تھم نہ جائیں میری سانسیں کاش تم آ جاؤ

غزل

میں پی کر چپ رہا وہ پلا کر چپ رہا
کیا گلاب تھا جو مرجھا کے چپ رہا
حالات نے کر دیا اسے کتنا سنگ دل
میں سن کے رو پڑا وہ سنا کے چپ رہا
بدلے ہوئے حالات مجھے غمگین کر گئے
وہ پھر بھی دور سے ہی مسکرا کے چپ رہا
شاید وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا دل میرا
اسی لئے اتنا قریب آ کے چپ رہا
وہ دور ہو گیا میں کچھ بھی نہیں کر سکا
آنکھوں سے فقط آنسو بہا کے چپ رہا

غزل

تم کیوں بنے تھے دل کا سہارا جواب دو
اب کہاں ہے وہ پیار تمہارا جواب دو
کس کو تھا ناز اپنی اداؤں پہ ہر گھڑی
کس نے کیا وفا سے کنارا جواب دو
ہم تو سہہ نہ سکیں گے جدائی کا غم
یہ قول تھا میرا کہ تمہارا جواب دو
اک طرف زندگی اک طرف موت ہے
اب کس طرف کرو گے اشارہ جواب دو

آرزو

اس آرزو سے آگے کوئی راستہ نہیں ہے
تمہیں کس قدر ہے چاہا تمہیں یہ پتہ نہیں ہے
کوئی پل بنا تمہارے بھلا کیسے بیت جائے
میرے پاس تم نہیں ہو میرے پاس کچھ نہیں ہے
میری ہر دعا کا محور بس اک آرزو تمہاری
اس آرزو سے آگے کوئی راستہ نہیں ہے

مجھے تم سے پیار نہیں

تجھے واہم ہو شاید کہ مجھے تم سے پیار نہیں
میں یہ سوچ کر چپ ہوں کہ حالات سازگار نہیں
سما گئے ہو تم میرے دل میں کچھ اس طرح
کہ بن تیرے مجھے کسی سے سروکار نہیں
یہ دنیا چاہے جو کچھ بھی کہے
اک تم نہ کہنا کہ آمنہ مجھے تم سے پیار نہیں

موسم گزرنے تک

سفر میں شام ہونے تک تو میرے ساتھ رہ جاؤ
بنا منظر ابھرتے تک تو میرے ساتھ رہ جاؤ
لہو روتی ہوئی آنکھیں تیرے قدموں سے لپٹی ہیں
میرے آنسو ٹھہرنے تک تو میرے ساتھ رہ جاؤ
تمہیں معلوم ہے مجھ کو خزاں سے خوف آتا ہے
سو یہ موسم گزرنے تک تو میرے ساتھ رہو گے ناں

آمنہ......
راولپنڈی

قمر عباس کی ارسال کردہ شاعری

قطعات

کچھ زندگی بے وفا تھی، کچھ تیری دعا میں فرق تھا
کچھ ہم سے خطا ہوئی، کچھ تیری صدا میں فرق تھا
تو نے بھی دیکھا شاید مجھے زمانے کی طرح
کچھ بھول گئے تھے ہم بھی، کچھ تیری نگاہ میں فرق تھا
بڑا ناز کیا کرتے تھے تیرے پیار پہ
کچھ دل کے ہاتھوں مجبور تھے، کچھ تیری رضا میں فرق تھا

ہمارے دل کی گہرائی کو کوئی سمجھ پایا ہی نہیں
کتنے تنہا ہیں جان پایا ہی نہیں
کسی کو ہماری کمی محسوس ہو قمر
شاید خدا نے ہمیں ایسا بنایا ہی نہیں

زندگی کا ہر راز تنہائی میں پا لیا
جس کا بھی غم ملا اپنا بنا لیا
غم ہمارے سننے کو جب کوئی نا ملا
تو رکھا سر سجدے میں اور رب کو سنا دیا

کون اپنا تھا کس پے عنایت کرتے
ہم کو حسرت رہی ہم بھی محبت کرتے
تم نے سمجھا ہی نہیں حس قابل ورنہ
تم سے محبت نہیں تمہاری عبادت کرتے

دوستی کا حق ہم یوں ادا کرتے ہیں
تیرے نام پے یہ جان فدا کرتے ہیں
تجھے پھولوں سے زخم نہ آئے
یہی دعا صبح شام کرتے ہیں

بہت اداس ہے کوئی تیرے چپ ہو جانے سے
ہو سکے تو بات کر کسی بہانے سے
تو لکھ خفا سہی مگر اتنا تو دیکھ
کوئی ٹوٹ جاتا ہے تیرے روٹھ جانے سے

دور جا کر بھی اُن سے دور جا نا سکے
کتنا روئے کسی کو بتا نہ سکے
دکھ یہ نہیں کہ وہ ہمیں مل نہ سکے
درد یہ ہے کہ ہم انہیں بھلا نہ سکے

فردیات

وہ اکثر کہتے ہیں ہمیں کہ آپ بدل گئے ہو قمر
ہم بھی ہنس پڑتے ہیں یہ سوچ کر کہ ٹوٹے
ہوئے پتوں کا رنگ اکثر بدل ہی جاتا ہے

ٹوٹ کے بکھرتی ہوں تو اس
بات کا احساس ہوتا ہے قمر
زندگی اتنی تکلیف دیتی ہے تو
پھر موت کا عالم کیا ہو گا

یہ بھی اچھا ہوا اُسے حاصل نہ کر سکے قمر
اگر ہمارا ہو کر بچھڑتا تو قیامت ہوتی

کہنے کو تو سب میرے اپنے ہیں قمر
پر کاش کوئی ایسا ہوتا جسے
میرے درد سے تکلیف ہوتی

وقت ملے تو رشتوں کی کتاب
کھول کے دیکھ لینا قمر
دوستی رشتے سے لاجواب ہوتی ہے

کاغذ کی کشتی تھی، پانی کا کنارہ تھا
کھیلنے کی مستی تھی، دل یہ آوارہ تھا

کہاں آ گئے اس سمجھداری کے دلدل میں
وہ نادان بچپن ہی کتنا پیارا تھا

مدتوں بعد اُس کو کسی کے ساتھ
خوش دیکھا تو یہ احساس ہوا قمر
کاش! کہ ہم نے اُس کو
بہت پہلے چھوڑ دیا ہوتا

وفا کی تلاش میں ہم اس قدر بھٹکتے رہے
وفا تو مل ہی گئی پر ہم اس قابل نہ تھے شاید

قمر عباس......
نور جمال

*

غزل

رخصت ہوا تو بات مری مان کر گیا
جو اس کے پاس تھا وہ مجھے دان کر گیا
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
دلچسپ واقعہ ہے کہ کل اک عزیز دوست
اپنے مفاد پر مجھے قربان کر گیا
کتنی سدھر گئی ہے جدائی میں زندگی
ہاں وہ جفا سے مجھ پہ تو احسان کر گیا
صبا میں بات بات پہ کہتی تھی جس کو جان
آج وہی شخص آخر مجھے بے جا کر گیا

☆......مس صبا-کلر سیداں

انتظار حسین ساقی کی درد بھری شاعری

غزل

بجز ہوا، کوئی جانے نہ سلسلے تیرے
میں اجنبی ہوں، کروں کس سے تذکرے تیرے
یہ کیسا قرب کا موسم ہے اے نگارِ چمن
ہوا میں رنگ نہ خوشبو میں ذائقے تیرے
میں ٹھیک سے تری چاہت تجھے جتا نہ سکا
کہ میری راہ میں حائل تھے مسئلے تیرے
کہاں سے لاؤں تیرا عکس اپنی آنکھوں میں
یہ لوگ دیکھنے آتے ہیں آئینے تیرے
گلوں کو زخم ستاروں کو اپنے اشک کہوں
سناؤں خود کو ترے بعد تبصرے تیرے
یہ درد کم تو نہیں ہے کہ تو ہمیں نہ ملا
یہ اور بات کہ ہم بھی نہ ہو سکے تیرے
جدائیوں کا تصور رُلا گیا تجھ کو
چراغ شام سے پہلے ہی بجھ گیا تیرا
ہزار نیند جلاؤں ترے بغیر مگر
میں خواب میں بھی نہ دیکھوں وہ رتجگے تیرے
ہوائیں موسم گل کی ہیں لوریاں جیسے
بکھر گئے ہیں فضاؤں میں قہقہے تیرے

کیوں خفا ہیں یہ لوگ

بچھڑ کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اداس لگتا ہے
یہ ختم وصل کا لمحہ ہے، رائیگاں نہ سمجھ
کہ اس کے بعد وہی دوریوں کا صحرا ہے
کچھ اور دیر نہ جھڑنا اداسیوں کے شجر
کسے خبر ترے سائے میں کون بیٹھا ہے
یہ رکھ رکھاؤ محبت سکھا گئی اس کو
وہ روٹھ کر بھی مجھے مسکرا کے ملتا ہے
میں کس طرح تجھے دیکھوں نظر جھجکتی ہے
ترا بدن ہے کہ یہ آئینوں کا دریا ہے
کچھ اس قدر بھی تو آساں نہیں ہے عشق ترا
یہ زہر دل میں اتر کر ہی راس آتا ہے
میں تجھ کو پا کے بھی کھویا ہوا سا رہتا ہوں
کبھی کبھی تو مجھے تو نے ٹھیک سمجھا ہے
مجھے خبر ہے کہ کیا ہے جدائیوں کا عذاب
کہ میں نے شاخ سے گل کو بچھڑتے دیکھا ہے
میں مسکرا بھی پڑا ہوں تو کیوں خفا ہیں یہ لوگ
کہ پھول ٹوٹی ہوئی قبروں پر بھی کھلتا ہے

غزل

مری محبت تو اک گھر ہے، تری وفا بے کراں سمندر
تو پھر بھی مجھ سے تلظم تر ہے، کہاں گھر ہے کہاں سمندر
یقین ہے دھوکے میں آ کے اترا ہے چاند، پانی کی سلطنت میں
بلندیوں سے دکھائی دیتا ہے ہو بہو آسماں سمندر
ازل سے بے سمت جستجو کا سفر ہے دریٹی پانیوں کو
کسے خبر کس کو ڈھونڈتا ہے مری طرح رائیگاں سمندر
میں تشنہ لب دور سے جو دیکھوں تو ہر طرف سیل آب پاؤں
قریب جاؤں تو ریت شعلہ، غبار ساحل، دھواں سمندر
ہمارے دل میں چھپے ہوئے حد کی خبر چشم تر کو ہو گی
سنا ہے زیر زمیں خزانوں کا ہے فقط رازداں سمندر
میں استعاروں کی سرزمین پر اتر کے دیکھوں تو بھید پاؤں
بشر مسافر، حیات صحرا، یقین ساحل، گماں سمندر
جہاں جہاں شام غم کی افسردگی کا ماتم بپا ہوا ہے
افق سے ہنس کر گلے ملا ہے وہاں وہاں مہرباں سمندر

غزل

ہم جو پہنچے سر مقتل تو یہ منظر دیکھا
سب سے اونچا تھا جو سر، نوک سناں پر دیکھا
ہم سے مت پوچھ کہ کب چاند ابھرتا ہے یہاں
ہم نے سورج بھی ترے شہر میں آ کے دیکھا
پیاس یاروں کو اب اُس موڑ پہ لے آئی ہے
ریت چمکی تو یہ سمجھے کہ سمندر دیکھا
ایسے لپٹے ہیں در و بام سے اب کے جیسے
حادثوں نے بڑی مدت میں مرا گھر دیکھا
زندگی بھر نہ ہوا ختم قیامت کا عذاب
ہم نے ہر سانس میں برپا نیا محشر دیکھا
اتنا بے حس کہ پگھلتا ہی نہ تھا باتوں سے
آدمی تھا کہ تراشا ہوا پتھر دیکھا

فردیات

تیرے بغیر جی تو رہا ہوں مگر یہ دل
صحرا کی چاندنی کی طرح سوگوار ہے

تم تو انساں کے مقتل سے گزر آئے ہو
مجھ سے ٹوٹا ہوا پتا بھی نہ دیکھا جائے

چاند نکلا ہے ترے بعد تو یوں لگتا ہے
میرے آنگن کا پتہ بھول گیا ہو جیسے

یوں ترا انتظار کرتا ہوں
جیسے میں تجھ کو یاد ہوں اب تک

تحریر...... انتظار حسین ساقی
ناندلیانوالہ

*

چھلنی جگر شاعر ظفر نور بھٹو کی درد بھری شاعری

غزل

یہ جو مجھے چھو کر گزری ہے ہوا
تیرے آنچل سے بھی ٹکرائی ہو گی
یادیں میری زندگی کی لے کر
چنری تیری اڑائی ہو گی
یاد کر کے تو نے مجھے سنگدل
تاروں سے مانگ سجائی ہو گی
جب کسے ہنستا دیکھا ہو گا
آنکھ تیری بھر آئی ہو گی
جہاں تو بیٹھی ہو گی جانم
زمیں آنسوؤں سے نہائی ہو گی
لا دو میرا صنم مجھ کو
رو کر تو چلائی ہو گی
نہ کوئی چوڑی نہ کوئی کنگن
آج خالی تیری کلائی ہو گی
خوشیاں تیری ظفر کے پاس ہیں
پھر عید کیسے منائی ہو گی

غزل

بڑی بے رخی سے دل میرا توڑ دیا
دنیا والوں کے لئے مجھے اکیلا چھوڑ دیا
بنا سوچے کہ میرا کیا ہو گا اب
اس بے رحم نے منہ مجھ سے موڑ دیا
مجھ سے توڑ کر رشتہ جنموں کا
کسی غیر سے رشتہ اس نے جوڑ دیا
پہلے کیا دکھ درد کم ملے تھے مجھے
جو خون کا آخری قطرہ چوڑ دیا
جس نے دکھائے تھے سپنے حسین مجھے
اسی نے اپنے ہاتھوں سے مقدر میرا پھوڑ دیا
اب نہ کر ناز تو محبت پہ ظفر
تیری چاہت نے تیری محبت کا گلہ مروڑ دیا

غزل

نظر کا دھوکا تھا یا تیر دل کے پار تھا
آج میرے دل پہ حسن کا ایسا وار تھا
کوئی کمی نہ تھی اس مہ جبیں میں
صرف تھی سادگی نہ کیا اس نے کوئی سنگھار تھا
پھر بھی نہ ٹھہر پائی تھی یہ پھسلتی نظر
حسن کا میری کے پاس ایسا انبار تھا
جو دیکھتا وہ وہیں پہ ڈھیر ہو جاتا
آنکھوں میں اس کی ایسا خمار تھا
میرے رب واہ کرشمے تیرے ہیں نرالے
اس کی ہر ادا میں موسم بہار تھا
کیسے کروں تعریف میں اس اپسرا کی
بس یہ کہ ہر منچلا اس کے لئے بیمار تھا
بات یہ بھی تو سچ ہے میرے دوست
اس حسینہ کی محبت میں بھی گرفتار تھا
کتنا خوش نصیب ہے تو اے ظفر
کہ اس حسن کی دیوی کو بھی تجھ سے پیار تھا

غزل

زخمی ہوا ہے دل و جگر
یاد تیری سونے نہیں دیتی
ستم گر ہے یہ دنیا بڑی ہے ظالم
آنسوؤں سے بھی دامن بھگونے نہیں دیتی
تصور میں بسی ہے وہ ہنسی تیری
تری ہنسی مجھے رونے نہیں دیتی
تری لہراتی ہوئی زلف کی لٹ
اے جانِ تمنا کہیں کھونے نہیں دیتی
دشمن ہو گئی ہے اب دنیا ساری
خود کو تم میں سونے نہیں دیتی
بکھرے پڑے ہیں تری محبت کے موتی
موتی مجھے پرونے نہیں دیتی
داغ دار ہوا سینہ میرا
وہ داغ مجھے دھونے نہیں دیتی
کیسے بھول جاؤں اسے اے ظفر
محبت اس کی کسی اور کا ہونے نہیں دیتی

غزل

محبت سے کچھ ایسا ڈرنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
لوٹا ہے مجھ کو برباد کیا ہے
اب صرف میں آہیں بھرنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
طبیعت میں اداسی ایسی ہے اب
اداس غزل و گیت پڑھنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
نچوڑ ڈالا ہے خون جسم سے میرے
مت سوچ کہ میں سنورنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
درد و زخم اتنے لگے ہیں گہرے
زخم و درد سے تڑپنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
نہ روکو مجھے اے زمانے والو
سولی پہ اب میں چڑھنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں
اب خوش ہو کہ نہ رہے گا ظفر
آخری سانس ہے میں مرنے لگا ہوں
نفرت میں محبت سی کرنے لگا ہوں

تحریر...... ظفر نور بھٹو
ادباوڑہ (سندھ)

نئے شاعر عاشق حسین طاہر کی شاعری

غزلیات

خیالوں میں خود کو اس طرح سزا دیتا ہوں
لکھ لکھ کر نام تیرا مٹا دیتا ہوں
نادان ہے سجن میرا بدنام نہ ہو جائے
اس خیال کے ڈر سے سہا رہتا ہوں
جب بھی آتا ہے موسم بہار کا
تیری یادوں کا چمن سجا لیتا ہوں
جب نکلتا ہوں سڑک میں تیری
اپنوں کو بھی بیگانہ بنا لیتا ہوں
پھر بجھا کر چراغ ہستی کو تیری
آس کا اک دیا جلا لیتا ہوں
جب آتی ہے یاد تیری اے طاہر
تو چھپ چھپ کے آنسو بہا لیتا ہوں

○

اتنا تو خوبصورت میرا صنم نہیں
نخرے مگر حسینوں سے کم نہیں
گزرتا نہیں کوئی بھی دن ایسا
یاد کرتے تجھے ہم نہیں
تیرا بھی اے محبت دیکھ لیا
اب پہلا سا وہ عالم نہیں
کیا جئے گا اے صنم وہ تیرے بغیر
اب جس پہ تیرا کرم نہیں

○

کون سا لمحہ ہے جب ہم نے نہ تجھے یاد کیا
اب تیری یاد نے بالکل ہی برباد کیا
بڑھتی گئی تم سے ملنے کی تڑپ
دل بے قرار نے جس قدر تمہیں یاد کیا
تمنا تم سے ملنے کی بہت ہے طاہر
ہائے پابندی زمانہ نے مگر برباد کیا
تیرا بھی دل کبھی دھڑکتا ہو گا
ہجر کی راتوں میں اکثر میں نے تجھے یاد کیا

محرومی

سب کچھ میرے پاس تھا مگر
تو نہ تھا اک تیری کمی تھی
تیری گلی سے کیسے گزرتا
تیرے گھر کی بند گلی تھی
کتنا خوش کن وقت تھا میرا
تیری میری جب بات چلی تھی
کیسی تھی وہ دشمن میری
زلفوں میں جو تیرے کلی تھی
بچھڑتا تیرا یاد ہے مجھ کو
آنکھوں میں وہ کیسی جھڑیں تھی
پہروں تیرے پاس رہے ہم
دل کی بات دل میں رہی تھی
عشق تو سارے ہی کرتے ہیں
میری کوئی بات نئی تھی
خوشیوں کے میلے میں طاہر
آنکھوں میں یہ کیسی کمی تھی

تحریر...... عاشق حسین طاہر
منڈی نوتانوالی، تحصیل کھاریاں

□○□

نئے شاعر میاں فضل حسین صوفی کی شاعری

غزلیات

دن ڈھلے روز ویرانے کو نکل جاتا ہوں
پیار کے دیپ جلانے کو نکل جاتا ہوں
گھر کے خاموش در و بام سے تنگ آ کر
حال اپنا سنانے کو نکل جاتا ہوں
دل کے ویران گلستان کو بسانے کے لئے
تیری یاد میں بلبل کے گیت سنانے نکل جاتا ہوں
دور چھاؤں میں جو خاموش ہے بیٹھی کب سے
اس مہ جبیں کو منانے نکل جاتا ہوں
اس کی آس ملنے میں یار طاہر
تشنگی دل کی اور بڑھانے نکل جاتا ہوں

○

اک حسینہ سے پیار کر بیٹھا میرا دل
خود کو خوار کر بیٹھا طاہر میرا دل
دن نہیں کٹتا نہ دیکھوں تو اسے
اپنا ہی جینا دشوار کر بیٹھا میرا دل
کوئی بات نہ بنی اب تک کیا کروں
کوششیں ہزار کر بیٹھا میرا دل
اک حسینہ سے پیار کر بیٹھا میرا دل
خود کو بیمار کر بیٹھا میرا دل

○

بچھڑ گئے سب دوست یار مرے
کہ موڑ گئے آج دل بہلانے والے
چلے گئے وہ ناز نخرے اٹھانے والے
حوصلہ جینے کا دینے والے
کبھی بھول کر نہ کیا تم نے یاد مجھے
کیسے زندہ ہیں صنم تیرے چاہنے والے
صوفی بیٹھا ہے تنہا آج خوشی کے دن
کہیں آئے نہ مجھے منانے والے

تحریر...... میاں فضل حسین صوفی
چک پیرانہ، تحصیل کھاریاں

ایم لقمان انور کی درد بھری شاعری

بارش کا عالم ہے

بارش کا موسم ہے تنہائی کا عالم ہے
کتنا پیارا موسم ہے جدائی کا عالم ہے
ہر طرف ہوا کا زور ہے یادوں کا عالم ہے
ہر طرف سرسبزہ ہے خوبصورت منظر کا عالم ہے
ہر طرف درختوں کے پتوں کا شور ہے
اس طرف اس کی یادوں کا زور ہے
اس طرف بارش کے پانی کی برسات ہے
اس طرف ہماری آنکھوں کی برسات ہے
جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا بارش کا عالم ہے
وقت تھا ہم پر آج ہم پر جدائی کا عالم ہے

تیری یاد ستاتی ہے

سفر پر ہوں تیری یاد میرے ساتھ ہے
وہی سڑک وہی موڑ تیری یاد ساتھ ہے
اس جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں برسات ہوئی
وہی منظر وہی رنگ وہی ہوا یاد تیری ساتھ ہے
پہلے تو ساتھ ہوتی تھی آج تنہا ہوں
آنکھوں میں آنسو ہیں پر تیری یاد ساتھ ہے
وہ تیرا روٹھ جانا پھر تم کو منانا
وہ باتیں وہ قسمیں مجھے سب یاد ہے
وہ گھر سے لیٹ ہونا تم سے واپس نہ جانا
نظروں میں نظریں ڈال کر منانا مجھے سب یاد ہے
پہلے تیرے شہر سے گزرتا تھا تم سے نظر مل کر جاتا
آج پھر وہی جگہ آ گیا ہوں پر تیری یاد ساتھ ہے

منزل پیار کی

پیار کرنے سے پہلے دل سے پوچھنا ہو گا
دماغ کیا کہتا ہے سوچنا ہو گا
پہلے تم دوستی کرو گے پھر آگے بڑھنا ہو گا
سوچ سمجھ کے قدم رکھنا پیار نبھانا ہو گا
بہت مشکل ہے منزل پیار کی یاد کرنا ہو گا
بہت غم بہت دکھ تم کو برداشت کرنا ہو گا
نہ مل سکا پیار تو پھر تم کیا کرنا ہو گا
یہ سب باتیں پہلے پیار سے سوچنا ہو گا
کچھ دور کے راستوں پر چلنا ہو گا
ان سب کو سہنے کے آگے بڑھنا ہو گا
پھر ملے گی منزل پیار کی تم کو
دکھی اس منزل کو تم نے پانا ہو گا

بدل دی تقدیر ہماری بھی

بڑی اداس زندگی تھی ہماری بھی
سوچ بچار کی زندگی تھی ہماری بھی
دل کو سکون نہیں ملتا تھا ہمیں بھی
پریشان رات تھی ہماری بھی
خدا نے بدل دی تقدیر ہماری بھی
آج سن لی دعا خدا نے ہماری بھی
کیوں نہ یاد کروں اس اپنے خدا کو
جس نے بدل دی تقدیر ہماری بھی
لینا ہے تو لے اس اپنے خدا سے
بدل دے گا تقدیر تمہاری بھی
امید رکھتا ہوں اپنے اس مولا کے گھر میں
امید رکھو دکھی تو بھی بدل دے گا تقدیر تمہاری بھی

محبت سے رہنا چاہئے

جو ٹوٹ جائے اسے سمیٹ لینا چاہئے
جو خود سے روٹھ جائے اسے تڑپانا نہیں چاہئے
جو دل میں اتر جائے پھر دور جانا نہیں چاہئے
زندگی کے راستے مل جائے تو چھوڑنا نہیں چاہئے
ہر موڑ پر مشکل آتی ہے خدا کو یاد کرنا چاہئے
نظر خدا کی ہے تم پر دھوکا نہیں کرنا چاہئے
ہے اگر تیرے دل میں سچائی تو بیاں کرنا چاہئے
ایسے نہیں ہر بات کو ٹال کر بات بدل جانا چاہئے
زندگی تو چار دن کی ہے ایسے نہیں روٹھنا چاہئے
کب لقمان کی موت کا پیغام آ جائے محبت سے رہنا چاہئے

زندگی میں خوشی ہوتی

زندگی اچھی ہوتی تو کیا ہوتا
پیارا صنم دکی تیرے پاس ہوتا
زندگی ساتھ دیتی تو کیا ہوتا
کچھ پل آپ کے ساتھ ہوتا
زندگی میں خوشی ہوتی تو کیا ہوتا
زندگی گزرنے کا اپنا مزہ ہوتا
آج تیری زندگی کیا ہے دکی
نہ کوئی اپنا نہ کوئی ساتھ ہے
زندگی ختم ہونے والی ہے
سانس ٹوٹ جانے والی ہے
اگر سب اپنے ساتھ ہوتے
یہ سب کچھ نہ دکی کے ساتھ ہوتا

تحریر...... ایم لقمان انور

❊

ایم اشفاق بٹ کی شاعری

تنہائی اورانتظار

یری ہنسی کی کھنک......نہ تیرے چہرے
، چاندنی ......نہ تیرے وجود کی مہک
...نہ تیرے وجود کی خوشبو......نہ تیرے
جے کی چاشنی ...... کچھ بھی تو نہیں اس
ت میرے پاس ...... میرے گرد ہے
ی کا حصار...... دل کی گہرائیوں میں
نیں تیرا پیار...... خاموش آنکھوں سے
ہ تکتے ہیں...... میں، تنہائی اورانتظار

یہی تو محبت ہے

ر سانسیں مہک جائیں
ر آنکھیں چھلک جائیں
ر خوابوں کی خواہش ہو
ر پھولوں کی بارش ہو
ر ہنستے ہوئے رونے کو جی چاہے
کیلے میں اگر وہ دیکھ کر تم کو
ہیں کھو جائے میلے میں
ر تم پوچھنے جاؤ اس سے
کہ آخر حقیقت کیا ہے
ر اس کا جواب یہ آئے
ہے تم سے نفرت ہے

غزل

بھی جیت گئے کبھی ہار گئے
بھی اپنے کبھی غیر ہم کو مار گئے
ل جو خوشیوں میں شریک تھے
ج چھوڑ وہ یار گئے

نہ ملی محبت ہمیں کسی سے
ڈھونڈتے ہر گلی بازار گئے
قربان جاؤں ان کی الفت پہ
جو محبت کے گلشن نکھار گئے
ہمیں ملی آخر بے رخی بے وفائی
سب قسمیں سب وعدے بیکار گئے
اے اشفاق منزل مبارک ہو تمہیں
تم جیت گئے ہم ہار گئے

محبت نہیں مرتی

اسے کہنا بچھڑنے سے محبت تو نہیں مٹتی
بچھڑ جانا محبت کی صداقت کی علامت ہے
محبت ایک فطرت ہے ہاں فطرت کب بدلتی ہے
سو جب ہم دور ہو جائیں نئے رشتوں میں کھو جائیں
تو یہ مت سوچ لینا محبت مر گئی ہو گی
نہیں ایسا نہیں ہو گا میرے بارے میں
سن کے جب تمہاری آنکھیں بھر آئیں

یاد کرنا

میں تیرے ورقوں میں بکھرا ہوں
کبھی وہ پرانی کتابیں کھولو تو یاد کرنا
میں قطرہ قطرہ برسات میں برسوں گا
جو ان بارشوں میں بھیگو تو یاد کرنا
میں سانس سانس تیری یادوں میں بسا ہوں
جب سانس کو اکھڑتا پاؤ تو یاد کرنا
میں لمحہ لمحہ تیری یاد میں جلتا ہوں
کبھی خود کو خود سے جدا پاؤ تو یاد کرنا
میں رات رات تجھے رب سے مانگتا ہوں
کبھی تم بھی ہاتھ اٹھاؤ تو یاد کرنا

پیار تم ہی سے کرتا ہوں

جہاں یاد کے دیپ جلتے ہوں
اور شام کے سائے ڈھلتے ہوں
جب پیار کسی کا یاد آئے
اور ذکر کسی کا چلتا ہو
آنکھوں میں آنسو بھر آئیں
اور اشک نہ تم سے رکتے ہوں
تب ان لوگوں کو یاد کرنا
جو پیار تم ہی سے کرتے ہوں
جو تم بن جی نہ سکتے ہوں
اور تم پہ دل سے مرتے ہوں

پھر سو جانا

ابھی کرو میرے ساتھ کوئی بات پھر سو جانا
جب ڈھل جائے یہ رات پھر سو جانا
مدت سے پیاسا ہوں میں تیرے دیدار کا
جب بجھ جائے میری پیاس پھر سو جانا
کچھ تم ستاؤ کچھ ہم ستائیں تم کو
کچھ ہو جائیں حرکتیں پھر سو جانا
ابھی تو جاگ رہے ہیں چاند ستارے
جب سو جائیں یہ سب اور یہ کائنات پھر سو جانا

قطعہ

کسی کے دل میں تیری دھڑکن آج بھی ہے
کسی کی نظر میں تیرا دیدار آج بھی ہے
اگر زندگی سے ہو شکایت تو یاد کرنا
کسی کی زندگی میں تیری کمی آج بھی ہے

......ایم اشفاق بٹ
لالہ موسیٰ

اداس شاعر ایم خالد محمود سانول کی شاعری

غزل

ذلت تنہائی سے گھبرا کے آیا ہوں
میں ابھی ابھی شہر وفا سے آیا ہوں
کچھ دیر ہوا کو باتوں میں لگائے رکھنا
میں گھر میں اک چراغ جلا کے آیا ہوں
اس سے پوچھا ہے کیا عہد وفا نبھاؤ گے
سو ہاتھوں میں قرآن اٹھا کے آیا ہوں
وہ چاہے تو اب مجھ سے ترک تعلق کر لے
وہ میری زندگی ہے اسے بتا کے آیا ہوں
وہ مجھے اب بھی انا پرست سمجھتا ہے خالد
میں جسے رو رو کے منا کے آیا ہوں

چلے آؤ

سمجھتا نہیں یہ دل سمجھانے چلے آؤ
دلوں کے فاصلے مٹانے چلے آؤ
جنون عشق میں پاگل ہو گئے ہم
اپنی بانہوں میں مجھے سمانے چلے آؤ
نہ دور رہ کر تڑپاؤ نہ دل کو ترساؤ
اپنا بنا کر اپنائیت دکھانے چلے آؤ
میرا عشق سچا ہے میرا اعتبار کرو
میرا عشق میرا پیار آزمانے چلے آؤ
مجبوریوں کی دیوار توڑ دیتے ہیں لوگ خالد
تم بھی ملنے کسی نہ کسی بہانے چلے آؤ

غزل

موم کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا اس کو
رت جو بدلی تو بدلتے ہوئے دیکھا اس کو
جانے کس غم کو چھپانے کی تمنا ہے اُسے
آج ہر بات پر ہنستے ہوئے دیکھا اس کو
وہ جو کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا کرتا تھا
ہم نے پھولوں کو مسلتے ہوئے دیکھا اس کو
نجانے وہ دعاؤں میں مانگتا ہے کسے
ہاتھ اٹھتے ہی سسکتے ہوئے دیکھا اس کو
پھر ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ہم نے خالد
جب مقدر سے الجھتے ہوئے دیکھا اس کو

تم پاس ہمارے لوٹ آنا

تب تم لوٹ آنا...... جب موسم پیارا لگتا ہو...... جب کالے بادل چھائے ہوں ...... جب رم جھم رم جھم بارش ہو ...... جب تھوڑا تھوڑا ساون ہو...... جب دل کہیں نہ لگتا ہو...... جب کوئی تمہارے پاس نہ ہو...... جب خوشی کی کوئی آس نہ ہو...... جب بات کوئی نہ دل کو لگے...... جب سارے تم کو چھوڑ جائیں...... جب تارے بھی ساتھ چھوڑ جائیں ...... اور کوئی تمہیں نہ بھاتا ہو ...... تم دھوپ کنارے مت چلنا......تم پاس ہمارے لوٹ آنا......تم پاس ہمارے لوٹ آنا

دعا

تیری نگاہ جس کو ڈھونڈتی ہے
دعا ہے میری وہ تجھ کو نصیب ہو
تم جتنا اس کو چاہتے ہو
وہ اتنا تیرے قریب ہو
اُسے جب کبھی کوئی درد ہو
محسوس تجھے بھی شدید ہو
پھر تجھے چاہتا ہو جو خود سے زیادہ
تو صرف اس کا ہی نصیب ہو
اور کچھ بھی نہیں چاہتا
میں اپنی اس فانی زندگی میں یارب
دعا ہے کہ کسی کے دکھ کی وجہ
میری ذات نہ ہو، آمین!

......خالد محمود سانول
جنگلات کالونی، مروٹ، ضلع بہاولنگر

غزلیات

بہت ویران ہے دل میرا کوئی محفل جماؤ ناں
وصال جان کی خاطر یاروں کا کوئی قصہ سناؤ ناں
جو سپنے ہم نے دیکھے ہیں ہمیشہ ساتھ رہنے کے
ان حسین خوابوں کو حقیقت تم بناؤ ناں
تمہارے بن یہ لمحے اب عذاب جان لگتے ہیں
انہیں آسان بناؤ ناں، تم پھر لوٹ آؤ ناں
نگاہوں سے بلانا اور پھر انجان بن جانا
انہیں ظالم اداؤں سے ہمیں پھر تم ستاؤ ناں

○

ل جاؤں اگر تم سے میں تمہیں کیسا لگے گا
ہر پل میں رہوں تم سے خفا تمہیں کیسا لگے گا
پڑھتے ہو مجھے تم نمازوں کی طرح
ہو جاؤں اگر تم سے قضا تمہیں کیسا لگے گا
تم پیار میں کبھی خود کو کبھی مٹانے میں اگر ہو راضی
بن جائے اگر پیار سزا تو تمہیں کیسا لگے گا
وہ شخص ہی دے جائے دغا تمہیں تو تمہیں کیسا لگے گا
تم اور کسی کا دریا بن کر چلو تنہائی ملے تم وصل تو تمہیں کیسا لگے گا

☆......انتخاب: نویداختر سحر-کبیروالہ

ابھرتے ہوئے شاعر

خلیل احمد ملک کی دکھ بھری شاعری

دامن پرخار

پاگل ہوں پردیسی تجھ پہ اعتبار کر بیٹھا
نادان تھا دل نثار تجھ پہ کر بیٹھا
سلوک اچھا نہیں کیا سر محفل میرا نہ بھرم رکھا
تجھے نفرت ہے میں افتخار تجھ پہ کر بیٹھا
اٹھائے وہ ستم الفت میں ہوا بدن افگار
اب نہ ہو نادم کہ بخار تجھ پہ کر بیٹھا
چھوڑ اب بکساہٹ کون ہے میرا تیرے بن
اس لئے الزام دامن پرخار تجھ پہ کر بیٹھا
نہیں کرتا کبھی ذو معانی باتیں میں تجھ سے خلیل
تو نہ تھا صاف پاک تہہ دار تجھ پہ کر بیٹھا

سو جاؤ

درد بٹانے آئی تھی وہ درد بڑھا کر چلی گئی
کیسے پاتا منزل وہ نقش پا سنا کر چلی گئی
کون دیتا ہے ساتھ اس نفسا نفسی کے دور میں
نبھاہ نہ سکی پیار وہ دل دکھا کر چلی گئی
خراب ہے زمانہ بھروسہ کر نہ کسی پے اتنا
کیا اعتبار دل دیا وہ ہاتھ دکھا کر چلی گئی
زخم دکھائے کہ لگائے گی مرہم
لگاتا کیا تھا وہم الٹا وہ خار چبھا کر چلی گئی
بے وفائی کروں کسی سے یہ شیوا نہیں خلیل کا
ملا دکھ بدلے پیار کے دل اپنا لبھا کر چلی گئی

اظہارِ نفرت

نجانے کیوں وہ کبھی اقرار کر گئی، کبھی انکار کر گئی
دکھا کے اک جلوہ اپنے حسن کا طلبگار کر گئی
یقین تھا چاہت ہے اُس کے دل میں میرے لئے بھی لیکن
جتا کے نظریں وہ جسم سے نفرت کا اظہار کر گئی
کیا یہی لکھا ہے مقدر میں یا یہی لکھی ہے قسمت میری
جتانے گیا تھا الفت اس سے آگے تکرار کر گئی
دیکھ کے بدلا رویہ دل ہوا میرا بیزار اُس سے
کیوں الٹ کے نقاب دکھا کے مکھڑا جذبات بیدار کر گئی
زبان پہ شکوے مگر دل ہے تیرا پیار میرے کا آئیں خلیل
میں نہ سمجھا وہ شکووں ہی شکووں میں پیار کا اظہار کر گئی

مقتل گاہ

ہنستے ہی بستی میری ہستی کو مٹا دیا تم نے
دے کر پیار کا جھانسہ مجھ کو رلا دیا تم نے
تو سدا کا جھوٹا تھا سدا جھوٹا ہی رہا میرے لئے
جھوٹ ہی جھوٹ میں آج سچا پیار گنوا دیا تم نے
خواب دیکھتا رہا میں خواب تم کو کو پانے دیکھتی رہی
کیوں ہوئی نفرت بتا، کیوں نظروں سے گرادیا تم نے
کیوں بنا دشمن میری جان کا محبت ہی کی ہوتی
میرے ہی گھر کو میری مقتل گاہ بنا دیا تم نے
محبت تھی یا دل کے کسی سے کھیلا تھا کھیل خلیل
خود ہی مارتا اچھا تھا کیوں رقیبوں سے مروادیا تم نے

چراغِ زندگی

کیا ہی خوب تھا کہ تو اگر صرف میرا ہوتا
دل میں تیرے میرے سوا کسی کا نہ بسیرا ہوتا
جانِ جاں تو جاتا جدھر نہ رہتا مجھ کو کوئی ڈر
میرے نام سے شام ہوتی میرے نام سویرا ہوتا
بجھا دیا کیوں چراغ زندگی اپنے آنچل کی ہوا سے
تمہاری ہو گئی آرزو پوری کہ میرے گھر میں اندھیرا ہوتا
لوگوں نے تو چھینی ہیں خوشیاں میری ہر طرح سے
ڈھاتا لاکھ ستم زمانہ تو نہ میری خوشیوں کا لٹیرا ہوتا
لگائے اتنے زخم کہ بدن میرا چور چور ہے خلیل
خطا ہو جاتی گر مجھ سے تو تیری عدالت کا کٹہرا ہوتا

سجانا بھول گئی

جلا کے دل میں چراغ الفت
میں بجھانا بھول گئی
کرا کے آشنا سا سنا ہمارے
دلوں کا قدرت ملانا بھول گئی
میں کہاں تو کہاں پھر کیوں
کرتے ہیں پیار اک دوجے سے
کھا گئی تھن کی طرح یہ سوچ
اس لئے مسکرانا بھول گئی
ملتی ہے جو لذت تیرے پیار میں
نہیں ملتی کسی اور خوشی سے
لگا رکھی ہے سینے سے تصویر
تیری لوگوں سے شرمانا بھول گئی
روشن کی ہے راہ تیری جلا جلا کے دل کی شمعیں
اب تو شاید میرے پاس آ نہ سکے
وہ ہے میرا پروانہ بھول گئی
سنا تھا رکھتا ہے ارادہ میرے
غریب خانے آنے کا میرا خلیل
ملی اتنی خوشی کہ وہ آ بھی گیا
میں گھر کو سجانا بھول گئی
......خلیل احمد ملک
شیدانی شریف

ابھرتے ہوئے شاعر

سائلہ قاسم کی بہترین شاعری

غزل

بھولا نہیں دل عتاب اس کے
احسان ہیں بے حساب اس کے
آنکھوں کی ہے ایک ہی تمنا
دیکھا کرے روز خواب اس کے
ایسا کوئی شعر کب کہاں ہے
جو ہو سکے انتساب اس کے
اپنے لئے مانگ لوں خدا سے
حصے میں جو ہیں عذاب اس کے
دیسے تو وہ شوخ ہے بلا کا
اندر ہیں بہت حجاب اس کے

وفا کے وعدے

وفا کے وعدے وہ سارے بھلا گیا چپ چاپ
وہ میرے دل کی دیواریں ہلا گیا چپ چاپ
حیات کے تپتے ہوئے بیاباں میں
ہمیں چھوڑ کے وہ تنہا چلا گیا چپ چاپ
نہ جانے کون سا وہ بدنصیب لمحہ تھا
جو غم کی آگ میں مجھ کو جلا گیا چپ چاپ
میں جس کو چھوتی ہوں وہ زخم دیتا ہے
وہ پھول ایسے چمن میں کھلا گیا چپ چاپ

غزل

بہت رویا وہ ہم کو یاد کر کے
ہماری زندگی برباد کر کے
پلٹ کر پھر یہیں آ جائیں گے ہم
وہ دیکھتے تو ہمیں آزاد کر کے
رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے
مگر ہاں منت صیاد کر کے
بدن میرا چھوا تھا اس نے لیکن
گیا ہے روح کو آباد کر کے

یہ کیسی برسات

دل میں آئی رات، چھوٹی سی اک بات
اب کے پُروائی لائی کیا سوغات
پھولوں بھرا رستہ اور کسی کا ساتھ
اس نے تھام لیا چوم کے میرا ہاتھ
آنگن میں اتری تاروں کی بارات
جیون میں آئی پورے چاند کی رات
تن من جل تھل ہے یہ کیسی برسات
اس کی یاد میں گم ہیں خوشبو اور رات

غزل

اب ایسا پل پل لگتا ہے، اپنا گھر جنگل لگتا ہے
ہم جیسے دیوانوں کو تو گھر رستہ مقتل لگتا ہے
آن ملے گا آخر مجھ سے آج نہیں تو کل لگتا ہے
ہر پاگل کو چاند ستارے سورج بھی پاگل لگتا ہے
منزل پر انعام بڑے ہیں، رستہ تو دلدل لگتا ہے
ہر بندہ مقتول ہے سائلہ، ہر بندہ قاتل لگتا ہے

کبھی یوں بھی تو ہو

کبھی یوں بھی تو ہو دریا کا ساحل ہو
پورے چاند کی رات ہو اور تم آؤ
کبھی یوں بھی تو ہو پریوں کی محفل ہو
کوئی تمہاری بات ہو اور تم آؤ
کبھی یوں بھی تو ہو سونی ہر منزل ہو
کوئی نہ میرے ساتھ ہو اور تم آؤ
کبھی یوں بھی تو ہو یہ بادل ایسا ٹوٹ کے برسے
میرے دل کی تمنا ملنے کی ہو اور تم آؤ
کبھی یوں بھی تو ہو تنہائی ہو دل ہو
بوندیں ہوں برسات ہو اور تم آؤ

قطعات

چلو سائلہ محبت کی نئی بنیاد رکھتے ہیں
خود پابند رہتے ہیں اُسے آزاد رکھتے ہیں
ہمارے خون میں رب نے ایسی تاثیر رکھی ہے
برائی بھول جاتے ہیں اچھائی یاد رکھتے ہیں
محبت میں ہم سے گستاخی نہ ہو جائے
ہم اپنا ہر قدم اس کے قدم کے بعد رکھتے ہیں

دھوکہ نہ دینا تجھ پہ اعتبار بہت ہے
یہ دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تیری صورت نہ دیکھوں تو دکھائی کچھ نہیں دیتا
ہم کیا کریں ہمیں تم سے پیار بہت ہے

ہم دور ہوں مگر یہ احساس ہوتا ہے
کوئی ہے جو ہر پل دل کے پاس ہوتا ہے
یاد تو سب کی آتی ہے مگر
تمہاری یاد کا انداز کچھ خاص ہوتا ہے

خلقت نہیں ساتھ تو پھر بخت بھی نہیں
کچھ دن یہی رہے گا تو یہ تخت بھی نہیں
مایوس ہو کے دیکھ رہے ہیں خلا میں کہ
اتنی تو یہ زمین مگر سخت بھی نہیں

......سائلہ قاسم
گجرات
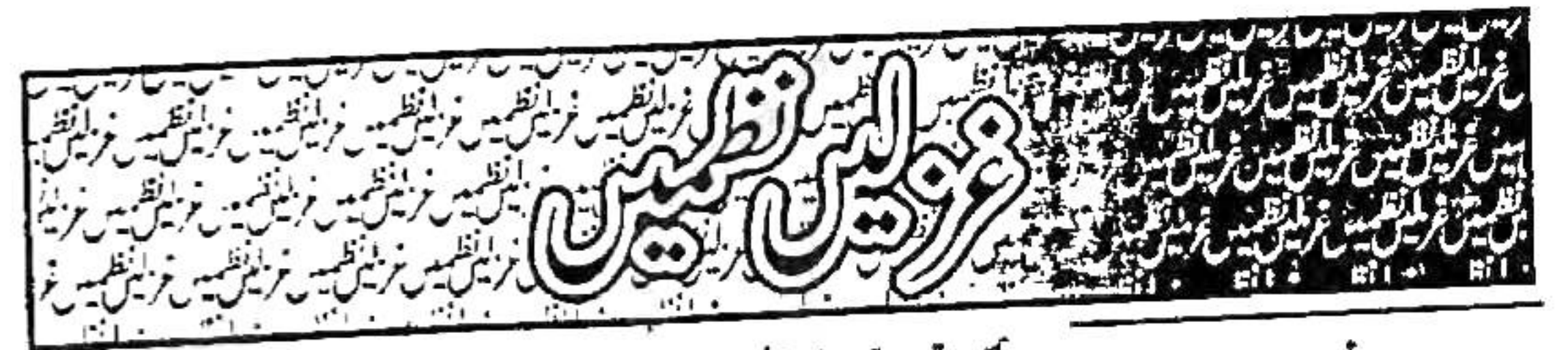
شراب

یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
درد وہی دوا وہی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
دل کے غموں کا جنم دن اکثر سنایا اس طرح
ہونٹوں پہ آئی جب ہنسی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
دنیا کی ہر زیادتی کی ہے قبول ہر گھڑی
ہوگی ہمیں میں کچھ کمی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
محفل میں یوں تو بن بے روئے ہیں ہم ہزار بار
چھپ چھپ ہیں ہر گلی گلی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
اپنوں کی بدسلوکیاں ہنس ہنس کے پی گئے ہیں ہم
یہ ہے ہماری سادگی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے
درد وہی دوا وہی پی کے شراب رو لئے
یہ بھی ہے کوئی زندگی پی کے شراب رو لئے

☆ .... محمد سعید احمد شیخ

غزل

تمہیں ہر وقت وہ گزرا زمانہ یاد آئے گا
نہ ہوں گے ہم تو وہ ہنسنا ہنسانا یاد آئے گا
بہانے جب کرے گا کوئی تم سے پھر نہ ملنے کے
تمہیں پھر ہر اک اپنا بہانہ یاد آئے گا
کبھی جب توڑ ڈالے گا کوئی وعدے محبت کے
تمہیں میری محبت کا وہ زمانہ یاد آئے گا
گلے مل کر ہمیں رخصت کیا تھا آپ نے جس پل
ہمیں تو وہ آپ کا آنسو بہانا یاد آئے گا
ستائے گا نہ جب کوئی تمہیں یوں روٹھ جانے پر
تو اپنا روٹھنا میرا منانا یاد آئے گا

☆ .... شوکت علی

آنکھیں

یہ مست مست بے شمار آنکھیں
نشے سے ہر دم نڈھال آنکھیں
اٹھے تو ہوش و حواس چھینیں
گریں تو کر دیں کمال آنکھیں
کوئی ہے کہ کرم کا طلب
کسی کا شوقِ وصال آنکھیں
نہ یوں چھپیں نہ یوں ستائیں
کریں تو کچھ خیال آنکھیں
ہیں جینے کا ایک بہانہ
یہ روح پرور جمال آنکھیں
دراز پلکیں غزل آنکھیں
مصور کا کمال آنکھیں
شراب رب نے حرام کر دی
مگر رکھی ہیں حلال آنکھیں
ہزاروں ان سے گھائل ہوئے ہیں
خدا کے بندے سنبھال آنکھیں

☆ .... شبیر سحر۔ بھلوال

ماں جی کے نام

زمانے بھر میں ہے میرا جو مقام تم سے ہے
جہاں میں جو بھی ملا ہے مقام تم سے ہے
تمہیں سے میرے لہو میں گردش ہے اب تک
میری بقاء کا ہی اہتمام تم سے ہے
تیری وجہ سے زمانے میں میرا آنا ہوا
یہ سب رنگینی یہ سب تام جھام تم سے ہے
یہ عزتیں یہ شہرتیں یہ زندگی کا سکون
میرے وجود کا اب تک قیام تم سے ہے
ہوا کے جھونکے کے جیسا جہاں میں اپنا گزر
جہاں کہیں یہ ہے تھوڑا آرام تم سے ہے
میرے ہی گھر میں ہے میری دشمنی بہت لیکن
فتح کا جو بھی ملا ہے انعام تم سے ہے
پہلے تو شکوہ کناں لوگ مجھ سے رہتے تھے
مگر اب جو بھی ہے احترام تم سے ہے

☆ ...... سمیع اللہ سمی۔ ڈی آئی خان

ہم کل کریں گے

ہم کہتے ہیں ہم اپنے مسائل حل کریں گے
مگر آج نہیں کریں تو کل کریں گے
کل کل میں گزر جاتی ہے عمر یہ ساری
وہاں سے کل پھر بھی مسلسل کریں گے
نام روشن کریں گے اپنے، شہر کا، ملک کا
پڑی ضرورت تو امتحان میں نقل کریں گے
ہم دنیا میں کریں گے ترقی بہت زیادہ
کیونکہ ہم محنت زیادہ اور اصل کریں گے
ہم محنت کریں گے ضرور لیکن
نہیں آج کریں گے ہم تو کل کریں گے

☆ .... ایس امتیاز احمد۔ کراچی

خط تیرے نام

آج جو اک خط تیرے نام لکھا ہے میں نے
اس میں بس ایک ہی پیغام لکھا ہے میں نے
میں نے لکھا ہے نہ افسانہ جاناں اس میں
پیار مانگا ہے نہ تاکید وفا مانگی ہے
تجھ سے ملنے کی خواہشیں نہ زر و دولت کی
عشق مانگا ہے نہ تصویر بتاں مانگی ہے
اشک مانگے ہیں نہ ہونٹوں کی نمی مانگی ہے
زہر مانگا ہے نہ زلفوں کی گھٹا مانگی ہے
جسم مانگا ہے نہ ہاتھوں کی حنا مانگی ہے
رات مانگی ہے نہ تاروں کی ضیاء مانگی ہے
صبح مانگی ہے نہ راتوں کا اندھیرا مانگا ہے
چاند مانگا ہے نہ سورج نہ سویرا مانگا ہے
آج وہ خط جو تیرے نام لکھا ہے میں نے
اس میں ایک درد کا پیغام لکھا ہے میں نے
آ بتاؤں تجھے عنوان عبارت کیا ہے
بات اتنی ہے تو پر اس میں قیامت کیا ہے
میں نے مانگی ہے فقط اِک دعا مانگی ہے
صنم وہ تیرے یاد نہ آنے کی دعا مانگی ہے

☆ .... عمر دراز

چھوڑ جاؤں گا

دارِ فنا میں نقش بقا چھوڑ جاؤں گا
میں اپنے بعد اپنی صدا چھوڑ جاؤں گا
ہیں اور بھی چمن میری وفا کے منتظر
میں اس چمن کو مثالِ صبا چھوڑ جاؤں گا
دوں گا ہر کلی کو پیام شگفتگی
گلشن میں ایک حسن ادا چھوڑ جاؤں گا
لے جاؤں گا میں اپنی وفا کو بھی اپنے ساتھ
اور ان کے پاس یادِ وفا چھوڑ جاؤں گا
جو میرے دِل پہ زخم لگاتے رہے سدا دوست
میں اُن کے واسطے بھی دعا چھوڑ جاؤں گا

☆ .... عمران انجم راہی۔ ستہ یانی

تم کیا ہو

کیا لکھوں تیرے نام سجنا
تمہیں سوچوں صبح و شام سجنا
نیلی جھیل کا پانی ہو تم
محبت کی کہانی ہو تم
پیار کے میٹھے بول ہو تم
ہر اک سے انمول ہو تم
میرے من کی جیت ہو تم
میرے لبوں کا گیت ہو تم
چمن میں کھلتا گلاب ہو تم
چاہت کی لکھی کتاب ہو تم
میرے لبوں کا تبسم ہو تم
جو ٹوٹ نہ سکے
میرے دلبر وہ قسم ہو تم

☆ .... علی نواز مزاری۔ گھوٹکی

غزل

کچھ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرو وصی
یوں نفرتوں کو دل میں نہ پالا کرو وصی
سیدھا سا اک سوال ہے سیدھا جواب دو
یوں مسکرا کے مجھ کو نہ ٹالا کرو وصی
الفاظ گرا دیتے ہیں جذبات کی قیمت
جذبات کو لفظوں میں نہ ڈھالا کرو وصی
سنبھلے ہوئے لوگوں کی فکر چھوڑ دو تم بھی
جو گر رہے ہیں اُن کو سنبھالا کرو وصی

(وصی شاہ) شعیب شیرازی۔ جوہر آباد

غزل

اب تو ممکن ہی نہیں ان سے ملاقات وصی
اب تو عروج پہ پہنچی ہے اس کی ذات وصی
وہی وعدے ہیں اور رسموں کی زنجیریں باقی
کب بدلتی ہیں زمانے کی روایات وصی
اک وہ دن تھے کہ اک دوسرے کو سوچتے تھے ہم
اب ملتے نہیں دونوں کے خیالات وصی
میری ہر صبح کا آغاز تیرے نام سے ہو
تیری یادوں میں کٹی میری ہر اک رات وصی
تم کہاں اور میرے پیار کا معیار کہاں
وہ کتنی سادگی سے کہہ گئے یہ بات وصی

(وصی شاہ)۔۔ بہادر عار بانی بلوچ۔ گھوٹکی

موت سے سخت سزا

حسن والوں کی دیکھی ہے یہ ادا یارو!
ہوتے ہیں یہ بہت بے وفا یارو!
انہیں کیا کسی کے دِل ٹوٹنے کا
کر دیتے ہیں یہ ظلم کی انتہا یارو!
پہلے ہنس ہنس کے بلاتے ہیں اپنے پاس
دے دیتے ہیں پھر موت سے سخت سزا یارو!
اپنی کہتے ہیں کسی کی سنتے نہیں
جیسی ہوتی ہے ان کی رضا یارو!
حسن والوں سے خدا سب کو بچائے
بن جاتے ہیں پھر زمانے کے خدا یارو!

☆ .... سجاد حسن جھولے والا۔ ملتان

غزل

پیتا ہوں تیرا عکس نظر آتا ہے
جانے والا اے دِل کب لوٹ کے آتا ہے
درد تیری جدائی نے بہت دیا ہے
جہاں دیکھوں تو ہی نظر آتا ہے
مدہوش پڑا ہوں تیرے جانے کے بعد
کون سے خار کو گلے لگاتا ہے
مانگا تھا دو دن کا پیار زمانے سے
ہر کوئی محبت کا سوداگر نظر آتا ہے
چل دِلا کہیں اور چل کے بنا اپنا آشیانہ
یہاں ہر کوئی مطلب پرست نظر آتا ہے
ہم بے وفا ہیں تم کو ایسا لگتا ہے شاید
شیشے کے سامنے اپنا آپ ہی نظر آتا ہے
بس کر نہ رو ان کی یاد میں اے سجاد
مجھے تو آنکھوں سے خون بہتا نظر آتا ہے

☆ .... ایم وائی سچا - جدہ

غزل

کیسی دیوانگی ہے یہ کیسا نشہ
تیری آنکھ کا جادو ہے یا میرے پیار کا نشہ
میں تیرے لئے ہوں تو میرے لئے
تیری بانہوں میں ہے بہار کا نشہ
جب سے ہوئی ہے تو دل کے قریب
بڑھ گیا میرے دل میں تیری چاہت کا نشہ
زمانہ جدا نہ کر دے ہم دونوں کو قمر
آؤ کہ مل جائیں چھایا ہے زمانے پہ مدہوشی کا نشہ

☆ .... محمد ہارون قمر تیج پور ہزارہ

گلشن میں بسیرا

میرا غم جب بھی گہرا ہو تو پھر بارش برستی ہے
الم آنکھوں میں ٹھہرا ہو تو پر بارش برستی ہے
تمہارے گھر کے گلشن میں بسیرا ہے بہاروں کا
میرے دامن میں صحرا ہو تو پھر بارش برستی ہے
ہمارے گھر کے آنگن میں گھٹائیں چھائیں غم کی
گھٹا کا رنگ گہرا ہو تو پھر تو بارش بھی برستی ہے
مقدمہ پیار کا جب پیش ہو دل کی عدالت میں
گر منصف ہی بہرا ہو تو پھر بارش برستی ہے
جگر میں آگ بھڑکی ہو لہو بہتا ہو آنکھوں سے
گر آہوں پہ پہرا ہو تو پھر بارش برستی ہے
ہمارے دل کا خون پھر آنکھوں سے بہنے لگا مستوئی
یہ دریا حد سے گہرا ہو تو پھر بارش برستی ہے

☆ ... سردار محمد اقبال خان مستوئی - سردار گڑھ

بھول جا

یہی زندگی کا اصول ہے
جو بچھڑ گیا اسے بھول جا
جو ملا ہے دل سے لگا کے رکھ
جو نہیں ملا اسے بھول جا
نہ وہ دھوپ تھا نہ وہ چاندنی
نہ چراغ تھا نہ وہ روشنی
وہ خیال تھا کوئی خواب تھا
وہ تھا آئینہ اسے بھول جا
وہ جو تیرے دل کے قریب تھا
وہ نہ جانے کس کا نصیب تھا
مجھے ہنس کر اس نے بھلا دیا
تو بھی مسکرا کے اسے بھول جا

☆ .... شہناز مجید

اپنی ہستی کیا ہے

اپنی ہستی مٹا کر تجھے یاد کرتے ہیں
ہر روز جیتے ہیں ہر روز مرتے ہیں
اس طرح جلے کہ آگ بھی جلا نہ پائی
زندہ تو ہیں پر شب و روز مرتے بھی ہیں
ہم بے زباں سے ہو گئے کچھ کہہ نہیں سکتے
اپنے کئے پہ ہیں نادم ہاتھ ہی ملتے ہیں
دل کی آگ تن بدن جلا گئی یاسر
زخم جب تازہ ہوتے ہیں اور چھلتے بھی ہیں
دل کی ہر دھڑکن ہے تیرے نام سے منسوب
تیرے خیال سے سوتے ہیں تیرے ہی خیال سے جاگتے ہیں

☆ .... یاسر ساقی - مانسہرہ

غزل

پڑے جب غموں سے پالے
رہے مٹ کے مٹنے والے
جسے موت نے پوچھا
اسے زندگی نے مارا
رہا گردشوں میں ہر دم
میرے عشق کا ستارہ
کبھی ڈگمگائی کشتی
کبھی کھو گیا کنارہ
یہ ہماری بدنصیبی
جو نہیں تو اور کیا ہے
وہ قدم قدم پہ جیتے
میں قدم قدم پہ ہارا
رہا گردشوں میں ہر دم
میرے عشق کا ستارہ
کبھی ڈھمگائی کشتی
کبھی کھو گیا کنارہ

☆ ...... مسز ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ

غزل

وہ پیار کا ثبوت دکھایا کرتا تھا
آنسو بہا کر ہمیں منایا کرتا تھا
یہ زندگی صرف تم سے وابستہ ہے
اکثر یہ بات بتایا کرتا تھا
اُس کی باتوں میں کچھ ایسا اثر تھا
میں بارش کے بنا بھیگ جایا کرتا تھا
سونے کی فرصت کیسی تھی ہمیں
وہ ساری رات جگایا کرتا تھا
بے چینی جب حد سے بڑھ جاتی تھی
وہ جی بھر کے گلے لگایا کرتا تھا
وہ اتنی محبت کرنے والا بدل گیا
جو ہر بات پہ میری قسم اٹھایا کرتا تھا

☆ .... وسیم صابر - کراچی کینٹ

غزل

جب وہ چلتا ہے تو خوشبوؤں کو ہوا دیتا ہے
میرا محبوب مجھے جینے کی دعا دیتا ہے
وہ میرے غم کا ساتھی ہے اس لئے
میرا ہر غم اپنی پلکوں میں چھپا لیتا ہے
میری سوچ سے بڑھ کر وہ مجھے چاہتا ہے
مجھ کو چاہت کے نئے توڑ سکھا دیتا ہے
اس کی محبت کی گہرائی وہ مجھے علم نہیں
جب کبھی روئے تو مجھ کو بھی رلا دیتا ہے
حیران ہوں خود اپنی تقدیر پر میں
کہ کسی کو ایسا محبوب بھی خدا دیتا ہے

☆ .... شاہد اقبال خٹک - کرک

غزل

وہ میرا تھا یہ بتانا عجیب لگتا ہے
اب اس سے آنکھ ملانا عجیب لگتا ہے
جو زندگی میں کبھی ہمارا نہ ہو سکا
اب اس کا خواب میں آنا عجیب لگتا ہے
بڑے خلوص سے دعوت تو اس نے بھیجی ہے
پر اس کی بزم میں جانا عجیب لگتا ہے
تھا جس کا ہاتھ کبھی ہمارے ہاتھوں میں وصی
اب اس سے ہاتھ ملانا عجیب لگتا ہے

(وصی شاہ) ...... ملک عرفان - عبدالحکیم

غزل

تجھے کیا خبر کس طرح خون رلاتی ہیں یادیں تیری
تن من جان جگر کیا روح جلاتی ہیں یادیں تیری
اچھا ہوا جو تیرا من ان یادوں سے تعلق نہیں میری
تپتے صحراؤں میں ننگے پاؤں چلاتی ہیں یادیں تیری
ہاتھ اٹھا کر دعا کرو جدائی نہ کبھی جدائی آئے
محال ہو جاتا ہے جیسا ہوش بھلاتی ہیں یادیں تیری
پھول جیسا ہوتا ہے دل کسی کو مت دینا
بعد میں پھر کانٹوں پہ سلاتی ہیں یادیں تیری
میں اکثر واجد بھول جاتا ہوں پھر ایسا ہوتا ہے
پرانی بھولی بسری باتیں یاد دلاتی ہیں یادیں تیری

☆ ... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

محبت کا گھاؤ

یہ محبت بھی ہے گھاؤ برسات کا...... عکس دید کی پھیلی ہوئی دھن میں...... آنکھ بے نور ہے...... کوئی چارہ نہیں، کوئی درماں نہیں...... ہجر کی حدتوں سے سلگتے ہوئے...... دن بدلتے نہیں...... منظر جاگتی آنکھ کے تاک میں...... خواب چلتے نہیں...... ساحل ذہن پہ سوچ کے بادباں...... تھم کے چلتے نہیں...... چاک سلتے نہیں...... غم سے جھولتی ہوئی شاخ ہے یہاں پر...... پھول کھلتے نہیں...... بے یقینی کی راہوں پہ بچھڑتے ہوئے...... لوگ ملتے نہیں...... جس کی نس نس میں ہے لذت...... غم بکھرتے نہیں...... زخم لگتے ہیں بارش کے موسم میں...... جو جلد بھرتے نہیں...... یہ محبت بھی زخم ایسے موسم کا ہے...... جو تا قیامت بھرتا نہیں...... یہ محبت...... بھی ہے گھاؤ برسات کا...... پھر بھی جائے اگر...... جسم کی لو سے...... داغ مٹتے نہیں...... یہ محبت بھی ہے گھاؤ برسات کا

☆ ... سید ہمراز نرائن کشمیری - مظفر آباد

غزل

وہ یوں ملا کہ میں اپنا بھی نام بھول گیا
پہننا اوڑھنا سونا طعام بھول گیا
میں اس کو دیکھ کے یوں ہوش سے بیگانہ ہوا
نہ حال چال پوچھا سلام بھول گیا
وہ آیا ہے سامنے تو ہونٹ سل گئے میرے
بہت کچھ پوچھنا تھا پر کلام بھول گیا
بس ایک لمحے کو دیکھا جو اس نے شرما کے
میں خود کو بھول گیا صبح و شام بھول گیا
وہ میری زندگی میں اس طرح مقیم ہوا
زمین کی خاک میں اپنا مقام بھول گیا
ملی ہے مجھ کو یہ کیسی سزا ساقی
میں اُس کے عشق میں قیام بھول گیا

☆ .... یاسر ساقی - مانسہرہ

غزل

ہجر کا تارا ڈوب چلا ہے ڈھلنے لگی ہے رات وصی
قطرہ قطرہ برس رہی ہے اشکوں کی برسات وصی
تیرے بعد یہ دنیا والے مجھ کو پاگل کر دیں گے
خوشبو کے دیس میں مجھ لے چلی اپنے ساتھ وصی
آج تو اس کا چہرہ بھی کچھ بدلا بدلا لگتا ہے
موسم بدلا، دنیا بدلی، بدل گئے حالات وصی
چھوڑ دو وصی اب اس کی یادیں تجھ کو پاگل کر دیں گی
تو قطرہ ہے وہ دریا ہے دیکھ اپنی اوقات وصی

(وصی شاہ) .... کرن خان - خفشہ قریشی

غزل

اب وفا سے مر گیا ہے دِل
اب محبت سے ڈر گیا ہے دِل
اب سہاروں کی بات مت کرنا
اب دلاسوں سے بھر گیا ہے دِل
جب بلاتے تھے زندہ دل تھے ہم
اب نہ آؤ کہ مر گیا ہے دِل
اب وہ پاگل پن نہ وحشت ہے
چوٹ کھا کھا کر سنبھل گیا ہے دِل

☆ .... حماد ظفر ہادی - گوجرہ

تیرادِل

کھلتے پھول کی طرح مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
رات کی چاندنی کی طرح مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
دن کے اجالے کی طرح مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیرے دل کی دھڑکن بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیری زندگی کی سانسیں بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیرے حُسن کی سادگی بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیری کلائی کی چوڑیوں کی طرح مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیرے جسم کا لہو بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیری آنکھ کا کاجل بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے
تیرے ہونٹوں کی نزاکت بن کر مجھے تیرے دل میں رہنا ہے

☆ .... مظفر دل - سیالکوٹ

غزل

اداس ہے دل ویراں کچھ کہہ نہیں سکتا
ناسور ہیں میرے زخم انہیں سہہ نہیں سکتا
میرے زخموں کی کچھ دوا دو یارو!
اب میں زندہ جی نہیں سکتا
ترس کھاؤ میرے حال پہ دنیا والو!
مجھے وہ جان سے پیارا ہے انہیں میں کھو نہیں سکتا
کوئی جا کے انہیں بتلا دو خدارا!
پیاسا ہے تیرا تنہا رہ نہیں سکتا
☆ .... مریز بشیر گوندل-گوجرہ

جانِ جاں

گاؤں گلیوں سے پوچھو
پھول کلیوں سے پوچھو
بہتی ندیوں سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
ڈھلتی شام سے پوچھو
چھلکتے جام سے پوچھو
خاص عام سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
زمیں آسمان سے پوچھو
جسم و جاں سے پوچھو
سارے جہاں سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
پربت بادل سے پوچھو
ساگر ساحل سے پوچھو
بہتے کاجل سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
بھری برسات سے پوچھو
کالی رات سے پوچھو
ساری کائنات سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
پیاسے ہونٹوں سے پوچھو
پرانی چوٹوں سے پوچھو
بڑے چھوٹوں سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
چندا تاروں سے پوچھو
گل و گلزار سے پوچھو
اڑتی ڈاروں سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
تشنہ آنکھوں سے پوچھو
اکھڑی سانسوں سے پوچھو
لرزتی آہوں سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
خوشبو ہوا سے پوچھو
ہماری دعا سے پوچھو
شاعر فدا سے پوچھو
کتنا یاد کرتے ہیں آپ کو جانِ جاں
☆ .. جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

غزل

اس طرح بھی کسی نے کسی کو آزمایا نہ تھا
اس نے کبھی اپنا حالِ دل سنایا نہ تھا
میں کچھ بھی کر گزرتا تھا اس کی خاطر
اس نے تو کبھی مڑ کر بھی دیکھا نہ تھا
میں اک پل جیتا اور اک پل مرتا تھا اس کی خاطر
اس طرح کسی نے کسی کو آزمائشوں کی دلدل میں بھی گرایا نہ تھا
آج گر بکا ہوں جتنا بھی صرف اس کی خاطر
اس طرح میں نے کبھی خود کو گرایا نہ تھا
ایک بار پڑھے وہ "جوابِ عرض" ضرور میری خاطر
اس طرح چل جائے پتہ اسے کہ وہ کبھی مجھے بھولا نہ تھا
☆ .... شبیر احمد باجوہ

غزل

بس اتنا ہی کیا کہ تجھے ٹوٹ کے چاہا
بس اتنا ہی کیا کہ ہر خوشی سے روٹھ کے چاہا
ہاتھ جب بھی اٹھائے تجھے مانگ لیا
بند آنکھوں سے بھی کئی بار تجھے دیکھ لیا
آہ بھرتے ہوئے اکثر تجھے پانے کی تمنا کر لی
تیری ہنسی کی خاطر جان تک لٹانے کی تمنا کر لی
بس اتنا ہی کیا کہ جینے کی تمناؤں سے عداوت کر لی
زمانے کی ہواؤں سے بغاوت کر لی
بس اتنا ہی کیا میں نے تیری سب اداؤں سے محبت کر لی
☆ .... سعدیہ اجمل-قلعہ دیدار سنگھ

غزل

بجھا ہے دل تو غم یار اب کہاں تو بھی
بستانِ نقش بہ دیوار کہاں تو بھی
بجا کہ چشم طلب بھی ہوئی تہی کیسے
مگر رونق بازار اب کہاں تو بھی
ہمیں بھی کار جہاں لے گیا ہے دور بہت
رہا ہے در پے آزار اب کہاں تو بھی
ہزاروں صورتیں آنکھوں میں پھرتی رہتی ہیں
میری نگاہ میں ہر بار اب کہاں تو بھی
اسی کو وعدہ فراموش کیوں کہیں اے دل
رہا صاحب کردار اب کہاں تو بھی
میری غزل میں کوئی اور کیسے در آئے
ستم تو یہ ہے کہ اے یار! اب کہاں تو بھی
جو تجھے پیار کرے تیری لغزشوں کے سبب
فراز ایسا گنہگار اب کہاں تو بھی
☆ انتخاب: احسان اللہ عادل-چترال

اتنا غرور

ہم نے جس کو چاہا تھا اس بے وفا نے مجھے چھوڑ دیا
چھوٹی سی بات پر اس نے اپنا رخ موڑ دیا
جس جگہ پر میں اس کا انتظار کرتا تھا
اس محلے میں اس نے آنا ہی چھوڑ دیا
اک بار میں نے اس سے ملنے کو کہا لیکن
اس نے اس بار بھی میرا دل توڑ دیا
اک بار میں نے اس سے ملنے کو کہا لیکن
اس نے اس بار بھی میرا دل توڑ دیا
پہلے تو مجھے دور سے دیکھ کر آ جاتا تھا
اب اس نے پلٹ کر دیکھنا ہی چھوڑ دیا
یہ کیسے میں کہہ دوں کہ وہ ہرجائی نہیں ہے
صدیوں کا بنا رشتہ پل بھر میں توڑ دیا
اگر اس کو حسن پر اتنا غرور ہے تو
ہم نے بھی شاد اسے دیکھنا چھوڑ دیا
☆ .... محمد آفتاب شاد-وڈکوٹہ

خطا کی، جرم کیا

میرے دل کی دنیا میں آ کر تو دیکھو
تمہیں زندگی کی حقیقت ملے گی
ذرا پلکیں اپنی اٹھا کر تو دیکھو
ان آنکھوں میں محبت ملے گی
تمہیں اپنے دل میں بسایا ہے میں نے
خطا ہے یہ میری یہی جرم میرا
بڑا خوف تھا میری الفت سے جن کو
میری موت سے ان کو راحت ملے گی
گوارا نہیں ہے اگر میری صورت
دعا ہے تمہیں میں نظر ہی نہ آؤں
(ساغر صدیقی) مسکان فاطمہ-کنگن پور

دل کا روگ

ہر بار تم کو تکنے کی عادت نہیں گئی
آنکھوں سے تیرے غم کی سخاوت نہیں گئی
نڈھال کر دیا تیری یاد نے مگر
چہرے سے میرے پھر بھی شباہت نہیں گئی
اپنوں سے اپنی زیست کا رشتہ نہیں رہا
غیروں سے چار دن کی رفاقت نہیں گئی
تیرا خیال میرے دل کا روگ بن گیا
ٹوٹی جو دل پہ میرے قیامت نہیں گئی
اچھا ہوا کہ تو ہی گیا اس کا نقش پا
تنہا یہ رائیگاں تو مسافت نہیں گئی
☆ .... امجد شہزاد تنہا بھٹی دھوری والا

غزل

درد جدائی پی کے زندہ ہوں اب تک میں
دل پر میرے نہ کرو اب تم زخموں کی کشیدہ کاری
جشن طرب سے جن کو ملتی نہیں ہے فرصت
کیسے کریں گے آ کر میری غمگساری
سنگدل تھے تم موم ہوتے بھلا کیسے
سن کر دنیا بھی روئی ہے میری آہ زاری
آسان نہیں محبت کے گلستان کو سجانا
خون دو جگر سے ہوتی ہے اس کی پاسداری
سہہ لوں گا دکھ ہزار اقبال میں ایک جان پر
اگر آ گئیں زندگی میں میری وہ باری باری
☆ .... محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا

چاند سا چہرہ

وہ چاند چہرہ جو لگا تھا اپنوں کی طرح
درد دے گیا مجھے دشمنوں کی طرح
خوابوں کا بنایا تھا میں نے اک تاج محل
وہ شامل تھا بکھیرنے میں اوروں کی طرح
محبت کی راہ میں ہم دونوں تھے گامزن
پھر کیوں وہ ہم سے بچھڑا ہے مسافروں کی طرح
بڑی چاہت سے چنے تھے گل الفت کبھی
وہ دامن کو چیرتے ہیں کانٹوں کی طرح
قیس تو جسے محبت کا خدا کہتا ہے
وہ تو بے حس تھا بے جان پتھروں کی طرح
ہو جاؤں گا راکھ میں جل کر اے ظالم
زلفیں میرے شانوں پہ کیوں بکھرا رہے ہو
☆ .... ایم بلال قیس-بھائی پھیرو

غزل

مجھ سے مانگتے ہو وفاؤں کا صلہ
کبھی اپنی جفاؤں کا بھی خیال کرو
روز دیتے ہو زخم ایک نئی ادا سے
کبھی اپنی اداؤں کا بھی خیال کرو
مگن رہتے ہو اپنی ہی دھن میں تم
کبھی میری صداؤں کا بھی خیال کرو
بہت تیز ہیں نگاہیں ڈستی ہیں مجھے
اپنی ظالم نگاہوں کا بھی خیال کرو
کیسے پاگل بناتی ہیں زلفیں تیری
اپنی کالی بلاؤں کا بھی خیال کرو
تڑپتا رہتا ہوں دھوپ میں تنہا
تم ان خزاؤں کا بھی خیال کرو
روتی رہتی ہیں خون کے آنسو آنکھیں
ان آنکھوں کے پانی کا بھی خیال کرو
تڑپ رہا ہوں سسک رہا ہوں
میری برباد جوانی کا بھی خیال کرو
بنا ملے نہ چل بسے کہیں ظفر
میری ادھوری کہانی کا بھی خیال کرو
☆ .... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

غزل

اس کے نزدیک غم ترک وفا کچھ بھی نہیں
مطمئن ایسا ہے وہ جیسے ہوا کچھ بھی نہیں
چار دن رہ گئے میلے میں مگر اب کے بھی
اس نے آنے کیلئے خط میں لکھا کچھ بھی نہیں
اب تو ہاتھوں کی لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
اس کو کھو کر تو میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
کل بچھڑنا ہے تو عہد وفا سوچ کے باندھ
ابھی آغاز محبت ہے گیا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں
اے شہزاد آنکھیں یونہی بجھائے رکھنا
جانے کس وقت وہ آ جائے پتہ کچھ بھی نہیں
☆ ..... پرنس عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھہ

میرے اجنبی

پیام آتے ہیں اس یارِ بے وفا کے مجھے
جسے قرار نہ آیا کہیں بھلا کے مجھے
جدائیاں ہوں تو ایسی کہ عمر بھر نہ ملیں
فریب دو تو ذرا سلسلے بڑھا کے مجھے
نشے سے کم تو نہیں یادِ یار کا عالم
کہ لے اڑا ہے کوئی دوش پر ہوا کے مجھے
میں خود کو بھول چکا تھا مگر جہاں والے
اُداس چھوڑ گئے آئینہ دکھا کے مجھے
تمہارے بام سے اب کم نہیں ہے رفعتِ دار
جو دیکھنا ہو تو دیکھو نظر اٹھا کے مجھے
کھچی ہوئی ہے میرے آنسوؤں میں ایک تصویر
فراز دیکھ رہا ہے وہ مسکرا کے مجھے
(احمد فراز)..... مستری مزمل ساگر-دھاڑیوال

آرزو

اک آرزو ہے پوری پروردگار کرے
میں دیر سے جاؤں وہ میرا انتظار کرے
اپنے ہاتھوں سے سنواروں زلفیں اس کی
وہ شرما کر محبت کا اقرار کرے
لپٹ جائے مجھ سے عالمِ مدہوشی میں
اور جوش و جان میں محبت کا اظہار کرے
ہو شب وصال ایسی یارب
کہ بھیگی زلفوں سے مجھے بے قرار کرے
جب اسے چھوڑ کے جانا چاہوں
وہ روکے اور اک رات کا اقرار کرے
قسم خدا کی میں کسی اور کی ہو نہیں سکتی جگر
یہ وعدہ وفا وہ بار بار کرے
☆.......... عامر سہیل جگر-فیصل آباد

غزل

دل جس سے بہلتا میرا ایسا کوئی نہ تھا
چہرے بہت سے تھے مگر تجھ سا کوئی نہ تھا
کیا نہ سمجھ تھے ہم بھی ذرا دیکھ تو سہی
لیتے اسے اپنا جن سے رشتہ کوئی نہ تھا
پا کر ہی لیتے دم اُسے لیکن بتائیں کیا
منزل تھی وہاں میری جہاں رستہ کوئی نہ تھا
وہ پیشِ ہجر سبب ہی کرنے کو تھے لیکن
لب کانپ رہے تھے سو بہانہ کوئی نہ تھا
پیاری تھی تو ہی سب کو بھی عزیز تھی
چاہت میں تمہاری مگر ہم سا کوئی نہ تھا
اک اجنبی کے ساتھ مراسم جو بڑھانے
عاطف چال تو روکنے والا کوئی نہ تھا
☆............... شمشیر ساگر-شبقدر

غزل

تجھ سے بچھڑ کے ہم خوش نہیں رہتے
ہنستے ہیں تو لب ساتھ نہیں دیتے
خود کو کہتے رہتے ہیں جو بھی لیکن
سرِ عام لب پہ تیرا نام نہیں لیتے
میری آنکھیں پیاسی پیاسی رہتی ہیں
مگر دل میں شکوے نہیں رہتے
جو بھی کرے ہم سے کیسا بھی سلوک
ہم پھر بھی اس سے کچھ نہیں کہتے
تاعمر تجھ کو چاہتے رہیں گے ہم
مگر اپنے جیون کی دعا نہیں کرتے
جو بھی دکھ و غم دے ہم کو جواد
اس کے حق میں بھی بددعا نہیں کرتے
☆.......... محمد افضل جواد-کالاباغ

غزل

محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو زہر یہ بھی پی لیا میں نے
ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں
کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے
انہیں اپنا نہیں کہہ سکتا پر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے
بس اب تو دامنِ دل چھوڑ دو بے کار امیدو
بہت دکھ سہہ لئے میں نے بہت دن جی لیا میں نے
☆... رئیس نیاز راہی-بستی رئیس بھورے خان

غزل

شام ہوتے ہی اتر جاتا ہوں تیری یادوں کے سمندر میں
دور تیرا کبھی بھی مجھ سے حسن و جمال نہیں رہتا
تیری مستی بھری آواز میں کھو جاتا ہوں اکثر
مجھے خود میں بھی رہنے کا خیال نہیں رہتا
رات گزر جاتی ہے تم سے باتیں کرتے کرتے
میری آنکھوں کو بھی جاگنے کا ملال نہیں رہتا
دل تو مانتا ہی نہیں تم سے جدا ہونے کو
کیا کریں قسمت کا ستارہ بے مثال نہیں رہتا
ایک دن قسمت بھی ہو گی مہرباں ہم پہ اے مدثر
کیونکہ قسمت پہ بھی ہر وقت زوال نہیں رہتا
☆.......... مدثر علی مدثر-گوجرانوالہ

غزل

یا تو روتے نہ تھے اب روئے تو ایسا روئے
جیسے فرزند جواں کو کوئی دکھیا روئے
انقلاب آئے گا کیا ایک میرے رونے سے
بات تو جب ہے میرے ساتھ دنیا روئے
جاتے جاتے بھی اندھیروں کا اثر چھوڑ گئی
رات کے حال پہ کیونکر نہ سویرا روئے
وہ میرے ہجر میں سنتا ہوں کچھ ایسا روئے
جس طرح میلے میں بچھڑا ہوا بچہ روئے
ہم نے اب صحرا کی شہر سے ملا دی ہیں حدیں
سو ہمیں شہر کی گلیوں کا اجالا روئے
ناشناسان ہم روئیں تو کیسے روئیں
آنکھ کیا روئے کہ جب تک نہ کلیجہ روئے
☆.......... محمد جنید جانی-پشاور

لوگ چھوڑ دیتے ہیں

دل بہل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
کوئی اور مل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
چار دن کی چاندنی کا کیا کرنا زوہیب
چاندنی ڈھل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
قسم تو کھاتے ہیں سدا ساتھ نبھانے کی زوہیب
ذہن بدل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
آج کل کے لوگوں کا بھروسہ کیا کرنا زوہیب
موسم بدل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
لوگ محبت کرتے ہیں مطلب کے لئے
مطلب نکل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
☆..... زوہیب اختر-چشتیاں شریف

خاص بدل پیار گئے

خود کو تیری یادوں کا غلام کر دیا
تیری خاطر خود کو بدنام کر دیا
اور ثبوت کی تجھے کیا ضرورت مجھ سے
میں نے تو زندگی کا ہر پل تیرے نام کر دیا
ہو سکے تو ایک بار آ کر دیکھ لے میری حالت کو
میں نے تو سب کچھ تیرے نام کر دیا
پھر میں مر جاؤں تو مجھے رب سے کوئی شکوہ نہیں
بس ایک دعا ہے آخری میری میرے رب سے
☆... آفتاب احمد عباسی-سعودی عرب

ہم ایسی محبت کرتے ہیں

جب ہاتھ دعا کو اٹھتے ہیں ...... الفاظ کہنے کو جاتے ہیں ......بس دھیان تمہارا رہتا ہے اور آنسو بہتے رہتے ہیں...... ہر خواب تمہارا پورا ہو اس رب کی منت کرتے رہتے ہیں ...... ہم ایسی محبت کرتے ہیں، تم کیسی محبت کرتے ہو...... مجھے ٹھنڈک راس نہیں آتی ...... مجھے بارش سے خوف آتا ہے...... پر جس دن سے معلوم ہوا یہ موسم تم کو بھاتا ہے...... اب جب بھی ساون آتا ہے...... بارش میں بھیگے رہتے ہیں...... ہم ایسی محبت کرتے ہیں
☆............ ایم قیاست مسیح-کامرہ

مجھے آواز دینا

کبھی آواز دینا تم نہ لوٹ آؤں تو پھر کہنا
کبھی جب شام ہو جائے ہر دل بے چین ہو جائے
کبھی آواز دینا تم نہ لوٹ آؤں تو پھر کہنا
کبھی جب چاند کو دیکھو تو یونہی مسکرا دینا
چلیں ٹھنڈی ہوائیں جب تو
آنکھیں بند کر کے مجھے یاد کر لینا
اور اپنی سوچ میں قید کر لینا
کبھی جب بادل چھائیں ہوں
تمہیں بارش کی خواہش ہو
مجھے آواز دینا تم نہ لوٹ آؤں تو پھر کہنا
☆....... محمد ثقلین-رکھلہ نمک منڈی

کیا ضرورت

تیری آنکھوں میں ثابت ہوئی میری محبت کی ہر ادا
پھر مکر جانے کی کیا ضرورت
نہ ہی جھوٹ سے بنی میری محبت کی کہانی
پھر خفا رہنے کی کیا ضرورت
دل میں نقش ہے چہرہ وہی انمول کی
آنکھوں میں آنکھیں ملانے کی کیا ضرورت
نم وہی ابرار وہی رت بھی وہی
مل کے ہم سے بچھڑ جانے کی کیا ضرورت
☆.... عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

غزل

پیاس کی شدت سے مر رہا ہوں
تلاش آپ کو میں کر رہا ہوں
کچھ جان کر آپ کی ذات کو
یہ پیارا سا میسج کر رہا ہوں
میں کہیں تشنہ ہی نہ رہ جاؤں
سانسوں سے میں اپنی بکھر رہا ہوں
میری پیاس اگر بجھا دو تو نوازش
ورنہ اس حیات سے بچھڑ رہا ہوں
پھر خود کو نہ جرم وار سمجھنا
التجائیں و صدائیں آپ کے در پر رہا ہوں
مجھے تم سے کوئی بھیک نہیں چاہئے زیب
تیری چاہت کی دیکھ نظر رہا ہوں
☆...... ڈاکٹر اورنگزیب بھٹی-گجرات

غزل

غیر جب تم کو ستائیں تو ہم کو یاد کر لینا
لوگ جب دل کو دکھائیں تو ہم کو یاد کر لینا
جب تیرے حسن کی تصویر دھندلی ہو جائے
اپنے جب چھوڑ جائیں تو ہم کو یاد کر لینا
تیرے رخسار اور ہونٹوں کی یہ لالی
جب میری یاد دلائیں تو ہم کو یاد کر لینا
کون چاہے گا میری جان تجھ کو میری طرح
آنسو جب پلکوں پہ آئیں تو ہم کو یاد کر لینا
☆.................. جنید اقبال-اٹک

کاش!

کاش! تم دیکھ سکتی......اس ٹوٹے ہوئے دل کو...... ان بہتے ہوئے آنسوؤں کو ......ان ادھورے موسموں کو......کاش! تم پڑھ سکتی ...... میرے ہاتھوں کی لکیروں کو......میرے لفظوں کی گہرائی کو ...... میری باتوں کی سچائی کو...... میری محفل کی تنہائی کو...... کاش تم جوڑ سکتی ......اس دل کو......اس رشتے کو......اس وعدے کو......لیکن یہ سوچ کر میں...... خاموش ہو جاتا ہوں کہ......کاش تو ہمیشہ رہ جاتی ہے
☆. انتخاب: فاروق احمد شانی-چکوال

پسندیدہ اشعار

آ

آنکھ برسی ہے تیرے نام پہ ساون کی طرح
جسم سلگا ہے تیری یاد میں ایندھن کی طرح
☆---------- جنید اقبال

ا

اک ترک وفا پر میں اسے کیسے بھلا دوں
مجھ پر اس شخص کے احسان بہت ہیں
بھر آئیں نہ آنکھیں تو میں اک بات بتاؤں
اب تجھ سے بچھڑ جانے کے امکان بہت ہیں
☆---- محمد احمد امان اللہ-بورے والہ

اصولوں سے جدا ہوتے تو دکھ نہیں تھا
بنا کر خفا ہوتے تو دکھ نہیں تھا
جان بوجھ کر بے وفا بنے ہو سانولؔ
مجبوراً بے وفا ہوتے تو دکھ نہیں تھا
☆---------- آصف سانولؔ

اے خدا آپ نے پیار انمول چیز بنائی کیوں
اگر بنائی ہے تو اس میں جدائی کیوں
☆---------- ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

اگر چھوڑنا بھی چاہو تو ممکن جواز رکھنا
ہم بے وجہ سزائیں بہت کاٹ چکے ہیں
☆---------- عثمان غنی

امید تو بندھ جاتی تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا
غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا
☆---------- مس صبا-کلر سیداں

اسے بھول جاؤں کیسی بات کرتے ہو مریز
کبھی دن بھی آغاز کیا ہے سورج کے بغیر دستو!
☆---------- مریز بشیر گوندل-گوجرہ

اُسے اتنا چاہا کہ خود کو بھلا دیا عباس
اس کہا اتنی سی چاہت توہین ہے ہماری
☆---------- عباس علی گجر-چکسواری

ان کے آنے کا ہے امکان خدا خیر کرے
دل پہ گزرے گا یہ طوفان خدا خیر کرے
میں نے مانگی ہے وفا اور وفا کے بدلے
انہوں نے مانگی ہے میری جان خدا خیر کرے
☆---- خالد فاروق آسی-فیصل آباد

اب وہاں آنسوؤں کا بکھرا ہوا ملبہ ہی تو ہے انجم
جس جگہ عشق نے بنیادِ مکاں رکھی تھی
☆---------- محمد خاں انجم-لدھے وال

ایسی کوئی رات نہیں ہوتی
یہ رات اتنی تنہا کیوں ہوتی ہے
☆۔ ابرار حسین بٹ-میرپور آزاد کشمیر

اُس کو ہم پر یقین نہیں اعتبار نہیں
مگر ہم تو اُس کا انتظار کریں گے شمع بجھنے سے پہلے
☆---- مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

اس سے بڑھ کر اور بے وفائی کیا ہو گی الطاف
وہ مجھ سے ہی سیکھتا رہا پیار کسی اور کے لئے
☆---------- چوہدری الطاف دکھی-بھمبر

اب تک اترتے ہیں وہاں خوشبو کے قافلے
بھولے سے لکھ دیا تھا جس جگہ تمہارا نام
☆---------- رانا محمد احمد-کنگن پور

اب کہیں دور بھی جائیں تو تیری یاد گی باد کرانی ہے ہمیں
اب آ کر اگلی رات کے خواب کا تعبیر بن کے
☆---------- عبدالوحید ابرار-آواران

ب

بخشا ہے روح کو جس نے زخموں کو پیرہن
محسن وہ شخص کتنا طبیعت شناس تھا
☆---------- نرگس ناز-سکھر

بہت نام سنا تھا بچپن میں وفا کا فراز
جب ہم جواں ہوئے تو روایت بدل گئی
☆---------- عبدالصمد SK گبول

بے خبر سا تھا مگر سب کی خبر رکھتا تھا
چاہے جانے کے سبھی عیب و ہنر رکھتا تھا
اس کی نفرت کا بھی معیار جدا ہے سب سے
وہ الگ اپنا اک انداز نظر رکھتا تھا
☆---------- محمد اسحاق انجم-کنگن پور

بدلا ہوا ہے آج میرے آنسوؤں کا رنگ
شاید کہ میرے دل کے زخموں کا کوئی ٹانکا ادھڑ گیا ہو
☆---------- عابد علی آرزو-سانگلہ ہل

پ

پتھر سمجھ کر ٹھوکر مار دی اس نے فنا
تراش کر دیکھتے تو شاید ہیرے سے انمول ہوتے ہم
☆---------- عمران فنا-بلوچستان

پھر پلٹ رہی ہیں سردیوں کی سہانی راتیں مدثر
پھر تیری یاد میں جلنے کے زمانے آئے میری جان
☆---------- مدثر پردیسی-عارف والے

پہلے محبت کا نشہ تھا ہم کو دوست
دل جو ٹوٹا تو نشے سے پیار ہو گیا
☆---------- عابد رشید-راولپنڈی

پھر اس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصر
بچھڑ کر جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی
☆---------- شعیب شیرازی-جوہر آباد

پھر اتنی مایوس کیوں ہو اس کی بے وفائی پر رانو
تم خود ہی تو کہتی تھی کہ وہ سب سے جدا ہے
☆---- نیلم شہزادی عرف رانو-فتح جھنڈ

ت

تو میری ہے تیرا نام کوئی اور نہ لے
ان بھیگی آنکھوں کا کام کوئی اور نہ لے
کچھ اس لئے وفا نے تیرا ہاتھ نہ چھوڑا
کہ اگر تو گر گئی تو تم کو تھام کوئی اور نہ لے
☆---- مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

تیری الفت کی راہ میں زندگی لٹا دی ہم نے ارم
دل و جان لوٹنے والے تو کتنا بے وفا نکلا
☆---- الطاف حسین ناز-جھنڈیر شاخ

تو جو بدلتی ہے تو بے ساختہ میری آنکھیں
اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھ جاتی ہیں
☆---------- صدا حسین صدا-کیلا سکے

تنہائی کی شب کٹ جائے گی اتنے بھی ہم مجبور نہیں
دہرا کر اس کی باتوں کو کبھی ہنس لیں گے کبھی رو لیں گے
☆---- اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ

تجھ کو چاہا تیری دہلیز کو سجدہ نہ کیا
وہ میرا عشق تھا یہ میری خودداری ہے
☆---------- ارشد شہزاد بھٹی-خالق آباد

تو نے تیری یاد نے لکھنا سکھا دیا
ورنہ خدا قسم تیری عاشقی سے پہلے شاعر نہ تھے
☆---------- ارسلان پردیسی

تم کیا ساتھ دے سکتے ہو میری وفا کا آسی
ہمیں تو وہ شخص بھی چھوڑ گیا جس کا نام زندگی تھا
☆---------- صدا حسین صدا-کیلا سکے

تیری یادوں کو دل سے نکال لیا ہے
خود کو گرنے سے سنبھال لیا ہے
اب تماشہ دیکھنے آئے ہو سانولؔ
ہم نے تو دل پہ پتھر ہی ڈال لیا ہے
☆---------- آصف سانولؔ-بہاولنگر

ج

جو درد تم نے دیا کیسے بھولوں کریم
اب بھی میری ہر سانس سے وابستہ تم ہو
☆---------- کریم بگٹی-سوئی گیس

جو ملی نہ مجھے وہ خیالوں میں پا کر بہت خوش ہوا
جو لطف خیالوں میں ہوتا ہے وہ حقیقت میں کہاں ہوتا
☆---------- عبدالوحید ابرار-آواران

جدائی میں یہ شرط ضبط غم تو مار ڈالے گی
ہم اُن کے سامنے کچھ دیر رو لیتے تو اچھا تھا
☆---------- مدثر عمران ساحل-تلواڑہ

جل جاؤ کڑی دھوپ میں لیکن
کبھی اپنوں سے سایہ دیوار نہ مانگو
☆---------- عمران عباس پرنس-خانیوال

جنونِ عشق سے تو خدا بھی بچ نہ سکا اقبالؔ
تعریف حسن یار میں سارا قرآن لکھ دیا
☆---------- منظور اکبر اداس-جھنگ

چ

چلے جانے دو اس بے وفا کو
کسی غیر کی بانہوں میں عابد
جو اتنی چاہت کے بعد بھی میرا نہ ہوا
وہ کسی اور کا کیا ہو گا
☆---------- عابد علی آرزو-سانگلہ ہل

چاہنے والے بھی بڑے نصیب سے ملتے ہیں اے زیڈ
تم یہ بات تسلیم کرو گے میرے بچھڑ جانے کے بعد
☆---------- بے وفا ایم زیڈ اے-کراچی

چار بوند پانی پر اس قدر گرجتے ہو
میں تو خود سمندر ہوں مجھ پر کیا برستے ہو
☆---------- مجید احمد ملتانی-ملتان

خ

خطا تو ہم سے ہو گی کہ تمہاری محفل میں آ بیٹھے
زمین کی خاک ہو کر دل آسمان سے لگا بیٹھے
☆---------- واصف علی-بھریا روڈ

خدا کرے ان کو ہوں دائمی خوشیاں نصیب
عدمؔ وہ لوگ جو ہم کو اداس کرتے ہیں
☆---------- عمر دراز ساحر-ذاکر آباد

خدا نے لکھا ہی نہیں اس کو تیری قسمت میں عثمان
ورنہ کھویا تو بہت کچھ تھا اسے پانے کے لئے
☆---------- عثمان غنی-قبولہ شریف

خیر بدنام تو پہلے بھی بہت تھے لیکن
تجھ سے ملنا تھا کہ پر لگ گئے رسوائی کو
☆---------- مریز بشیر گوندل-گوجرہ

د

دل ٹوٹا تو ٹکڑوں کو نہ دیکھا کسی نے
نکلا جو آنکھ سے آنسو ہمیں بدنام کر گیا
☆---------- محمد افضل اعوان-گوجرہ

دیکھ تجھے کتنا چاہا ہے کبھی غور تو کر
ہم تو ایسے بھی اپنے طلبگار نہ تھے
☆۔ ملک ذوالفقار حسین ناز-بریڈفورڈ، یوکے

دنیا کے ستم یاد نہ اپنی ہی وفا یاد
اب مجھ کو نہیں کچھ بھی محبت کے سوا یاد
☆---------- رانا محمد احمد-کنگن پور

دل میں چھپا لیا ہے تیرے غم کو اس لئے ہم نے
یہ بھی بچھڑ نہ جائے تیرے پیار کی طرح
☆--- ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب

دامن دل سے لپٹ جاتے ہیں یادوں کے جگنو جیسی
دوستی کچھ ایسے بھی ہے جن کو میں کبھی بھول نہیں سکتا
☆---------- سراج خان-کرک

دیں گے وفا کا بدلہ بڑی سادگی کے ساتھ
تم ہم سے روٹھ جانا اور زندگی سے ہم
☆---------- عبادت علی-ڈی آئی خان

ڈ

ڈوبنا ہی تھا جو کشتی کا مقدر یارب!
اے کاش! آنکھ کے سامنے ساحل نہ ہوتا
☆---------- مس صبا-کلر سیداں

ر

روح تک نیلام ہو جاتی ہے بازار عشق میں ثانی
اتنا آسان نہیں ہوتا کسی کو اپنا بنا لینا
☆ ------ فاروق احمد شانی - چکوال

ز

زندگی میں سب کچھ ملا مگر وفا نہیں ملی
ملنا مشکل نہیں تھا مگر قسمت کی لکیر نہیں تھی
☆ ------ محمد لقمان اعوان - شیخوپورہ
زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں پرنس
بجھ تو جاؤں مگر صبح تو کر جاؤں گا
☆ ---- پرنس عبدالرحمٰن گجر - نین لانجھہ

س

سرمہ سمجھ کے غیر کو دی آنکھوں میں جگہ
آنسو سمجھ کے مجھ کو نظروں سے گرا دیا
☆ ------------ محمد ہارون تیج پور ہزارہ
سکون کا اک لمحہ بھی نہیں میسر مجھ کو فنا
محبت کو سلاتا ہوں تو نفرت جاگ جاتی ہے
☆ ---------------- عمران فنا - لسبیلہ

ش

شام ہوتے ہی سب دیے بجھا دیتا ہوں
اک دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کیلئے
☆ - محمد ارسلان احمد دکھی شانی - ڈھوک مراد
شاید اسے اعتبار نہیں تھا تیری وفا پر راحیلہ
اگر ہوتا تو وہ یوں جفائی نہ کرتا
☆ ------------ راحیلہ منظر - جمبرہ ٹی

ص

صرف اس شخص کو اتنا کہہ دینا قاصد
میں اس کے بغیر تنہا نہیں ادھورا ہوں
☆ -------- رئیس ارشد - سعودی عرب

ع

عجیب انداز ہے اس کی معصومیت کا سانول
میں تصور میں بھی دیکھوں تو وہ پلکیں جھکا لیتی ہے
☆ ---------- بشیر سانول - واہ کینٹ
عمر بھر کرتے رہے جس پھول کی حفاظت شاکر
خوشبو کے قابل ہوئے تو غیروں نے توڑ لیا
☆ ---------- اے ڈی ناز - ساہیوال
عید کے دن بھی آپ کو بھلا نہ سکے
ہزاروں لوگوں سے گلے ملے مگر مسکرا نہ سکے
☆ ------------ ملک کامران - بھلائی

ک

کرتے رہے تم سے اتنی محبت کہ بتا نہ سکے
بھلا کے بھی تجھ کو دل سے بھلا نہ سکے
یہ سوچ کے تو نے ہمیں ٹھکرا دیا اے بے وفا
کہ پرانے دوست کبھی کام آیا نہیں کرتے
☆ -------------- محمد منیر تنہا - ملتان
کسی کو اتنا نہ ستاؤ کہ وہ زندگی کی بازی ہار جائے مظہر
مسلسل بارشوں سے گر جاتے ہیں کبھی کچے مکان بھی
☆ ---------- مظہر علی کھچی - ساہیوال
کسی سرنگوں سی ڈالی پہ رکھ لیں گے چار تنکے
نہ بلند شاخ ہوگی نہ گرے گا آشیانہ
☆ --- سیف الرحمٰن زخمی - مقابر شریف
کتنے فریبی ہیں تیرے شہر کے جگنو فراز
روشنی دکھا کر اندھیرے میں چھوڑ جاتے ہیں
☆ ------- محمد عمران - چشتیاں شریف
کسی کا ساتھ مل جائے میری تقدیر بن جائے
میں بن جاؤں مصور کوئی میری تصویر بن جائے
☆ ---- فنکار شیر زمان پشاوری - پشاور
کاش! کوئی ہم کو بھی پیار جتاتا
ہماری آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے چھپاتا
ہم یونہی کہتے کون ہو تم
مسکرا کو وہ اپنے آپ کو ہماری جان کہتا
☆ ----- محمد ارسلان احمد - ڈھوک مراد
کتنے مجبور ہیں ہم تقدیر کے ہاتھوں فراز
نہ اسے پانے کی اوقات رکھتے ہیں نہ اسے کھونے کا حوصلہ
☆ ---------- عبدالمجید احمد - فیصل آباد
کتنا دلکش منظر ہو جب ہم قیامت کے دن
کریں شکوہ تیری بے وفائی کا
اور تم لپٹ کے ہم سے دھیرے سے کہو
چپ رہو سانول خدا کے لئے
☆ ---------- بشیر سانول - واہ کینٹ

ل

لکڑی کا تیر بن کر کاغذ کی تصویر بن کر
گزرے گا کوئی مسافر تیری گلی سے فقیر بن کر
☆ ---------- غلام مصطفیٰ بھٹی - قصور

م

میں اپنے ہاتھ میں آنکھوں کا کاسہ لے کے نکلا ہوں
کہیں سے کاش مجھ کو نیند کی خیرات مل جائے
☆ --- پرنس عبدالرحمٰن گجر - نین لانجھہ
مقدر سے مقدر ملنا تو دور کی بات ہے
پر تیرے دل سے دل ملاؤں کس طرح
پیار کیا ہے تجھے خود سے بڑھ کر حمزہ
تجھے چاہا ہے تجھے بھول جاؤں کس طرح
☆ ------------------ پرنس مظفر شاہ
مقدر میں جو سختی تھی وہ مرنے پر بھی نہ نکلی
جب کھودی گئی قبر میری تو پتھر کی زمیں نکلی
☆ ---------- عمر دراز بادشاہ - جڑانوالہ
مانگا ہی نہیں میں نے اپنی وفاؤں کا صلہ اس سے کاوش
کہ شاید انکار بھی فرصت نہ ہو ان کے پاس
☆ --- رئیس ساجد کاوش - شہر خان بیلہ
میرے اداس ہونٹوں میں اب بھی تمہارا نام ہے
مجھے تمہاری سب دلبر اب یادوں سے کام ہے
☆ ------------- الٰہی بخش غمشاد
میرے منصب تیرے انصاف کی کیا بات کریں
آج تیرے شہر میں میرا قاتل ٹھہرے
☆ ---- سید مبارک علی شمسی - قائم پور
مجھے جان سے بھی پیارا محبوب مل گیا ہے
مانگوں کیا اور خدا سے مجھے تو جو مل گیا ہے
☆ ---------- ایم وائی سچا - جدہ
محبت ہر انسان کو آزماتی ہے
کسی سے روٹھ جاتی ہے کسی پہ مسکراتی ہے
محبت کھیل ہی کچھ ایسا ہے
کسی کا کچھ نہیں جاتا کسی کی جان جاتی ہے
☆ ---------- ارمان سنگم - فیصل آباد
میرے دل کو تم نزدیک سے آ کر تو دیکھو
اس کی ہر جگہ پہ تیرا ہی نام لکھا ہے
☆ ---- عبدالمنان گھنیہ - کوٹ سبزل
مجھے نیند کی اجازت بھی اس کی
یادوں سے لینی پڑتی ہے آمنہ
جو خود آرام سے سوئے ہوتے
ہیں مجھے کرڈوں میں چھوڑ کر
☆ ---------- آمنہ - راولپنڈی
مت پوچھ کیا حال ہوا ہے عشق میں ہم دیوانوں کا
غم کے افق میں ڈوب گیا ہے چاند حسین ارمانوں کا
☆ ------ رئیس ساجد کاوش - خان بیلہ

ن

نہ تخت و تاج کی ہے آرزو نہ بزم شاہ کی ہے جستجو یاسر
جو نظر سے دل کو بدل سکے مجھے اس نگاہ کی تلاش ہے
☆ ---------- یاسر ساقی - مانسہرہ
نہ رہا کر اداس کسی بے وفا کی یاد میں آمنہ
وہ خوش ہے اپنی دنیا میں تیری دنیا کو اجاڑ کر
☆ ------------ آمنہ - راولپنڈی
نہ جانے اس سے آنسوؤں سے اتنی محبت کیوں ہے اپنی
وہ بات بات پہ رونے لگ جاتی ہے
☆ ------ فاروق احمد شانی - چکوال
نہ تخت و تاج کی آرزو نہ محفل شاہ کی جستجو
جو نظر دل کو بدل سکے مجھے اس نگاہ کی تلاش ہے
☆ ---------- حماد ظفر ہادی - گوجرہ
نہ جسم خریدتے نہ جان خریدتے
اگر بازار میں ملتی تو ہم ماں خریدتے
☆ ---------- عبدالصمد SK - کراچی
نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے
اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کر دو
☆ - زیب ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ اللہ یار

و

وہ شخص مجھے زندگی بھر کے لئے اداس کر گیا الطاف
جو مجھے کہتا تھا کہ تمہارے چہرے پہ اداسی اچھی نہیں لگتی
☆ -- چوہدری الطاف حسین دکھی - بھمبر
وہ شخص نظر آئے کبھی تو اسے اتنا کہنا غالب
جن کو عادی کر دیا ہے اپنا وہ لوگ بہت یاد کرتے ہیں
☆ ---- زیب ظہور احمد - ڈیرہ مراد جمالی
وہ جہاں کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی تو اک خوبی ہے میرے ہرجائی میں
☆ رانا وارث اشرف عطاری - گوجرانوالہ
وہ مر گیا ہے جس کا تم پوچھ رہے ہو
کسی کی یاد نے اسے زندہ جلا دیا
☆ ------ محمد ہارون قمر تیج پور ہزارہ

ہ

ہم کب روتے ہیں تیری یاد میں ہمسفر
میری آنکھیں تیرے حسن کا طواف کرتی ہیں
☆ ------ ذوالفقار علی سانول - کتووال
ہزار رنجشوں کے باوجود ہم تیرے در پر چلے آتے ہیں
یوں لگتا ہے کہ دوریوں کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں
☆ ---------- محمد واصف - واہ کینٹ
ہوا جب سرخ پتوں کو جدا شاخوں سے کرتی ہے
ہمیں تم سے بچھڑ جانا بہت ہی یاد آتا ہے
☆ ------------ جنید اقبال - اٹک
ہم باوفا تھے اس لئے نظروں سے گر گئے
شاید تمہیں تلاش کسی بے وفا کی تھی
☆ ---------- امین مراد - کراچی
ہم فقیروں کی طاقت کا تم کو اندازہ نہیں
ہم بہتے دریا میں طوفان اٹھانا جانتے ہیں
☆ -- محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دوکوٹہ
ہم فنا ہو گئے وہ بدلا پھر بھی نہیں نوری
میری چاہت سے بھی سچی تھی نفرت اُس کی
☆ ------------ محمد نعمان نوری - لاہور
ہونٹوں پہ ہنسی دل میں زخم لئے پھرتا ہوں
رہنے دے میرے جسم میں کچھ بوندیں لہو کی
☆ ---- قاضی ایوب خان - گاؤں بابیہ
ہم لاکھ اچھے ہوں پر لوگ خراب کہتے ہیں
بگڑا ہوا ہم کو نواب کہتے ہیں
ہم تو ایسے بدنام ہو گئے ہیں اداس
کہ پانی بھی پئیں تو لوگ شراب کہتے ہیں
☆ ---------- منظور اکبر اداس - جھنگ

ی

یادوں کے تیر دل میں کہیں ٹوٹتے رہے
ایم این پلکوں سے برستا رہا پہلو تمام رات
☆ ------ امجد دکی کور دتھانہ - لکڑیانوالہ
یاد کرنے کی ہم نے حد کر دی محسن
بھول جانے میں تم بھی کمال رکھتے ہو
☆ ---------------- ظہیر عباس انجم کمبوہ
یوں تو لکھنے کے لئے کیا نہیں لکھا میں نے
پھر بھی جتنا تجھے چاہا، نہیں لکھا میں نے
☆ ------------ محمد اسحاق انجم - کنگن پور
یاد تمہاری رہی اور سرکار کچھ نہ رہا پاس
سمندر کے کنارے بھی رہے نہ بجھ سکی اپنی پیاس
☆ ------------ سرفراز ڈاہر - لکڑیانوالہ

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر انکل سے کہ وہ ہر ماہ باقاعدگی سے اسلامی صفحہ شائع نہیں کرتے۔ (اکرم جانی- ساکران)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو چار دن پیار بھرے ایس ایم ایس کرکے نمبر بند کر لیتے ہیں۔ (ایم آصف- گگومنڈی)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں اتنے سال سے جواب عرض سے دور کیوں رہا۔ (الفت علی بلوچ- ملتان کینٹ)

مجھے شکوہ ہے ایسے دوستوں سے جو مطلب کے لئے دوستی کرتے ہیں اوط ملب نکلنے کے بعد چھوڑ جاتے ہیں۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-69/F)

مجھے شکوہ ہے محبت سے جو بہاروں کو خزاں بنا دیتی ہے، مجبوری کو بے وفائی اور وفاؤں کو قربانی بنا دیتی ہے۔ نجانے کب تک ایسا ہو رہے گا۔ (محمد خاں انجم- لدھے وال)

مجھے شکوہ ہے ایسے دوستوں سے جو کہ نماز نہیں پڑھتے اور نماز کا وقت فضول باتوں میں ضائع کرتے دیتے ہیں۔ (عمر دراز ساحر- ذاکر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان قارئین سے جو صرف پیار محبت کی کہانیاں لکھتے ہیں، ایسے قارئین سے التماس ہے کہ پیار محبت کے علاوہ بھی اچھی کہانی لکھا کریں۔ (چوہدری محمد شہریز- میرپور آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو قلمی دوستی کا پہلا خط لکھ کر پھر بھول جاتے ہیں۔ (محمد اسحاق انجم- کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو حق سچ کا ساتھ نہیں دیتے۔ (محمد آفتاب شاد- دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے یہ کوپن ختم کر دیں ابھی کس سے شکوہ کریں سب نے رلایا ہے۔ (عبدالصمد SK گبول- کراچی)

مجھے شکوہ ہے چند اپنے ایسے دوستوں سے جو مجھے کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی کا نمبر سینڈ کرو۔ (عبدالرشید بزنجو- گڈانی)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو کسی کو دھوکا دینا، فراڈ کرنا اور کسی کا دل توڑتے ہیں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے- کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو جواب عرض میں لکھنا اور پڑھنا چھوڑ دیا۔ عبدالرحمٰن گجر- نین لانجھہ)

مجھے شکوہ ہے سبھی سے کہ کالم شکوہ ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کوئی شکوہ نہیں کرتا اتنے عرصہ میں ہم سے کسی کو کوئی شکوہ نہیں ہے، میرے خیال سے ہزاروں شکوے ہونے چاہئیں۔ (شہزاد سلطان کیف- الکویت)

مجھے شکوہ ہے اقبال رحمٰن سے کہ میں نے ان سے ایک چھوٹی سی گذارش کی تھی لیکن انہوں نے ابھی تک وہ پوری نہیں کی۔ (عالمگیر تبسم- گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ایسے دوستوں سے جو ٹائم زیادہ تر فضول کاموں میں ضائع کر رہے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔ (نثار احمد حسرت- نور جمال شمالی)

مجھے شکوہ ہے اپنی N سے جو مجھ سے اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں سے ناراض ہو جاتی ہے۔ (ایم افضل کھرل- ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے الطاف دکھی اور سرفراز کشمیری سے جو مجھ سے رابطہ نہیں رکھتے ہیں۔ (پرنس مظفر شاہ- پشاور)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے جو کال نہیں کرتے صرف مس کال دیتے ہیں۔ (خضر حیات بلوچ- میاں چنوں)

مجھے شکوہ ہے انسان کے نفس سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اتنا کیوں غافل ہے۔ (زبیر ایس- میلسی)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا اور لڑکیاں مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں۔ (خالد محمود سانول- مروٹ)

مجھے شکوہ ہے لکھنے والوں سے، لکھتے تو بڑی بڑی باتیں ہیں پر کرتے کچھ بھی نہیں۔ (محمد شہباز گل- گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (محمد عمران بٹ ڈل- سوہاوہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست آکاش جھنگ والے سے وہ میرا فون بہت کم سنتا ہے۔ (عباس علی حجر- چکسواری)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے سٹاف سے کہ ہر ماہ کوئی نہ کوئی کالم غائب ہوتا ہے اور کوئی کالم بہت زیادہ شائع ہوتا ہے۔ (محمد ارسلان احمد دکھی شاد- ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست ساحل سے جس نے میری بدنصیبی کو خدا سے دعاؤں کے عوض خوش نصیبی دلوائی مگر اب وہ میرے غریب خانہ پر تشریف نہیں لاتی۔ (خلیل احمد ملک- شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے کسی سے نہیں ہے کیونکہ جواب عرض کی بدولت میرے بہت ہی اچھے دوست بنے ہیں جو کبھی بھی شکوہ کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ (رئیس صدام حسین ساحل- خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی میں لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (زبیر ساغر- مخدوم رشید)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان R سے جس کو میں بے حد پیار کرتا ہوں، اس نے میرے پیار کو مذاق سمجھا، وہ میرے دل کو کھلونا سمجھ رہی ہے۔ (اکبر علی شاہین- یزمان)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ہر وقت دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (محمد طارق نور- بلوچستان)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکیوں سے جو لڑکوں سے پیار کا ناٹک کرتی ہیں۔ (عبدالستار نیازی- مکران)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کے احساسات کو ٹھیس پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ (صائمہ- مرید)

مجھے شکوہ ہے پرنس مظفر شاہ سے جو خواہ مخواہ ہر ماہ کچھ کہانیوں کو بیکار قرار دے دیتا ہے۔ (نائلہ- فتہ بھنڈ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے والدین کا ادب نہیں کرتے اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کے ساتھ نرمی سے پیش نہیں آتے، ان کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ (عامر سہیل جگر- سمندری)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لڑکیوں کو کھلونا سمجھتے ہیں جب دل چاہا کھیل لیا جب دل چاہا توڑ دیا۔ (مہر شہباز پرنس- چونیاں)

مجھے شکوہ ہے اپنے نصیب سے کہ میں جس سے بھی پیار کرتا ہوں وہ مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ (ارمان سنگم- فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے مس SK سے جو مجھ سے رابطہ نہیں کرتی۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا- میرپور خاص)

مجھے شکوہ ہے SA سے جس نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو- جلپانہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو روپے پیسے کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ (مہر محمد سلیم- سرگودھا)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے کہ وہ بے وفائی نہ کریں کیونکہ بے وفائی سے زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ (مظہر علی کچھی- ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے راجہ فیصل مجید کراچی والے سے کہ ہمارے شہر میں آئے اور بہانے بنا کر چلے گئے۔ (سیّد اشفاق نقوی- گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے سیف الرحمٰن زخمی سے کہ وہ اپنے زخموں کا علاج نہیں کرواتا اور ہر وقت زخمی رہتا ہے۔ (عمران فنا- بلوچستان)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست حسن سے جو مجھ سے فون پر بات تک نہیں کرتا۔ (اشفاق ساغر- دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے پیار سے کہ اس نے میری قدر نہ کی اور ان لوگوں سے جو محبت کے نبے وفائی کرتے ہیں۔ (محمد وقاص یوسف وکی- فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست شکیل سے جو مجھ سے فون پر بات نہیں کرتا۔ (اشفاق دکھی- اٹل)

مجھے شکوہ ہے کسی سے بھی نہیں۔

(عثمان غنی-قبولہ شریف)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو بے وفائی کرتے ہیں۔ (محمد صفدر دکھی-کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنی زندگی سے کہ اس نے مجھے آج تک دکھ ہی دیئے ہیں۔ (توبیہ کنول-بھکر)

مجھے شکوہ ہے ان استادوں سے جو بچوں کو صحیح تعلیم دیتے۔ (حسنین کاظمی-رکن)

مجھے شکوہ ہے شکوہ کروں بھی تو کس سے کروں ظالم زمانے سے، رسموں رواجوں سے یا اپنے نصیب سے کروں، سمجھ نہیں آتی۔ (ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ)

مجھے شکوہ ہے S سے کہ وہ میری دوستی کا جواب نہیں دیتا۔ (محمد خادم جنگ-ڈیراہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے H پنجگور والی سے کہ اب مجھے فون تک نہیں کرتی۔ (مصطفیٰ گل-کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لڑکیوں کی دوستی بے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے جو دوستی کر کے پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ (علی ناز دکھی-ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے K سے کہ میں ان کا بہت فین ہوں مگر وہ مجھ سے رابطہ نہیں رکھتی۔ (مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوستی تو کرتے ہیں اور نبھانا بھول جاتے ہیں۔ (شفقت جاوید-شور کوٹ)

مجھے شکوہ ہے مس نگھار سے جو مجھ سے فون پہ بات نہیں کرتی۔ (اے ڈی ناز-ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے دنیاوالوں سے جو سب مطلب پرست اور خودغرض ہیں، انیانیت کی قدر نہیں ہے۔ (الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

مجھے شکوہ ہے محمد ذیشان شانی ساحل آف جھامرہ سے کہ وہ مجھے بھول گیا ہے۔ (منظور اکبر اداس-جھنگ)

مجھے شکوہ ہے زیڈ جان سے کہ اس نے میری محبت کا حق ادا نہیں کیا۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے N سے جو مجھے بے وفا سمجھتا ہے، وہ دنیا کی باتوں پر یقین کرتا ہے پر میری بات پر نہیں کرتا۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ندیم عرف کالے اور اختر عرف ہلکی آنچ سے جو آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور وہ ہلے کے ہوٹل پہ مل جل کر کام نہیں کرتے۔ (ذیشان دیوانہ-فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے دوستوں سے جو صرف اور صرف شہرت اور لڑکیوں سے دوستی کے طلبگار ہیں۔ (مجید احمد جائی-ملتان)

مجھے شکوہ ہے R سے جو کہ مجھے بلا کر میرے ساتھ باتیں نہیں کرتی جب سامنے آتا ہوں تو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال دیتی ہے اور بعد میں شکوہ نہیں کرتی۔ (ثانی جان-چکوال)

مجھے شکوہ ہے ثانی سے جو مجھ کو پیار محبت کے راستے پر لا کر اکیلا چھوڑ دیا۔ (فاروق احمد ثانی-چکوال)

مجھے شکوہ ہے SM سے کہ آپ نے ابھی تک رابطہ نہیں کیا ہے، کیوں کوئی ناراضگی ہے؟ (علی نواز مزاری-گھوٹکی)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے کہ وہ میری غزلیں اور تحریریں شائع نہیں کرتے اور موبائل نمبر بھی۔ (ملک محمد افضل طاہر-لاہور)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر انکل سے کہ وہ میرا موبائل نمبر اور ابھرتے ہوئے شاعروں والا صفحہ شائع نہیں کرتے۔ (تصور علی حسرت کھوکھر-گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے بس اپنی زندگی سے شکوہ ہے پھر بھی جینا ہے۔ (فیس جی-یخی سرور)

مجھے شکوہ ہے اپنی قسمت سے کہ جو ہر بار مجھے غم دیتی ہے۔ (محمد سلیم عاصی-حاصل پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے مفادات کی خاطر دوسروں کے ارمانوں کا خون کرتے ہیں۔ (چوہدری یاسین احمد-جن پور)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو فون پہ اتنی باتیں کرتے ہیں کہ مکر جاتے ہیں، خاص کر کے لڑکیاں۔ (ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر انکل سے کہ وہ پھر سے مجھے اگنور کرنے لگے ہیں۔

(عمران انجم راہی-ستہ پانی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو والدین کی قدر نہیں کرتے، دوستی کی وجہ سے والدین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (شبیر حیدر)

مجھے شکوہ ہے کسی سے نہیں ہے، جواب عرض کی بدولت بہت سے اچھے دوست ملے ہیں جن سے باتیں کر کے بہت اچھا لگتا ہے۔ (رئیس ارشد-خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے S سے جو معمولی سے معمولی بات پر ناراض ہے۔ (طارق-ہری پور)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے ایڈیٹر صاحب کہ وہ میری تحریریں آج کل بالکل شائع نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم اب پرانے ہو گئے ہیں۔ (عبدالوحید ابرار-آواران)

مجھے شکوہ ہے R پیر محل والی سے جو مجھ سے رابطہ ختم کر گئی ہے۔ (ملک عرفان-عبدالحکیم)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے شاف سے کہ انہوں نے سٹوری کے ساتھ جو خط تھا وہ ختم کر دیا اور سٹوری کی وہی جان ہوتا ہے۔ (اللہ دتہ بے ورد-راولپنڈی کینٹ)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے ایڈیٹر سے کہ وہ میری تحریروں دک شائع نہیں کرتے۔ (محمد محسن ساغر-عارفوالہ)

مجھے شکوہ ہے اے ڈی ناز صاحب سے کہ وہ ہر وقت اداسی کی باتیں کرتے ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے میری تمام تحریریں اور شعروں کے کوپن میں نام ضرور شائع کیا کریں۔ (سید عارف شاہ پریمی-جہلم)

مجھے شکوہ ہے SG گوجرانوالہ سے کہ وہ میرا فون ریسیو نہیں کرتے اور نہ ایس ایم ایس کا جواب دیتے ہیں۔ (عابدہ رانی-گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ نومبر کے مہینے میں مجھ سے اپنے موبائل سے سارے نمبر ڈیلیٹ ہو گئے تھے جس کی وجہ سے سب سے رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ (ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے جو میری تحریریں شائع نہیں کرتے۔ (غلام عباس-محمد پور)

مجھے شکوہ ہے SG سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لکھے کیونکہ میں ان کی بہت فین ہوں۔ (اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی)

مجھے شکوہ ہے اُس سے ہے جو میرے دل کے جذبات کبھی سمجھ ہی نہیں پایا۔ (عبدالمالک کیف-سنجر پور)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو پہلے دوستی کرتے ہیں جب کوئی اور مل جاتا ہے تو منہ موڑ لیتے ہیں۔ (محمد اقبال رحسن-سہیکی بالا)

مجھے شکوہ ہے اپنے بھائی محمد لقمان اعوان سے بھائی مجھے آپ کی ایک عادت سے بہت چڑ ہے اگر آپ سمجھ گئے ہو تو پلیز اس عادت کو چھوڑ دو۔ (نرگس ناز-سکھر)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکوں لڑکیوں سے جو صرف ٹائم پاس کے لئے دوستی کرتے ہیں۔ (تشفیق اقبال-کرک)

مجھے شکوہ ہے اپنی محبوبہ سے جو کہ میری قدر نہیں کرتی اگر اس سے کبھی ناراض ہو جاؤں کسی بات پر تو سالہا سال میرا پتہ بھی نہیں کرتی۔ (فخر سانول-کانوی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسرے کا احساس نہیں رکھتے۔ (شوکت علی وفی-ماہی چوک)

مجھے شکوہ ہے اپنے کزن رحمت اللہ خان مستوئی سے جو ہر کام ہی الٹا کرتا ہے۔ (سردار اقبال-سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں جس سے بھی محبت کرتی ہوں وہی مجھے شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ (رخسانہ آفتاب-موضع چھیدہ)

مجھے شکوہ ہے K سے جو بار بار کہنے پر بھی ہم سے رابطہ نہیں کرتی۔ (تنویر خالد-دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو پیار میں کسی کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (محمد زبیر شاہد-ملتان)

مجھے شکوہ ہے اپنی کزن S سے کہ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی۔ (عدنان حیدر-جہلم)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو جدا کرتے ہیں۔ (دکھی اظہر سیف تنہا-سکھیکی منڈی)

◆○◆

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں ہمیں تو ابھی تک خوشی نصیب نہیں ہوئی ہر غم کے بعد ایک نیا غم سلام پیش کرتا ہے مگر پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (وسیم سلطان صابر خٹک-کرک)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو لگتا ہے میری زندگی کی تمام خوشیاں مل گئی ہیں۔ (صائمہ-مرید)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے عید کا چاند نظر آ گیا ہو۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کیونکہ خوشیاں بھی زندگی کا حصہ ہیں اور اس پر ہر انسان کا حق ہے۔ ہمارا یہ شکوہ غلط ہے کہ خوشیاں ہمیں کم ملتی ہیں۔ (ذیشان دیوانہ-فیصل آباد)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے جیسے دو جہانوں کی خوشی ملی ہے۔ (جمیل احمد گبول-کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد جب ہم کو خوشی ملتی ہے تو سب سے پہلے ہم کو خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش لی ہے، ہمیشہ خوش رہنا چاہئے۔ (محمد لقمان اعوان-شیخوپورہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان سارے غم بھول جاتا ہے، غم کے بعد خوشی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ (جنید اقبال-اٹک)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی ملتی ہے انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں ان دنیا آبادکی ہے، غم کے بعد خوشی کا اپنا ہی مزہ آتا ہے۔ (ملک محمد افضل طاہر-لاہور)

میری رائے میں میں کیا لکھوں جس کو کبھی کوئی خوشی ملی ہی نہیں ہے کبھی اتفاق ہوا تو ضرور آگاہ کروں گا۔ (اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی غم نہ دے۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے والا کالم اب بند کر دینا چاہئے اور اس کی جگہ کوئی اور کالم ہونا چاہئے۔ ایک کالم کو زیادہ سے زیادہ تین ماہ شائع کرنا چاہئے۔ (حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خزاں کے بعد بہار لوٹ آئی ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ سب کو خوشی عطا کرے۔ (نبی حسن بندیجہ-حسن پیر حب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ہر انسان کو ملتی ہے، یہ زندگی کا سلسلہ ہے کبھی خوشی کبھی غم بس میری دعا ہے کہ ہر کوئی خوش رہے۔ (اسلم بندیجہ-لسبیلہ)

میری رائے میں تو یہ دونوں چیزیں غم اور خوشی زندگی کا حصہ ہیں۔ بس ہمیں اللہ سے دعا کرنا چاہئے کہ ہر مسلمان کی زندگی میں خوشی زیادہ اور غم کم دے۔ (میر احمد میر بگٹی-سوئی گیس فیلڈ)

میری رائے میں یہ زندگی چار دن کی ہے، ایک دوسرے سے محبت سے پیش آنا چاہئے تاکہ ہمیں آخر میں کسی سے بھی گلہ نہ ہو۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی نہ ملتی تو کوئی انسان اس دنیا میں قائم یا زندہ نہ رہتا کیوں کہ یہ اللہ کا نظام قدرت ہے وہی غم اور وہی خوشی دیتا ہے جس انسان جیتا ہے۔ (ذوالفقار علی سانول-ملک وال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو واقعی بہت اچھا لگتا ہے۔ خدا ہمیشہ ہر کسی کو خوش رکھے۔ (غلام شبیر پرنس-لالیاں)

میری رائے میں تے جدوں دکھاں توں بعد خوشی ملدی اے تے دل کردا اے کہ کوئی ہووے جیہڑا میریاں خوشیاں وچ خوش ہووے۔ (تنویر خالد-دوکوٹہ)

میری رائے میں شاید اچھا ہی لگتا ہوگا کیونکہ مجھے تو غم کے بعد بھی غم ہی ملے ہیں، خوشی کا انتظار بہت طویل ہو گیا ہے۔ (سیّد اظہر حسین شاہ-چنیر)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ایسے لگتی ہے جیسے کسی آگ سے نکال کر برف پہ لٹا دیا گیا ہے، بہت اچھا احساس ہوتا ہے۔ (ظفر نور-اوباوڑہ)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے برسوں کے بعد کسی تپتے صحرا پر برسات ہوئی ہو۔ ایسا سکون دل کو پہنچتا ہے کہ زندگی اور دنیا کی ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ (ندیم اقبال قریشی-بھریا روڈ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے سے انسان ایسے ہی نکھر جاتا ہے جیسا کہ پیاسی زمین پر ابر رحمت برسنے کے بعد پھول پودے کھل اٹھتے ہیں۔ (کھوکھر ندیم-شاہ باغ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو سب پچھلے غم بھول جاتے ہیں اور انسان صرف وہ پل بھر کی خوشیاں یاد کر پاتا ہے کیونکہ خوشیاں کبھی بھول نہیں پاتیں۔ (رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ)

میری رائے میں کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو دل میں بہت سوراخ کر دیتے ہیں اگر بعد میں خوشی مل بھی جائے تو وہ نہیں بھرتے اگر بھر بھی جائیں تو انسان باقی ہی رہتے ہیں مگر دنیا میں رہنے کے لئے چہرے پہ مسکراہٹ لانا پڑتی ہے۔ (عامر سہیل بھٹی-سمندری)

میری رائے میں غم ہر آنے والی خوشی کا سنگ میل ہوتا ہے لہٰذا خوشی تبھی خوشی محسوس ہوتی جب غم کے بعد ملتی ہے۔ (محمد زبیر عطاری-لاہور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ ہر زوال کے بعد عروج آتا ہے۔ (خالد فاروق آ سی-فیصل آباد)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی نصیب ہو جائے تو انسان کے اندر ایک اور جان پیدا ہوتی ہے گذشتہ اپنی تکالیف کو اسی ٹائم بھول جاتا ہے۔ (عبدالرشید بزنجو-گذانی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ہم اپنے پرانے سب غموں کو بھول جانے لگتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو دنیا کے خوش قسمت ترین لوگوں میں تصور کرتے ہیں۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ (پرنس مظفر شاہ-ناگمان چوک)

میری رائے میں جب انسان کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان اپنے سارے پچھلے غم بھول کر ایک نئی زندگی شروع کرتا ہے۔ (منان سحر آزھتی-چوک اعظم)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو پچھلے جتنے بھی غم ہوتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ (محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے خزاں کے بعد بہار آئی ہو، ہونٹوں پہ مسکراہٹ اور دل کو گہرا سکون ملتا ہے۔ (محمد شہباز گل-گوجرانوالہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اچھا لگتا ہے بلکہ بہت ہی اچھا لگتا ہے، ان غموں کے دور میں اک خوشی کا ملنا گوہر نایاب سے کم نہیں۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

میری رائے میں غم بشکل کانٹا ہے جس طرح پھول کی قدر و خوبصورتی کانٹے میں پنہاں ہے اسی طرح خوشی کا مزہ بھی غم میں پوشیدہ ہے۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میری رائے میں ہماری زندگی میں ابھی خوشی نہیں آئی۔ (محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا)

میری رائے میں غم تو ساری زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں، خوشی تو ہمیں صرف اک پل کے لئے ملتی

ہے، اس لئے خوشی کو اچھے طریقے سے سیلی بریٹ کرنا چاہئے۔ (رخسانہ آفتاب-موضع چھٹہ مخدوم رشید)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی ملے تو خوشی کے مارے آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں اور پھر ایسا سماں ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ (عدنان حیدر-چوٹالہ)

میری رائے میں جب بدترین غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل خوشی سے اتنا پاگل ہوتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ اس پاک ذات کا شکر کیسے ادا کیا جائے۔ (نرگس ناز-سکھر)

میری رائے میں کہ غم کے بعد خوشی ملتی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں خوشی اور غم دینے والا ہے۔ (محمد محسن ساغر-عارف والہ)

میری رائے میں انسان کو جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو وہ انسان بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ بعض لوگ تو اس خوشی کی خاطر عمر بھر انتظار کرتا ہے۔ (الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے ایک نئی زندگی شروع ہو، زندگی میں انسان کو کبھی خوشی ملتی ہے کبھی غم ملتا ہے۔ (اظہر سیف دکھی-سنکھیکی)

میری رائے میں جب انسان غم کے بعد خوشی پاتا ہے تو دل میں پھر بھی اک وسوسہ سا رہتا ہے کہ کہیں یہ خوشی بھی عارضی نہ ہو، نہ جانے کیوں؟ (ارمان سنگم-فیصل آباد)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو جیسے پھولوں پر بہار آ گئی ہو اور ہر طرف بہار ہی بہار ہو۔ (مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ)

میری رائے میں اگر غم کے بعد انسان کو خوشی مل جائے تو وہ پھر سارے غم بھول جاتا ہے، اس طرح غم کے بعد خوشی ملنی چاہئے۔ (سیف الرحمٰن زخمی-سیالکوٹ)

میری رائے میں جب خوشی ملتی ہے تو انسان اپنی خوشی میں مگن رہتا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے جب خوشی ملے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ (زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ اللہ یار)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو سارے دکھ دور ہو جاتے ہیں۔ (راحیل احمد قریشی-وہوا)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے دوبارہ زندگی مل گئی ہو کہ اب غم آئے ہی نہ۔ (نعیم شہزاد-کوہاٹ کینٹ)

میری رائے میں ہمیں تو بچپن سے اب تک صرف غم ہی غم ملے ہیں، خوشی ملی بھی ہے تو غم کے برابر ملی ہے۔ (محمد صفدر دکھی-کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان اپنے سابقہ غموں کو بھول جاتا ہے مگر کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو بھلانے سے بھی نہیں بھولتے۔ (بوٹا دکھی-بہاولپور)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے انسان اور جب غم ملتا ہے تو پھر اپنے سب کو یاد کرتا ہے۔ (سردار اقبال خان-سردار گڑھ)

میری رائے میں خوشی جب ملتی ہے تو غم بھول جاتے ہیں۔ (مظہر علی کھچی-ساہیوال)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیا حالت ہوتی ہے۔ (طارق محمود مہر-ڈنگہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو رب کی مخلوق پر پیار آتا ہے۔ (مجید احمد جائی-ملتان)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے وہ حقیقی خوشی ہوتی ہے کیونکہ میری رائے میں غم اور خوشی دونوں رب تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ (محمد ذکی مغل-واہ کینٹ)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے لیکن غموں کے بغیر زندگی ادھوری، خوشیوں کے بغیر گزارا نہیں۔ (محمد ارسلان احمد-ڈھوک مراد)

میری رائے میں تو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بڑا اچھا لگتا ہے کیوں کہ غم آدمی کو اندر ہی اندر کھا جاتا ہے اور خوشی کسی کو بھی ملے تو اچھا فیل کرے گا۔ (حسن رضا-رکن ٹی)

میری رائے میں مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے سب دکھ درد غم پریشانی ختم ہو گئی ہے۔ (ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی

ملے تو بہت اچھا لگتا ہے، ایسے لگتا ہے جیسے غم تھے ہی نہیں۔ (آصف سانول-بہاول نگر)

میری رائے میں تو بہت اچھا لگتا ہے، غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو خوشی تو اچھی ہے لیکن خوشی انسان کو بہت مغرور کر دیتا ہے۔ (عباس علی گجر-چکسواری)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان سب غم بھول جاتا ہے۔ کاش وہ خوشی عارضی نہ ہو۔ (محمد اشرف زخمی دل)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے جیسے سارے جہان کی خوشی اس کے پاس ہو۔ (غلام عباس جتوئی-محمد پور دیوان)

میری رائے میں جو غم دیتا ہے وہی خوشی بھی عطا کرتا ہے اور خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ (مدثر عمران ساحل-تلواڑہ)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے جیسے زندگی میں کوئی نیا چاند مل گیا ہے۔ (واصف علی-بھریا روڈ)

میری رائے میں اچھا لگتا ہے مگر میں وہ سب احساسات تو بھول چکا ہوں کیونکہ خوشی ملے لگتا ہے برسوں بیت گئے ہیں۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہیت و بہت اچھا لگتا ہے اور بندہ پوری زندگی کے غم بھول جاتا ہے۔ (اے ڈی ناز-ساہیوال)

میری رائے میں غم کے بعد غم ہی ملتے ہیں کہ اک ہی بات کرتا ہوں (وقت گزر جائے گا)۔ (ایم یعقوب اعوان-چکوال)

میری رائے میں انسان جب غم سے نڈھال ہوتا ہے تو اچانک جب خوشی آتی ہے تو اس سے سنبھالی نہیں جاتی، بہت ہی خوش ہوتا ہے اور خدا کو بھول جاتا ہے۔ (مدثر پردیسی-عارفوالہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی بھی نصیب والوں کو ملتی ہے اور ہمارے نصیب میں پتہ نہیں کب خوشی آئے گی۔ (عمران فنا-بلوچستان)

میری رائے میں اچھا لگتا ہے کیونکہ ایک دفعہ تو انسان اپنے غموں کو بالکل بھول جاتا ہے اور پھر سے خوشگوار زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو زندگی اچھی لگنے لگتی ہے اور جینے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ (امین مراد انصاری-کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے، آنکھ پھر روتی ہے، سوچتا ہے کہ یہ دکھاوا تو نہیں ہے۔ (یاسر ساقی-مانسہرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے، غم کے بعد خوشی ایک نرم جھونکے کی طرح ہوتی ہے۔ (عبادت علی-ڈی آئی خان)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہیت و آدمی اپنے آپ کو آسمانوں پر پاتا ہے، خوشی ملنے پر سارے غم بھول جاتے ہیں۔ (محمد ہارون قمر-تیج پور ہزارہ)

میری رائے میں حقیقی خوشی غم کے بعد ہی ملتی ہے، اس سے قبل ملنے والی خوشی سے ہم لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ (اشتیاق ساغر-میرپور)

میری رائے میں جیسے اندھیرے میں روشنی مل جائے، جیسے مچھلی کو مرتے ہوئے پانی مل جائے، جیسے مرتے ہوئے کو زندگی مل جائے، جیسے جنگل میں انسان کو منزل مل جائے۔ (عبدالرحمٰن گجر-مین لانجھہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے بے جان جسم میں جان آ گئی ہو، جیسے ڈوبتے کو کنارا مل گیا ہو۔ (فیاض احمد جانڈیہ-مظفر گڑھ)

میری رائے میں اگر پیار کرنے والا ساتھ دینے والا جیون ساتھ ہو تو غم بھی غم نہیں رہتا خوشی محسوس ہوتی ہے۔ (ممریز بشیر گوندل-گوجرہ)

میری رائے میں غم ہی سب سے زیادہ خوشیاں دیتے ہیں کیونکہ غم کے اندر چاہنے والوں کی شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے اور چاہنے والوں کو یاد کرنا ہی دل کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ (محمد خاں انجم-لدھے وال)

ماں سے پیار کا اظہار

٭...... ماں ایک عظیم ہستی ہے جس کی کوئی مثال نہیں اگر جنت حاصل کرنا ہے تو اپنی ماں کی دن رات خدمت کرو۔ (میر احمد میر بگٹی - سوئی)

٭...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، ماں نہیں تو دنیا میں کچھ بھی نہیں۔ (اظہر مسعود رائے - فورٹ عباس)

٭...... ماں تجھے سلام، ماں کے بارے میں کیا لکھوں شاید میرے پاس تعریف کے لئے الفاظ نہیں۔ (عمران فنا - حب ڈیم)

٭...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، ماں دنیا کی قیمتی چیز ہ، ے ماں جی تو سی بڑے گریٹ او جی۔ (نامعلوم)

٭...... ماں وہ پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا، ماں ٹھنڈی ہوا کی مانند ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ)

میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اللہ میری ماں کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ (نوید اختر سحر - کبیروالہ)

٭...... اس دنیا میں اگر کوئی حقیقت ہے تو وہ ماں کی ہستی ہے جو اپنی اولاد سے بہت پیار کرتی ہے۔ (سیف الرحمٰن زخمی - سیالکوٹ)

٭...... اسلامی آداب زندگی میں جو مقام ماں کو دیا ہے ہمیں چاہئے ہم اس سے بڑھ کر خدمت کریں۔ (غزالہ جبرائیل - لاہور)

٭...... اے میری ماں آج اکیس اکتوبر اور جمعہ کا دن ہے اور اگلے مہینے عید ہے میری طرف سے آپ کو عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ (ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ)

٭...... ماں کا غصہ وقتی ہوتا ہے دنیا کا کوئی رشتہ ماں سے پیارا نہیں، ماں کی دعا اس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ (واصف علی - بھریار روڈ)

٭...... ماں کے بنا پورا جیون بالکل ادھورا ہے۔ کاش میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہوتا۔ (مجاہد ناز عباسی - سنجر پور)

٭...... ماں کے بغیر کوئی بھی سچی محبت نہیں کرتا سب دکھاوا ہے صرف ماں ہی اپنی اولاد سے سچی محبت کرتی ہے۔ (سردار اقبال مستوئی - سردار گڑھ)

٭...... ماں سے پیار کا اظہار کروں، کس طرح ماں کی عظمت بیان کروں، کس طرح ماں کے قدموں میں خدا نے جنت رکھی، اس ہستی سے کروں دین پیار اس طرح جیسے نبی کو تھی خدا سے محبت اس طرح۔ (دین محمد بلتی - کراچی)

٭...... اولاد کے لئے والدین اس دنیا میں جنت ہیں ہمیشہ قدر کرتے رہنا دونوں جہان کی کامیابی ہے۔ (وسیم صابر خٹک - کرک)

٭...... ماں کے بغیر زندگی ادھوری ہے، ماں تیری عظمت کو سلام۔ (جنید اقبال - اٹک)

٭...... میری ماں جیسی ماں نہیں، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (نبیل احمد گبول - کراچی)

٭...... دنیا میں ایسے کوئی چیز نہیں جو ماں کی اولاد بنا ہو، ماں ایک خدا کی طرف سے تحفہ ہے۔ (عبدالصمد SK - کراچی)

٭...... اے اللہ میرے سر پر میری ماں کا سایہ ہمیشہ رکھنا۔ (ندیم عباس - ساہیوال)

٭...... میں آج جو کچھ بھی ہوں اپنی ماں کی دعا سے ہوں۔ کاش! آج میری ماں میرے پاس ہوتی میں ای طرح تنہا اکیلا نہ ہوتا۔ (محمد لقمان اعوان - سریانوالہ)

٭...... ہر بندے کو اپنی ماں پیاری ہے، میری ماں بھی بہت پیاری تھی ماں کو بہت یاد کرتا ہوں، میری ماں کو جنت میں جگہ دے۔ (غلام مصطفیٰ موجو - سرگودھا)

٭...... ماں سے پیار کرنا چاہئے کیونکہ قیامت کے روز کچھ ایسے لوگ

ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نہ اپنا دیدار کروائیں گے اور نہ ان سے کلام کریں گے وہ بدنصیب ماں کے نافرمان ہوں گے۔ (ندیم اقبال قریشی - بھریار روڈ)

٭...... میری ماں خوش رہو سدا مسکراتی رہو تم میری جنت ہو، تم میری آخرت ہو۔ (اشفاق دکھی - ددکوٹہ)

٭...... ماں کی مثال گلاب کے پھول کی طرح ہے جسے مسل بھی دو لیکن وہ فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے اور مسلنے والے بے رحم ہاتھوں کو بھی خوشبو دیتا ہے۔ (عمران انجم راہی - ستہ پانی)

٭...... میری ماں میرے لئے کل کائنات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے قدموں کے نیچے جنت رکھی ہے وہ خود کیا چیز ہو گی۔ (اللہ دتہ بے درد - راولپنڈی کینٹ)

٭...... میری ماں کے قدموں کے نیچے میری جنت ہے، میری ماں میری زندگی کا کل سرمایہ ہے ماں ایسی ہستی ہے کہ ہر انسان محبت کرتا ہے۔ (شہزاد علی ساگر - نواب شاہ)

٭...... ماں وہ عظیم ہستی ہے جس سے پیار کا اظہار لفظوں میں بیان نہیں ہوتا ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ (حماد ظفر بادی - گوجرہ)

٭...... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں خدا میری ماں کو لمبی زندگی دے۔ یا خدایا میری ماں کو کوئی دکھ نہ دینا۔ (نثار احمد حسرت - نور جمال شالی)

٭...... میری ماں دنیا کی سب سے عظیم ترین ہستی ہے، میں اپنی ماں کے لئے دعا گو ہوں کہ خدا سے ہمیشہ انہیں صحت تندرست رکھے ان کی ساری تکلیفیں ختم ہوں۔ (کشور کرن - پتوکی)

٭...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم رہے۔ (کھوکھر ندیم - کلر سیداں)

٭...... اے ماں میں جو کچھ بھی ہوں تیری دعاؤں سے ہوں، اے ماں تو سلامت رہے میری ماں تمام ماؤں سے بڑھ کر ہے۔ (ذوالفقار علی سانول - ملکوال)

٭...... میری پیاری امی جان تیری عظمتوں کو سلام، تیری دعائیں ہیں جو مجھے ہر قدم پر کامیاب کر رہی ہیں ورنہ میں اس قابل کہاں تھا۔ سو سویٹ امی جان اللہ آپ کو خوش رکھے۔ (ممریز بشیر گوندل - گوجرہ)

٭...... یا اللہ کبھی کسی ماں کے سامنے اس کے بیٹے کو تکلیف مت دینا کیونکہ بیٹا تو ماں کی تکلیف برداشت کر سکتا ہے لیکن ماں نہیں۔ (سید اظہر حسین شاہ - چنیر)

ماں ایک ایسی ہستی ہے کہ اگر آپ سے روٹھ جائے تو یوں سمجھو کہ ساری کائنات آپ سے روٹھ گئی ہے لیکن ماں روٹھتی نہیں۔ (ارمان سنگم - فیصل آباد)

٭...... یہ کو پن بھرتے ہوئے ہمیشہ میری آنکھوں میں نمی ہوتی ہے، آ ج بھی یقین نہیں آتا آپ اس دنیا میں رہی آج بھی آپ کی آواز کانوں میں گونجتی ہے۔ (نرگس ناز - سکھر)

٭...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں دنیا کی سب سے اچھی ماں۔ (محمد رزاق انجم گنڈا سنگھ والہ)

٭...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتی ہوں، میرا تو سب کچھ وہی ہے، اللہ انہیں لمبی زندگی دے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ (نیلم شہزادی - فتح جھنڈ)

٭...... ماں پھول میں خوشبو، تاروں میں چمک، شبنم میں رنگ، آسمان پر قوس و قزح، سمندر میں سکون، گھر میں رونق، گلستان میں مہک، کلیوں میں چمک، موسم میں بہار ہے، یہی ماں کا پیار ہے۔ (شاہد سلیم - کچہ موڑ)

٭...... میں اپنی ماں کی احسان مند ہوں جس نے مجھے پڑھا کر اس قابل بنایا کہ آج میں اپنے قلم سے جواب عرض میں لکھنا شروع کر رہی ہوں، ماں کی دعاؤں سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ (نورین شاہد - کچہ موڑ)

٭...... ماں میں تیرے بغیر جی نہیں سکتا، اللہ آپ کو خوش رکھے۔ (خضر حیات بلوچ - میاں چنوں)

٭...... ماں محبتوں کا پیغام ہے، ماں سے میرا جہان ہے ماں سے ہی میرے ہونٹوں پہ مسکان ہے، ماں تیری عظمت کو میرا پیار بھرا سلام

ہے۔(محمد شہباز گل-گوجرانوالہ)

✽...... ماں کے بغیر ہر چیز ادھوری ہے کیونکہ ماں ماں ہوتی ہے میری ماں مجھ کو تیری دعا چاہئے دعا چاہئے۔(پرنس مظفر شاہ-پشاور)

✽......میری ماں صدا خوش رہو، صدا سلامت رہو میری پیاری ماں اللہ پاک آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رکھے۔(ضیافت علی-کوٹلی)

✽...... داستان میرے لاڈ پیار کی بس ایک ہستی کے گرد گھومتی ہے، پیار جنت سے اس لئے ہے مجھے یہ میری ماں کے قدم چومتی ہے۔(بہادر عارمانی بلوچ-گھوٹکی)

✽...... ماں کے قدموں تلے جنت ہے ماں کی خدمت کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔(سفیر اداس موہری-مظفر آباد)

✽......بس اظہار اور اقرار کو پریکٹیکل شکل دینے کا وقت قریب آ پہنچا ہے اب تو سارے انتظار ختم ہونے والے ہیں پیار ماں۔(محمد افضل اعوان-گوجرہ)

✽...... ماں کی محبت کبھی بھی دکھاوے کے لئے نہیں ہوتی، ماں ہمیشہ سچے دل سے قدر کرو ہمیشہ ماں کا حکم مانو۔(راحیلہ منظر)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میرے لئے میری ماں ہی سب کچھ ہے۔(محمد امین-لاہور)

✽...... ماں میں تمہارے لئے پوری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ناراض مت ہونا پلیز ماں!(زبیر-میلسی)

✽...... ماں کے قدموں تلے جنت ہے میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں مجھ کو ہر چیز میں ماں کا عکس نظر آتا ہے۔(اشفاق دکھی-دوکوٹہ)

✽...... ماں کائنات کی عظیم ترین ہستی ہے جس طرح چاند ستارے رات کی تاریکی کو ختم کرتے ہیں افسوس میری ماں اس دنیا سے رخصت ہو گئی، اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب فرمائے۔(محمد صفدر-کراچی)

✽......ماں جنت کا پھول ہے ماں وہ پھول ہے جسے پودا اگتا ہے ماں کی قدر کرو ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔(محمد خادم جتک - ڈیرہ مراد جمالی)

✽...... ماں سے بڑھ کر دنیا میں کوئی پیار کرنے والا نہیں ماں اپنی اولاد کے لئے دن رات غم سہتی ہے مگر اولاد پھر بھی ماں کی نافرمانی کر دیتا ہے، افسوس!(مصطفیٰ گل-کراچی)

✽......میری ماں میری زندگی ہے، خدا سے دعا گو ہوں کہ وہ ہر کسی کی ماں کو سلامت رکھے اور ان کو لمبی عمر عطا کرے کیونکہ اس دنیا میں ماں ہی سب کچھ ہے۔(بے وفا ایم زیڈ اے-کراچی)

✽...... میری سب سے اچھی ہے، میری ماں نے آج تک مجھے کوئی دکھ محسوس نہیں ہونے دیا۔(علی ناز دکھی-ڈھوک مراد)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، ماں دنیا کی اور آخرت کی بہت قیمتی چیز ہے، ماں سے پیار کرو۔(علی نواز مزاری-گھوٹکی)

✽...... میں اپنی ماں کو اپنے آپ سے زیادہ پیار کرتا ہوں اتنا کہ شاید میں اپنے لفظوں میں بتا نہیں سکتا۔ میں خدا اور رسولؐ کے بعد وہ عظیم ہے۔(رئیس صدام ساحل- خان بیلہ)

✽......ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے، میری ماں نور ہے، میرا چاند ہے، میری ماں اک روشنی ہے، میری ماں قدرت کا اک تحفہ ہے۔(عبدالستار نیازی-ضلع کیچ)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، اے خدا میری ماں کو سدا سلامت رکھنا ہمارے سروں پر۔ ماں کی دعا عرش ہلا دیتی ہے۔ جب بھی میری ماں مجھے دعا دیتی ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔(عامر سہیل جگر-مندری)

✽......ماں پیار کا کرشمہ ہے، ماں کی دعا کامیابی کا سبب ہے، ماں کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے، والدین کی نافرمانی سے بچو اور ان سے پیار کرو۔(ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب)

✽...... ماں سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی اور شے نہیں، اس سے پوچھو جس کی ماں نہیں، ماں ہے تو اس کی خدمت کرو۔(عمران رمضان کمبوہ-ٹھینگ موڑ)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے ماں

باپ کی بدولت ہی ہر خوشی ملتی ہے۔(رئیس ارشد-خان بیلہ)

✽......میری ماں اک گلاب کا پھول ہے، جو مجھے گلاب کی خوشبو دیتی ہے، مجھے اپنی ماں سے بہت پیار ہے۔(عبدالرشید بزنجو-گذانی)

✽...... ماں دنیا کی بہترین نعمت ہے، اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہمیشہ شاد اور آباد رکھے۔(منان سحر آرٹسٹ-پڈک اعظم)

✽......اے میری پیاری ماں تو سدا میرے سر پر سلامت رہے۔ تیری دعاؤں کے بادل میرے سر پر منڈلاتے رہیں، ماں تو سدا خوش و خرم رہے۔(شہزاد سلطان کیف-الکویت)

✽...... زندگی گذارنے کا مزہ اس وقت آتا ہے جب ماں جیسی عظیم ہستی کا سایہ سر پر قائم ہو کیونکہ اولاد کے لئے ماں وہ رہبر ہے جو کبھی بھٹکنے نہیں دیتا بلکہ منزل کو پانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔(خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

✽......مجھے اپنی امی سے بہت محبت ہے اور میں دنیا سے تمام بہنوں اور بھائیوں سے گذارش کرتی ہوں کہ پلیز ماں کا دل مت دکھائیں۔(رخسانہ آفتاب-موضع چھدہ)

✽...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، وہ صرف ماں ہی ہے جو ہر وقت میرے لئے دعائیں کرتی ہے اور میں خود کو خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں۔(عدنان حیدر-جہلم)

✽...... میری امی جان میری زندگی ہے، میری خوشی میری امی کی خوشی میں ہے، میں اپنی امی جان سے بہت پیار کرتا ہوں اور تاحیات کرتا رہوں گا۔(ایم خالد محمود سانول-مروٹ)

✽......میری ماں نے مجھے محبت اتنی دی ہے کہ اگر ایک دن ماں کو نہ دیکھوں تو بچوں کی طرح روتا ہوں۔ ماں بہت عظیم ہستی ہے۔(الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

✽...... ماں کے لئے سب کو چھوڑ دینا لیکن سب کے لئے ماں کو مت چھوڑنا کیوں کہ جب ماں روتی ہے تو فرشتوں کو بھی رونا آ جاتا ہے۔(اظہر سیف دکھی-سکھیکی منڈی)

✽......ماں جی آپ بہت اچھی ہیں، اللہ کرے میری عمر بھی آپ کو لگ جائے اور آپ سدا خوش رہیں۔(صائمہ-مرید)

✽......اے اللہ ہم سب کی ماؤں کا سایہ ہمارے سر پر قائم و دائم رکھنا اور ہماری ماؤں کو ہزاروں سال زندہ و سلامت رکھنا۔(سید مبارک علی شمسی-قائم پور)

✽...... ماں کی خوشنودی دنیا میں باعث دولت اور آخرت میں باعث نجات ہے۔ ماں کے نام سے ہر انسان کو قیامت کے دن پکارا جائے گا۔(محمد محسن ساغر-عارفوالہ)

✽...... عظمتوں میں ثانی قرآن کہلاتی ہے ماں، زندگانی کے سفر میں گردشوں کی دھوپ میں جب کوئی سایہ نہیں ملتا تو یاد آتی ہے ماں۔(عاشق حسین طاہر-منڈی نونانوالی)

✽......دنیا میں انسان کو ہر چیز مل سکتی ہے، بیوی، بچے، دوست، دولت، عزت، شہرت، ڈگری پر ماں دوبارہ نہیں مل سکتی۔(شفیق اقبال-کرک)

✽...... ماں پیار، احساس کا ہی نام ہے۔ ایک ماں ہی ایسا رشتہ ہے جس میں وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔(شوکت علی وفا-ماہی چوک)

✽......انسان کو بلند مرتبہ دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ایسا عظیم تحفہ دیا جس کا نام ماں رکھا گیا تاکہ وہ دنیا میں ماں کی خدمت کر کے آخرت میں جنت جیسا اعلیٰ مقام حاصل کر سکے۔(محمد زبیر عطاری-لاہور)

✽......میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور امی جان بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں اور اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں میری ماں کو سدا سلامت رکھے۔(زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ اللہ یار)

✽...... ماں صندل کے اس درخت کی طرح ہے جو کلہاڑی کی ضرب کھا کر بھی خوشبو ہی دیتا ہے۔ ماں کامیابی کا نام ہے۔(محمد خان انجم-لدھے دال)

✽......میری ماں دنیا کی بہترین ماں ہے، میری دعا ہے کہ میری ماں میرے سر پر سدا سلامت رہے۔(نعیم شہزاد-کوہاٹ کینٹ)

◆■◆

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں۔ میں جس سے بھی دوستی کرتا ہوں وہ یا تو بھول جاتا ہے یا پھر دھوکا دیتا ہے اس لئے میں اچھا نہیں ہوں۔ (زیب ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں واقعی ایک اچھا دوستا ہوں لیکن اس دور میں اچھے دوست مجھے نہیں ملے۔ (عبالمجید احمد - فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ان شاء اللہ اپنے مخلص دوستوں کے لئے ایک اچھا دوست ہوں۔ (ذوالفقار علی سانول - ملک وال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس بات کا آپ میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (حماد ظفر ہادی - گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست سی پر ہُن تے یاراں نے ڈنگ ای اینے مارے نیں کے نال یاری لان دی تانگ ای نئیں رہ گئی۔ (محمد خاں انجم - لدھے وال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر یہ دنیا اچھے اور سچے دوست کی قدر نہیں کرتی اور مشکل وقت میں کوئی دوست کوئی رشتے دار کام نہیں آتا پھر کیسی دوستی اور کیسی رشتے داری۔ (محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دو کوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں خود کو اچھا نہیں کہتا بلکہ میرے دوست مجھے اچھا کہتے ہیں نجانے ایسی کون سی بات ہے مجھ میں کہ میرے دوست مجھے برا نہیں کہتے، شاید یہ میرا اخلاق ہے۔ (آصف سانول - بہاول نگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ مجھ سے بہتر میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں اچھا ہوں۔ (مسٹر ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک سچا دوست اور دل سے دوستی نبھاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ کسی کی دل آزاری نہ کروں۔ (نظام الدین تبسم - ڈیرہ مراد جمالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو آنے والا وقت فیصلہ کرتا ہے کہ کون آپ کا دوست ہے اور کون دشمن، دوستی تو سب کرتے ہیں نبھاتا کوئی نہیں۔ (طارق محمود مہر - ڈنگہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں نہ اچھا ہوں اور نہ برا ہوں بس درمیان ہوں کسی کو دکھ تکلیف نہیں دیتا ہوں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ (مظہر علی کچی - ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ان لوگوں کا جو آپس میں محبت وخلوص اور پیار کا پیغام دیتے ہیں، نفرتوں کو ختم کر کے خوشیوں میں تبدیل کرتے ہیں، لوگوں کے غم بانٹتے ہیں اور محبت عام کرتے ہیں۔ (مجید احمد جائی - ملتان)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں اچھا ہوں کیونکہ میں اپنے دوستوں کو اچھا سمجھتا ہوں۔ (انوارالحق - منڈی بہاؤالدین)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (پرنس مظفر شاہ - پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور جواب عرض نے مجھے بہت اچھے اچھے دوست دیئے ہیں میں ان کے ساتھ وفا کر رہا ہوں اور وہ مجھ سے وفا کر رہے ہیں۔ (ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میری کوشش ہوتی ہے کہ دوستوں سے ہر پل وفا کروں مگر انسان ہوں خطا تو ہو جاتی ہے اس لئے کوئی رائے نہیں قائم کرنا چاہتا۔ (مدثر عمران ساحل - سوہدرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے سب بہترین دوست ہیں جتنا پیار میں ان کو کرتی ہوں اس سے کہیں زیادہ وہ مجھ کو کرتے ہیں اللہ ان سب کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ (نرگس ناز - سکھر)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا ہوں یا برا یہ تو میرے دوست ہی آپ کو بہتر بتا سکتے ہیں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ (پرنس عبدالرحمٰن گجر - گاؤں نین لانجھہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک واقعی اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرا رب بہتر جانتا ہے۔ جن لوگوں نے میرے ساتھ دوستی کی وہ بے وفا نکلے۔ (نامعلوم)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ دوست مجھ سے بہت خوش ہیں اور بہت محبت کرنے والے ہیں۔ (جنید اقبال - اٹک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں ایک اچھے طریقے سے دوستی کرتا ہوں اور اچھے ہی دوستوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ (امجد وکی کوروٹانہ - لکڑیانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر انسان کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ مصیبت میں کام آئے اور حالات سے واقف ہو تو اس وقت پتہ چلتا ہے۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ - حاصل پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس لئے کریم بلتی اور دین محمد بلتی ہر وقت میرے ساتھ ہوتے ہیں اور مجھے پیار کرتے ہیں۔ (میر احمد میر بگٹی - سوئی گیس)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں، میں ایک اچھا دوست ہوں۔ (محمد اشرف - ننکانہ صاحب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میں صرف اپنے تمام دوستوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے سب کی محبت کی بے حد ضرورت ہے۔ (الٰہی بخش غمشاد - کیچ مکران)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ جس کا اخلاق اچھا ہو گا اس کے اچھے دوست بھی ہوں گے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کا کوئی دوست نہیں۔ (واصف علی آرائیں - بھریا روڈ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں میں اچھا دوست نہیں ہوں اور نفرت ہے مجھے دوستوں سے جو مطلب کے لئے پیار کرتے ہیں۔ (اے ڈی ناز - ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں واقعی اچھا دوست ہوں اسی لئے جہاں جاتا ہوں کئی دوست بنا لیتا ہوں۔ (بوٹا دکھی - بہاول پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں وہ اس لئے کہ میں نے کبھی کسی کو غم نہیں دیا بس خوشیاں اور مسکراہٹیں دیتا ہوں اس لئے میرے ہیں دوست مجھے اپنا پیارا اور اچھا دوست سمجھتے ہیں۔ (مدثر پردیسی - عارف والہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں اور میں مجبور ہوں کہ کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا اللہ سب کو اچھے دوست عطا کرے۔ (عمران فنا - حب ڈیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں ایک اچھا دوست ہوں بلکہ یہ بات تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں کیسا دوست ہوں۔ (عثمان غنی - قبولہ شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میری دوست فوزیہ ناز بہت اچھی دوست ہے۔ (زاہدہ کاظمی - مری)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور میرے دوست احباب مجھے اچھا جانتے ہیں جواب عرض کی بدولت مجھے بہت اچھے دوست ملے۔ (عابد رشید - ڈھوک مغل)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں اچھا دوست ہوں یا برا ویسے اچھے دوست کی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی کا دل نہ دکھائے۔ (چوہدری الطاف حسین دکھی - بھمبر آزاد کشمیر)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اپنے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر میں اچھا ہوں تو بہت زیادہ اگر برا ہوں تو بہت زیادہ فیصلہ تو میرے دوست ہی کر سکتے ہیں۔ (ممریز بشیر گوندل - گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ جن لوگوں سے میں نے دوستی کی سب نے چھوڑ دیا کیونکہ مجھ سے منافقت نہیں ہوتی۔ (عابد علی آرزو - سانگلہ ہل)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں میں دیکھتا ہوں کہ جواب عرض کے ذریعے مجھے کون یاد کرتا ہے کوئی

قاری ہاتھ بڑھائے مایوس نہیں کروں گا۔ (عبدالصمد SK گبول- کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (ماجد علی اعوان کھیری- کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو میرے دوست ہی بہتر جانتے ہیں کیونکہ مجھے اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا اچھا نہیں لگتا۔ (نثار احمد حسرت-نور جمال شالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں نے بچپن سے ہی ایک دوست بنایا ہے وہی میرا سب کچھ ہے اگر میں جسم ہوں وہ میری روح ہے اگر میں درد ہوں وہ میری خوشی ہے، میرا اس کے بغیر جینا مشکل ہے۔ (محمد ثقلین راشد- منڈی فیض آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کچھ نہیں کہہ سکتا میرے متعلق میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے مطابق میں ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں۔ (صدا حسین صدا- کیلا سکے)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے بارے میں صرف ہشام ہی بتا سکتا ہے کہ میں اچھا دوست ہوں یا نہیں پلیز ہشام بتا دیں کیسا ہوں؟ (ایم وائی سچا- جدہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں تبھی تو اتنے سارے دوست ہیں لڑکے لڑکیاں اور بوڑھے مرد جوان قارئین وغیرہ جو سرمایہ ہے زندگی کا۔ (فیض اللہ مجاور- دربار سخی سرور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں اپنے سبھی دوستوں کا خیال کرتا ہوں اور دل سے ہی قدر کرتا ہوں۔ (سردار اقبال مستوئی-سردار گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں جی میں نے چوہدری ضیاء الرحمٰن گل کو ایک اچھا دوست بلکہ بھائی بنا کر فخر محسوس کرتا ہوں انہوں نے جو پیار اور عزت دی ہے وہ زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ (فاروق احمد شانی- چکوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں اگر ہوتا تو میرا دوست آج مجھ سے ناراض نہ ہوتا دعا کریں کہ میں اچھا دوست بن جاؤں۔ (ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہے یوں تو میرے دوست میرے بارے میں آپ کو ضرور آگاہ کرتے ہوں گے خاص کر صدا حسین صدا صاحب۔ (اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا دوست آج تک کوئی ہے ہی نہیں اینڈ فو نک جواب عرض اور خوفناک والے تو اچھے ہیں۔ (سراج خان- کرک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور ہمیشہ اپنے سبھی دوستوں کے ساتھ مخلص رہوں گا اور خاص کر میں اس دن تو اپنے آپ کو اچھا سمجھوں گا جس دن میری زندگی کسی نہ کسی دوست کے کام آئے۔ (حافظ فیاض احمد کنول- ساہیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں کتنا اچھا دوست ہوں۔ (محمد سلیم عاصی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ جو اپنے آپ سے بڑھ کر دوسروں کو چاہے وہ اچھا دوست ہے اور آج تک میں نے یہ حق پورا کیا ہے کیونکہ میں اچھا دوست ہوں۔ (غفور شہزاد یوی- سیالکوٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ میں خود تو نہیں کہتا ہوں میرے دوست مجھے کہتے ہیں کہ تم اچھے ہو۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا- میرپور خاص)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں آپ میرے دوستوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ (دین محمد بگٹی- کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں اچھا ہوں یا برا۔ اللہ میرے دوستوں کو سلامت رکھے۔ (حافظ محمد شفیق عاجز- کوٹلی)

میں واقعی ایک اچھا دوست اچھا دوست ہونا یا نہ ہونا اس بات فیصلہ انسان خود نہیں کر سکتا اس بات کا فیصلہ ہمارے دوست ہی کر سکتے ہیں

آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

میرا بہترین دوست بہترین دوست وائف ہے، دکھ اور سکھ میں ہر طرح ساتھ ہے۔ (امین مراد انصاری- کراچی)

میرا بہترین دوست S ہے کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ ساحل دعا ہے کہ تو جہاں بھی رہے خوش رہے کہ تیری خوشی میرے دل کا سکون ہے۔ (خلیل احمد ملک- شیدانی شریف)

میرا بہترین دوست سردار اطہر خان مستوئی (مرحوم) تھا کیونکہ میرا بھائی بھی تھا اور دوست بھی اور ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیتا تھا۔ (سردار اقبال مستوئی- سردار گڑھ)

میرا بہترین دوست زاہد گل تنولی ہے، ہم دونوں ایک پرائیویٹ اسکول میں ٹیچرز ہیں۔ انہوں نے مجھے حوصلہ دیا یہی وجہ ہے آج میں ایک اچھا ٹیچر ہوں۔ (ماجد علی اعوان کھیری- کراچی)

میرا بہترین دوست دوست تو بہت ہیں لیکن الیاس بہت ہی اچھا دوست ہے۔ اس کے دل میں میرے لئے محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ (جنید اقبال- اٹک)

میرا بہترین دوست جناب الطاف دھی ہے کیونکہ اس میں منافقت نہ ہے، جیسا ظاہر ہے ویسا باطن ہے۔ کبھی غلط جملے نہ بولا ہے نہ ہی کردار کا ہے۔ خدا اس کو جلد آزادی سے نواز دے۔ (مدثر عمران ساحل- سوہدرہ)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست ممریز بشیر گوندل ہے جو میرا بہت ہی قریبی دوست ہے اور بہت ہی خوش اخلاق ہے اور میرے ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے۔ (حماد ظفر بادی- منڈی بہاؤالدین)

میرا بہترین دوست غلام عباس ساقی ہے۔ وہ میرا دوست ہی نہیں بلکہ بڑا بھائی ہے۔ اس نے مجھے تنگ حالات سے نکالا، ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا، اس کے احسان میں زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ (عالم شیر زاہد- باہی وال)

میرا بہترین دوست جواب عرض ہے کیونکہ دوست ساتھ چھوڑ گئے ہیں لیکن جواب عرض نہیں۔ میں جہاں چاہوں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ (زیب ظہور احمد بلوچ- ڈیرہ مراد جمالی)

میرا بہترین دوست نثار احمد حسرت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنوں سے زیادہ پیار دیا ہے اور میرے دکھ درد میں برابر کا شریک رہا ہے۔ (ایم شفیع تنہا- امرہ خورد)

میرا بہترین دوست عمر زمان شاہین، اشتیاق اور علی رضا ہے۔ یہ تینوں بہت ہی وفادار ہیں اور قابل تعریف ہیں۔ خدا ان کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (محمد عباس جانی اے ایس- چک نمبر 75/12)

میرا بہترین دوست وہ ہے جو ماں کی قدر کرے، اپنے دوستوں کو دھوکا نہ دے اور اپنے سب پیار کرنیوالوں اور مسلمانوں کو خوشی رکھے، دوسرا دل کی خوشی میں ہی اس کی خوشی ہو۔ (فیاض احمد جانڈیہ- مظفر گڑھ)

میرا بہترین دوست عمر زمان شاہین ہے وہ اس لئے کہ وہ وفادار ہے، غریبی امیری تو رب کے ہاتھ میں ہے لیکن اس میں وفا کی دولت ہے۔ اللہ اس کو خوش رکھے۔ (محمد عباس جانی- چک نمبر 75/12)

میرا بہترین دوست مقدس مختار میری بہت اچھی دوست ہے، وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، میں اس سے اس کی سوچ سے بڑھ کے پیار کرتی ہوں۔ (صنم جمال شاہ- پیر عبدالرحمٰن)

میرا بہترین دوست جواب عرض ہے کیوں کہ اس سے مجھے بہت ہی اچھے دوست ملے ہیں۔ (مبشر

حسین-ہیڈ برکائی)

میرا بہترین دوست محمد امین صاری کراچی، ہماری دوست اچھی ہے۔ ہمیں اپنی دوستی پر فخر ہے۔ ہم دوش ہیں، ہماری دوستی کو کسی کی نظر نہ لگے۔ (محمد امین مزاری-گھوٹکی)

میرا بہترین دوست وڈیرہ سواد مان، علی نواز اور محمد قاسم ہے کیونکہ یہ یاروں دوست ہمیشہ مشکل وقت میں مدد کرتے ہیں۔ (محمد خادم ملک-ڈیرہ مراد جمالی)

میرا بہترین دوست بہت ہیں جنہوں نے صرف اور صرف میری چاہتوں، میری وفاؤں کو پس پردہ ڈال کر زخموں کے تیر جگر کے پار کیے جا رہے ہیں۔ میری تو سانسیں انہی کے نام ہیں۔ (مجید احمد جائی-ملتان)

میرا بہترین دوست تنویر احمد شاق اور محمد حبیب مہندس بہترین دوست ہیں کیونکہ بہت ساری خوبیوں کے مالک ہیں، سمجھدار تعلیم یافتہ پیار کرنے والے میری عادتوں اور سوچ کو سمجھتے ہیں۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

میرا بہترین دوست وہ ہے جو اپنے ماں باپ کی قدر اور عزت کرتے ہیں وجہ بھی یہی ہے کہ ان سے والدین خوش ہیں۔ (فنکار شیر زمان پشاوری-پشاور)

میرا بہترین دوست میری سب سے بہترین دوست عاصمہ کنول اور حنا خان ہیں۔ اس وجہ سے یہ دونوں بہترین دوست کبھی مجھے پریشان نہیں ہونے دیتیں۔ اللہ ان کو خوش رکھے۔ (ثوبیہ کنول-بھکر)

میرا بہترین دوست میری بہترین دوست صوبیہ کنول ہے۔ باقی اس سے آپ خود ہی پوچھ لیں کیوں ہے کیا وجہ ہے وجہ اس کے پاس ہے۔ (سائلہ قاسم-گجرات)

میرا بہترین دوست عمر دراز جڑانوالہ کے ساتھ آکاش اٹک بھی ہیں اپنے پیار بھرے ایس ایم ایس سے یاد کرتے ہیں کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوتے اس لئے یہ دونوں میرے بہترین دوست ہیں۔ (جبرائیل آفریدی-ناصر آباد)

میرا بہترین دوست قمر زمان ہے۔ ہر مشکل وقت میں اس نے ساتھ دیا ہے۔ میری دعا ہے اللہ اس کو ہر دم خوش رکھے۔ (طارق علی شاہ تنہا-صوابی)

میرا بہترین دوست میرا سب سے بہترین دوست جو دوست کم اور بھائی زیادہ ہے اس کا نام بلال ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کے ہی کام آتے ہیں۔ (سلیمان خان-آمان کوٹ)

میرا بہترین دوست خدا نذر ہے جو ایک عالم دین ہے وہ ایک نیک شخص ہے۔ (حافظ رضوان گل-بھکر)

میرا بہترین دوست امتیاز بھائی، یاسین بھائی یہ وہ میرے دوست ہیں جن سے میری زندگی میں اگر یہ نہ ہوتے تو شاید میں نہ ہوتا، یہ دونوں میرے بھائی جیسے ہیں۔ (بابا جان-کراچی)

میرا بہترین دوست دوست جتنے بھی ہوں کم ہوتے ہیں لیکن پھر بھی میرا بہترین دوست فیصل اقبال ہے، میرا مخلص دوست۔ (ذوالفقار علی ماکول-ملک دال)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست عمر خان ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس لئے مجھے وہ اچھا لگتا ہے۔ (شوکت علی وفا-ماہی چوک)

میرا بہترین دوست میرا سب سے اچھا دوست میرا ضمیر ہے جو مجھے اچھی اور بری باتیں بتاتا ہے اور اچھے کام کرنے پر ہر وقت مجبور کرتا ہے۔ (ڈاکٹر رئیس اقبال شاد-جہلم)

میرا بہترین دوست علی رضا ہے کیونکہ میں ہر بات اسے بتاتا ہوں اور اس پر اعتبار کرتا ہوں اور ہم دونوں کلاس فیلو اور بیسٹ فرینڈ بھی ہیں۔ (عدنان حیدر-جہلم)

میرا بہترین دوست جواب عرض کی فیلڈ میں میرا بہترین دوست جنید جانی ہے اور وہ پیاری پیاری باتیں کرتا ہے۔ اس لئے مجھے اچھا لگتا ہے۔ (پرنس مظفر شاہ-پشاور)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست زاہد سعید کرک اور جانی ہے وہ دونوں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ (محمد خورشید اجنبی-ہالکین)

میرا بہترین دوست میرے بھی دوست بہترین ہیں لیکن ہر کسی کی

زندگی میں کوئی خاص ہوتا ہے، میں اپنے خاص دوستوں کا نام شو نہیں کروں گا۔ (بوٹا دکھی-بہاولپور)

میرا بہترین دوست میرے سب دوست بہت اچھے ہیں اللہ ان سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (سدرہ-جھمرہ ستی)

میرا بہترین دوست کتاب اللہ ہے۔ کیونکہ اسی سے انسان کی رہنمائی ہوتی ہے اور انسان کو حقیقت کا پتہ چلتا ہے، اسی سے انسان گمراہی سے بچ سکتا ہے، اسی سے انسان اللہ کو پہچانتا ہے اور اسی میں کامیاب کا رستہ ہے۔ (شفیق اقبال-کرک)

میرا بہترین دوست ضروری نہیں کہ میرا بہترین دوست کوئی انسان ہو۔ یہ کوئی حیوان، درخت کچھ بھی ہو سکتا ہے جو میرے لئے باعث سکون ہو وہی میرا بہترین دوست ہے۔ (عصمت عاصی بلوچ-ذہبی)

میرا بہترین دوست بلال ہے کیوں کہ وہ ہر دکھ درد میں میرا ساتھ دیتا ہے۔ محمد زبیر شاہد-ملتان)

میرا بہترین دوست جناب ریاض احمد لاہور ہے جو مجھے اپنے بھائیوں سے زیادہ چاہتا ہے۔ ریاض صاحب بہت پیارے انسان ہیں۔ (محمد اشرف زخمی دل-ننکانہ صاحب)

میرا بہترین دوست K ہے جس نے میری مدد کی اور میری زندگی میں بہار آ گئی، جس نے دو بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو ملا دیا۔ خدا اس کو خوش رکھے۔ (شاہ نواز-بچیکی)

میرا بہترین دوست محمد افضل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے خوش رکھے اور ہماری دوستی ہمیشہ سلامت رہے۔ (محمد محسن ساغر-عارف والہ)

میرا بہترین دوست ہر دل عزیز رائٹر ریاض احمد آف باغبانپورہ لاہور ہے۔ وہ میرا بہترین دوست اس لئے ہے کہ اس کی کہانیوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کی تحریریں فوٹو کاپی کروا کے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہوں۔ میرے دوست کو پیار بھرا سلام۔ (محمد خاں انجم-لدھے وال)

میرا بہترین دوست سکندر حیات نجی سرور والا ہے جو کہ ایک ملنسار بااخلاق اور خوش اسلوبی کا مالک ہے۔ اس کے اخلاق کی قدر کرتا ہوں۔ کچھ خطائیں ہوئی ہیں مگر میری بھی مجبوریاں تھیں۔ دوست مجھے معاف کرنا۔ (فیض اللہ مجاور-دربار نجی سرور)

میرا بہترین دوست ایم زمان ساگر، ملک فاروق عباس ساحل ہیں یہ دونوں بے لوث اور وفادار ہیں چاہے جانے کے قابل ہیں۔ میں مرتے دم تک ان کی دوستی کو بھول نہیں سکتا۔ (اختر حسین شاکر بھاگووالیہ-کھاریاں)

میرا بہترین دوست میرا دوست مجید احمد جائی ہے جو کہ بہت اچھی سیرت اور خلوص و محبت کی دولت سے مالا مال ہے۔ نیک شریف النفس انسان ہے اس لئے مجھے ان کی دوستی پر ہمیشہ فخر رہے گا۔ (ایم احمد نجمی-کالا باغ)

میرا بہترین دوست جمیل احمد ہے جس نے گزشتہ بیس سال سے زیادہ مجھ سے اچھی وفا کی اور دوستی کا حق ادا کیا لیکن افسوس کہ میں اس کا حق ادا نہیں کر سکا۔ جمیل احمد میرے دوست مجھے معاف کرنا۔ (عبدالجبار جان-گوجر خان)

میرا بہترین دوست بہت زیادہ ہیں لیکن غیاث اور امتیاز سعودی عرب والا میرا بہترین دوست ہے وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں میرے ساتھ ہر غمی اور خوشی میں شریک ہوتے ہیں اور ہر اچھی اور بری بات کی تمیز مجھے بتا دیتے ہیں۔ (کاشف گلونہ بلوچ-بنوں)

میرا بہترین دوست ندیم مرزا ہے کیوں کہ اس نے ہمیشہ غم میں میرا ساتھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ندیم کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (عامر امتیاز نازی-کلر سیداں)

میرا بہترین دوست تنویر سرانہ ہے جو مجھے کال بھی نہیں کرتا۔ (محمد اعجاز احمد-عبدالحکیم)

میرا بہترین دوست عامر حسین ہے جس سے میں اپنی دل کی ہر بات شیئر کرتا ہوں اور جس سے بات کرنے کے بعد میری دلی کیفیت پرسکون ہو جاتی ہے۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

پیاری بہن AS گجرات کے نام

درد میں ہر کوئی مسکرا نہیں سکتا
اپنے دل کی بات سب کو بتا نہیں سکتا
روشنی والے کیا جانیں جائی
چراغ جل تو سکتا ہے پر اپنی تکلیف بتا نہیں سکتا
مجید احمد جائی-ملتان

صہیب حسن، ڈنگہ کے نام

نہ جانے کس بات پے وہ ہم سے ناراض ہے
طارق خواب میں بھی ملتا وہ تو بات نہیں کرتا
ڈاکٹر طارق محمود مہر-ڈنگہ

A، چارسدہ کے نام

تیری یاد میں ہر وقت رونا میری عادت سی بن گئی
تیری تصویر کو سینے پر رکھ کر سونا میری عادت سی بن گئی
میری زندگی کی آرزو اور مقصد کبھی پورا نہ ہو سکا
بس دل کو تیری یاد میں جلانا میری عادت سی بن گئی
یاسر ساقی-مانسہرہ

سب قارئین کے نام

آپ ہی کے دم سے تو اس زندگی میں پیار ہے
جو آپ لوگ نہیں تو کچھ بھی نہیں
راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی

مدد حسین بلوچ، عارف والہ کے نام

ہم تم ہوں گے تو موسم سہانہ ہو گا
دنیا کا کوئی غم بھی ہمارے ساتھ نہ ہو گا
خزاں میں بھی بہار ہو گی دوست
جب ہمارے دل کا موسم اچھا ہو گا
سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف

محمد افضل اعوان-گوجرہ

پیاسی نگاہوں میں تیرا انتظار ہے
آ جا تیری یاد میں دل بے قرار ہے
تو ہے محبت میری تو ہی میرا پیار ہے
ظالم ہے یہ دنیا مشکل بڑا اظہار ہے
علی گوہر-گوجرہ

N، پنڈی گھیب کے نام

تو ایسا تو نہیں تھا کہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا
آیا ہو گا ضرور تیری زندگی میں کوئی مجھ سے بہترین
ڈھوک مغل-راولپنڈی

جواب عرض کے قارئین کے نام

تمہاری زندگی میں ایک ایسا روز بھی آئے گا
دوستو! ہماری یاد تو ہو گی مگر ہم نہیں ہوں گے
عابد رشید-راولپنڈی

NZ، بریڈفورڈ (یو کے) کے نام

پھول تو سب پھول ہیں لیکن گلاب جیسا کوئی نہیں
دوست تو بہت ہیں مگر تیرے جیسا نہیں
ملک ذوالفقار تاڑ-کوٹلی

عمیر مظہر لاڈلہ، خانیوال کے نام

تجھے کھو بیٹھے تو یاد آیا کہ تو اپنا تھا
تجھے پانے کا تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا
عمران عباس پرنس-خانیوال

کریم بخش، ڈیرہ بگٹی کے نام

مانگی تھی دعا ہم نے رب سے
دینا ہمیں دوست جو الگ ہو سب سے
رب نے آپ سے ملوا دیا اور کہا
لو سنبھالو یہ انمول ہے سب سے
چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

ایس، گجرات کے نام

خوشبوؤں کی طرح آپ کے پاس بکھر جائیں گے
سکون بن کر دل میں اتر جائیں گے
خدا محسوس کرنے کی کوشش تو کرو
دور ہوتے ہوئے بھی پاس نظر آئیں گے
ممریز بشیر گوندل-گوجرہ

شہزادہ عالمگیر کے نام

نصیب کے کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں
چاہنے والوں کو آنسو نصیب ہوتے ہیں
کون چاہتا ہے اپنوں سے دور ہونا
بچھڑ جاتے ہیں جو سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں
منظور اکبر اداس بلوچ-جھنگ

ظفران تبسم، ہری پور کے نام

وہ چیز چھین لیتے ہیں جو دل کو لگے پیاری
وہ کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہے جو ہو سکے ہماری
بشیر سانول-لساں نواب

KJ کے نام

یوں دل توڑ دینا محبت نہیں
محبت ہے چاہت تجارت نہیں
بہت یاد آئیں گی تجھے میری بے لوث وفائیں
جب میں تیری ذات سے بہت دور نکل جاؤں گی
مس صبا-کلر سیداں

کسی اپنے کے نام

مدت ہوئی ہے یار کی آئی نہیں خبر
لگتا ہے قاصد بھی رقیبوں سے جا ملا
الطاف حسین ناز-جھنڈیر شاخ

گوجرانوالہ کے میرے بہترین استاد کے نام

بننے کو تو میں بن سکتا تھا ہر انسان
مگر آپ نے مجھ کو برا بننے نہ دیا
میں کس طرح کروں آپ کا شکریہ ادا فیصل جی
آپ نے مجھ کو کوئی برا کام کرنے ہی نہ دیا
مسز ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

A، شاہدرہ لاہور کے نام

تجھ میں اور مجھ میں فرق صرف اتنا ہے دوست
تیرا کچھ کچھ ہوں میں اور میرا سب کچھ ہے تو
عباس علی گجر-چکسواری

رانا نبیل احمد، فیصل آباد کے نام

مفلسی بن گئی جب سے اپنا مقدر عشرت
اس لئے ہم تیرے محفل میں بلائے نہیں گئے
عبدالمجید زخمی-فیصل آباد

دل کی دھڑکن میں رہنے والوں کے نام

ہنس نہیں سکتے شگوفے تازگی سے روٹھ کر
ہم زمانے میں جیتے ہیں زندگی سے روٹھ کر
زلف جاناں سے لی فکر و نظر کی چاندنی
ظلمتیں ہم نے نکھاریں روشنی سے روٹھ کر
زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ اللہ یار

S، کلر سیداں کے نام

ہم بھی وہیں موجود تھے، ہم سے بھی سب پوچھا گیا
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا
محمد خادم بگٹ-ڈیرہ مراد جمالی

ممتاز فخر، حاصل پور کے نام

عشق مذہب ہی سہی مگر سجدہ روا اس میں نہیں شمسی
صنم خواہ کچھ بھی ہوں لیکن خدا نہیں ہوتے
سیّد مبارک علی شمسی-حاصل پور

امجد کی کوردتانہ، لکڑیانوالہ

فلک شیر، کوکڑ اور اصغر کو یاد کرتا ہوں
ان کے ساتھ اپنا وقت بھی برباد کرتا ہوں
سرفراز ڈاہر-سلھکیں

S، عارف والہ کے نام

کسی کو نہ پانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی فراز
کسی کو پا کر کھو دینے سے کچھ باقی نہیں رہتا
محمد عمران-چشتیاں شریف

انمول دوست، جدہ کیا نام

دل لگی دل کو لگی کہ دل کھو گیا
مدھو جی یہ دل آپ کا دیوانہ ہو گیا
ایم وائی سچا-جدہ

ایم مشتاق صابر، ساہیوال کے نام

درد اٹھتا ہے جدائی کا تو رو لیتے ہیں
خود کو اشکوں کے سمندر میں ڈبو لیتے ہیں
اپنی قسمت میں نہ تھا تیری محبت کا حصول
دل میں کانٹے انہی موسموں کے چبھو لیتے ہیں
عابد علی آرزو-سانگلہ ہل

SN، بہاد لنگر کے نام

میری زندگی میں لمحے بھی آئے
تیری ہو قدم ہر ضرورت بہت تھی
منانے کا مجھ میں ہنر ہی نہیں تھا پر
اسے روٹھ جانے کی عادت بہت تھی
ارمان سنگم-فیصل آباد

NS کے نام

روشنی اور بہاریں تم ہی رکھ لو جاناں
میرے جگنو میرے موسم مجھے واپس کر دو
میری حسرت میری محرومیاں لوٹا دو مجھے
میرے آنسو میرے ماتم مجھے واپس کر دو
نثار احمد حسرت-نور جمال شمالی

عبدالودود، کروڑہ کے نام

کیوں چپکے سیاتر جاتے ہیں وہ لوگ دل میں
جن لوگوں سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے
محمد نعیم-شانگلہ

نورزیب، پنجاب کے نام

ہم بے پردہ ہی سہی مگر ہیں تو آپ کے دلبر
عادت کی بات اور ہے ہم دل کے برے نہیں
زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی

GN ٹھٹھہ کے نام

تو رہے جہاں خوشیوں کے میلے لگے وہاں
تیرا ہر قدم رکھنے سے پہلے پتھر بھی موم بن جائے وہاں
عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

فیصل، لاہور کے نام

تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
یہ مانا کہ محفل جواں ہے حسیں ہے
فنکار شیر زمان پشاوری-پشاور

تنہا محمد عمر لاشاری، جعفرآباد کے نام

نہ تم سے محبت مانگی نہ وفا مانگی
ہم نے تو فقط دوستی کی انتہا مانگی
تو جہاں بھی رہے صدا خوش رہے عمر
ہم نے رو کر خدا سے یہ دعا مانگی ہے
گبول SK-کراچی

وقاص سنی، گجرات کے نام

اب تو ممکن ہی نہیں ان سے ملاقات
اب تو عروج پہ پہنچی ہے اس کی ذات
وہی وعدے ہیں اور رسموں کی زنجیریں باقی
کب بدلتی ہیں زمانے کی روایات
خالد فاروق آسی-فیصل آباد

جبرائیل آفریدی، ناصرآباد کے نام

خوشیاں تیرے نام کرتے ہیں
تیرے سارے غم اپنے نام کرتے ہیں
اے پیارے دوست تیری دوستی کی قسم
ہم اپنا آج اور کل تیرے نام کرتے ہیں

زندہ ہوں ... - جڑانوالہ

AC، لالہ موسیٰ کے نام
اک تمنا ہی روز و شب تھی میری
آرزو کوئی اور کب تھی میری
کچھ بھی لینا نہ تھا مجھے اس سے
تیرا کا پیار ہی صرف طلب تھی میری
صدا حسین صدا - کیلاسکے

AR کے نام
یہ جنوں ہے محبت ہے یا میرا پاگل پن
تیرے دل میں خود کو بسانا چاہتا ہوں
اب تمہاری یادیں دبائیں وکالی راتیں میرا مقدر
لیکن اب راتوں کو تجھے بھی جگانا چاہتا ہوں
محمد ارسلان احمد دکھی شانی - ڈھوک مراد

SM، سیالکوٹ کے نام
زندگی ایسی موجود جینے کو مجبور کرے
راہیں ایسی ہوں جو چلنے کو مجبور کریں
خوشبو کم ہو دوستی کی صنم
دوستی ایسی ہو جو ملنے کو مجبور کرے
ایم افضل کھرل - ننکانہ صاحب

والدہ صاحبہ، بیج پور کے نام
نہیں آتی یاد آپ کی تو مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتی ہے تو اکثر یاد آتی ہے
خرم ہارون - دبئی

A گبول، کراچی کے نام
ملو نہ ملو ملنے کا غم نہیں
تم پاس سے گزر جاؤ یہی ملنے سے کم نہیں
ہم جانتے ہیں تمہیں ہماری قدر نہیں
ان سے جاکے پوچھو جن کے مقدر میں ہم نہیں
بے وفا ایم زیڈ اے گبول - کراچی

AA اعوان، کراچی کے نام
اک ذرا سی بات خطا بن گئی
میری وفا ہی میری سزا بن گئی
دل لیا اور کھیل کر توڑ دیا
ہماری جان گئی ان کی ادا بن گئی
ماجد علی اعوان کھیری - کراچی

W، فیصل آباد کے نام
اُسے یہ بات سمجھاؤ تمہیں کوئی یاد کرتا ہے
کبھی تو ملنے آ جاؤ تمہیں کوئی یاد کرتا ہے
ہمارے شہر سے جب تم گئے تھے ہم نے نہ روکا
ہمارے دل سے مت جاؤ تمہیں کوئی یاد کرتا ہے
رانا وارث اشرف عطاری - گوجرانوالہ

Z، سرگودھا کے نام
لوگ کہتے ہیں محبت ایک بار ہوتی ہے
پھر یہ سچ کیسے ہو سکتا ہے
میں جب جب اس کو سوچتا ہوں
مجھے ہر بار آپ سے محبت ہو جاتی ہے
سراج خان - کرک

رمضان تبسم، میلسی کے نام
بس اسی خیال سے چھپا لیتے ہیں آنسو
خود اداس رہ کر کسی کو اداس کیا کرنا
محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دوکوٹہ

SHS، کیلاسکے کے نام
تو بھی کسی کا پیار نہ پائے خدا کرے
تجھ کو تیرا نصیب رلائے خدا کرے
آئے بہار تیرے تیرے گلستاں میں بار بار
تجھ پر کبھی نکھار نہ آئے خدا کرے
ایمان رضوی - نارووال

K، نواب شاہ کے نام
تو مت دے مجھے خوش رہنے کی دعا فنا
ہم خوشیاں رکھتے نہیں بانٹ دیا کرتے ہیں
عمران فنا - بلوچستان

SR، منڈی بہاؤالدین کے نام
مجھ کو دیکھ کے آنکھوں میں اشک بھر آئے
وہ لمحہ میری زندگی میں ایک بار آیا
جہاں پہ خواہشوں کو جیتنے کا جواز تھا
وہاں پہ نفس میرا اپنی بازی ہار آیا
محمد خاں انجم - لدھے وال

کسی اپنے کے نام
چلے آؤ بہت بے تاب ہے دل محسن
تمہیں دیکھے زمانہ ہو گیا ہے
ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ

سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ کے نام
واہ یہ انداز وفا اور یہ طرز تکلم تیرا ساحل
سو بار بھی لوں جنم تو چاہوں صرف تمہیں
مدثر عمران ساحل - سودرہ

احسن ظہیر، آزاد کشمیر کے نام
نہ رہے گا کوئی گلہ اس قدر وفا دیں گے
تیری اک خوشی کی خاطر آنسو بہا دیں گے
کبھی نہ بھلائیں گے تیری دوستی کو ہم
دور رہ کر بھی تمہیں دل سے دعا دیں گے
واصف علی - بھر یارروڈ

شہزادہ عالمگیر، لاہور کے نام
زندگی کے پھول دوبارہ کھلتے نہیں
زخم جدائی کے دوبارہ سلتے نہیں
ملنے سے تو ہزاروں ملتے ہیں عالمگیر
مگر آپ جیسے عظیم لوگ دوبارہ ملتے نہیں
آصف سانول - بہاولنگر

KK، چوکی کے نام
غیروں کو درد سنانے کی ضرورت کیا تھی
اپنے جھگڑے میں زمانے کی ضرورت کی تھی
مٹا سکتی نہیں وفا کا نام اپنے دل سے

پھر کتابوں سے مٹا دینے کی ضرورت کیا تھی
مسٹر ایم ارشد وفا - گوجرانوالہ

کسی اپنے کے نام
جانے کیوں شکست کا عذاب لئے پھرتا ہوں
میں کیا ہوں اور کیا خواب لئے پھرتا ہوں
عبدالغفار تبسم - لاہور

راشد خان ترین، مظفر گڑھ کے نام
خدا کبھی نہ کرے غم سے ہمکنار تجھے
دعا یہ دیتا ہے دل میرا بار بار تجھے
ملک عاشق حسین ساجد - ہیڈ بکائنی

راولپنڈی میں رہنے والوں کے نام
مدت سے جو نگاہیں میری راہ دیکھ رہی تھیں
آج انہی نگاہوں کو آنسو دیئے جا رہا ہوں
میں اسے کیسے بتاؤں کہ اب موت ہے میری منزل
اس خاک سے بنا تھا اسی خاک میں جا رہا ہوں
محمد وصی مغل - واہ کینٹ

مائی ویلش کے نام
تو دل میں رہے دل کو یہ ارمان بہت ہیں
اس دل میں تیرے پیار کے سامان بہت ہیں
تم مانگ کے دیکھو تو سہی جان ہی مانگو
ہم کچھ نہ سہی دل کے تو سلطان بہت ہیں
شہزادہ سلطان کیف - الکویت

مرزا محمد بلال، جہلم کے نام
ان سے روز ملنے کو جی چاہتا ہے
کچھ سننے سنانے کو جی چاہتا ہے
تھا تیرے منانے کا انداز ایسا کہ
روز روٹھ جانے کو جی چاہتا ہے
عظیم مسیحی - کوئٹہ

AZ، سردروالی کے نام
تو میرا نہ سہی کسی اور کا ہی سہی آکاش
ہم برے سہی تیرے دل میں رہنا چاہتے ہیں

پیار نہیں اگر ہم سے تو نہ دیکھا کرو ہنس کے
تو بہت اچھی لگتی ہے اور دل میں ہی رہتی ہے
عمر دراز آکاش - جڑانوالہ

سپاہی محمد نذیر ایبٹ آباد کے نام
پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پہ سو رہے ہیں
ہم کتنے بدنصیب ہیں تیرے ملنے کو رو رہے ہیں
غلام مصطفیٰ ہزاروی - بٹل

راشد علی تنہا، ماہی چوک کے نام
مانا کہ میں غریب ہوں یہ بات سچ ہے
اگر کوئی اپنا بنائے تو اس کا ہر غم خرید سکتا ہوں
شوکت علی وفا - ماہی چوک

NQ، کراچی کے نام
چمن چمن اداس ہے پھولوں میں وہ خوشبو نہیں
اس زندگی کا کیا مزہ جس زندگی میں تو نہیں
محمد صفدر زخمی - کراچی

N، منڈی بہاؤالدین کے نام
دل ترستا ہے زندگی کے لئے
ایک ہی پل ملا خوشی کے لئے
کریم بگٹی - سوئی گیس فیلڈ

کریم بگٹی، سوئی گیس فیلڈ کے نام
تیری نظر کے اشارے پہ چل رہا ہوں میں
تیرے کرم کے سہارے پہ چل رہا ہوں میں
وہ حادثات ہیں راہِ حیات میں کریم
سڑک سے ہٹ کے کنارے پہ چل رہا ہوں میں
جمیل فدا خیرپوری - خیرپور میرس

AK، لاہور کے نام
دعویٰ حسن کرے کوئی تو خاموش رہو
بس آہستہ سے آئینہ مقابل رکھ دو
میں محبت ہوں مجھے آتا ہے نفرت کا علاج
تم ہر شخص کے سینے میں میرا دل رکھ دو
سید عارف شاہ - جہلم

اپنے چاہنے والوں کے نام
نہ کر محبت امیروں سے امیر برباد کرتے ہیں
محبت کر غریبوں سے جو دل سے پیار کرتے ہیں
مطلوب حسین پردیسی - لاہور

A، کرک کے نام
نکالیں بھی تو کیسے اسے دل وجگر سے صابر
وہ سما گئی مجھ میں خونِ وجگر کی طرح
وسیم سلطان صابر - کرک

SN، جہلم کے نام
کیوں چپکے سے اتر جاتے ہیں، وہ لوگ دل میں
جن لوگوں سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے
عدنان حیدر - جہلم

دل کے بس جانے والوں کے نام
نادانی کی حد تو دیکھ ذرا فراز
مجھے کھو کر میرے جیسا ڈھونڈ رہا ہے
امین مراد انصاری - کراچی

SA، مری کے نام
کوئی آتا ہے یاد بہت سونے سے پہلے
جو چھین لیتا ہے آنسو میرے رونے سے پہلے
غلام مصطفیٰ عرف موجو - کراچی

S کے نام
وہ مجھے چھوڑ گیا تو کیا ہوا یارو!
میں نے بھی چھوڑا تھا زمانہ اس کے لئے
بلال شاہ - حویلی آزاد کشمیر

AN، کراچی کے نام
تمہیں کیا پتہ پیار کیا ہوتا ہے
کسی دوست کا اعتبار کیا ہوتا ہے
تم خوش ہو اپنی زندگی میں
مجھ سے پوچھ قرار کیا ہوتا ہے
علی نواز مزاری - گھوٹکی

مختصر اشتہارات

زخمی دل والوں کے نام
میں تمام زخمی دل والوں کے نام کرتا ہوں دوستی بھی کرتا ہوں، میں بھی ایک زخمی ہوں مجھے زخمی لوگ بہت پسند ہیں۔ جو بھی وفا کرے وہ میرا دوست ہے۔ (سیف الرحمٰن زخمی- گاؤں مقابر شریف، ڈاک خانہ ٹھکر سیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ)

قارئین کے نام
پہلی بات کہ یہ کوپن دوبارہ شائع کرنے کا شکریہ، باقی میں جلد پاکستان آ رہا ہوں خواہش ہے کہ اپنے دوستوں، جواب عرض کے رائٹروں کو ملوں جو ملاقات کرنا چاہے خواہش ظاہر کرے۔ (شہزاد سلطان کیف- الکویت (بھمبر A.K)

بے وفا لوگوں کے نام
محبت کرنا سیکھو پھر اس کو اپناؤ جواب عرض پڑھ کر کیونکہ کسی کا دل توڑنا بہت بری بات ہے۔ سیکھو وفا کرنی پیار کرنا اعتبار کرنا۔ (عبدالجبار جان- گاؤں مرادیال، ڈاک خانہ گلیانہ، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی)

ایڈیٹر کے نام
مختصر اشتہارات کوپن دوبارہ شروع کرنے پر میری طرف سے دعاؤں کا گفٹ قبول کرو بہت اچھا لگا۔ پلیز اسی طرح فون نمبر بھی دوبارہ شروع کریں۔ (جبرائیل آفریدی- ناصر آباد، کرمشانی)

NK کے نام
پلیز مجھ سے رابطہ کرو میں آج بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ کاش ہم اس طرح کبھی نہ ملے نہ ہوتے۔ ہمارے زخم بھی پھولوں کی طرح کھلے نہ ہوتے۔ اٹھائی نہ پڑتی ہمیں انتظار کی زحمت اپن ہمارے ساتھ بھی یہ جدائیوں کے سلسلے نہ ہوتے۔ (خواجہ صدام حسین ڈار- ڈاک خانہ فارورڈ کہوٹہ، تحصیل خورشید آباد، ضلع حویلی، آزاد کشمیر)

A کے نام
غلاموں کو مختار کہنا پڑے گا، شگوفوں کو کانٹا کہنا پڑے گا۔ اگر زندگی کی ضرورت تجھ کو کناروں کو منجدھار کہنا پڑے گا۔ (جمیل فدا خیر پوری- شہزادہ ڈیزل پمپ سروس، ڈاک خانہ چونڈکو، تحصیل نارا، خیر پور میرس)

قارئین کے نام
میں جواب عرض کے تمام قارئین سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز رابطہ کریں اور خاص کر جہلم والوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ (عدنان حیدر- شائی گفٹ سینٹر، چوٹالہ، جہلم)

ایڈیٹر کے نام
بھائی صاحب میری غزل اور اشتہار وغیرہ شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں۔ (محمد امین مزاری- ڈاک خانہ سرمد، ضلع گھوٹکی)

R کے نام
اے میری جان 22 مارچ 12 کو ہماری محبت کو پورے دو سال ہو جائیں گے۔ پتہ نہیں ہم کب اکٹھے ہوں گے۔ (ایم اشفاق بٹ- لالہ موسیٰ)

A راولپنڈی کے نام
آپی آپ کی کہانی پڑھی کافی دکھ ہوا اور میری فیصل بھائی سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس طرح نہ کرے میری دعا ہے آپی اللہ پاک آپ کو خوشیاں اور تندرستی دے۔ (عمران ثنا- لسبیلہ، بلوچستان)

دوستوں کے نام
اپنی زندگی کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہئے، کبھی کسی کے دل کو نہیں دکھانا چاہئے، ہمیشہ ہر کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے رہنا چاہئے اور سب کو خوش رکھیں۔ (عثمان غنی- جامعہ اسلامیہ، قبولہ شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل عارف والہ، ضلع پاک پتن)

ریاض احمد لاہور کے نام
بھائی آپ کی ہر سٹوری اتنی اچھی ہوتی ہے کہ بس تعریف لکھنا بھی مشکل ہے۔ (نرگس ناز- سیراج کالونی، سکھر)

تلاش دوست
251 گ ب سے کوئی اچھا دوست رابطہ کرے میں انتظار کروں گا۔ (شاہد ندیم- چک نمبر 172 مراد، تحصیل چشتیاں، ضلع بہاولنگر)

ساجد عباس، حافظ آباد کے نام
بھائی آپ کی خدمت نہ ہو سکی، ناراض نہ ہونا۔ تجھے جو کرنا تھا نہ کر سکا، سب گھر والوں کو ڈھیروں سلام۔ (محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ- معرفت سیج پور شاپنگ سینٹر لساں، ڈاک خانہ لساں، تحصیل و ضلع مانسہرہ)

Z جان کے نام
وہ فلاور فام وہ فارسٹ پارک وہ ٹرین کا سفر وہ پیدل قائد اعظم پارک کی سیر وہ منچھر تحصیل کا دور سے نظارہ وہ گٹ والا پارک اور تمام ساتھ گزرا وقت یاد آتا ہے۔ (محمد افضل اعوان- مکان نمبر P450، گلی نمبر 5، محلہ طارق آباد، چنترہ روڈ، گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

دوستوں کے نام
میں اپنے کچھ دوستوں کو سلام کہنا چاہوں گا۔ ثمر اعجاز گوندل، ممریز بشیر گوندل، رابعہ کامران کمانڈو، رئیس صدام ساحل، سب کو میری طرف سے سلام۔ (حماد ظفر ہادی- ڈاک خانہ گوجرہ، منڈی تحصیل ملکوال، بہاؤالدین)

ایس کے نام
ایس جی میں آپ کو چاہتا رہوں گا جب تک میری زندگی کی سانسیں چل رہی ہیں۔ S جان صرف تم سے محبت کرتا ہوں، میں صرف تمہیں ہی چاہوں گا، ایس جان میں نے صرف اور صرف تمہاری روح سے محبت کی ہے۔ (ممریز بشیر گوندل- نزو نین روڈ، شہر گوجرہ، ضلع منڈی بہاؤالدین)

کسی اپنے کے نام
اگ ہجراں دی لا گئے ہو، چنگے دلدار بنے ہو ستاوں سوچاں وچ پا گئے ہو، باغاں وچ پھل جڑدے، جان دی وار ویو سوہنے کسی دے نہیں بن دے۔ (سفیر اداس موہری- گاؤں موہری پنجاوٹ، تحصیل پٹیکہ، ضلع مظفر آباد)

زندگی کے نام
این اور ایس میرے ساتھ آپ کچھ اچھا نہیں کر رہے، مجھ سے کیا غلطی ہوگئی ہے جو بھول گئی ہو نہ فون نہ کوئی حال پوچھ رہے ہو۔ (محمد لقمان اعوان- گاؤں سریانوالہ، ڈاک خانہ مالووال، تحصیل و ضلع شیخوپورہ)

قارئین کے نام
اگر آپ لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو جوابی لفافہ کے ساتھ رابطہ کریں اور لٹریچر مفت طلب کریں۔ (ڈاکٹر زاہد جاوید- F-22، دہاڑی)

افضل جواد کالا باغ کے نام
دوستوں کی قدر کیا کرو کیونکہ اچھے دوست قسمت والوں کو ملا کرتے ہیں اور پلیز بدلنا چھوڑ دو۔ (ثناء کنول- چکوال)

سب کو سلام
بھیا آتش! بہت سے قارئین میری تحریروں کو مس کر رہے ہیں، مہربانی کر کے میری تحریروں کو جلد شائع کریں۔ (منیر رضا- چک نمبر 110/92، ساہیوال)

نائلہ طارق کو خوش آمدید
امید ہے وہ اب جواب عرض سے غیر حاضر نہیں ہوں گی اور لکھتی رہیں گی اور پلیز اس کوپن کو دوبارہ شائع کرو۔ (پرنس عبدالرحمٰن گجر- گاؤں نین لانجھہ، تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین)

M شیخوپورہ کے نام
کیا تمہارا ساتھ بھی خزاں کے پتوں کی طرح کا تھا، آج میں ان دنوں کو سوچتا ہوں کہ جب تم میرے لئے بہار کا ساں تھی تو آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ (ایم احمد نجمی- کالا باغ، میانوالی)

کہانی کی پسندیدگی پر شکریہ
مجید احمد جائی، عمر دراز، جبرائیل آفریدی، AD بے درد، افضل جواد، شہزاد سلطان کیف، خالد فاروق آسی، خالد سانول مروت، منظور اکبر، سلیم آسی آصف وغیرہ سب کا تہہ دل سے شکریہ۔ (ایم احمد نجمی- کالا باغ، میانوالی)

FK کے نام
دوست جب سے ملے ہو مجھے دنیا کی سب خوشیاں مل گئی ہیں۔ وہ موت تھی جو تم سے دور ہو کر دن گزارے اور یہ زندگی ہیں، تمہارے قرب میں۔ اب کوئی بھی لمحہ تیری یاد سے خالی نہیں۔ تمہارا مسکراتا چہرہ، سرگوشیاں کرنا، آنکھوں کا نم ہو جانا کچھ بھی نہیں بھول سکتا۔ (خلیل احمد ملک- شیدانی شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان)

قومی کرکٹ ٹیم کے نام

ہماری دعا ہے کہ انگلینڈ سے ون ڈے اور ٹی ٹونٹی سیریز بھی جیت جائیں۔ (جنید اقبال- محلہ بانگی، نزد حبیب بینک، غورغشتی، تحصیل وضلع اٹک)

جواب عرض کی ضرورت ہے

مجھے جون 2011ء جواب عرض محبت کے آنسو چاہئے اگر کسی کے پاس ہو پلیز وہ مجھے ارسال کر دیں۔ شکریہ میں انتظار کر رہا ہوں میرا اڈریس کالم ملاقات میں شائع ہوا ہے۔ (سید عارف شاہ- شالیمار کالونی، اسامہ چوک، ہائی سکول روڈ، ضلع جہلم)

قارئین کے نام

میں جواب عرض کے سب قارئین کو ادب سے سلام پیش کرتا ہوں اور میں ان سب کے دکھ درد کا ساتھی ہوں۔ (نوجی معظم علی کمچی- کوٹ رادھا کشن، ضلع قصور)

قارئین کے نام

میں تمام لڑکے اور لڑکیوں سے موبائل فون پر دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ (علی نواز مزاری- ضلع گھوٹکی)

کہانی کی پسندیدگی کا شکریہ

سب دوستوں کا شکریہ جنہوں نے میری کہانی پسند کی ''گم نام محبت'' اور امید ہے آپ اس طرح میری کہانیاں پسند کرتے رہیں گے۔ (اللہ دتہ بے درد- ذوالفقار کالونی، ڈاک خانہ پھلروان، تحصیل پھلروان، ضلع سرگودھا)

آمنہ کے نام

زندگی جب بھی کسی شے کی طلب کرتی ہے، میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے۔ (سائمہ قاسم- گجرات)

AA بہاولنگر کے نام

محبت کی راہیں بڑی عجیب ہیں، جس کی تمنا کرو وہ کسی اور کو چاہتا ہے، جس پہ دل و جان قربان ہو جائے اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ میری محبت میری چاہت ہمیشہ رہے گی تیری ہے۔ (مجید احمد جائی- موضع ملی والا، ملتان)

A گبول کے نام

یہ سن کر مجھے بہت دکھ ہوا کہ آپ نے مجھے معاف نہیں کیا۔ A مجھے معاف کرنا بھی نہیں کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں، بے شک مجھے سزا دے۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول- نزد عثمانیہ ہوٹل، گبول آباد، جلاب گوٹھ سید حاوے، کراچی)

جنید جانی کے نام

یار آپ ایک چھوٹی سی بات پر ناراض ہو گئے اور رابطہ ختم کر دیا جناب میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں امید ہے آپ مجھے معاف کریں گے۔ (پرنس مظفر شاہ- ناگمان چوک، ضلع پشاور)

قارئین کے نام

محتاج غریب، بیوہ اور بے سہارا خواتین وحضرات اپنی صحت کے مسائل ہم سے شیئر کریں اور ہماری خدمت فی سبیل اللہ حاصل کریں۔ (ڈاکٹر رئیس اقبال شاد- رئیس کلینک رڑیالہ جگ دیو، پی او کوٹ بصیرہ، جہلم)

قارئین کے نام

میں ایک لڑکی سے پیار کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے ناراض ہے۔ دوستو! دعا کریں کہ وہ مجھ سے پیار کرنے لگے اور مجھ سے خوش ہو جائے۔ (نذر محمد بگٹی- ڈیرہ بگٹی)

میرے پسندیدہ گلوکاران

پشتو کے معروف گلوکار ہیں آف ناز یہ اقبال، رحیم شاہ، بریالی صمدی، ہمایوں خان، خالد ملک، ستارہ یونس کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔ (کاشف گلونہ بلوچ- کوارٹر نمبر 37، نیبر کالونی، بنوں وولن مز لمیٹڈ بنوں، تحصیل وضلع بنوں)

دوستوں کے نام

میں اپنے دوستوں کامران حیدر، کمانڈو ثمر اعجاز گوندل، صدام حسین ساحل، عمر یز بشیر گوندل، قمر اعجاز گوندل کو بہت مس کرتا ہوں۔ (حماد ظفر ہادی- حماد الیکٹرک سٹور، گوجرہ)

آصف ناز موسیٰ موبائل کے نام

آصف ناز میری جان اتنے پیار سے یاد کرنے کا تہہ دل سے شکریہ، یونہی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ (جبرائیل آفریدی- ناصر آباد، میانوالی)

AK چیچہ وطنی کے نام

میں ان کو سالگرہ جو کہ 14 اپریل کو ہے، اس دن میں اس کو بہت مس کروں گا۔ (محمد اشرف زخمی دل- بچیکی، ننکانہ صاحب)

قارئین کے نام

جواب عرض کے تمام دوستوں کو خلوص دل سے دوستی کی دعوت دے رہا ہوں۔ (امین مراد انصاری- لال مارکیٹ، سنگل سٹوری ایریا 5-F، نیو کراچی)

گلدستہ

سنت نبوی ﷺ پر عمل

ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفل صحابہ میں بیٹھے یہ نصیحت فرما رہے تھے کہ پانی دیکھ کر پینا چاہئے۔ پاس سے ایک یہودی گزرا اس نے بھی وہ نصیحت سن لی اور جب وہ گھر پہنچا تو رات ہو چکی تھی، اس نے اپنی بیوی سے پانی مانگا تو اس نے کہا جاؤ دیا لے کر آؤ جب وہ دیا لائی تو اس نے پانی پینے سے پہلے دیکھنا مناسب سمجھا۔ جب اس نے پانی میں دیکھا تو اس میں بچھو تھا، اس نے وہ پانی وہیں پر پھینک دیا اور نیا پانی لا کر پی لیا اور صبح جا کر اسلام قبول کر لیا۔ اس نے سوچا جس نبی کی سنت زندگی بچا سکتی ہے اس کا مذہب اس کا اسلام آخرت میں ضرور بچائے گا۔ سب قارئین برائے مہربانی عمل کر کے اپنی آخرت اور دنیا میں سرخرو ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......حماد ظفر ہادی- گوجرہ

تنولی گلدستہ

★ حقیقت: بہت سے لوگ حقیقت کو نہیں سمجھتے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ انسان اگر اپنی حقیقت کو سمجھ لے تو اس کے لئے زندگی کی راہیں آسان ہو جائیں۔ سراب کے پیچھے بھاگنے والوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سائے کے پیچھے بھاگنے والوں کا سر دیوار سے ہی ٹکراتا ہے جو حقیقت کو سمجھ لیتا ہے وہ سب کچھ سمجھ جاتا ہے۔ سچ جھوٹ، کھوٹا کھرا، دوست دشمن، حق باطل سب کچھ اس پر عیاں ہو جاتا ہے۔ اسے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیا کرنا چاہئے؟ اور وہ کیا کر سکتا ہے۔ انسان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ فنا ہے اس کا دنیا میں قیام عارضی ہے۔ اصل بقا اور زندگی تو بعد از موت شروع ہو گی لیکن یہ حقیقت اس وقت سمجھ آتی ہے جب آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور اصل میں اسی وقت ہی تو آنکھیں کھلتی ہیں۔ زندگی ایک دھوکہ اور سراب ہے جس کے پیچھے ہم بھاگ رہے ہیں اور حقیقت صرف یہ ہے کہ ایک دن ہم سب کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں اوّل سے آخر تک احتساب ہو گا، حساب دینا ہو گا۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یا ناکام، ہماری حقیقت کیا تھی، ہمارا مقصد حیات کیا ہونا چاہئے تھا، یہ سب ہمیں بتانا ہو گا۔ ہمیں تب ہی احساس ہو گا ہم سب اس میں سرخرو ہو سکتے ہیں اگر ہم حقیقت کو سمجھ لیں۔

★ نفرت: نفرت ایک ایسا زہر ہے جو بنتے بستے گھروں کو اجاڑ دیتا ہے آج ایک گھر میں برسوں ساتھ رہنے والے ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ نفرت کا زہر ان کے خون میں چلا گیا ہے۔ عزیز تر رشتے نفرت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ صرف دولت، شہرت، عورت کے لئے سب بھول جاتے ہیں کہ عارضی شے کے لئے ہم مقدس رشتوں کو بھول جاتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے دلوں میں نفرت ختم ہو جائے اور ہم انسان کو اس کا رتبہ دے سکیں۔ محبت چاہت اور پیار و اتحاد سے رہیں تو ہماری زندگی بہت ہی مسرور ہو جائے۔

★ فیصلہ: زندگی میں بہت دفعہ ہمیں کوئی اہم فیصلہ کرنا ہوتا ہے جو فیصلہ ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک اچھا فیصلہ انسان کو بہت کچھ دے سکتا ہے تو ایک غلط فیصلہ اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے۔ پہلے اچھی طرح گردش حالات پر نظر دوڑائی جائے۔ ماضی، حال، مستقبل کو دیکھا جائے۔ دل و دماغ کو پرسکون رکھا جائے اور پھر فیصلہ کیا جائے تو یقیناً انسان بہت فائدے میں رہتا ہے۔

☆......ملک ثاقب شاد تنولی- ایبٹ آباد

خیر خواہی

★ جو شخص تجھے تیرے عیب بتلاتا ہے وہ درحقیقت تیری خیر خواہی کرتا ہے اور جو تیری تعریف کرتا ہے وہ درحقیقت تجھے ذبح کرتا ہے۔
★ جو شخص تیری خواہی کرے تجھے لازم ہے کہ تو اس کی خیانت نہ کرے۔
★ جو شخص خلوص اور خیر خواہی سے کام کرتا ہے وہ آخرت میں اس کا بدلہ بھی اچھا پائے گا۔
★ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے خیر خواہ دھوکہ دے جاتے ہیں۔
★ جو شخص اپنے دوستوں کی خیر خواہی نہیں کرتا اس کی دوستی میں خلوص نہیں اور جو شخص سخاوت نہیں کرتا اس کے لئے سرداری اور عروج نہیں۔
★ جو شخص دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنی ذات کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔
★ خیر خواہی کی تلخی خیانت اور دھوکا دہی کی شیرینی سے زیادہ سومند اور نافع ہے۔
★ سب سے زیادہ میل جول ایسے شخص سے رکھ جو کمزوروں کی زیادہ خبر گیری رکھتا ہو اور حق پرستی کو ملحوظ ناطر رکھتا ہو اور اس کے مطابق کام کرتا ہو۔
★ انسان کی خیر خواہی اپنے حق میں یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔

☆......ڈاکٹر رئیس اقبال شاد۔جہلم

رمضان المبارک کی فضیلت

رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات کو جاگ کر عبادت کریں۔ اس ایک رات کی عبادت عام ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔ اس رات کو رب العزت کروڑوں جہنمیوں کو جن پر جہنم واجب ہو جاتی ہے، ان کو جہنم کی گھاٹیوں سے نکال کر جنت کی کیاریوں میں بھیج دیتے ہیں۔ ایک بار آپ سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے تیری سیڑھی پر قدم رکھا تو کہا۔ آمین۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ کہ دعا کرنے والا کوئی بھی نہیں تھا اور آپ نے کہا آمین۔ تو آپ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ حاضر ہوا تھا اور جب میں نے تیری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیلؑ نے کہا کہ وہ آدمی ہلاک ہو جائے جس کی عمر میں رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ آیا اور اس نے اس رمضان المبارک سے کچھ تھوڑا سا بھی حاصل کر کے جنت میں داخل نہ ہو مجھے دعا اچھی لگی تو میں نے کہا آمین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس سے روحیں اجلی ہو جاتی ہیں اور انسان اندر سے صاف پاک ہو جاتا ہے۔ اے انسانو! رمضان المبارک آ رہا ہے اس ماہ میں جی بھر کر اللہ پاک کی عبادت کریں اور اللہ کو خوش کریں۔ انسان اللہ کے عذاب سے بچ جاور نہ پچھتانا پڑے گا۔ رمضان کو انسان کے لئے بہانہ ہے، یہ رمضان تو بخشش کا مہینہ ہے۔ اس کو لوٹ لو مسلمانو! اس سے رحمتیں لوٹ لو تو آؤ وعدہ کرتے ہیں اللہ پاک سے کہ ہم نیکوکار بن جائیں گے اور اللہ کی عبادت کریں گے۔

☆......حسن رضا۔رکن

انمول موتی

★ موت سے بڑھ کر کوئی چیز سچی نہیں اور امید سے بڑھ کر کوئی چیز جھوٹی نہیں۔
★ محبت اعتبار کے بغیر کچھ نہیں جبکہ اعتبار بغیر محبت کے بھی بہت قیمتی ہوتا ہے۔
★ وہ انسان ہمیشہ خزاں کی قدر کرتا ہے جس نے بہار میں زخم کھائے ہوں۔
★ کسی کی مجبوری سے اتنا فائدہ مت اٹھاؤ کہ اسے مزید مجبور ہونا پڑے۔
★ بات الفاظ کی نہیں لہجے کی ہوتی ہے۔
★ رشتے اور سودے میں بہت فرق ہوتا ہے، رشتے قائم کئے جاتے ہیں جبکہ سودے طے کئے جاتے ہیں۔
★ حق جتانے سے حق ثابت نہیں ہو جاتا۔
★ لوگ اتنے بے اعتبار کبھی نہیں ہوتے جتنا ہم ان پر اپنی توقع کا بوجھ لاد دیتے ہیں۔

ایک سے بڑھ کر ایک

★ جس سے مجھے نفرت ہے اس سے میں کبھی نہیں ملتا۔ (راجرز)
★ مشکل ایسا عذر ہے جسے تاریخ کبھی تسلیم نہیں کرتی۔ (سموئیل)
★ اگر کسی عورت سے تمہیں دکھ پہنچا ہے تو تم اسے قتل ہرگز نہ کرو، بس اس کے کان میں بسا اوقات یہ بھنک ڈالتے رہو کہ تم بوڑھی ہو رہی ہو، اس عورت سے تم ہزار مرتبہ انتقام اس سے لے سکتے ہو۔ (بیرمن)
★ تمی سے تمی بات کی تائید کے لئے بھی کوئی نہ کوئی حمایتی نکل ہی آتا ہے۔ (گولڈسمتھ)

☆......محمد خاں انجم۔لدھے وال

اقوالِ زرّیں

★ جب تک نفس مردہ نہ ہو، دل زندہ نہیں ہو سکتا۔
★ تمام مخلوقات میں انسان ہی سب سے زیادہ محتاج ہے۔
★ مومن ہو یا کافر کسی کی دل آزاری نہ کر اس لئے کہ کفر کے بعد یہی سب سے بڑا گناہ ہے۔
★ جب سے مجھے پتہ چلا ہے مخمل کے گدے پر سونے والوں کے خواب ننگی زمین پر سونے والوں کے خوابوں سے مختلف نہیں ہوتے تب سے خدائی انصاف پر پورا اعتماد ہو گیا ہے۔
★ چمکتا ہوا دن ہی نہیں کالی رات بھی حسین ہوتی ہے، تم دیکھتے نہیں رات کے کالے آنچل پر تارے کتنے پیارے لگتے ہیں۔
★ دکھوں کو جتنا تم خوفناک سمجھتے ہو وہ اتنے خوفناک نہیں۔
★ اگر تم چاہو تو اپنے خیالات بدل کر اپنی زندگی بہتر بنا سکتے ہو۔
★ زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔

☆......سمیع اللہ سمعی۔ڈی آئی خان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال

★ کمینوں کی دولت تمام مخلوق کے واسطے مصیبت ہے۔
★ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
★ ہر ایک سے عاجزی سے ملو پتہ نہیں کہ اللہ کس روپ میں ملے۔
★ منہ سے ہمیشہ اچھے الفاظ نکالو تاکہ اپنے دشمن کو بھی دوست بنا سکو۔
★ نیکی کرنے سے انسان کی عمر بڑھتی ہے۔
★ اخلاق وہ چیز ہے جس کی قیمت کچھ نہیں دینا پڑتی مگر اس سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔
★ اگر کوئی اچھا لگے تو اس سے کم ملو اگر کوئی زیادہ اچھا لگے تو اسے صرف دیکھا کرو اگر کوئی دل میں اتر جائے تو اسے صرف یاد کرو۔

☆......ندیم اقبال قریشی۔بھریا روڈ

دوست

★ دوست ایک ایسا درخت ہے جس کا سایہ زندگی کی تھکن کو دور کرتا ہے۔
★ دوست ایسا باغ ہے جس میں ہمیشہ بہار رہتی ہے۔
★ دوست آسمان کا چاند، گلشن کا پھول، بہاروں کی رونق، خوشبو کا جزیرہ ہے۔
★ دوست ٹھنڈی اور میٹھی غذا ہے۔
★ دوست چین وسکھ کا نام ہے۔
★ دوست زندگی کا دوسرا نام ہی ہے۔
★ دوست کو جب آدمی پریشان ہوتا ہے دوست سے بات کر کے بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔
★ دوست کے اس پاکیزہ رشتے کی قدر ہمیشہ دل میں رہتی ہے۔

☆ ...محمد اقبال رحمٰن۔سہیکی بالا

10 محرم الحرام کے 10 واقعات

★ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔
★ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو جودی نامی پہاڑ پر ٹھہری۔
★ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت فرمائی۔
★ عشاوہ کے روز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔
★ عاشورہ کے روز اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلامتی سے سمندر پار کرایا۔
★ عاشورہ کے روز حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی۔
★ عاشورہ کے روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس کی۔

★ عاشورہ کے روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات فرمائی۔
★ عاشورہ کے روز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا۔
☆......مریز بشیر گوندل۔گوجرہ

سنہری کلیاں

★ اگر کسی سے تم محبت کرو تو اس سے محبت کے بدلے محبت نہ مانگو کیونکہ تم نے محبت کی ہے کوئی تجارت نہیں کی۔(حضرت علیؓ)
★ جہاں کہیں بھی جاؤ اپنی خوشیاں وہیں چھوڑ آؤ تا کہ لوگ تم کو ہمیشہ یاد رکھیں۔
★ منزل کو پانے کے لئے چلنا اتنا ضروری ہے جتنا زندہ رہنے کے لئے سانس لینا۔
★ کبھی کسی کا دل مت توڑو کیونکہ دل میں خدا بستا ہے اور خدا کا گھر توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔
★ ایسی غربت میں صبر کرنا جس میں عزت محفوظ ہو اس امیری سے بہتر ہے جس میں ذلت و رسوائی ہو۔
★ خزاں کے موسم میں درختوں سے گرے ہوئے زرد پتے جب آپ کے پاؤں کے نیچے آتے ہیں تو چڑچڑاہٹ پیدا ہوتی ہے کبھی غور کرو وہ کہتے ہیں کہ خزاں کا موسم تم پر بھی آئے گا۔
★ دوست کو اپنا سب کچھ دے دو مگر راز مت دو اگر کل وہ آپ کا دشمن ہو گیا تو آپ کو بہت نقصان پہنچا سکتا ہے۔
★ آپ کو سب سے زیادہ نقصان وہ شخص پہنچا سکتا ہے جس کو آپ کا ہر راز معلوم ہے۔
★ اپنے دوست کی محبت کو آزمانے کے لئے اس سے دور ضرور جاؤ مگر اتنا دور مت جاؤ کہ وہ آپ کے بغیر جینا سیکھ لے۔
★ جہاں کہیں جاؤ راستے میں پھول بکھیرتے جاؤ تا کہ واپسی پر تم کو ایک باغ ملے۔
★ پھول کانٹوں کے بغیر ادھورے ہوتے ہیں۔
★ کوئی کہتا ہے پانی کا گلاس آدھا بھرا ہوا ہے کوئی کہتا ہے پانی کا آدھا گلاس خالی ہے، دونوں کی بات کا مقصد ایک ہے مگر بولنے کا طریقہ مختلف ہے۔
★ ہر نئی چیز عمدہ، خوبصورت اور مضبوط نظر آتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہوتی ہی عمدہ، خوبصورت اور مضبوط ہوتی ہے۔
★ ہر ہاتھ ملانے والا دوست اور ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی اور سونا ہر کسی کا مقدر نہیں ہوتا۔
☆......مدثر سعید تبسم۔گاؤں ماڑی

عمل کریں

★ انسان کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس سے دور بھاگتا ہے لیکن جب خدا سے ڈرتا ہے تو اس کے قریب ہو جاتا ہے۔
★ انسان کو اچھی نیت پہ وہ انجام ملتا ہے جو اسے اچھے اعمال سے نہیں ملتا کیونکہ نیت میں دکھاوا نہیں ہوتا۔
★ کبھی اس کو نظرانداز نہ کرو جو تمہاری بہت پرواہ کرتا ہو، ورنہ کسی دن تمہیں احساس ہوگا کہ پتھر جمع کرتے کرتے تم نے ہیرا گنوا دیا۔
★ کسی کا دل مت دکھاؤ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں ایسے چاہتا ہو جیسے مرنے والا زندگی چاہتا ہو۔
★ جو شخص اپنی قسمت پہ خوش ہے دراصل وہی انسان خوش قسمت ہے کیونکہ وہ اللہ کی رضا پر راضی ہے۔
★ اگر راستہ خوبصورت ہے تو پتہ کرو کہ کس منزل کو جاتا ہے لیکن اگر منزل خوبصورت ہو تو راستے کی پرواہ مت کرو۔
★ اگر کسی کا ظرف آزمانا ہو تو اس کو زیادہ عزت دو، وہ اعلیٰ ظرف ہوا تو آپ کو اور عزت دے گا اور اگر کم ظرف ہوا تو خود کو اعلیٰ ظرف سمجھے گا۔
★ جو شخص تمہارا غصہ برداشت کر لے اور ثابت قدم رہے تو وہ تمہارا دوست ہے۔
★ دوستی کی زینت ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنا ہے، بے عیب دوست تلاش مت کرو ورنہ اکیلے رہ جاؤ گے۔
★ ہر چیز اپنے وقت پر ہی اچھی لگتی ہے، نیکیاں کمانے کا صحیح وقت جوانی ہے مگر افسوس کہ ہم نیکیاں اس وقت کرتے ہیں جب ہم گناہ کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔

★ جس نے رب کے لئے جھکنا سیکھ لیا وہی علم والا ہے کیونکہ علم والے کی پہچان عاجزی ہے اور جاہل کی پہچان تکبر اور انا پرستی۔
☆......ایم خالد محمود سانول۔مروٹ

اقوال زریں

★ کسی کا دل نہ توڑو کیونکہ انسان خود بھی ایک دل رکھتا ہے۔
★ محبت اُس سے نہ کرو جو دنیا کی نظر میں خوبصورت بلکہ محبت اُس سے کرو جو آپ کی دنیا کو خوبصورت بنا دے۔
★ محبت، پیار، دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جو ہر طوفان کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن ایک چیز ہے جو ان تینوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور وہ ہے غلط فہمی۔
★ انسان اُس وقت تک سیدھا نہیں چلتا جب تک اُسے ٹھوکر نہ لگے۔
★ دنیا میں اسے پتھر کی مانند نہ بنو جو ایک پھول توڑتا ہے بلکہ اُس پھول کی طرح بنو جو ٹوٹ مٹنے کے بعد بھی اپنی خوشبو اس ہاتھ میں چھوڑ جاتا ہے۔
★ دوستی کرنا اتنا آسان ہے جیسے مٹی پہ مٹی سے مٹی لکھنا اور دوستی نبھانا اتنا مشکل ہے جتنا پانی پہ پانی سے پانی لکھنا۔
★ جن سے آپ پیار کرتے ہوں اُسے یاد بالکل مت کرو کیونکہ یاد تو اُن کو کیا جاتا ہے جن کو انسان بھول چکا ہو۔
★ آنکھیں شرم و حیا کی پیکر ہوں تو ہر نقاب بے معنی ہے اور اگر آنکھیں شرم و حیا کی پیکر نہ بھی ہوں تو بھی ہر نقاب بے معنی ہے۔
★ بڑے بڑے خواب آپ کو چھوٹا کر دیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام آپ کے خواب پورے کر دیتے ہیں۔
★ دل میں خوفِ خدا ہو تو انسان کسی اور سے نہیں ڈرتا اور اگر دل میں خوفِ خدا نہ ہو تو انسان ہر ایک سے ڈرتا ہے۔
★ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی بڑھ کر پیار کرتا ہے۔
★ عشق خدا سے کرو گے تو ہمیشہ وفا ملے گی، عشق انسان سے کرو گے تو بے وفائی ملے گی کیونکہ انسان خود غرض ہے۔
☆......سید اظہر حسین شاہ۔چنیر

بہترین باتیں

★ توکل کرنا مومنوں کا فرض ہے اور اللہ ان لوگوں کو مدد کو یقیناً پہنچتا ہے۔(القرآن الحکیم)
★ وہ شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جو خود تو سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔(حضرت محمدؐ)
★ جب کچھ بھول جاؤ تو مجھ (ﷺ) پر درود پاک پڑھ لیا کرو، ان شاء اللہ یاد آ جائے گا۔(حضرت محمدؐ)
★ اگر گناہ کرنا چاہتے ہو تو کوئی ایسا مقام تلاش کرو جہاں اللہ موجود نہ ہو۔(حضرت عثمانؓ)
★ کسی دوسرے کے گرنے پر خوش مت ہو، کیا معلوم کہ کل تیرے ساتھ کیا ہو۔(حضرت علیؓ)
★ کم کھانا، تمام بیماریوں کا علاج ہے اور پیٹ بھر کے کھانا بیماریوں کی جڑ ہے۔(حضرت عائشہؓ)
☆......محمد فاروق میاں۔کوٹ رادھا کشن

اچھی باتیں

★ کامیابی حوصلوں سے ملتی ہے اور حوصلے دوستوں سے ملتے ہیں اور دوست مقدر سے ملتے ہیں۔ مقدر انسان خود بناتا ہے۔
★ دکھ میں کبھی پچھتاوے کے آنسو نہ بہاؤ بلکہ یہ سوچو کہ تم وہ خوش نصیب ہو جسے اللہ نے آزمائش کے قابل سمجھا۔
موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ آپ آسمانوں پر ہے اور ہم زمین پر ہیں، کیسے پتہ چلے گا کہ آپ ہم سے راضی یا ناراض ہو۔ اللہ فرمایا۔ جب تمہارے اوپر اچھے لوگ حاکم بن جائیں، مالدار سخی بن جائیں اور موسم کے مطابق بارش ہو تو سمجھو کہ اللہ تم سے راضی ہے اور جب بدترین لوگ حاکم بن جائیں، مالدار بخیل بن جائیں اور بارش نہ ہو اور جب ہو تو تباہی مچ جائے تو سمجھو کہ اللہ ناراض ہے زمین والوں سے۔
★ بچہ دنیا میں صرف ایک ہنر لے کر آتا ہے، وہ ہنر رونا ہے اور اُسے کچھ نہیں آتا۔ وہ اُس ایک ہنر سے اپنی ماں سے سب کچھ منوا لیتا ہے۔ اس لئے اپنے رب کے سامنے رونا سیکھو اور اپنے رب کو منا لو جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے۔
☆......وسیم سلطان صابر خٹک۔کرک

میری زندگی کی ڈائری

اے ڈی ناز کی ڈائری سے

بچپن میں ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا، کوئی میرا ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا۔ زندگی کے اس میدان میں فقط تنہائیوں کے سوا کچھ نہیں۔ کسی عزیز نے مجھے اپنا نہ سمجھا۔ زندگی کی تمام تر سہولتیں مجھ سے کوسوں دور تھیں، چھٹی کلاس میں تھا کہ تنہائیوں نے مجھے چاروں اطراف سے گھیر لیا، کوئی ایسا راستہ نہیں تھا کہ میں زندگی کی آسائشوں کو چھو سکوں۔ سکول چھوڑ دیا اور کام پر چلا گیا۔ کیا کرتا، کوئی راستہ بھی تو اور نہیں تھا۔ کون مجھے میرے مستقبل پر لے جاتا، خود ہی مجھے اس دریا کو عبور کرنا تھا اور تنہائیوں سے چھٹکارہ پانے کے لئے میں نے جواب عرض کو اپنا ہمسفر مان لیا اور مقصد بھی جینے کا حل ہو گیا۔ قلمی دوستی اپنا سہارا سمجھ لیا۔ شہزادہ صاحب میں کوئی رئیس انسان نہیں ایک بہت ہی ادنیٰ انسان ہوں جس کا خدا کے سوا کوئی نہیں۔ میری تحریریں آپ کی شفقت کی منتظر رہتی ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

☆........ اے ڈی ناز۔ ساہیوال

فیض کی ڈائری سے اقتباس

جان تم سدا خوش و خرم رہو، خدا آپ کو میری ساری خوشیاں نصیب کرے۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ جان آپ کے نام یہ غزل

جانے کیوں شکست کا عذاب لئے پھرتا ہوں
میں کیا ہوں اور کیا خواب لئے پھرتا ہوں
اس نے اک بار کیا تھا سوال محبت
میں ہر لمحہ وفا کا جواب لئے پھرتا ہوں
اس نے پوچھا کب سے نہیں سوئے
تب سے رات جاگنے کا حساب لئے پھرتا ہوں
اس کی خواہش تھی کہ میری آنکھوں میں پانی دیکھے
میں اس وقت سے آنسوؤں کا سیلاب لئے پھرتا ہوں
افسوس کہ پھر بھی وہ میرا نہ ہوا فراز
میں جس کی آرزو کی کتاب لئے پھرتا ہوں

جان یہ تو قسمت کی بات ہے۔ شاید میری قسمت میں آپ کی وفا، خلوص، پیار نہیں تھا۔ مگر جان میں آپ کے ساتھ اپنی وفاداری نبھاتا رہوں گا۔ میں تا قیامت آپ کے پیار، خلوص، وفا، محبت کا انتظار کرتا رہوں گا مگر جان کیا ہوا کہ تم نے مجھ سے بے وفائی کی۔ میں تو تمہارے ساتھ وفا نبھاہ رہا ہوں۔ آج بھی مجھے اگر انتظار ہے تو فقط آپ کے لوٹ آنے کا۔

☆.......... فیض اللہ خٹک۔ کرک

خلیل احمد ملک کی ڈائری

آج جب میں نے اپنی زندگی کا ورق پلٹا تو سنہری حروف میں لکھا تھا 26 دسمبر 2009ء سنہری حروف میں اس لئے کہ آج ہی کے دن مجھے میری دوست ساحل ملی تھی۔ لکھا تھا۔ میری دوست ساحل نے میری زندگی میں شامل ہو کر ایک انقلاب برپا کر دیا ہے جس کی وجہ سے میری زندگی کی تمام تر محرومیاں ختم ہو گئی ہیں اور وہ خوشیاں ملی ہیں جن کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اُس کے ملنے سے پہلے نہ کبھی روحانی تسکین ملی تھی اور نہ ہی جسمانی راحت نصیب ہوئی تھی۔ میں جل سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ مجھے اپنی زندگی میں ایک لمحہ بھی خوشی کا یاد نہیں ہے۔ میری دوست ساحل نے مجھے وہ سب کچھ دیا ہے جس کی مجھے ضرورت تھی۔ سوچتا ہوں خدا نے میرے صبر کا بھی پھل دیا ہے اور خدا نے اسے میرے لئے بھیجا ہے۔ اب وہ میرے دل جان کی مالک ہے۔ پتہ نہیں مجھ پر اُس نے کون سا جادو کیا ہے۔ جب تک اس کو نہ دیکھوں نہ دن کو چین آتا ہے نہ رات کو سکون ملتا ہے۔ گو میرا اس کے ساتھ روحانی رشتہ ہے۔ اب میں ساحل کو اپنے قریب ترین محسوس کرتا ہوں۔

☆ خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

سلیم خان کی ڈائری سے ورق

میری زندگی بھی عجیب موڑ پر گزر رہی ہے کیا اپنی ڈائری سے لکھوں۔ ہاں آج کل سچا پیار کرنے والے لوگ بہت کم ملتے ہیں، زیادہ تر مطلبی لوگ ملتے ہیں، یہاں کوئی سچا پیار کرنے والا نہیں ملتا۔ پیار بھی وقت گزاری کے لئے ہی لوگ کرتے ہیں۔ پلیز دوستو! اس طرح کسی کو دھوکہ دینا اچھا نہیں ہے۔

☆.......... سلیم خان۔ لکھن کے

نین لانجھ کے پرنس کی ڈائری

جواب عرض شہزادہ صاحب کی وفات کے بعد کافی بدل دیا گیا ہے جو کہ اچھی بات ہے لیکن کچھ سلسلے بند کر کے آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کی اپنی مرضی ہے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال ہمارا من ہے اپنی پسند کے بارے میں بتانے کا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کی رائے ہے۔ بہر حال میں یہ کہہ سکتا ہوں زیادہ تر لوگ میری بات سے اتفاق کریں گے جس میں آپ نے اسلامی صفحہ غائب کر دیا ہے۔ صفحہ پر پر اسلامی تحریر ہونی چاہئے اس کے بعد حمد و نعت اس کے بعد آپ کی مرضی۔ ملاقات کالم کو میرے خیال میں بند کر دیں۔ گلدستہ میں زیادہ سے زیادہ تحریریں شائع کیا کریں اور ہر ماہ قسط وار ایک ہی کہانی شائع کیا کریں۔ کہانی زیادہ بڑی نہیں ہونی چاہئے۔ رائٹر کی کہانی کے ساتھ تصویر اور فون نمبر بھی شائع کیا کریں۔ ہمارا کام ہے اپنی رائے دینا جو کہ ہمارا حق ہے، عمل کرنا یا نہ کرنا آپ کی اپنی مرضی ہے۔

☆.. پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ گاؤں نین لانجھ

زیب بلوچ کی ڈائری سے

یہ غربت بھی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بے بس اور لاچار بنا دیتی ہے۔ انسان چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ گھر کے اخراجات پورے ہوتے ہیں نہ ہی باہر کے غربت میں انسان مجبور ہو جاتا ہے نہ دوست ساتھ دیتے ہیں نہ محبوب ساتھ دیتا ہے۔ اپنے غیر بن جاتے ہیں، دوست دشمن بن جاتے ہیں، اپنے پرائے بن جاتے ہیں۔ انسان ناچیز بن کر رہ جاتا ہے نہ خواہش پوری ہوتی ہے، نہ ضرورت پوری ہوتی ہے۔ غریب انسان نہ کچھ کر سکتا ہے نہ ہی کچھ ہو سکتا ہے، جینے کو دل نہیں کرتا موت قریب نہیں آتی، بچوں کو پڑھانے کے لئے اسکول کی فیس نہیں ہوتی اور جو پڑھ چکے ہیں وہ جوان لڑکا ہر روز شہر کی ٹھوکریں کھا کر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی جاب ملتی ہے اور نہ نوکری نوجوان کے دل میں کتنے ارمان ہوتے ہیں کتنی خواہشیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک نوجوان ہی جان سکتا ہے جب جوان شہر سے خالی ہاتھ واپس گھر آتا ہے تو گھر کا وہی منظر ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر آنکھیں بھر آتی ہیں، دل ٹوٹ جاتا ہے جان میں جان نہیں رہتی بے بس بے چین بے سہارا انسان کیا کرے۔ یہ سب درد دکھ غم ایک ہی الفاظ سے ملتے ہیں۔ غربت غربت غربت ... پیارے قارئین! سب دعا کرو کہ اللہ رب العزت ایسی غریبی کسی کو بھی نصیب نہ کرے، سب کی حاجت پوری کرے۔

☆.... زیب ظہور احمد بلوچ۔ ڈیرہ مراد جمالی

سچا کی سچی سچی ڈائری

میں آج اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں، جی ہاں آپ سب دوست حیران ہوں گے کہ کیا غلطی ہو سکتی ہے تو دوستو! میں نے بھی ایس ایم ایس کا جواب دیا اور کسی پر اعتماد کرتا گیا اور اپنے آپ کو بہت مجبور بے بس بے سہارا بے وطن اور دکھی بتا کر میرے دل کو چھلنی کیا میں تو سمجھا شاید یہ سب کچھ سچ ہو گا کیونکہ میں سچا ہوں سب کو سچا ہی سمجھتا ہوں لیکن کہاں دنیا گول ہے میرے دل کو سب کچھ برداشت ہے لیکن جھوٹ فراڈ مکر نہیں لیکن ایک طرف عورت ماں ہے بیٹی ہے بہن ہے زندگی کی پارٹنر ہے اور دوسری طرف وہی عورت جھوٹ ہے دھوکا ہے مکار ہے لالچ ہے سکون برباد کرنے اور ٹینشن دینے والی بے قابو بغیر ریموٹ مشین ہے مجھے کسی سے گلہ نہیں اپنے آپ پر ہی غصہ آ رہا ہے کہ کیوں اعتبار کیا اس بے وفا کے آنسوؤں کا۔ چلو کبھی تو سوچے گی اس کو میرا یہ پیغام ہے کہ اب اس کی

ی ہے کوئی اس کا سب کچھ لوٹ کر جائے گا پھر ایم وائی سچا یاد آئے ۔

☆ .... ایم وائی سچا۔ جدہ

احمد نواز کی ڈائری کا ورق

کبھی کبھی میرے دل میں عجیب ال آتا ہے کہ تم میری سوچ کا مرکز وں بنی؟ میری آنکھوں کا منظر تم ا ہو یہاں تک کہ میرے جذبات و ساسات تمہی سے ہیں۔ میری ہر فل کی نشست میں تمہارا وجود کا ضروری ہی نہیں بلکہ اب تو رورت بن چکی ہے۔ جان تم ہی برے درد کو سمجھتی ہو مگر نہ نجانے یوں میں جب بھی تمہیں دیکھتا اور سوس کرتا ہوں تو خدا سے شکوہ کرتا وں کہ اے خدایا کاش! تو نے برے قلب اس قابل تو بنایا ہوتا کہ نہ میں اپنے دکھ و غم کو اشکوں کی سورت میں دھو لینے کی صلاحیت دتی۔ خیر اب کیا گلے شکوے؟ تم بری زندہ محبت ہو، بے جان بے بان مگر احساس کے فن سے بالکل ٹ جانے والی قطرہ قطرہ جب تم کرب سے تڑپتی ہو تو میرا پتھر جیسا ل بھی پگھلتا ہے۔ جس شب تم روتی داور میں تنہائی کی آغوش میں تمہاری ڑپ محسوس کرتا ہوں تو میرے دل یں عجیب قسم کی لغزش ہوتی ہے۔ یں وہ دیوار بنتا جا رہا ہوں جسے یمک چاٹتی رہتی ہے اور دیوار کو پرواہ نہیں ہوتی اور آخر میں جذبات سے بھرپور آنسوؤں سے روتا ہوں اور روتا رہتا ہوں۔ ایک آس ہوتی ہے کہ تم ہمیشہ کی طرح میرے آنسوؤں کو پونچھ گی لیکن یہ میرا وہم ہوتا ہے جو زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ جان! تم سدا خوش رہو آباد رہو۔

☆ .... احمد نواز تبسم۔ مانسہرہ

زبیر گل کی ڈائری سے اقتباس

میری زندگی کی ڈائری کا ایک ایک ورق تیرے نام سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں نہ کسی دوسرے نام کو آنے دیا ہے اور نہ ہی کبھی آنے دوں گا۔ تم ہی میری زندگی ہو میں تمہارے لئے سب کچھ قربان کر دوں گا مگر مجھے افسوس ہے کہ تمہارے گھر والے دولت کے متلاشی ہیں۔ یاد رکھو دولت سے انسان سب کچھ خرید سکتا ہے مگر سچی محبت نہیں اور جتنی محبت میں تم سے کرتا ہوں کوئی دوسرا نہیں کرے گا۔ میری جان میں تمہیں پانے کے لئے جدوجہد کر کر کے تھک گیا ہوں۔ اب میرے اندر اتنی ہمت نہیں رہی کہ میں اس ظالم سماج کا سامنا کر سکوں۔ جان! اگر تم مجھے نہ ملی تو پھر میں مر جاؤں گا، پلیز جلدی کچھ کرو۔ میری دعا ہے کہ تم جہاں بھی رہو خوش رہو۔

☆ ..... زبیر گل اعوان۔ ہملٹ ٹوپی

ضیافت کی ڈائری سے ورق

میری زندگی کی ڈائری ہے کہ میں نے بچپن سے لے کر آج تک کبھی خوشی نہیں دیکھی اور خوشی چھیننے والے ہمارے اپنے تھے جنہوں نے ہماری خوشیاں برباد کر دیں اور خود خوشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج کل کے دور میں اپنوں سے تو غیر اچھے ہوتے ہیں، اپنے تو ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جس طرح سانپ اپنے شکار کی تلاش میں رہتا ہے کہ کب شکار آئے اور اسے ڈسا جائے، اسی طرح اپنے بھی کرتے ہیں۔ غیر تو پھر بھی دکھ درد میں شریک ہو جاتے ہیں لیکن اپنے تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔

☆ ..... ضیافت علی۔ کوٹلی آزاد کشمیر

ملک عرفان کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری دکھوں اور غموں سے بھری پڑی ہے۔ دکھ سکھ دینا ہے تو اللہ کے پاس مگر پھر بھی ہم لوگ بجائے اللہ سے معافی مانگنے کے اللہ پر شکوے کرتے ہیں۔ میں شکوہ نہیں کرنا چاہتا میں تو یہ سوچ کر اپنے دکھ اپنی ڈائری میں لکھ رہا ہوں کہ شاید کوئی میرے دکھوں کو بانٹنے والا مل جائے۔ اپنا دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک ماں تھی بس ماں وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی اور ایک میری جان S جس کے سہارے میں جی رہا تھا وہ مجھے چھوڑ گیا۔ اب جینے کو دل نہیں کرتا جینا مشکل ہو گیا ہے۔

☆ .... ملک عرفان۔ چک 9 ب

ہارون قمر کی دکھ بھری ڈائری

میں نے اس سے قبل اپنی زندگی بڑی ہی پرسکون گزاری ہے لیکن 2001ء سے کچھ حالات نے پلٹا کھایا۔ 2001ء میں والد صاحب فوت ہوئے اور ساری برکتیں لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد حالات خراب ہی ہوتے گئے۔ بھائی صابر کے گھر میں اکثر بیماری رہتی ہے، بھائی رشید کی بیوی وفات پا گئی ہے، بھائی منظور کا چھوٹا بھائی شکیل احمد اللہ کو پیارا ہو گیا جو کہ ایک سادہ سا انسان تھا اس کے مرنے کا ازحد افسوس اور دکھ ہوا۔ سب قارئین سے اپیل ہے کہ اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔

☆ .... محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

نازش کی انتظار میں ڈوبی ڈائری

کتنے حسین دن تھے جب وہ میرے ساتھ تھا۔ میری عادت تھی بات بات پہ روٹھنا وہ منا لیتا، میں جانتی تھی وہ مجھے بس بس چاہتا ہے۔ پھر بھی اک کزن کی باتوں میں آ کر اس کو چھوڑ دیا وہ پانچ دن تک کالیں اور ایس ایم ایس کرتا رہا میں اسے برا بھلا کہتی رہی آخر ایک صبح اس نے ایس ایم ایس کیا اک بار بات کر لو میں جا رہا ہوں یوں کے وہ کہتا رہا میں نہ مانتی وہ چلا گیا۔ کتنی خالی زندگی ہو گئی ہے میں اس کا انتظار کروں گی۔

☆ .... نازش قدوس۔ گلیانہ

ظفر نور کی تصورات میں کھوئی ڈائری

میرے فسانوں میں میری تحریروں میں تیری ہی تصویر عیاں ہوتی ہے۔ اے جان تمنا میں ایسا تو نہ تھا۔ میں نے تو کبھی ایک حرف شاعری کا نہ لکھا تھا پر تیری الفت نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ میں بالکل محبت کے "م" سے بھی ناواقف تھا پر جب سے تم میرے دل کی دھڑکن بنے تب سے میں ہر سانس بھی اپنی ڈائری میں شاعری کے روپ میں لکھنے لگا۔ میں جب بھی کاغذ پہ لکھنا شروع کرتا تو خود بخود کوئی نہ کوئی غزل، شعر یا افسانہ بن جاتا۔ میری ڈائری کے ہر پنے پر تیری تعریف لکھی ہے۔ میں نے تیری تعریف میں تیری کئی تصویریں بنائیں پر تم تو میرے تصور سے زیادہ خوبصورت تھی۔ ایک دن ایک تصویر بناتا پر جب تمہیں دیکھتا تو تمہارے آگے۔ وہ تصویر بالکل پھیکی لگتی پھر ایک نئی تصویر سوچتا پھر ہر روز کا معمول بن گیا پر تم تو میرے لفظوں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو۔ تو میں کیسے لکھوں کہ تم کیا ہو۔ میں بہت خوش تھا تیری محبت پا کر خود کو آسمانوں پہ اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ پر پھر یکدم رت بدل گئی بہار کی جگہ خزاں نے لے لی، دل کا موسم بدل گیا، دل بہت اداس ویران ہو گیا، تمہیں مجھ سے چھین لیا گیا۔ تمہیں اور مجھے مجبور کر دیا گیا ہم مجبور ہو گئے اور دوسرے سے جدا ہونے کے لئے۔ ہاں ہم الگ ہو گئے تو کیا ہوا ہم ایک دوسرے کے دلوں میں تو رہتے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

☆ .... ظفر نور بھٹو۔ اوباوڑہ

ندیم قریشی کی ڈائری

محبت کی نہیں جاتی یہ تو ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ قدرت کی طرف سے دیا ہوا ایک انمول تحفہ ہے جو کسی نصیب والے کو ہی ملتا ہے۔ یہ راکھ میں دبی چنگاری کی طرح انسان کے دل میں سلگتا ہے اور اس محبت میں انسان نہ جانے کیا کچھ کر جاتا ہے۔ وہ اپنی منزل کو پانے کے لئے محبت کے ایسے گمنام رستوں پر نکل جاتا ہے جہاں سے لوٹنا انسان کے لئے ناممکن ہے۔ وہ ہر قیمت پر اپنی محبت کو پانے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ محبت کو خریدا نہیں جا سکتا۔ انسان اس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی محبت کو نہ پا سکتا ہے اور نہ وہ محبت کے بغیر رہ سکتا ہے۔ یہ محبت انسان کے لئے پھول کی مانند ہو جاتی ہے جسے نہ وہ توڑ سکتا ہے اور نہ ہی اسے چھوڑ سکتا ہے۔ اگر توڑ لیا تو مرجھا جائے گا اور اگر چھوڑ دیا تو کوئی اور لے جائے گا۔ محبت اور زندگی کی کشمکش میں وہ اپنے مستقبل، اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ وہ اپنے خواب کو محض ایک خواب تک محدود رکھتا ہے جسے پورا کرنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔

☆ .... ندیم اقبال قریشی - بھریا روڈ

نواز آرزو کی زندگی کی ڈائری

اے زندگی تو کیوں رلاتی ہے، قدم قدم پہ کیوں دکھ دیتی ہے، کبھی رلاتی ہے کبھی ہنساتی ہے، کبھی تڑپاتی ہے، کبھی دکھ دیتی ہے، کبھی سکھ دیتی ہے۔ میں کیسے پیچھا چھڑواؤں تیری ان یادوں سے ہر پل تنہائی میں ڈستی ہیں۔ ہوا کے جھونکے کی طرح آ کر میر دل میں بس جاتی ہیں۔ کبھی بھی چین کی نیند سونے نہیں دیتی۔ تیری خاطر میں نے کیا کچھ نہیں کیا اپنے آپ کو فنا کر ڈالا اپنے شباب کو برباد کر ڈالا۔ اپنے آپ کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ڈالا اپنے پرائے سب میرے دشمن ہوئے اپنوں کا ساتھ بھی نہ رہا اپنا مستقبل تباہ برباد کر ڈالا موا نفرت کے مجھے کچھ بھی نہ ملا دنیا میں کوئی ہمدرد بھی نہ ملا جو میرے ٹوٹے ہوئے دل کی کرچیاں چن لیتا۔ قدم قدم پہ میرا ساتھ دیتا مجھے بکھرنے سے بچا لیتا شاید میری زندگی میں سکون لکھا ہی نہیں ہے۔ کاش! کوئی میرا بھی ہمدرد ہوتا۔

☆ .... ٹیلر محمد نواز آرزو - نکیال

غمشاد کی ڈائری سے ورق

اس نفسا نفسی کے دور میں کسی کو کسی کا احساس نہیں سب کے سب مطلبی اور خود غرض ہیں محبت کے نام پر ناگن کی طرح ڈستے ہیں اور انسان کو بے بس اور لاچار کر کے ہمیشہ کے لئے تڑپنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کتنے ظالم انسان ہیں کچھ ترس بھی نہیں کرتے۔ میرے ساتھ بھی ناز نے ایسا ہی کیا۔ میری تمام خواہشیں اور حسرتوں کو ناز نے آگ لگا دی۔ میں تو اپنی زندگی سے بہت خوش تھا تم نے مجھے کہاں لا کر چھوڑ دیا ہے۔ آؤ دیکھو میں بن تیرے ذہنی مریض ہوں اور ہر وقت موت کی دعا کرتا ہوں۔ اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ او سنگدل ہرجائی میں تو ڈاکٹر بننا چاہتا تم نے تو مجھے عشق کا مریض بنا دیا جہاں بھی جاتا ہوں اس بیماری کا علاج نہیں ہوتا۔ تم نے ایسا زخم دیا ہے، یہ زخم روز محشر تک میرے ساتھ ہے، میرے آنسوؤں نے مجھے جینے کا حوصلہ دیا ہے۔ جب بھی آپ کی یاد آتی ہے تو یہ آنسو بن بلائے چلے آتے ہیں۔

☆ ...... الٰہی بخش غمشاد - کیچ مکران

چوہدری الطاف کی نصیحت بھری ڈائری

زندگی ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کو صرف اور صرف ایک دفعہ ملتی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پیاری چیز زندگی ہے، زندگی انسان پر شب و روز ایک جیسی نہیں رہتی۔ انسان کو خوشیاں بھی ملتی ہیں اور غم بھی اکثر اوقات انسان خوشی کے موقع پر خدا کو بھول جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ خوشی اور غم دونوں آزمائش کے وقت ہوتے ہیں۔ ایسے وقت خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ زندگی ایک برف کے ٹکڑے کی مانند ہے جیسے برف آہستہ آہستہ پگھلتی ہے بالکل اسی طرح انسان کی زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ زندگی میں ایسے کام کریں جس سے دوسروں کو خوشی ملے اور آخرت سنور جائے۔ زندگی میں خوشیوں پر مسکرا دینا ہی مقصد حیات نہیں بلکہ دوسروں کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنا زندگی کا بہترین اصول ہے۔

☆ .... چوہدری الطاف حسین دکھی - بھمبر

الکویت سے شائق کی ڈائری

محبت نہ بدلنے والا امر ہے۔ وقت بدل بھی جائے لیکن محبت بدلنی نہیں چاہئے۔ زمانہ بدل بھی جائے لیکن محبت بدلنی نہیں چاہئے۔ ایسے ہی اگر رشتے بدل بھی جائیں تو محبت بدلنی نہیں چاہئے۔ کبھی وہ میری چاہت تھی محبت تھی۔ میرا پیار تھا لیکن اب رشتہ بدل چکا ہے۔ ہم وہ نہیں رہے جو پہلے تھے۔ چھپ چھپ ایک دوسرے کے لئے اپنے پیار کے دیے جلاتے تھے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں سپنے سجاتے تھے۔ اب سب کچھ بدل چکا ہے وہ میرا ہمسفر ہے۔ اب وہ میری زندگی کا حصہ ہے لیکن محبت نہیں بدلی بلکہ ہماری محبت بڑی ہے۔ پھر وقت کچھ ایسا بدلا کہ میں حصول رزق کے لئے پردیس چلا آیا۔ اس پردیس کی سنگ دل ہوا ہوں میں بھی میری چاہت میرا پیار میری محبت بدلی پھر زمانہ کچھ ایسا بدلا کہ ہم کافی عرصہ جدا جدا رہے لیکن میری چاہت میرا پیار میری محبت نہیں بدلی۔

☆ .... تنویر احمد شائق - الکویت

غمگین مستوئی کی آنسو آنسو ڈائری

آنسو بھی ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کا بھی مقدر بن گیا ہے ہر وقت آنکھ میں موجود رہتا ہے۔ آنسو بھی انسان کو کبھی آنکھ سے ہی نکال ہی دینا چاہئے کبھی خوشی کے آنسو ہوتے ہیں کبھی غمی کے آنسو ہوتے ہیں اور آنسو نکلنے سے انسان کا بوجھ کم ہو جاتا ہے لیکن ہر آنسو کبھی پھول کی طرح کبھی کانٹے کی طرح ہوتے ہیں۔ آخر کیوں؟ جب ہم کھیلتے کودتے ہیں تو سب ہمارے ساتھ ہوتے ہیں لیکن ہمیں کوئی زخم ملتا ہے تو کوئی بھی ہمارے ساتھ نہیں ہوتا صرف آنسو ہی ہوتے ہیں۔ شاید مستوئی زندگی کا دوسرا رخ تماشا ہے۔ انسان ایک دوسرے کے ساتھ برسوں کھیلتا ہے جب کوئی بکھر جاتا ہے تو اس کو سمیٹنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا صرف اس کے پاس ہی آنسو ہوتے ہیں بس آنسو اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

☆ . سردار محمد اقبال خان مستوئی - سردار گڑھ

واصف آرائیں کی ڈائری

میں اپنی زندگی کی ڈائری کسی اپنے کے نام لکھ رہا ہوں جو مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس ظالم سماج میں تڑپنے کے لئے چھوڑ گیا۔ اگر اسے یوں جانا تھا تو محبت کے خواب کیوں دکھائے۔ وہ شاید اس دنیا کی چمک دمک میں مجھے بھول گیا مگر میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ میرا ہر لمحہ اس کی یادوں میں گزرتا ہے۔ میں ہمیشہ اس کا انتظار کروں گا، زندگی کے کسی موڑ پر وہ مجھے ضرور پکارے گا:

احساس بہت ہوگا چھوڑ کے جائیں گے
روئیں گے بہت مگر آنسو نہیں آئیں گے
جب ساتھ نہ دے کوئی تو آواز ہمیں دینا
آسمان پر بھی ہوں گے تو لوٹ کے آئیں گے
وہ جہاں بھی رہے خوش رہے
ہماری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔

☆ .. واصف علی آرائیں - بھریا روڈ

مظہر کی یادوں کی ڈائری

یادیں ہر انسان کا سرمایہ احساس ہوتی ہیں۔ وقت گزر جاتا ہے لیکن گزرے ہوئے لمحوں کی یادیں احساس دلاتی ہیں اگر یادیں نہیں تو انسان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جب دو انسان ملتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی زندگی بہت خوبصورت لگتی ہے لیکن جب ان میں جدائی پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت انسان بکھر جاتا ہے، وہ ٹوٹ کے رہ جاتا ہے کیونکہ جو انسان اس کے لئے سب کچھ ہو تو وہ جب بچھڑتا ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ مگر انسان کو یادیں سہارا دیتا ہیں کیونکہ انسان تو بچھڑ جاتا ہے مگر اس کی یاد ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہیں، یادیں کبھی جدا نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح بچھڑے ہوئے انسان کبھی بچھڑتے نہیں بلکہ یادوں کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

☆ .... ایم مظہر نذیر - کیوائی

دکھوں سے بھرپور شفیع کی ڈائری

میرے چاروں اطراف دکھ ہی دکھ ہیں میں دکھوں میں اس قدر گھرا ہوا ہوں کہ اب خوشیوں سے بالکل مایوس ہو چکا ہوں۔ مجھے شاید خدا نے صرف دکھ سہنے کے لئے بنایا ہے میں ہر وقت روتا رہتا ہوں، ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں اور یہ سوچتا ہوں کہ جو لوگ دکھوں سے چور ہو جائیں جن کی زندگی میں صرف دکھ ہی دکھ ہوں وہ صرف میری طرح موت کو پکارتے ہیں مگر کیا کریں موت بھی تو نہیں آتی موت بھی شاید ہم کو یوں تڑپتا دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

☆ .... ایم شفیع تنہا - امرہ خورد

ساگر کی ڈائری سے ایک غزل

میری زندگی کی ڈائری ایس (جل پری) کے نام ہے

آنکھوں سے میری اس لئے لالی نہیں جاتی
یادوں سے تیری رات جو خالی نہیں جاتی
آئے کوئی آ کر میرے درد سنبھالے
ہم سے تو یہ جاگیر سنبھالی نہیں جاتی
ہم جان سے جائیں گے تبھی بات بنے گی
تم سے تو کوئی راہ نکالی نہیں جاتی
تو جو مانگے جان بھی ہنس کر تجھے دے دوں
تیری تو کوئی بات بھی ٹالی نہیں جاتی

☆ ... ملک افضل ساگر 8+1 - ڈھاباں خورد

دکھ درد ہمارے

"دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈز کی کاپی بھی ارسال کریں۔ "دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو "دکھ درد ہمارے" کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط ضائع کر

☆...... میری زندگی کا سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ جس سے بھی وفا کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی ہی کی ہے۔ مجھے کبھی زندگی میں وفا نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے سوچا تھا کہ شادی کے بعد اپنی بیوی سے محبت کروں گا اور میں نے شادی کے بعد "ا" کوٹوٹ کر چاہا لیکن وہ بھی میری نہ ہو سکی، مجھے دھوکہ دیتی رہی۔ میں نے اس کی خاطر پردیس کی خاک چھانی لیکن اس نے بھی میری وفا کا صلہ بے وفائی سے دیا اور کسی غیر کے ساتھ بھاگ گئی۔ اب میری کل کائنات میرے دکھ درد ہی ہیں۔ اب میں "جواب عرض" کے توسط سے اپنے دکھ درد شائع کروا رہا ہوں۔ اب میں کسی ایسی دکھی لڑکی کو اپنانا چاہتا ہوں جس کو مجھ سے بھی بڑھ کر دکھ ملے ہوں۔ ان شاء اللہ ایسی وفا کروں گا، اپنا ماضی بھی بھول جائے گی۔ مجھے انتظار رہے گا۔ (عتیق اللہ خان)

☆...... میری زندگی ایک موت کی امانت ہے جو کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے اور کسی بھی وقت مجھے دنیا سے ختم کر کے آخرت میں لے جا سکتی ہے اور دنیا کے دستور اور رواج، رہن سہن اور دنیا کے دکھ سکھ سے نجات دلا سکتی ہے۔ مجھے اپنوں سے جدا کر سکتی ہے۔ مجھے اپنوں کے دیئے دکھ کبھی نہیں بھولیں گے۔ وہ میرے دل میں چھپے ہوئے ہیں جو مجھے رونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ میرے دوست، رشتہ دار، اہل خانہ اور "S" سے ملے دکھ صرف ایک بار ہی مجھے چین کی زندگی عطا کر سکتے ہیں اور وہ زندگی دنیا کی نہیں اور آخرت کی زندگی ہے جس میں مجھے ہمیشہ رہنا ہے وہ آخرت کی ہی زندگی ہے جس میں صرف مجھے ہی اکیلا رہنا ہے۔ اس میں تمام شکوے ختم ہو جائیں گے، کوئی ساتھ نہ ہوگا اور نہ ہی کسی کے ساتھ رہوں گا سب بچھڑ جائیں گے لیکن پھر بھی دعا ہے میرے اپنے بیگانے تمام کو خوشیاں ملتی رہیں اور وہ ہمیشہ خوش رہیں۔ (محمد افضل جواد-کالاباغ)

☆...... میری زندگی ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں کبھی میں نے سوچا نہ تھا کہ ایسا بھی وقت میرے اوپر آئے گا۔ کبھی وہ وقت تھا کہ ہمارے آگے پیچھے نوکروں کی ایک فوج ہوتی تھی۔ گھر کے ہر فرد کے لئے ایک گاڑی اور ڈرائیور ہر وقت تیار ہوتا تھا۔ روپے پیسے کی کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ میری دوست کی خواہش ہوتی تھی کہ ہماری کاش ہماری زندگی بھی اس جیسی ہو۔ پھر اچانک ہماری زندگی میں ایک ایسا طوفان آیا جس میں ہمارا سب کچھ بہہ گیا۔ پھر کیا تھا کہ سب اپنے پرائے ہو گئے۔ شاید اس تباہی ذمہ دار بھی میں ہی ہوں۔ ہوا کچھ یوں کہ مجھے ایک لڑکے سے پیار ہو گیا اور میں نے ضد کر کے ماں سے کو منا کر اس سے شادی کر لی اور وہ ایک لالچی انسان نکلا اس نے آہستہ آہستہ ہمارے کاروبار پر قبضہ کیا اور پھر ہماری تمام جائداد پر قبضہ کر کے مجھے بھی طلاق دے دی اور ہمیں در بدر کر دیا اور اسی وجہ سے میرے ماں باپ فوت ہو گئے۔ اس ظالم انسان نے میرے دو بھائیوں پر جھوٹے میں پھنسا کر پھانسی لگوا دیا اور آج میں اکیلی اس دنیا میں مانگنے پر مجبور ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ میری مشکلیں آسان کرے۔ (سائرہ اسلم-ملتان)

رشتے ناطے

"رشتے ناطے" کالم کے لئے ہر ماہ بہت سے رشتے وصول ہو رہے ہیں۔ جو خواتین و حضرات اپنے رشتے فوری شائع کروانا چاہیں وہ اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی بھی ارسال کریں۔ رشتے ناطے کالم میں اپنے رشتے شائع کرانے کے لئے اپنے خطوں کے رشتے ارسال کرتے وقت اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی ضرور ارسال کریں۔ جن رشتوں کے ہمراہ شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی نہیں ہوگی وہ رشتے شائع نہیں کئے جائیں گے۔......ایڈیٹر

☆... ایک خوبصورت نوجوان لڑکے کے لئے خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کی عمر 24 سال ہے، رنگ گورا، تعلیم ماسٹر ان بزنس مینجمنٹ، اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے۔ ماہانہ لاکھوں روپے کماتا ہے۔ آج پاکستان تو کل کینیڈا، آج سعودیہ تو کل جاپان میں اس کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ دنیا کے ہر ملک اس کی اچھی اپروچ ہے۔ ایسے ہونہار لڑکے کے لئے اچھی پڑھی لکھی جس کی تعلیم کم از کم بی اے ہو۔ ہر قسم کا کھانا پکانا جانتی ہو۔ گھریلو کاموں کو خوش اسلوبی سے کرنا جانتی ہو۔ مہمانوں کو ڈیل کر سکتی ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے کسی جہیز وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس درج بالا خوبیوں کی حامل لڑکی چاہئے۔ خواہشمند والدین یا لڑکیاں خود بھی رابطہ کر سکتی ہیں۔ (اے اے چودھری-گجرات)

☆...... میرے دوست کے لئے ایک خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ میرا دوست ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور مینیجنگ ڈائریکٹر تعینات ہے ماہانہ لاکھوں کما لیتا ہے۔ اپنا گھر، گاڑی، روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ نوکر چاکر، گھر میں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں کمی ہے تو صرف ایک گھر والی کی۔ میرا دوست چاہتا ہے کہ وہ ایسی لڑکی سے شادی کرے گا جو اس کے گھر کی اچھی طرح سے سنبھال لے اور گھر کو اپنا گھر سمجھے۔ میرے دوست کی عمر 28 سال ہے، رنگ سانولا، تعلیم بی اے ہے۔ میرا دوست چاہتا ہے لڑکی کم از کم ایف اے پاس ہو، گھر گرہستی میں طاق ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں اور جہیز وغیرہ کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکی غریب گھرانے کی ہو تو اور بھی اچھا ہے۔ خواہشمند والدین یا لڑکیاں خود بھی رابطہ کر سکتی ہیں۔ (صابر اے بٹ-گوجرانوالہ)

☆...... میرا نام آصف سانول ہے۔ رنگ گندمی، عمر 26 سال ہے۔ اچھی آمدن ہے۔ اپنا گھر ہے۔ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی پڑھی لکھی اور اچھی شکل وصورت والی سلجھی ہوئی ہو، اچھے اخلاق کی مالک ہو جو میری اور میرے ماں باپ، بہن بھائیوں کی عزت کرے۔ گھر کے تمام کام کرنا جانتی ہو۔ (آصف سانول-چشتیاں)

☆... ایک پڑھی نوجوان طلاق یافتہ لڑکی کے لئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی تعلیم ایم اے انگلش، عمر 33 سال، رنگ گورا، گورنمنٹ جاب ہولڈر ہے آمدن 37 ہزار روپے ماہوار ہے۔ لڑکے کی تعلیم کم از کم بی اے ہو، اچھے اخلاق و کردار کا مالک ہو، کسی قسم کا نشہ یا کوئی بری عادت نہ رکھتا ہو۔ کم آمدنی والا ہو چاہے۔ کنوارا یا طلاق یافتہ یا جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو۔ پہلی بیوی موجود ہونے والوں سے معذرت۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں، رابطہ کریں۔ (انتخاب حنیف مغل-سیالکوٹ)

ملاقات
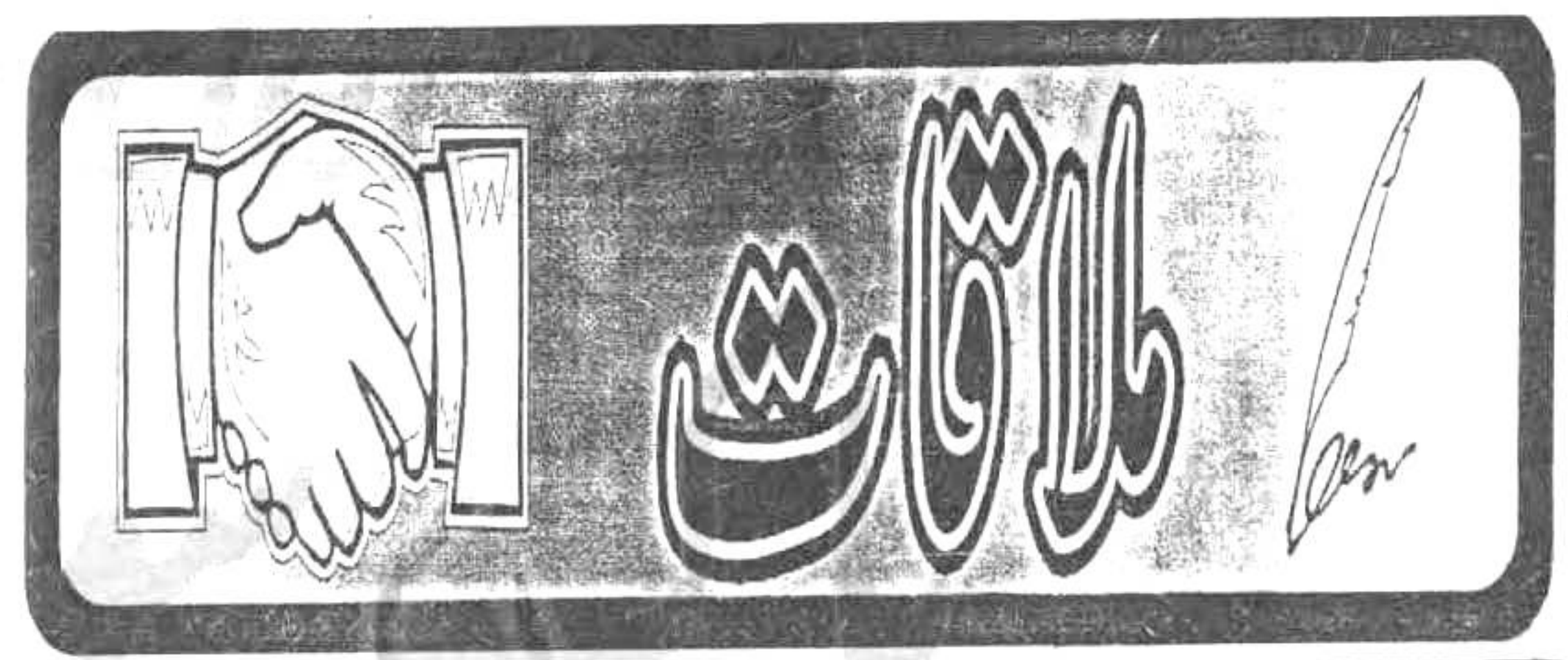
ریاض احمد
عمر: 36 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: جواب عرض میں لکھنا پڑھنا، قلمی دوستی کرنا،
پتہ: باغبانپورہ، لاہور

سردار اقبال خان مستوئی بلوچ
عمر: 29 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سردار گڑھ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

طارق اسلم
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: تاریخی کتابوں کا مطالعہ، قلمی دوستی کرنا
پتہ: محلہ کھیوہ، سیکٹر نمبر 3، کھلابٹ، ٹاؤن شپ، ہری پور

ولید
عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: معرفت ولید بک ڈپو، نیا اڈا، کھڈیاں خاص، ضلع قصور

محمد اشرف زخمی دل
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: جانے والوں سے پیار کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: 51/1 چیچکی، تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب

یاسر ساقی
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: ہمدردی کرنا، دل جیتنا، قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: سنگھور، پوسٹ آفس اساں نواب، تحصیل و ضلع مانسہرہ

عامر یونس
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: معرفت ناصر اقبال بک ڈپو، کھڈیاں خاص، ضلع قصور

شاہد سلیم
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: اسلامی کتب پڑھنا، کہانیاں لکھنا اور دوسروں کی مدد کرنا
پتہ: گاؤں کچہ موڑ، ڈاک خانہ منوں نگر، تحصیل حسن ابدال، ضلع اٹک 37103

محمد سعید
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کر کے نبھانا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چونی، ضلع قصور

تصور علی حسرت کھوکھر
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی و فون تک دوستی کرنا، مطالعہ کرنا،
پتہ: آگو چک

فنکار شیر زمان پشاوری
عمر: 33 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، سدھیر کی پاکستانی فلمیں دیکھنا
پتہ: توحید کالونی نمبر 1، گلی نمبر 4 شاہین مسلم ٹاؤن نزد پھندو روڈ، پشاور شہر

سیف الرحمٰن زخمی
عمر: 31 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں مقابر شریف، ڈاک خانہ کھکھر سیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

ارمان سنگم
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: چک نمبر 239 ر-ب ہرلاں، ڈاک خانہ خانوآنہ خاص، تحصیل و ضلع فیصل آباد

محمد عمران
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: مخلص لوگوں سے دوستی کرنا، مطالعہ کرنا،
پتہ: چشتیاں سٹی، ضلع بہاولنگر

مسٹر ایم ارشد وفا
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: کسی کا دکھ معلوم کرنا، مدد کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: مدینہ ایجوکیشن ہائی سکول، روشن پورہ، گلی مسجد کشمیر یاوالی، گرجاکھ، گوجرانوالہ

شہباز حسین
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا، فون تک دوستی، ایس ایم ایس کرنا
پتہ: چک نمبر 130/6R، ڈاک خانہ خاص، تحصیل ہارون آباد، ضلع بہاولنگر

سرفراز ڈاہر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سحین منڈی، ضلع حافظ آباد

فیض اللہ مجاور
عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: سکول میں پڑھانا، نیوز کاسٹر، کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی
پتہ: محلہ بٹہ کوٹ، دربار روڈ سخی سرور، نزد مسجد طیب سلطان والی، ڈیرہ غازی خان

خالد فاروق آسی
عمر: 35 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، شاعری کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: ذی لائٹ پبلک سکول، علی پورہ، ملت کالونی، فیصل آباد

محمد محسن ساغر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شاہنواز کالونی، پاک پتن روڈ، عارف والہ

حاکم علی گجر کھٹانہ
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری، اچھے دوست کی تلاش، کہانیاں لکھنا
پتہ: چک نمبر 120/WB، تحصیل و ضلع وہاڑی

حافظ محمد اقبال

عمر: 26 سال
تعلیم:
مشغلے: خدمت خلق کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مکان نمبر 29، نظام ... نمبر 14، سعدی مارک، مزنگ، لاہور

آصف ریاض

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: فلاحی کام کرنا اور اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: موضع کالووال، تحصیل رینالہ خورد، ضلع اوکاڑہ

بشیر سانول

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: مہران ٹریڈرز، مین بازار نواب آباد واہ کینٹ، تحصیل ٹیکسلا، ضلع راولپنڈی

افضال احمد عباسی

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مکا نمبر 190، بلاک ڈی، رحمت آباد، راولپنڈی

عبدالصمد SK گبول

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قارئین سے دوستی کرنا
پتہ: شہر کراچی، ضلع ملیر جاب گوٹھ

عبدالرشید بزنجو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: سچی دوستی کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، گڈانی سٹی، ڈاک خانہ شیخ آباد، کوڈ نمبر 90300، تحصیل گڈانی، ضلع لسبیلہ

محمد خاں انجم

عمر: 30 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، شاعری کرنا، مخلص دوست تلاش کرنا
پتہ: معرفت ڈاکٹر بابر حسن شاہ، لدھے وال، پوسٹ آفس بصیر پور، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

مدد حسین بلوچ

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: مخلص اور وفادار لوگوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک وال دلاور، ڈاک خانہ 135/EB، تحصیل عارف والا، ضلع پاک پتن شریف

واصف علی آرائیں

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سندھ ڈینٹل کلینک اینڈ آپٹیکل بھریا روڈ، ضلع نوشہرو فیروز

طارق علی شاہ تنہا

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض کی خوبصورت کہانیاں پڑھنا
پتہ:

سوکھل اللہ دتہ عرف عاصم

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے پیار کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام سیالوی مسجد، چونی سکھیکی، ڈاک خانہ منڈی سکھیکی، ضلع حافظ آباد

محمد محسن ساغر

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شاہنواز کالونی، عارف والہ، ضلع پاک پتن شریف

جواب عرض پزل نمبر 01

اس پزل کے سوالات کے جواب دیجئے اور انعام جیتئے۔

درج سوالات کے جواب سامنے دیئے گئے خانوں میں تلاش کریں۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے آپ ان حروف کو ملا کر جواب ڈھونڈ سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کوپن بھیجیں اور انعام حاصل کریں۔

انعامات کی تفصیل

اوّل انعام : 50,000 روپے نقد
دوم انعام : 25,000 روپے نقد
سوم انعام : 10,000 روپے نقد

1- ----ہی دنیا کو جنت بنا دیتا ہے۔
2- حسین لڑکی-----میں پیدل چل رہی تھی۔
3- اس کی محبت کے قیدی کو---کی زنجیر پہنا دی گئی۔
4- دو دِل---جائیں تو اِک آگ سی لگ جاتی ہے ---میں۔
5- اُس کی---جوانی نے ہر کسی کو---بنا رکھا ہے۔

حل تلاش کریں

پ		و	ا	ھ		چ	د	س
	ر	ا	ف		ی	ل	پ	ز
ے	ڑ		ن	ھ	ی	چ	س	ب
ہ	خ	ن	و	ا	و	ش	ی	د

قواعد وضوابط: (1) چار سوالات کے صحیح جواب ضروری ہیں۔ (2) ایک سے زیادہ صحیح حل والے کوپن موصول ہونے کی صورت میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام نکالا جائے گا۔ (3) سب سے زیادہ حل والے کوپن بالترتیب اوّل، دوم سوم قرعہ اندازی میں شامل ہوں گے۔ (4) اصل کوپن کو ہی قرعہ اندازی میں شامل کیا جائے نہ کہ فوٹو کاپی یا ہاتھ سے لکھا ہوا۔ (5) صحیح جواب ہمارے پاس موجود ہے وہی درست تصور کیا جائے گا۔ (6) جیوری کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوگا اور ناقابل چیلنج ہوگا۔

کوپن

جواب عرض پزل نمبر 01

پزل کے سوالات کے جوابات تلاش کر کے اس کوپن پر لکھ کر کاٹ کر ہمراہ قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ارسال کریں۔ سب سے زیادہ کوپن والے امیدوار کو قرعہ اندازی میں شامل کیا جائے گا۔

1-________ 2-________ 3-________

4-________ 5-________

نام:________ شناختی کارڈ نمبر:________

مکمل پتہ:________ فون نمبر:________

شاہد اقبال خٹک

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا دوست کی تلاش، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں مرکی خیل، ڈاک خانہ جندڑی، تحصیل و ضلع کرک

غلام مصطفیٰ عرف موجو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: کورنگی روڈ، قیوم آباد، B ایریا، 161/6 کراچی

خرم ہارون

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: ماں باپ کی خوشی کی خاطر پردیس کاٹنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: خرم ہارون فرام دبئی، معرفت محمد صابر سیج یور شاپنگ سینٹر، لساں نواب

مظہر عباس تنہا

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: دین کی تبلیغ کرنا، برائی سے روکنا اور رکنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9 ب، عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

حبیب اللہ

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل چپلو، ضلع گھانچے

بے وفا ایم زیڈ اے گبول

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور اس کے لئے لکھنا
پتہ: جلاب گوٹھ سید حاوے، گبول آباد، نزد عثمانیہ ہوٹل، شہر کراچی، ضلع ملیر

مہر ریاض احمد زیڈ

عمر: 31 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 282 گ-ب، ڈاک خانہ خاص، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

سیّد نادر علی شاہ فراق

عمر: 75 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، رسائل پڑھنا
پتہ: معرفت ریحان میڈیکل سٹور، کالج روڈ شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ

عمر دراز بادشاہ

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: فٹ بال کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 377 گ-ب، ڈاک خانہ 476 گ-ب، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

نبیل احمد گبول

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ، سپر ہائی وے کراچی، پوسٹ آفس، مراد میمن گوٹھ

نوید احمد

عمر: 54 سال
تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس، فون تک دوستی، مطالعہ، فلمیں
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 2191 لاہور

شاہد نذر لاشاری

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: محلہ ماڈل ٹاؤن، نزد ریسٹ ہاؤس، فاضل پور، ضلع راجن پور

اک خواب کی تکمیل

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے سب کے ہمدرد اور دردِ دل رکھنے والے ہمارے محسن شہزادہ عالمگیر اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ ایک ایسے انسان تھے جن کے دل میں انسانیت کے لئے بہت درد تھا اسی درد کی وجہ سے اُن کے دل میں کئی ایک خواہشات پیدا ہوئیں کہ غریب لوگوں کے لئے کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے انسانیت کو فائدہ ہو۔ ان خواہشات اور جذبات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے کئی ایک پروجیکٹ سوچ رکھے تھے ان میں سے ایک پروجیکٹ ”یتیم بچوں کے لئے سکول“ کا قیام تھا۔ اس سکول کی تعمیر کے لئے انہوں نے ایک ماسٹر پلان تیار کیا ہوا تھا جس کو عملی جامہ پہنانے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع نہیں دیا۔

معزز قارئین! شہزادہ عالمگیر کے اس پروجیکٹ کو، اُن کے خواب کو تعبیر دینے کے لئے ہم اس سکول کی تعمیر شروع کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانیت کی فلاح اور لوگوں کو مفت علاج فراہم کیا جائے۔ اس پروجیکٹ کو ہم اکیلے تو عملی شکل نہیں دے سکتے اس میں آپ لوگوں کی مدد بھی ہمیں چاہئے۔ لہٰذا مخیّر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ دکھی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے دل کھول کر امداد فراہم کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ ”علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے“ کی روشنی میں اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کریں اور شہزادہ عالمگیر صاحب کے اس خواب کی تکمیل کر کے ان کی روح کو تسکین پہنچائیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر صاحب کو آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین!

آپ اپنے عطیات درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں بھیج سکتے ہیں۔

شہزادہ التمش عالمگیر - اکاؤنٹ نمبر 00732002655732 سلک بینک

حکیم محمد طفیل طوفی

5سال
فاضل طب
جنسی
ں کا علاج

حکیم محمد طفیل طوفی، پی او بکس نمبر 2، الصفات، الکویت

احمد مجتبی دکھی

عمر: سامنے ہوں
تعلیم: ایف اے
مشغلے: کہانیاں لکھنا، اچھے دوستوں کی تلاش

پتہ: تحصیل عیسیٰ خیل، پوسٹ آفس کالا باغ، مین بازار کالاباغ، ضلع میانوالی

ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ

عمر 25 سال
تعلیم
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا

پتہ: گوٹھ ذوالفقار آباد باری شاخ، اوستا محمد، ضلع جعفرآباد

جبرائیل آفریدی

2سال
شہزادہ
کی یاد میں
قلمی دوستی

ناصر آباد، ڈاک خانہ کمر مشانی، تحصیل خیل، ضلع میانوالی

انتظار حسین ساقی

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا اور اس میں لکھنا

پتہ: چک نمبر 594 گ ب، باسی بھیاں، پوسٹ آفس تاندلیانوالہ، تحصیل تاندلیانوالہ، ضلع فیصل آباد

عمران علی شیر انصاری

عمر: 22 سال
تعلیم
مشغلے: اچھے اچھے دوست بنانا، جواب عرض پڑھنا

پتہ: محلہ مدینہ کالونی، نزد ایک مینار والی مسجد، بھائی پھیرو

محمد ریاض وسیمی

20سال
کرکٹ
نا اور دوستی

ڈیرہ گجرانوالہ، پوسٹ آفس منکیرہ، سیل منکیرہ، ضلع بھکر

دوست محمد خان وٹو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب پڑھنا اور اس میں لکھنا

پتہ: معرفت پاک ٹیلرز، لتی لال روڈ، لیہ

عالمگیر تبسم

عمر: 20 سال
تعلیم
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: رکھ کیکرانوالی، جھنگی نزد جامع مسجد شہیداں والی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع گوجرانوالہ

محمد دانش ستار

7سال
شرارتیں

ڈیرہ گجرانوالہ، پوسٹ آفس منکیرہ، سیل منکیرہ، ضلع بھکر

اعجاز احمد چدھڑ

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا

پتہ: ای۔ڈی۔او (سی ڈی) آفس ننکانہ صاحب

مدثر علی مدثر

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں سے بے پناہ محبت کرنا

پتہ: معرفت حاجی خادم الیکٹریشن ورکس، اکو چک، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ

آئینہ روبرو

پھولوں کی پتیوں سے بھی نازک ٹوٹا ہوا دل نمبر.......... ماہ اکتوبر 2011ء

✉..... اکتوبر کے شمارے میں بہت اچھا ادب بھی تھا اور کہانیاں بھی تمام لوگوں نے اپنی اپنی قلم سے اچھے اچھے لکھا۔ آج میں آئینہ روبرو میں تمام قارئین سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں پلیز آپ لوگ اس بات پر غور کریں جب موبائل نہیں تھے تو ایک خط لکھا کرتے تھے اور پھر اس کو پوسٹ کرنا، پھر اس کا جواب آتے آتے نجانے عرصہ لگ جاتا تھا تو یہ جو جواب عرض میں نمبروں کا سلسلہ ہے یہ بہت اچھا ہے اس کو بند نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ایک دوسرے کو کہانی پڑھتے ہی، غزل پڑھتے ہی مبارک باد دے دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو فون پر لوگوں کو تنگ کرتے ہیں، کال اور ایس ایم ایس سے ان سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے آپ کو ٹھیک کریں۔ جس بات سے مجھے ہوا وہ ہے کشور کرن چوکی، کشور صاحبہ آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ جواب عرض میں نمبر شائع ہونے سے معاشرہ خراب ہو رہا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اس کو استعمال بھی کرنا چاہئے۔ کشور صاحبہ! آپ کو یہ معلوم نہیں ہے نمبروں کی وجہ سے جواب عرض کی مارکیٹنگ میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ لوگ نمبروں کی وجہ سے نجانے کتنے لوگوں بچھڑے ساتھی ملتے ہیں، نمبروں کی وجہ سے دن بدن جواب عرض کی سیل میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی چیز بری نہیں ہوتی ہم خود اس کو برا بناتے ہیں، اس کا استعمال اس کو برا بناتا ہے۔ اس سے میں آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتا اور آپ بھی اپنے مائنڈ کو پختہ اور مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ تمام قارئین اور رائٹر حضرات کو سلام عرض کرتا ہوں۔

✉..... ماہ اکتوبر کا جواب عرض لیا، جناب کا ذاتی صفحہ اور اسلامی صفحہ بہت پیارا تھا۔ شہزادہ بھائی میں سرکاری جاب کے علاوہ سٹیٹ لائف میں بھی جاب کرتا ہوں مگر جواب عرض کے لئے سپیشل وقت نکالتا ہوں۔ ماہ اکتوبر میں کہانیاں نمبرون رہیں۔ سوہنی کے شہر گجرات سے نازیہ حسن کی کہانی وہ ملا جو کبھی اپنا نہ تھا، یہ کیسی زندگی شازیہ وقاص ضدی لڑکی ملک عمیر ناز، محبت کے قیدی مقصود احمد بلوچ، آزمائش ملک ثاقب ایب آباد، کشور کرن چوکی کی کیوں قسمت مجھ سے روٹھ گئی۔ میری طرف سے ان کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔ اکتوبر کے جواب عرض میں باجی راحیلہ، انتظار حسین ساقی، ثناء ماہ نور، ایم وائی سچا جدہ سے یہ لوگ نظر نہیں آئے۔ میری کہانی شکستہ خوابوں کے عذاب جن دوستوں نے پسند کی ان کا بہت بہت شکریہ۔ میری طرف سے اب ان دوستوں کو پیار بھرا سلام۔ ماہ اکتوبر کے جواب عرض میں کشور کرن چوکی جناب شہزادہ عالمگیر سے درخواست کرتی ہے کہ لڑکوں کے فون نمبر شائع نہ کریں، لڑکیاں خراب ہو جائیں گی۔ ان کے والدین جواب عرض نہیں پڑھنے دیں گے۔ کشور کرن جی پھر آپ کیوں جواب عرض پڑھتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ بھی کسی شادی، سالگرہ یا ہنی مون، مہندی یا ولیمہ گئی ہو وہاں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لڑکیاں ڈیک پر ڈانس کرتی ہیں، سب کچھ نظر آتا ہے اُن کے رشتہ دار اوپر سے پھول اور نوٹ نچھاور کرتے ہیں پلیز کچھ بھی بات لکھنے سے پہلے کچھ ضرور سوچ لیا کریں۔ میری طرف سے تمام قارئین کو نیا سال مبارک ہو۔

✍ —————— محمد اشرف زخمی دل۔ ننکانہ صاحب

دردِ غم نمبر .... ماہ نومبر 2011ء

جناب شہزادہ عالمگیر انکل صاحب جی ماہ نومبر دردِغم نمبر میرے ہاتھوں میں ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ذاتی صفحہ پڑھا بہت اچھا لگا بہت پسند آیا جسے پڑھ کر دل کو سکون سا مل جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ ایسے ہی مسکراتے رہو۔ اس کے بعد غزلیں تو سب کی ہی بہت اچھی تھیں۔ شاعری بہت اچھی تھی۔ ہر ایک لفظ میں جان تھی۔ کہانیوں میں دردِغم انتظار حسین ساقی، الجھے رشتے کشور، میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس، قبولیت کی گھڑی، احمد نجمی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور، جو درد دیا اپنوں نے دیا، شک جدائی دیتا ہے آمنہ، وفا کی سزا کرن ریاض، محبت زندہ باد صائمہ، اسے اپنا بنایا ہے نائلہ طارق، باقی سب بھی بہت اچھی تھیں۔ محبت یا دل لگی شازیہ وقاص کی کہانی بھی بہت اچھی تھی مگر انہوں نے آخر پے کہا ہے کہ لڑکے پیار کو کھیل سمجھتے ہیں یہ پانچ انگلیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں ایک کہانی میں اس نے خود ہی کہا تھا ویسے یہ حقیقت ہے کہ انسان زندگی میں سچی محبت ایک بار ہی کرتا ہے وہ خرم نے کر لی تھی پھر یہ اس کی دوست کی نادانی اور کم عقلی تھی جو اس کو پیار کے لئے مجبور کیا گیا۔ ویسے اچھی کہانی لکھنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اشعار بہت ہی اچھے ہیں جو ہر پڑھنے والے کا دل جیت لیتے ہیں۔ کیا کہوں کہ جواب عرض اپنی مثال آپ رکھتا ہے۔

عامر سہیل جگر بھٹی۔ سمندری

دوستی نمبر .... ماہ دسمبر 2011ء

ماہ دسمبر کا شمارہ 10 دسمبر کو ملا پڑھ کر خوشی بھی ہوئی لیکن شہزادہ بھائی کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ میں نے نومبر میں کافی غزلیں نظمیں اور اشعار آپ کی اس پیاری محفل میں کیئے تھے پلیز جلدی شائع کیجئے گا۔ خورشید زوہیب، امداد علی عرف ندیم عباس تنہا میر پور خاص، مس رابعہ ہری پور، مس ثناء عرف شونو، مس صبا کلر سیداں، مس آمنہ راولپنڈی اور مس شازیہ وقاص لاہور یہ سب میری بہنوں نے اچھا لکھا اور آئندہ بھی ضرور لکھنا میری یہ خواہش ہے پلیز آپ ضرور لکھنا۔ میں بہت کم لکھتی ہوں مگر جواب عرض ہر ماہ ضرور پڑھتی ہوں پلیز میری نظمیں اور غزلیں ضرور شائع کیجئے گا اور ندیم عباس تنہا میر پور خاص بھی بہت اچھا لکھتے ہیں آپ بھی زیادہ لکھا کریں۔

مس صوبیہ کنول۔ بھکر

ماہ دسمبر 2011ء دوستی نمبر پڑھ لیا ہے بہت ہی اچھا تھا اس کے بعد ذاتی صفحہ پڑھنے کو نہیں مگر افسوس کہ شہزادہ انکل نہیں تھے وہ تو ہمیں سب قارئین کو روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے جواب عرض پر اس کا بہت ہی سایہ تھا دکھ اس بات کا تھا کہ بہت سے قارئین انکل عالمگیر سے شکوے کیا کرتے تھے کہ آپ ہماری تحریریں شائع نہیں کرتے لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں ہم جواب عرض پڑھنا نہیں چھوڑیں گے۔ جواب عرض لکھتے لکھتے عمر بیت گئی تھی اسے ہم اس کے لئے دعا ضرور کیا کرتے ہیں کہ خدا اسے جنت میں اعلیٰ مقام دے۔ اب ہم نئے ایڈیٹر سے یہی کہیں گے کہ اپنے والد صاحب کی جگہ بڑھ چڑھ کر اسے شان و شوکت دیں اور اس دکھی نگری کو آباد رکھیں۔ ہمارا ساتھ آپ کے ساتھ ہی ہوگا۔ میں نے دو ماہ کے بعد جواب عرض کو پڑھا تھا لیکن اب کچھ بدلہ سا لگتا ہے۔ پیارے بھائی کافی عرصہ

گزر گیا ہے جواب عرض کو پڑھتے ہوئے مگر اپنا لکھا ہوا ہمیں پڑھنے کو بہت ملتا ہے مگر اب بھی امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں بھول نہیں پائیں گے۔ اس ماہ کچھ کالم ارسال کر رہا ہوں امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور شائع کریں گے۔ کچھ کہانیاں بھی آپ کے آفس میں پڑی ہیں ضرور شائع کرو۔

امجد وکی کوروٹانہ۔ لکڑیانوالہ

جواب عرض ماہ دسمبر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ اسی طرح جواب عرض کو ہمارے لئے شائع کریں۔ سر اس دفعہ میں نے بھی ایک کہانی لکھی ہے جو میرے دوست آصف کی ہے پلیز اس کہانی کو تھوڑی سی جگہ دے کر ضرور شائع کیجئے گا۔ سر یہ کسی بھی رسالے میں میری پہلی کہانی ہے میرا دل نہ توڑیئے گا۔

عکاس احمد۔ حضرو

ماہ دسمبر دوستی نمبر ٹائم سے ملا پڑھنے سے پہلے تو بہت ہی افسوس ہوا کہ ہمارا ہر دل عزیز چیف ایڈیٹر جناب محترم شہزادہ عالمگیر صاحب اس دنیا فانی سے ہمیں تنہا چھور کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں سب سے زیادہ جو کہانی تعریف کے قابل ہے چند لمحے محبت کے ڈاکٹر شازیہ منہاس ملتان نے اچھا لکھا باقی بھی رائٹر حاجرہ غفور لیہ، گلشن ناز ٹھٹھہ، آمنہ راولپنڈی اور باقی بھی اچھی تھیں، غزلیں نظمیں بھی اچھی تھیں، مدد حسین مدد، ندیم احمد بھریا روڈ، جمیل فدا حسین مس صبا، مس صوبیہ کنول بھکر کوٹلہ، محمد اشرف زخمی دل اور باقی رائٹر بھی اچھا لکھتے ہیں۔ باقی تمام سلسلے جو شہزادہ بھائی نے شروع کئے تھے وہ پلیز جاری رکھنا اور میری طرف سے پوری ٹیم کو دعا سلام قبول ہو۔

امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میر پور خاص

دسمبر کے شمارے میں یہ المناک خبر کہ سب کی دلوں کا درد بانٹنے والے شہزادہ عالمگیر رحلت فرما گئے ہیں پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ ہم سب کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ جنوری کا شمارہ دیکھا کافی چینج ہو گیا ہے پر اچھا ہے۔ پہلے کی طرح سب نے اچھا لکھا۔ میں نے اپنی سٹوری دیکھی تو بہت خوشی ہوئی۔ باقی کشور کرن، حکیم ایم جاوید، شازیہ وقاص، محمد جاوید، انتظار حسین اور سب نے بہت اچھا لکھا تھا سب کو مبارک باد اور جن دوستوں نے مجھے کال کی ان سب کا شکریہ اور جو لوگ مس کال کرتے ہیں پلیز مس کال مت کیا کریں کیوں کہ ہر وقت انسان فارغ نہیں ہوتا۔ آخر میں سب دوستوں کو سلام۔

ظفر نور بھٹو۔ اوباوڑہ

دُکھی دل نمبر .... ماہ جنوری 2012ء

محترم جناب پیارے اور بہت ہی احترام کے قابل شہزادہ عالمگیر صاحب کی یاد میں میرے چند حروف جنوری 2012ء کا رسالہ دیکھتے ہی دل کی دھڑکن رک گئی پہلے صفحے پر ہی دردناک خبر تھی کہ ہم سب کے استاد اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے ہیں خدا جانتا ہے ایسے محسوس ہوا جیسے میرے گھر کا کوئی فرد چل بسا ہے۔ بہت ہی دکھ کے ساتھ پورے سٹاف اور ان کے اہل خانہ اور دوستوں یاروں اور جواب عرض کی دنیا کے لوگوں کے غم میں برابر کا شریک ہوں اور اسی دم خانہ کعبہ جا کر خداوند کریم کے حضور دعا گو ہوا کہ اے رب قدیر میرے پیارے محسن کو جنت میں خاص جگہ

عطا فرما اور ہر گھڑی دعا گو رہوں گا اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے راضی ہو جا اس کی محنت کو سدا قائم رکھنا جو اس نے پودا لگایا ہے اس کو ہمیشہ آباد رکھنا۔ اے رحمان اے رحیم میرے استاد کو کروٹ کروٹ آرام سکون دینا اور میری ولی دعاؤں کو قبول کرنا اور ان کے اہل خانہ کو صبر دے۔ آمین ثم آمین!

ایم وائی سچا۔ جدہ

ماہ جنوری 2012ء دُکھی دل نمبر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے کہانیوں پہ نظر ماری کہانی بہت پسند آئی تھی۔ کہانیوں میں ظالم دنیا آفتاب احمد عباسی سعودی عرب، تمہارا گلاب جیسا شباب کشور کرن چتوکی، تنہائی تیرے بن فیصل ندیم ساحل شیخوپورہ، ماں کی بددعا شیخ اللہ دتہ حافظ آباد، پتھر کے صنم غلام فرید جاوید، درد دل ظفر نور بھٹو اوباوڑہ، مطلبی محبت شازیہ وقاص کراڑیوالہ، زندگی تیرے نام محمد جاوید زنگلانی بلوچ ڈیرہ غازی خان، وعدہ تو ٹوٹ جاتا ہے حسن رضا رکن سٹی، محبت کس پر، تمہاری یاد کے جگنو دوست محمد خان وٹو لیہ، رنگ بدلتی محبتیں محمد اشرف زخمی دل، باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ غزلیں شاعری ملک عاشق حسین ساجد، شاعری محمد خاں انجم، غزل ڈاکٹر سونیا حیدر علی اور نرگس ناز، شازیہ وقاص، نیلم شہزادی، شمشیر ساگر شبقدر، محمد عظمت بلوچ کمالیہ، محمد اقبال رحمن سہیکی بالا، جنید اقبال اٹک، ظفر نور بھٹو اوباوڑہ، ایم خالد محمود سانول مروٹ، محمد شفیع اللہ میر پور خاص، الیاس دکھی لالہ موسیٰ ان سب کی غزلیں شاعری اچھی تھی۔

عبدالصمد SK گبول۔ کراچی

جنوری کا شمارہ دکھی دل نمبر اس دفعہ طویل انتظار کے بعد ملا۔ ذاتی صفحے کی جگہ عالمگیر صاحب کی وفات کی اطلاع تھی، بہت دکھ ہوا کہ انسان بھی کتنی حقیر شے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ایک سانس کی ڈوری کا تسلسل ٹوٹتے ہی ہر اک ناطہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ بہرکیف موت ایک اٹل حقیقت ہے اس کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ ہم نے بھی 26 نومبر کو شہزادہ عالمگیر مرحوم کی یاد میں ایک تقریب کا اہتمام کیا تھا جس میں جواب عرض کے مایہ ناز رائٹرز نے شرکت کی اور عالمگیر صاحب کی فنی و علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی روح کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ دکھی دل نمبر کی کہانیوں میں جاوید نسیم کی وعدہ، انتظار ساقی کی وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا، اشرف زخمی کی رنگ بدلتی محبتیں اور دوست محمد وٹو کی تمہاری یاد کے جگنو بہت پسند آئیں۔ بھائی جاوید نسیم صاحب اتنی بے اعتنائی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ ساقی صاحب آپ اپنی بے پایاں محبت کے جام یونہی پلاتے رہیں۔ مجاہد چاند صاحب کبھی ایس ایم ایس سے باہر نکل کر بھی دیکھیں یہ دنیا بہت وسیع ہے۔ بھائی ریاض شاہد صاحب آپ جس تسلسل اور خلوص سے یاد رکھتے ہیں میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کی محبت کی تعریف کر سکوں۔ اللہ دتہ بے درد اور مجید احمد جائی صاحب اللہ آپ کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ صدا بھائی آپ باقاعدہ لکھا کریں ہمیں آپ کی تحریروں کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ عاشق حسین ساجد صاحب آپ کی چاہتوں کا معترف ہوں۔ خالد سانول صاحب کبھی اپنی دید سے ہی نواز دیں۔ شازیہ وقاص صاحبہ صرف کہانیاں لکھنے سے کوئی رائٹر نہیں بن جاتا اصل بات معیار کی ہے۔ پلیز مائنڈ نہ کیجئے گا۔ کالم ابھرتے ہوئے شاعر تو بند ہی کر دیں کیونکہ اکثر شاعری انتخاب ہوتی ہے۔ اس دفعہ آپ نے رائٹرز کے ایڈریس اور سیل نمبر لگانا بند کر دیئے، یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس کے علاوہ کہانیوں میں کورنگ لیٹر بھی نہیں لگائے گئے۔ پلیز اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کریں۔ بہت سے دوستوں نے اس کا گلہ کیا ہے۔

خالد فاروق آسی۔ فیصل آباد

ماہ جنوری کا شمارہ دکھی دل نمبر چار جنوری کو ملا جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں نے سب سے پہلے حمیرا

سعد کی کہانی لاوارث لڑکی پڑھی جو بہت ہی پیاری تھی مس حمیرا نے بہت محنت کی میری تمام دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ خدا کرے وہ ایک دن کامیاب رائٹر بن جائے۔ حکیم صاحب کی کہانی وعدہ بہت زبردست کہانی تھی۔ اشرف زخمی دل کی کہانی رنگ بدلتی محبتیں اور انتظار حسین ساقی کی کہانی وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا جواب عرض کی آن جواب عرض کی شان۔ مس راحیلہ منظر فیصل آباد کی کہانی محبت کے اس پار بہت زبردست کہانی تھی۔

سیف الرحمٰن زخمی۔ مقابر شریف

ماہ جنوری 2012ء دکھی نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ نگران شہبا عالمگیر صاحبہ! بانی شہزادہ عالمگیر کے پودے کو آپ ضرور پروان چڑھائیں گے اس ماہ جو آپ نے تبدیلیاں کی ہیں بہت اچھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہزادہ صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام دے۔

عبدالمجید احمد۔ فیصل آباد

ماہ جنوری 2012ء سال نو کا شمارہ پہلے کی نسبت تھوڑا سا دیر سے ملا۔ پہلے صفحہ پر محترم جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کی تصویر دیکھ کر آنکھیں نم ہو گئیں بہرحال موت برحق ہے مگر وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ اس کے بعد شمارے میں کچھ تبدیلیاں تھیں مگر رائٹر حضرات کے ایڈریس اور موبائل نمبر ضرور شائع ہونے چاہئیں۔ اپنی کہانی رشتہ ازدواج کی اشاعت کے لئے آپ لوگوں کا بہت ممنون ہوں کہ مجھ ناچیز کو جواب عرض کے اوراق میں نمایاں جگہ مل رہی ہے۔ میری شاعری شائع کرنے کا بھی بے حد شکریہ۔ امید ہے میری باقی کہانیوں اور شاعری کو بھی شامل اشاعت ضرور کریں گے۔ لاوارث لڑکی زبردست کاوش ہے، قسط وار کہانی پرچے کی جان ہوتی ہے کشور کرن کی تمہارا گلاب جیسا شباب، وعدہ ایم جاوید نسیم چوہدری، درد دل ظفر نور بھٹو، تنہائی تیرے بن فیصل ندیم ساحل، ماں کی بددعا شیخ اللہ دتہ تیرے نام زندگی محمد جاوید بلوچ، محبت کے اس پر مس راحیلہ، تمہاری یاد کے جگنو دوست محمد خان وٹو زبردست کہانیاں تھیں۔ باقی بھی سب اچھی تھیں سب رائٹروں کو اچھا لکھنے پر مبارک باد قبول ہو۔ ایم اشفاق بٹ، گلشن ناز، ریاض احمد لاہور، ان کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ باقی سب کالم بھی زبردست رہے۔ ملاقات کالم کو ضرور شائع کریں میری زندگی کی ڈائری بھی جاری ہونی چاہئے۔ میری کو جن لوگوں نے پسند کیا اور مجھے لاتعداد خطوط لکھے مزید کہانیاں اور شاعری لکھنے کے لئے اصرار کیا ان سب کے نام لکھنا ممکن نہیں خاص طور پر ایم اشفاق بٹ آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ بشرط زندگی نئی کہانیوں کے ساتھ حاضر ہوتا رہوں گا۔

محمد خاں انجم۔ لدھے وال

ماہ جنوری 2012ء کا شمارہ دکھی دل نمبر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ کہانیاں اس دفعہ بھی بہت زبردست تھیں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں نیلم شہزادی، شازیہ وقاص، کشور کرن، ڈاکٹر سونیا حیدر اور نرگس ناز کی شاعری بے حد پسند آئی۔ سر میں بھی عرصہ دراز سے جواب عرض کا مطالعہ کر رہی ہوں، جواب عرض واقعی بے مثال ہے۔ سر سٹوریوں کے ساتھ جو لیٹر ہوتے تھے وہ کیوں ختم کر دیئے ہیں، وہ دوبارہ لگایا کریں۔ ان کے بغیر تو جواب عرض بالکل ادھورا ہے۔ باقی سبھی سلسلے بہت اچھے ہیں۔

نائلہ۔ فتح جھنڈ

ماہ جنوری 2012ء کا شمارہ دکھی دل نمبر اس دفعہ کافی انتظار کے بعد ملا پھر بھی بہت اچھا لگا۔ اس دفعہ جواب عرض میں کافی تبدیلی نظر آئی، کہانیوں میں لاوارث لڑکی حمیرا سعد، ظالم دنیا آفتاب احمد عباسی سعودی عرب، تنہائی تیرے بن فیصل ندیم ساحل شیخوپورہ، تمہارا گلاب جیسا شباب کشور کرن چتوکی، رشتہ ازدواج محمد خاں انجم دیپالپور،

ماں کی بددعا شیخ اللہ دتہ حافظ آباد، وعدہ حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری فیصل آباد، پتھر کے صنم غلام فرید حجرہ شاہ مقیم، درد دل ظفر نور بھٹو اوباوڑہ، مطلبی محبت، شازیہ وقاص کراڑیوالہ، زندگی تیرے نام محمد جاوید زنگالانی ڈیرہ غازی خاں، وعدہ تو ٹوٹ جاتا ہے حسن رضا رکن ستی، محبت کے اس پار مس راحیلہ فیصل آباد، یوں بدلی تقدیر میری محمد عمر تنہا لاشاری جعفر آباد، وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا انتظار حسین ساقی تاندلیانوالہ، حسب آرزو شہزاد سلطان کیف الکویت، تمہاری یاد کے جگنو دوست محمد خان وڈلیہ، سیلاب کی کہانی فوجی سمیع اللہ راجپوت، رنگ بدلتی محبتیں محمد اشرف زخمی دل ننکانہ صاحب یہ سبھی کہانیاں بہت پسند آئیں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، ملک عاشق حسین ساجد، محمد خاں انجم، ڈاکٹر سونیا، حیدر علی، نرگس ناز، شازیہ وقاص، وقاص احمد، نیلم شہزادی ان سب کی شاعری بہت پسند آئی اور آخر میں ان دوستوں کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا۔

نثار احمد حسرت۔نور جمال

ماہنامہ جواب عرض ماہ جنوری 2012ء دکھی دل نمبر اس وقت میرے ٹیبل پر سجا ہوا ہے۔ اس بار ڈائجسٹ کافی دیر سے ملا ہے۔ کافی مصروف ہونے کی وجہ سے دیر سے لیٹر ارسال خدمت ہے۔ جونہی جواب عرض ملا ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ دیکھا تو صفحہ خالی تھا پھر ذاتی صفحہ کو دیکھا کہ ذاتی صفحہ بھی نہیں تھا۔ اچانک میری نظر شہزادہ عالمگیر کی تصویر پر پڑی نیچے یہ لکھا ہوا تھا کہ آج شہزادہ عالمگیر ہم میں نہیں رہے۔ پھر واقعی مجھے یاد آیا کہ شہزادہ عالمگیر اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں لیکن میری نظر کے سایہ میں اور سپنوں میں کبھی کبھار ظاہر ہوتا ہے مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ انکل جی آج ہم میں سے موجود نہیں۔ میرا دل بار بار مجھے کہہ رہا تھا انکل جی زندہ ہے، وہ رہا انکل جی، یہ ہے انکل جی، شہزادہ عالمگیر زندہ ہے، شہزادہ عالمگیر زندہ ہے۔ باقی جواب عرض کی تمام کہانیاں و دیگر تمام کالم اچھے تھے۔ سب رائٹروں نے بہت خوب لکھا ہے۔

عبدالرشید بزنجو۔گذانی

ماہ جنوری 2012ء کا شمارہ دکھی دل نمبر میرے ہاتھ میں ہیں اس مرتبہ بھی جواب عرض کا ہر سلسلہ اچھا رہا۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں اپنی شاعری پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ باقی بھی سب کی شاعری وقاص احمد، ڈاکٹر سونیا حیدر علی، نرگس ناز، محمد خاں انجم، ملک عاشق حسین، کشور کرن باقی سب کی غزلیں اور شعر بھی اچھے تھے کہانیوں میں مس راحیلہ کی کہانی محبت کے اس پار، ظفر نور بھٹو کی کہانی درد دل، انتظار حسین ساقی صاحب کی کہانی وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا بہت ہی اچھی تھیں باقی سب کی کہانیاں بھی ٹھیک تھیں، سب کالم بھی اچھے تھے۔

نیلم شہزادی عرف رانو۔فتہ جھنڈ

ماہ جنوری کا ماہنامہ ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ محمد خاں انجم دیپالپور، ملک عاشق حسین ہیڈ بکائنی، بشیر سانول مانسہرہ، دین محمد بگٹی کراچی، ایم اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، نثار احمد حسرت نور جمال شمالی آپ سب دوستوں کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میری شاعری پسند کی۔ کہانیوں میں شازیہ وقاص کی مطلبی محبت، کشور کرن تمہاری گلاب جیسا شباب اور غلام فرید کی پتھر کے صنم ان سب کی کہانیاں اچھی تھیں۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں میری فیورٹ کشور کرن، محمد خان انجم، شازیہ وقاص آپ کی شاعری بہت پسند آئی۔ نائلہ طارق لیہ، آپ میری پسندیدہ رائٹر ہیں، جواب عرض میں زیادہ سے زیادہ لکھا کریں میں نے آپ کا نمبر تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی آخر میں سب کو سلام۔

صائمہ۔مرید

جنوری 2012ء کا رسالہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے اور پورا پڑھ چکا ہوں پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سال 2012ء کا پہلا ماہنامہ بہت زبردست تھا لیکن افسوس سے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ شہزادہ عالمگیر کی موت نے جواب عرض کی رونق ختم کر دی اور اب ایسا لگتا ہے کہ یہ رسالہ یتیم ہو گیا یہ پتہ نہیں کہ کب تک شہزادہ عالمگیر کی یاد ہمیں آتی رہے گی اور ہم اپنے گیتوں میں اس کو یاد کرتے رہیں گے۔ شہزادہ صاحب آپ داغ مفارقت دے کر چلے گئے اور ہم سب کو تنہا کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اس ماہ کی کہانیوں میں حمیرا سعد کی لاوارث لڑکی صرف ایک افسانہ تھا اور کچھ نہیں۔ کشور کرن کی تمہارا گلاب جیسا شباب، محمد خان کی رشتہ ازدواج، حکیم اور جاوید نسیم کی وعدہ، شیخ اللہ دتہ کی ماں کی بددعا، انتظار حسین ساقی کی وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا، شہزاد سلطان کی حسب آرزو، فوجی سمیع اللہ کی سیلاب کی کہانی اچھی کہانیاں تھیں۔ دوست محمد وڈو آپ کی کہانی تمہارے یاد کے جگنو بڑی دلچسپ سٹوری تھی مجھے یاد کرنے کا بہت بہت شکریہ آپ ہمارے بھائی ہیں اور آخر پر ظفر نور بھٹو کی درد دل ٹاپ سٹوری تھی۔ بھائی آپ کو بہت بہت مبارک ہو اتنی زبردست کہانی لکھنے پر گر میرے بس میں ہوتا تو میں آپ کو اس کہانی پر میڈل دیتا۔ باقی کچھ دوستوں نے بہت بیکار کہانیاں لکھی ہیں اس کا نام لکھنا نہیں چاہتا۔

پرنس مظفر شاہ۔ ناگمان چوک

جنوری 2012ء کا رسالہ جلد سب کو دل کی گہرائیوں سے سلام عرض کرتا ہوں کہانیوں میں قسط وار لاوارث لڑکی حمیرا سعد لاہور بہن جی کہانی کی اپنی ایک طرز ہوتی ہے but آپ نے تو ایک دم کہانی آسمان پر چڑھائی اور ایک دم زمین پر گرا دی ایسے تو نہیں ہوتا جو آپ نے بیان کیا۔ ظالم دنیا آفتاب احمد سعودی عرب آپ کے دوست اور کزن تو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے جو دھڑا دھڑ ان کی سٹوریاں ارسال کر رہے ہیں۔ راحیلہ منظر آپ نے بھی فرضی سٹوری لکھی نہ تو کچھ سبق تھا اس میں اور نہ اردو آپ نے ٹھیک لکھی تھی۔ حسب آرزو ایک بکواس سٹوری تھی۔ رنگ بدلتی محبتیں دونوں ایک دوسرے کے بہن بھائی تھے مطلب وہ بھی بکواس۔ تمہارا گلاب جیسا شباب پتہ نہیں کشور صاحبہ کس قسم کا دماغ رکھتی ہے اور ہمیں کس طرف لے جانا چاہتی ہیں۔ رشتہ ازدواج محمد خاں انجم ایک پیاری سٹوری تھی ویلڈن۔ زندگی تیرے نام محمد جاوید زنگلانی سٹوری تو فرضی تھی but آپ ایک اچھے رائٹر ہو ویلڈن۔ درد دل ظفر نور بھٹو مجھے ایک بات بتاؤ پہلے آپ کی ایک سٹوری پڑی تھی جو یقیناً اچھی تھی آپ نے کسی لڑکی کی لکھی تھی۔ پیارے فیورٹ رائٹر انتظار ساقی محبتوں کے ڈھیر سارے گلاب آپ کے عشق جو ہم سے روٹھ گیا کے لئے۔ آپ ہی جواب عرض کا سب کچھ ہو۔ دیگر ادارے والے کوپن میں اپنی طرف سے chang کر کے شائع کرواتے ہیں جو یقیناً غلط بات ہے۔

سراج خان۔کرک

لاوارث لڑکی نمبر .... ماہ فروری 2012ء

جناب میں کئی ماہ سے جواب عرض کو خط نہ لکھ سکا اس لئے کہ میری ماں کی طبیعت بہت خراب تھی، اب شکر ہے کہ ماں کی صحت بالکل ٹھیک ہے۔ ماہ فروری 2012ء کا جواب عرض لاوارث لڑکی میرے ہاتھ میں ہے۔ پہلے آپ کی غزل شہزادہ بھیا کے لئے پڑھی جو کہ بہت ہی اچھی لگی۔ اس کے بعد لاوارث لڑکی کی طرف آیا۔ واقعی لاوارث لڑکی کہانی لاجواب اور بیسٹ ہے۔ پھر اس طرح کہانیوں کی طرف آیا۔ کہانیوں میں پہلے پہلے انوکھا سفر، یرباد محبت، جو ہم سے بچھڑ گئے، زخم آنسو کے، اے زندگی تجھے کیا نام دوں، عجیب اتفاق باقی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ اس

دفعہ سارے کوپن میں میں غیر حاضر رہا جو کہ سراسر زیادتی ہوئی ہے میرے ساتھ تو پلیز بھیا کوپن وغیرہ میرے بھی شائع کریں۔ اس دفعہ پھر اسلامی صفحہ نہ پایا کہ جو کہ بالکل غلطی ہے۔

---------- کاشف گلونہ۔ بنوں

شمارہ فروری لیٹ ملا پر شکر ہے مل تو گیا۔ اسلامی صفحہ نہ پا کر دکھ ہوا اس کے بعد اپنی تحریریں تلاش کرنا شروع کیں ماسوائے مایوسی کے کچھ نہ ملا۔ پلیز ایڈیٹر بھائی ہمارے ساتھ سوتیلوں والا سلوک نہ کریں۔ شاعری میں آمنہ راولپنڈی، اور آپی راحیلہ منظر کی شاعری زبردست تھی۔ غزلوں میں الطاف حسین دکھی، علی نواز مزاری، شہناز مجید اور عمران بٹ کی غزلیں من پسند تھیں۔ کہانیوں میں حمیرا اسعد، احمد نجمی، اشفاق بٹ، عاشق حسین اور محمد مبین کی کہانیاں زبردست تھیں۔ ریاض انکل! کہاں غائب ہوگئے ہیں ان کی کہانیوں کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔

---------- میر عمران۔ حب ڈیم

ماہ فروری 2012ء کا شمارہ لاوارث لڑکی اس بار کچھ دیر سے ملا لیکن درست ملا۔ شہزادہ التمش بھائی آپ کی غزل نے جواب عرض میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپ کی غزل ہمیں پسند آئی بہت اچھی غزل تھی۔ جواب عرض میں یہ بہترین غزل تھی ایک یہ ہم کو بہت اچھا لگا کہ آپ نے کوپن مختصر اشتہارات پھر سے شروع کیا۔ یہ کوپن پسند تھا میں آپ کا بہت مشکور ہوں اور آپ کا بہت بہت شکریہ۔ شہزادہ التمش بھائی اس بار آپ نے میری تحریریں نہ ہونے کے برابر شائع کی ہیں صرف دو کوپن آپ نے شائع کئے ہیں۔ اس خط سے پہلے میں نے آپ کو دو خط لکھے ہیں ان دونوں خطوں میں میں نے آپ سے کہا تھا کہ پلیز بھائی میری کہانی اور غزلیں شائع کیا کرو لیکن آپ نے شائع نہیں کئے جبکہ میں ہر ماہ آپ کو غزل لطیفے بھی ارسال کئے میں وہ بھی آپ نے شائع نہیں کئے پلیز بھائی کیا کروں اب اور مایوس نہیں کرنا بھائی اب وہ سلسلہ بھی شروع کرو خط اور غزل کے نیچے نمبر بھی شائع کیا کرو اس کی آپ جو چاہے ہم سے فیس لیں ہم دینے کو تیار ہیں۔ جلد از جلد اس سلسلے کو شروع کرنا آپ کی مہربانی ہوگی۔

---------- بے وفا ایم زیڈ اے گبول۔ جلاب گوٹھ

ماہ فروری کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے، بہت ہی اچھا لگا ہے لیکن بھیا جی آپ سے بہت سی شکایتیں ہیں، میں تین سال سے مسلسل جواب عرض پڑھ رہا ہوں پہلے تو میں صرف پڑھتا تھا لیکن اب تقریباً 9 ماہ ہوگئے ہیں جواب عرض میں کچھ نہ کچھ لکھنے کی بھی کوشش کرتا رہتا ہوں لیکن افسوس ہوتا ہے جب میری تحریریں ردی کی ٹوکری میں چلی جاتی ہیں کیونکہ میں ہر ماہ جواب عرض کا بے چینی سے انتظار کرتا رہتا ہوں سب سے پہلے اپنی تحریریں دیکھتا ہوں جب تحریریں نہیں ہوتیں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے۔ بھیا جی پلیز ہم بہت دور سے لکھتے ہیں ہمارا بھی تو جواب عرض کے لئے کچھ نہ کچھ لکھنا حق بنتا ہے۔ پلیز بھیا جی میری بھی کچھ تحریریں شائع کر دیں پلیز میں نے ایک سٹوری بھی آپ کو پوسٹ کر دی تھی جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی پلیز بھیا اس دفعہ ایک کوپن اور غزل بھیج رہا ہوں ضرور تھوڑی سی جگہ دے کر شائع کیجئے گا۔

---------- عکاس احمد۔ کوئٹہ

فروری 2012ء کا شمارہ ٹائم پر مل گیا۔ لاوارث لڑکی اس دفعہ گزارا کر گئی، انوکھا سفر ایک بورنگ سٹوری اور فرضی سٹوری تھی، خزاں کا موسم مجھے تو اس سٹوری کے سر پیر کی سمجھ نہیں آئی، زخم آرزو کے انجم دیپالپور اچھی کہانی تھی، محبت نہ کرنا اشفاق بٹ گزارا کیا اس دفعہ، اپنی خطا احمد نجمی بالکل فرضی سٹوری تھی، اداس اداس سی زندگی مجید احمد جائی یقیناً آپ کی جگہ اب کسی اور رائٹر کو جگہ ملنی چاہئے، کاش آپ ہمارے ہوتے عمر لاشاری آپ کی سٹوری بھی فرضی تھی،

عجیب اتفاق مبین نذیر گوجر خان اچھی کہانی تھی، نئی منزلیں آپ کی بھی ٹھیک تھی، تنہائی شازیہ چوہدری بس اوسط ہی تھی، زخم آرزو کے نیاز احمد لاہور آپ کی کہانی بہت اچھی تھی لاسٹ جو ہم سے بچھڑ گیا انتظار حسین ساقی ہمیشہ کی طرح بازی لے گئے ایک بار پھر مبارکباد کے ڈھیر سارے گلاب آپ کے لئے دیگر رائٹر صاحبان میری کہانی خدا کی قسم میں کنواری ہوں انتظار کی سولی پہ لٹکتے ہوئے تھک چکی ہے اب پلیز اس پر رحم کروائنڈ باقی غزلیں کوپن وغیرہ بھی شائع کیا کریں۔

---------- سراج خان۔ ضلع کرک

ماہ فروری کا جواب عرض مکمل طور پر پڑھ چکا ہوں اس دفعہ بھی اسلامی صفحہ نہ پا کر دکھ ہوا۔ اسلامی صفحہ کے بغیر جواب عرض ادھورا لگتا ہے۔ باقی بائی شہزادہ التمش عالمگیر کی نظر آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں پڑھی اور شہزادہ عالمگیر کے بارے میں اور آنکھوں میں آنسو آ گئے باقی میں نے اپنے گاؤں کی مسجد میں بھائی شہزادہ عالمگیر کے بارے میں جمعہ کے روز خصوصی دعا کرائی ہے اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ باقی اب امید ہے کہ جیسے عالمگیر بھائی اپنے قارئین سے محبت کرتے تھے اور اب شہزادہ التمش بھیا اور بہن شہلا عالمگیر بھی ہمارا اسی طرح خیال رکھیں گے اور جواب عرض سے محبت کرنے والوں کو مایوس نہیں کریں گے اور باقی سب جواب عرض کے سٹاف بھی ہمارا خیال کریں گے۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف سب سے اچھی کہانی جو ہم سے بچھڑ گئے شہزادہ عالمگیر کے نام ایک شام جناب انتظار حسین ساقی کی بہت اچھی کوشش ہے۔ ساقی صاحب آئندہ سال مجھے بھی دعوت دیں ان شاء اللہ میں شہزادہ عالمگیر کی محفل میں ضرور شرکت کروں گا۔ اب آتے ہیں باقی کہانیوں کی طرف سب سے پہلے لاوارث لڑکی قسط نمبر 3 حمیرہ سعد، انوکھا سفر کشور کرن، برباد محبت آسیہ چغتائی آسی، عجیب اتفاق محمد مبین نذیر، نئی منزلیں ملک صفدر، قربتیں اور فاصلے ملک عاشق حسین ساجد، موسم تیری یادوں کا عمر دراز ساحر اور اپنی خطا احمد نجمی کالا باغ ان سب کی کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں ان سب رائٹرز کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔ باقی اس ماہ میں اپنی تحریریں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور امید کرتا ہوں کہ ابھرتے ہوئے شاعروں میں بھی ہمارا صفحہ ضرور شائع ہو گا۔

---------- محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ

ماہ فروری کا جواب عرض ملا بہت ہی اچھا تھا سب کی سب کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ ماہ فروری میں میری بھی ایک کہانی شائع ہوئی "پاکیزہ کو داغ" جس کے لئے بہت شکریہ کہ آپ نے میری کہانی کو رسالے میں جگہ دی۔ جب کہانی کو پڑھنا شروع کیا تو پڑھ کر بہت ہی افسوس ہوا کہ میں نے اتنی محنت اور لگن سے کہانی لکھی تھی مگر آپ کے سٹاف نے کہانی کو کاٹ کاٹ کر کہانی شائع کی جس کا مجھے انتہائی دکھ ہوا اور اسی بات کا آپ سے بھی شکوہ ہے کہ قارئین کی محنت کو اسے نہ رائیگاں کیا کریں ہم اتنی محنت سے لکھتے ہیں اور ہم کو اپنی محنت کا صلہ رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ برائے مہربانی اس بارے میں غور کریں اور ایک بات کا خاص خیال رکھا کریں کہ سب قارئین کو ایک نظر سے دیکھا کریں چاہے وہ کوئی پرانا لکھنے والا ہے یا کہ وہ نیا لکھنے والا ہے سب قارئین کی کہانیاں یا کوپن کو اپنی باری پر شائع کیا کریں ایسا نہ کیا کریں کہ ایک نئے قاری کی کہانی کے ہاتھ لگے اور آپ اس کو سب کہانیوں کے نیچے رکھ دیں کیوں کہ وہ ایک نیا لکھاری ہے اور اس کے بدلے اس کی کہانی لگا دیں جو ایک پرانا لکھاری ہے۔ پلیز اس بات پر بھی غور کرنا۔

---------- رانا وارث اشرف عطاری۔ وزیر آباد

......آج فروری کا جواب عرض حسب روایت خریدا خوبصورت ٹائٹل والا جواب عرض جب کھولا تو دلی افسوس ہوا اتنے خوبصورت رسالے کو تجربات کی آماجگاہ بنا دیا گیا ہے۔ اتنے تجربے تو محترم عالمگیر مرحوم نے پینتیس سالوں میں نہیں کیے ہوں گے جتنے ان کے بعد تین مہینوں میں کر دیئے گئے ہیں۔ جواب عرض کے تھنک ٹینک نے رسالے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ جواب عرض کی ایک اپنی پہچان ہے نجانے اس کو کیوں ختم کیا جا رہا ہے۔ میری جواب عرض کے ارباب اختیار سے گذارش ہے کہ پلیز محترم شہزادہ عالمگیر صاحب مرحوم کی پالیسیوں کو جاری رکھا جائے جو انہوں نے اپنے تجربے کی روشنی میں مرتب کی تھیں پلیز غور کیجئے گا۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف ماہ فروری کی سب سے بیسٹ اور خوبصورت کہانی مس آسیہ چغتائی کی برباد محبت تھی ویل ڈن مس آسیہ اتنی اچھی کہانی لکھنے پر میری طرف سے بہت بہت مبارک قبول کریں۔ اس کے بعد میرے دوست وارث اشرف کی کاوش بھی بہت اچھی تھی۔ بھائی انتظار ساقی نے بھی خوب محنت کی ہے، بہت اچھے ساقی بھائی۔ اس کے علاوہ اشفاق بٹ صاحب کی محبت نہ کرنا، احمد نجمی کی اپنی خطا اچھی کہانیاں تھیں اور اللہ دتہ بے درد سے گذارش ہے کہ ایسی کہانیاں خوفناک میں بھیجا کریں جواب عرض میں ایسی کہانیاں اچھی نہیں لگتیں۔ مجید جانی، عمر دراز ساحر، عارف حسین ساغر، ملک عاشق حسین ساجد باقی سب دوستوں کی کاوشیں بھی اچھی تھیں۔ غزلوں میں ظفر نور بھٹو، حماد ظفر بادی، لقمان اعوان، آفتاب شاد اور مزمل حسین صدا کی غزلیں بہت اچھی تھیں۔ مجھے شکوہ ہے میں تصور علی حسرت سے بس اتنا کہنا ہے کہ بھیا جی سوری بس اپنا نام لکھ کر msg کیا کریں ضرور جواب دوں گا۔ ماں سے پیار کا اظہار میں محمد عارف آف حب کا پیغام بہت خوبصورت تھا سب سے آخر میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے میری کہانی کو پسند کیا۔

...... صدا حسین صدا۔ کیلا سکے

......ماہ فروری 2012ء لاوارث لڑکی ہم نے لیا ہے پہلے پڑھنا شروع کیا بہت افسوس ہوا کہ ایڈیٹر شہزادہ عالمگیر کا ذاتی صفحہ پڑھنے کو نہ ملا ہاں ملا تو ضرور لیکن آپ کی لکھی ہوئی غزل "آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں" یہ غزل آپ نے اپنی جان اپنے پیارے ابو کے نام لکھی پڑھی افسوس ہوا کہ وہ اس دنیا میں نہ رہے ہماری گذارش ہے کہ آپ اپنے ابو کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھو گے ہم سب قارئین آپ کے ساتھ ہیں ہماری حوصلہ افزائی ضرور کیا کرو ہم آپ کا ساتھ دیں گے اس کے بعد کہانیاں سب اچھی تھیں اور میں پہلی بار جواب عرض پڑھ رہا ہوں مجھے لکھنے کا تجربہ نہ تھا لیکن میرے استاد امجد وکی کوروٹانہ وہ کافی سالوں سے جواب عرض کو پڑھ رہا ہے کچھ میری حوصلہ افزائی اس نے کی تو میں اب لکھ رہا ہوں۔ میں ہر ماہ ضرور آپ کا جواب عرض خریدوں گا آپ میری تحریروں کو ضرور شائع کریں گے۔

...... سرفراز ڈاہر۔ لکڑیانوالہ

......ماہ فروری کا شمارہ لاوارث لڑکی نمبر پڑھا بہت اچھی تحریریں خاص کر کے قسط کا ایک ایک لفظ بہت اچھا اور طریقے سے لکھا گیا ہے۔ اگر کوئی رائٹر بننا چاہے تو ان سٹوریوں سے سیکھے باقی میں ادارہ جواب عرض سے یہ ریکوئسٹ کرتی ہوں کہ جتنے بھی کوپن ہیں سب اینڈ کے پیجز کے حوالے کریں کیونکہ کچھ تحریریں اتنی کام کی ہوتی ہیں جو کوپن کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں تو پلیز آپ کوپن اینڈ کے صفحے پر دیا کریں اور اب میں شکریہ ادا کرتی ہوں ان بہن بھائیوں کا جو میری تحریریں شوق سے پڑھ رہے ہیں اور مجھے لکھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ میں کہتی ہوں اگر میری کہانیوں میں کوئی غلطی ہو تو سوری میں اپنی دوستوں کو ٹائم نہیں دے پاتی اس لئے ان کو مجھ سے گلہ رہتا ہے خاص کر کے ساجدہ، عابدہ، راشدہ، ان کو میں سوری کرتی ہوں۔ میرے دل کی حسرت تھی میرا جنون تھا جواب عرض میں لکھنے کا جو

پورا ہو رہا ہے بلکہ اور بھی بڑھ گیا ہے۔

...... کشور کرن۔ پتوکی

......ماہ فروری 2012ء کا جواب عرض لاوارث لڑکی نمبر مجھے میرے بہت ہی پیارے بھائی ملک زاہد اعوان نے بطور گفٹ پیش کیا۔ بھائی میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ میں نے سب سے پہلے بھائی انتظار حسین ساقی کی تحریر جو ہم سے بچھڑ گئے پڑھی دل زار و قطار رونے لگا۔ شہزادہ عالمگیر واقعی بہت اچھے انسان تھے، اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اس کے بعد پاکیزہ کو داغ رانا وارث، تنہائی شازیہ چوہدری، خزاں کا موسم محمد خان انجم، دل ہے بے قرار محمد شفیق ڈوگر، زخم آرزو کے ایاز احمد وڑائچ، محبت نہ کرنا ایم اشفاق، اے زندگی تجھے کیا نام دوں عارف حسین ساغر، اپنی خطا احمد نجمی دکھی، نئی منزلیں ملک صفدر، عجیب اتفاق محمد مبین نذر، موسم تیری یادوں کا، عمر دراز ساحر، کاش آپ ہمارے ہوتے تنہا عمر لاشاری، بھائی ہم آپ کے ہی تو ہیں کیا کھویا کیا پایا، ماسٹر محمد رفیق راجہ، محبت کی نہیں ہو جاتی ہے، شیخ اللہ دتہ واقعی بھائی محبت خود بخود ہو جاتی ہے، قربتیں اور فاصلے ملک عاشق ساجد صاحب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ حمیرا اسعد کی قسط وار کہانی لاوارث لڑکی کی تیسری قسط بہت اچھی تھی اور میری پیاری باجی کشور کرن کی کہانی کی پہلی قسط انوکھا سفر بہت اچھی تھی۔ اداس اداس سی زندگی مجید احمد جائی آپ کو اچھی کہانی لکھنے پر مبارکباد۔ میں اپنے پیارے دوستوں تہہ دل سے سلام عرض کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جواب عرض میں نظمیں غزلیں، گلدستہ بہت اچھے تھے۔

...... منظور اکبر اداس جھنگوی۔ جھنگ

......ماہ فروری کا جواب عرض لاوارث لڑکی جلد مل گیا تھا۔ غزلوں میں ہارون قمر، محمد اقبال رحمٰن، خضر اخلاق، الطاف حسین دکھی اور شاعری میں کشور کرن، اے آر راحیلہ، ماریہ چوہدری، نیلم شہزادی، آمنہ راولپنڈی، حاجرہ غفور لیہ کی شاعری بہت اچھی تھی۔ میں ایڈیٹر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ مس پرنٹنگ پر تھوڑی توجہ دیں۔ فروری کے جواب عرض کے صفحہ نمبر 224 پر میرے نام اور ایڈریس کے ساتھ کسی اور کی تصویر شائع ہوئی ہے۔ عمر دراز، ایم اشفاق بٹ کا شکریہ جنہوں نے میری غزلوں کو پسند کیا۔ آخر میں دوستوں کے نام پیار بھرا سلام۔

...... بشیر سانول۔ مانسہرہ

......ماہ فروری 2012ء کا شمارہ جلد ہی مل گیا۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنی سٹوری نہ پا کر بہت دکھ ہوا۔ شاید ہم جیسے لوگوں کی اب جواب عرض میں کوئی جگہ نہیں رہی ہے۔ بڑی امید ہوتی ہے کہ آپ ہماری رہنمائی کریں گے لیکن افسوس شہزادہ عالمگیر کی وفات کے بعد اب یہ امید بھی دم توڑ رہی ہے کہ ہماری جگہ اب ختم ہو رہی ہے۔ شاید یہ رابطہ بھی دم توڑ جائے گا جس طرح انسانی جسم سے روح نکل جاتی ہے، سانسوں کی ڈوری تھم جائے گی، یہ زندگی بھی اب ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے اور اسی امید کے سہارے ہم چلے جائیں گے۔ خیر امید پر دنیا قائم ہے۔

...... عابد رشید۔ راولپنڈی

......2012ء کا دوسرا جواب عرض پانچ فروری کو ملا۔ ٹائٹل بیوٹی فل تھا انڈین مشہور اداکارائیں مسکراہٹ کے پھول نچھاور کر رہی تھیں بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ جواب عرض جلوہ گر کیا ہوا دل کے تار ہلا دیئے سب سے پہلے شہزادہ عالمگیر کی وفات کی خبر دل اداسیاں اور افسردگی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ کہانیوں میں کیا کھویا کیا پایا ماسٹر محمد رفیق تونسہ شریف، محبت نہ کرنا اشفاق بٹ، اے زندگی تجھے کیا نام دوں عارف حسین گلگت کی بہترین سٹوریاں تھیں آپ لوگوں کا لکھنے کا انداز بھی اچھا تھا۔ کچھ دوستوں کی تصویریں دیکھیں باقی سب سلسلے بہت اچھے تھے جن دوستوں

کو ہماری تحریریں اور ہماری شاعری اچھی لگی ان سب کا بہت شکریہ۔

عمریز بشیر گوندل۔ گوجرہ

فروری 2012ء کا رسالہ لیٹ ملا اور جواب عرض کا ٹائٹل بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ اس بار سٹوریوں میں دل ہے بے قرار محمد شفیق، محبت نہ کرنا ایم اشفاق بٹ، اے زندگی تجھے کیا نام دوں عارف حسین ساغر، موسم تیری یادوں کا عمر دراز ساحر، نئی منزلیں ملک صفدر، اپنی خطا احمد نجمی دکھی، اداس اداس سی زندگی مجید احمد جائی، محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے شیخ اللہ دتہ، کیا کھویا کیا پایا ماسٹر محمد رفیق راجہ ان سب کی سٹوریاں بہت اچھی لگیں۔ باقی کی بھی اچھی لگیں بیان نہ کر سکا۔ ایڈیٹر جواب عرض کا رائٹر خالد محمود سانول کی سٹوری آج کل نہیں آ رہی ہے برائے مہربانی فرما کر خالد محمود سانول کی سٹوری شائع کریں۔ حماد ظفر ہادی صاحب آپ آج کل کہاں مصروف ہو۔ اشرف خان صاحب آپ جواب عرض میں کچھ نہ کچھ لکھا کرو۔

راجہ کامران حیدر۔ کسووال

ماہنامہ فروری اس وقت میرے پاس ہے جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں۔ شہزادہ التمش کی غزل پڑھی جو کہ بہت اچھی تھی اس کے بعد کہانیوں کی فہرست دیکھی جس میں اپنے پسندیدہ رائٹر دوست اشفاق بٹ اور مجید احمد جائی کی کہانیاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ باقی میں کشور کرن، شازیہ چوہدری، رانا وارث، احمد نجمی کی کہانیاں بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھی تھیں۔ ایک دو کہانیاں دوسری بار شائع ہوئی ہیں پلیز اس طرف توجہ دیں۔ باقی گلدستہ میں غزل قمر کی تحریریں اچھی تھیں دکھ درد میں تمام لکھنے والے پہلے دعا ہے اللہ ان کے دکھ خوشی میں بدل دے۔ میری زندگی کی ڈائری میں پرنس مرتضٰی بلوچ جو کہ میرا دوست بھی ہے کی ڈائری پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ذاتی شاعری میں نئے ابھرتے ہوئے شاعروں میں ماریہ چوہدری، نیلم شہزادی اور حاجرہ غفور کی شاعری بہت اچھی تھی باقی تمام دوستوں تمام پڑھنے والوں اور رائٹرز کو سلام۔

پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ گاؤں نین لانجھہ

ماہ فروری کا شمارہ لاوارث لڑکی سات فروری کو ملا جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے لاوارث لڑکی کہانی پڑھی جو بہت زبردست کہانی تھی میری طرف سے مس حمیرا اسعد کو بہت بہت مبارک باد قبول ہو اور میں یہ امید کرتا ہوں آپ آئندہ بھی اسی طرح اس کہانی کو جاری رکھیں گی۔ اس کے بعد مس کشور کرن کی کہانی انوکھا سفر بہت پیاری کہانی تھی میری طرف سے مس کشور کون کو اچھی کہانی لکھنے پر مبارک باد قبول ہو۔ پاکیزہ کو داغ کہانی بہت پیاری تھی میری طرف سے رانا وارث اشرف عطاری کو مبارک باد قبول ہو۔ ایم اشفاق بٹ کی کہانی محبت نہ کرنا، عارف حسین ساغر گلگت کی کہانی اے زندگی تجھے کیا نام دوں، انتظار حسین ساقی کی کہانی جو ہم سے بچھڑ گیا بہت اچھی کہانی تھی میری ہر دعا آپ کے ساتھ ہے۔

سیف الرحمٰن زخمی۔ سیالکوٹ

ماہنامہ جواب عرض کا شمارہ فروری لاوارث لڑکی میرے ہاتھ میں ہے ہر دفعہ کی طرح پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ اس دفعہ پھر اپنی شاعری پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں بہت شکر گذار ہوں شہزادہ التمش صاحب کی کہ انہوں نے مجھے جواب عرض میں جگہ عنایت فرمائی۔ شاعری میں ماریہ چوہدری، آر راحیلہ منظر، کشور کرن، آمنہ، صدف سکان، غلام عباس ساغر، شہزادہ سلطان کیف کی شاعری بہت اچھی تھی۔ کہانیاں اور دوسرے سارے کالم بہت ہی اچھے تھے۔ انتظار حسین ساقی صاحب اگر زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ جواب رات شہزادہ عالمگیر کے نام سے منائی جائے گی

اس سال اس میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گی۔ آپ نے یہ بہت اچھا کام کیا ہے کہ ہم ہر سال شہزادہ عالمگیر کے نام شام منائی جائے گی اس کا سب کو بتا دینا۔ اللہ آپ کو اس کاوش میں کامیاب کرے۔

نیلم شہزادی عرف رانو۔ فتح جھنڈ

ماہ فروری کا شمارہ پڑھا دل کو خوشی ہوئی۔ ہر رائٹر عروج پر ہے، ہر شاعر بلندی کو چھو رہا ہے اور اس بار بہت چینجنگ آئی ہوئی تھی۔ پہلے تو سارے رسالے کو الٹ پلٹ کر بے صبروں کی طرح دیکھتی ہوں پھر فارغ ٹائم میں ریڈ کرتی ہوں۔ پہلے سب سے قسط پڑی حمیرا اسعد کی قسط کا کوئی جواب ہی نہیں ہر اک لفظ بہت ترتیب سے لکھا گیا ہے اور دل میں بس جانے والے الفاظ ہیں۔ کاش میں بھی کسی ایسی رائٹر کی شاگرد بن جاؤں کہ میرا نام بھی رائٹروں میں آئے۔ یعنی اس رائٹر کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ اب میں اپنی اس پاک صاف سایہ دار غمخوار ماں کے بارے میں لکھوں گی کہ خدا میری اس دنیا میں میری ماں کا سایہ میرے سر پہ رکھے میری ماں میرا ہر دکھ بانٹ لیتی ہے۔ مجھے کبھی پریشان دیکھے تو رو رو کر دعائیں کرتی ہے۔ میں اپنی امی جان کو دیکھ کر اپنے آدھے دکھ بھول جاتی ہوں۔ اب میں ان ابھرتے ہوئے شاعروں کے لئے کچھ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنی ذاتی شاعری ابھرتے ہوئے شاعروں میں شامل کریں۔ میں نے بھی دو مرتبہ ادھر ادھر سے غزلیں لے کر اپنی شاعری میں لکھی تھیں مگر مجھے اس بات کا بہت دکھ ہوا کہ یہ غزلیں جس کی ہیں وہ دیکھ کر کیا سوچے گا کہ نام اپنا غزلیں کسی اور کی۔ جیسے میڈم نیلم شہزادی نے اپنی غزلوں میں میری غزل شامل کی جیسے ہی دیکھا چونک گئی کہ یہ غزل تو میری ہے مگر خوشی ہوئی میری غزلوں کو پسند کیا گیا ہے۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں جو لوگ میری تحریریں پسند کرتے ہیں۔ جواب عرض کا کوئی جواب نہیں، جواب عرض لاجواب ہے۔ باقی بھائی انتظار حسین نے جو شہزادہ عالمگیر کے لئے ایک سالانہ محفل کا انتظام ڈیسائیڈ کیا ہے بہت اچھا لگا ہے اور تمام رائٹروں کو ایسا کرنا بھی چاہئے تھا۔

کشور کرن۔ پتوکی

اس بار بھی جواب عرض لاہور فروری 2012ء پشاور کے ایک اخبار فروش سے خریدا اور سر سے لے کر آخر تک پڑھا۔ سب سلسلے اور کالم قابل تعریف ہیں۔ سرورق پر تصویر بھی بہت خوبصورت ہے۔ جواب عرض معلومات کا ایک خزانہ ہے اس میں دلچسپی کے سب سامان موجود ہیں۔ تنہائی کا ایک بہترین ساتھی ہے یہ ساری دنیا میں پڑھی جاتی ہے۔ اس بار کوپن ملاقات کے سلسلے میں اپنی اور دیگر قارئین کرام کی صاف ستھری تصاویر دیکھ کر دل باغ باغ اور بہت خوش ہو گیا ہے۔ ماشاء اللہ شاباش کیا بات ہے جواب عرض کی ویسے لاہوری لوگ تو سب اچھے ہیں لیکن جواب عرض کے لاہور ٹیم بہت اچھے ہیں۔ سب سلسلے اور کالم جاری و ساری رکھیں لیکن ملاقات کا سلسلہ ہر قیمت پر جاری رکھیں اس لئے کہ یہ کسی میگزین یا ڈائجسٹ کی جان اور روح ہوتی ہے۔ میری کچھ تجاویز ہیں ان پر بھی غور کریں کبھی کبھی جواب عرض کے سرورق پر پرانے پاکستانی اداکاروں کی تصاویر بھی شائع کریں مثلاً سدھیر، غلام محی الدین، شمیم آراء، مسرت نظیر وغیرہ وغیرہ۔ گلے اور شکوے آپ اکثر ہمارے خطوط شائع نہیں کرتے اور تحریریں بھی شائع نہیں کرتے۔ جواب عرض لاہور کے رائٹر جناب مرزا عمران حسین پر دیکی سے میری درخواست ہے جو پیرس فرانس سے جواب عرض کے لئے اپنی کہانیاں لکھتے ہیں بھائی اپنی کہانیاں جاری رکھیں ہم انہیں بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور کوپن کالم ملاقات لئے اپنی تصویر اور تعارف بھی لکھیں۔

فنکار شیر زمان پشاوری۔ پشاور

فروری کا جواب عرض پڑھا بہت اچھا لگا پچھلے کئی مہینوں سے جواب عرض نہیں پڑا پر سب دوست بہت اچھا

کوپن

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

''جواب عرض'' میں آپ اس کالم میں ''غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟'' سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آپ کی رائے ہم ''جواب عرض'' میں شائع کر دیں گے۔ آپ یہ کوپن کاٹ کر اپنی رائے کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیں۔

میری رائے میں ____________________

____

____

____

نام: ____________ شہر: ____________

کوپن — آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

جواب عرض

آپ کا بہترین دوست کون ہے اور کیوں ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کا سب سے اچھا اور بہترین دوست ہے؟

میرا بہترین دوست ____________________

____

____

____

____

نام ____________ شہر کا نام ____________

لکھ رہے ہیں۔ ہر تحریر دل کو لبھاتی ہے۔ دل خوش ہو جاتا ہے۔ جب جواب عرض کو پڑھوں تو اپنے بارے میں کوئی تحریر نہ پا کر دل بجھ سا جاتا ہے۔ ایک وقت تھا جب جواب عرض کے ہر صفحے پہ میرا نام آتا تھا تو بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ لگتا ہے اب ہمارے قلم میں وہ طاقت نہیں ہے یا پھر ہمارے الفاظ میں وہ تاثیر نہیں رہی جو قارئین کے دلوں کو چھو سکے۔ ہمیں سب نے نظر انداز کر دیا تو دل ٹوٹ سا گیا۔ اب تو لکھنے کو بھی دل نہیں کرتا۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جب تک ہمارے دوستوں کا ساتھ ہوگا ہم لکھتے رہیں گے ورنہ ہم لکھنا چھوڑ دیں گے۔ کشور کرن کی شاعری شوق سے پڑھتی ہوں اور نرگس ناز، سلمٰی، حنف علی سب اچھا لکھتی ہیں۔ آخر میں جواب عرض کے لئے دعا کرتی ہوں کہ ہمیشہ ترقی کی راہوں پہ گامزن رہے۔ جواب عرض کا گلشن ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔

✍ .... نامعلوم

متفرق خطوط

✉ ...... ''بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی ...... اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا'' —— التمش بھائی! مجھے انکل شہزادہ عالمگیر کی وفات کی خبر دیر سے ملی اس کی وجہ مجھے پچھلے ماہ کے ڈائجسٹ نہیں ملے اور میرا کسی ''جواب عرض'' پڑھنے والے قاری سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اب جب قارئین کے خط آنکھوں سے گزرے تو مجھے ایک دھچکا سا لگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا یہ کیا ہو گیا ہے؟ میرے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا، میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ان کی موت کی خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اس بات کا بھی بے حد افسوس ہے ان کی وفات کی خبر مجھے لیٹ ملی۔ میں نے قرآن پاک کی سورتوں کی تلاوت کر کے اُن کے لئے خاص طور پر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ انکل! بہت اچھے انسان تھے ایک وہی تو تھے جو ہمارے دکھ درد جاننے والے تھے۔ وہ ایک چمکتا ستارہ تھے جو ہمیشہ میرے اور سب کے دلوں میں رہیں گے۔ وہ دکھی دلوں کے مسیحا تھے۔ جب سے مجھے یہ خبر ملی مجھے ''جواب عرض'' میں وہ بات نہیں نظر آ رہی، مجھے ان سے ایک بار بات کرنے کا ارمان ہی رہا۔ ایک دو بار میں نے ان کی طرف اپنا موبائل نمبر لکھ بھیجا ایک بار لاہور کے عمران علی ہاشمی نے انکل شہزادہ عالمگیر کے کہنے پر مجھے کال کی انہوں نے مجھے بتایا تھا وہ موبائل میں کسی سے بات نہیں کر پاتے ان کے گلے میں مسئلہ ہے اور اس مسئلے کی وجہ بھی بتائی۔ دو سال بعد پھر میں نے ان سے بات کرنا چاہی تھی خط ارسال کرنے کے تقریباً پانچ چھ دن بعد ایک یوفون کے نمبر سے کال آئی لیکن افسوس میرا موبائل Silent تھا اور میں شادی میں تھی۔ میں نے بعد میں ملایا مگر ملا ہی نہیں۔ ملتا بھی کیسے ایک دو ہندسوں میں غلطی کر رہی تھی کیونکہ میرا موبائل تین چار دن میرے بھائی کے پاس رہا اور نمبر Save نہیں کیا تھا۔ میرے پاس عمران علی ہاشمی کا نمبر تھا ان سے رابطہ کیا اور پوچھا کہ یہ نمبر شہزادہ عالمگیر کا ہے انہوں نے کہا ان کے نمبر سے ملتا ہے ایک دو ہندسوں میں غلطی ہے۔ وہ مجھے نمبر صحیح دے سکتے تھے انکل شہزادہ عالمگیر نے مجھے کال تو کی تھی ناں خیر میں نے ان سے نمبر نہیں مانگا لیکن میرے دل میں ہمیشہ ارمان رہے گا۔ کاش! میں ان سے ایک بار بات کر پاتی۔ عمران علی ہاشمی صاحب سے شکوہ رہے گا۔ بھائی آپ کہو گے میں کس بحث میں پڑ گئی ہوں بس ایک تمنا تھی ان سے بات کرنے کی وہ آپ سے شیئر کی ہے۔ سات سال سے جواب عرض پڑھ رہی ہوں اور تحریریں لکھ کے بھیج رہی ہوں اور انکل شہزادہ عالمگیر کی طرف خط وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا میرے دل میں ان کے لئے خاص عقیدت اور عزت تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ التمش بھائی! آپ کے لئے دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو انکل شہزادہ عالمگیر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور امید کرتی ہوں

کوپن — کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

"کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟" اس عنوان کے تحت آپ اپنی دوستی کے بارے میں لکھیں کہ آپ واقعی ایک اچھے دوست ہیں کہ نہیں۔ مرد حضرات صرف اپنے لڑکوں سے دوستی کے بارے میں لکھیں۔ مرد لڑکیوں کے بارے میں نہ لکھیں اور لڑکیاں صرف اپنی سہیلیوں کے بارے میں لکھ سکتی ہیں۔

میں واقعی ایک اچھا دوست ______

نام: ______ شہر: ______

ان کے کام کو اچھے طریقے سے نبھائیں گے۔ اس سے اُن کی روح کو ضرور تسکین ملے گی۔ بھائی میں کچھ تحریریں اور غزلیں بھیج رہی ہوں پلیز ان کو جگہ جلدی دیجئے گا۔ آپ کی بہت شکرگزار رہوں گی۔

مس صبا۔ کلر سیداں

جواب عرض کے سٹاف کا بے حد ممنون ہوں کہ جنہوں نے میرے شکوہ کو بلکہ شکوہ ہی رہنے نہیں دیا، میری چھوٹی سی تحریر پر عمل کرنے کا اب پتہ نہیں میں کس منہ سے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کروں۔ اکثر میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھ پر احسان کر دیا ہے جواب دوبارہ میری تحریریں شائع کرنے لگے ہو۔ بہرحال میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ صرف میری ہی تحریریں شائع ہوتی رہیں اور ہاں یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ کسی پرانے قاری کو نظرانداز کرنا انصاف کی حد سے باہر کی بات ہے۔ اس طرح نہ کسی ادارے کے کیریئر کو اللہ نہ کرے نقصان پہنچنے کے اثرات بے شک موجود ہوتے ہیں کیونکہ کسی پرانے قاری کو جو کہ کئی مدتوں سے اس کا جواب عرض سے وابستہ ہو اس کو نظرانداز کرنا یہ صرف نہیں ہوتا بلکہ ان کے دلوں کی کئی بے آواز دھڑکنوں کے ردعمل کا سبب کہیں سے بھی آ پہنچتا ہے۔ لہٰذا ادارے سے میرا یہ ذاتی ایڈوائس ہے کہ پلیز اس طرح کے حالات کو مدنظر رکھ کر اپنے کیریئر کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔ ویسے بھی ایک عظیم دکھ نے پہلے سے بھی ہم سب کو بلکہ شہزادہ التمش بھائی، شہلا عالمگیر اور شہزادہ فیصل بھائی کو زیادہ جھنجھوڑ کر رکھا ہے ہم مزید یہ نہیں چاہتے کہ ہم روز دکھوں کے آسیب میں زندگی گزارنے پہ مجبور ہو جائیں۔ بالآخر آپ سب کو موسٹ ویلکم۔

عبدالوحید ابرار بلوچ۔ حب چوکی

میں 2008ء سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں پہلے تو ہمارے کچھ دوست تھے وہ ہمیں جواب عرض سے منع کرتے تھے اب تو ماشاء اللہ جواب عرض نے بہت بڑی ترقی کی ہے اللہ اس کو اور بھی ترقی دے۔ اکثر دکھی لوگوں کی کہانیاں نظر سے گزرتی ہیں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ وہ تو یہ سمجھتا ہوگا کہ یہ غم اور درد خالی ہماری ہی قسمت میں ہے لیکن نہیں میں کہوں تو غم اور درد ہر ایک انسان کے نصیب میں ہوتے ہیں۔

محمد نعیم۔ ضلع شانگلہ

شہزادہ التمش صاحب! ہمیں جناب محترم شہزادہ عالمگیر صاحب کی وفات کا بے حد دکھ ہوا لیکن موت اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر کو جنت الفردوس عطا کرے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ساری فیملی کو صبر کی توفیق دے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر کے اس تحفہ "جواب عرض" کو ہمیشہ ترقی نصیب کرے۔

محمد رمضان۔ ضلع ٹانک

میں جواب عرض کا کافی پرانا قاری ہوں اور ہر مہینے میں باقاعدگی سے ایک کی بجائے دو دو جواب عرض لے کر پڑھتا ہوں اس لئے تاکہ میری بہت سی تحریریں شائع ہو جائیں۔ یہ سب کرنے کے باوجود بھی میری کوئی بھی تحریر شائع نہیں ہوتی ہے اور ہر مہینے نظرانداز کئے جاتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر مہینے کے ڈائجسٹ سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سر پلیز مجھے مزید ذہنی کیفیت سے دوچار نہ کریں میں یہ نہیں چاہتا کہ نئے سال کی شروعات میں میری دکھی زندگی پر اور دکھوں کا آسیب آ جائے پلیز سر اگر آپ ہمیں اپنے جواب عرض کی خوبصورت محفل میں جگہ نہیں دیتے ہیں تو آپ ہی سوچ لیں کہ ہم اپنی دکھوں سے منسلک سنسار کو لے کر اب کہاں چلے جائیں۔ سو پلیز سر ہماری قلم کاری کو مستقبل کے لئے اپنے جواب عرض کی محفل کے اندر بحال کر دیں۔ اس کے بعد یہ میرا وعدہ ہے آپ سے

کوپن "ماں سے پیار کا اظہار"

جواب عرض اس کالم میں آپ "ماں سے پیار کا اظہار" سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

....

شہر ....

کوپن مجھے شکوہ ہے

جواب عرض کے اس کالم میں آپ اپنے دوستوں سے شکوہ کر سکتے ہیں یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں۔

مجھے شکوہ ہے: ....

شہر ....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ہمیں کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر ارسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں۔ کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

شناختی کارڈ نمبر ....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں، ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

کہ آپ کے اوپر میرا کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔ اس خط کے ساتھ میں اپنی زندگی کی لکھی ذاتی شاعری بھی بھیج رہا ہوں اور میری شاعری کو ابھرتے ہوئے شاعروں کی لسٹ میں لگا دیں تو سر آپ کی بہت بڑی نوازش ہوگی۔

.... عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران

✉ جناب عالی! میں جواب عرض کا مستقل قاری ہوں۔ اس کے تمام ہی سلسلے بہت اچھے ہیں۔ اس رسالے کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ میں ہر مہینے بڑی بے صبری سے جواب عرض کا انتظار کرتا ہوں۔ اتنا اچھا رسالہ ترتیب دینے پر آپ کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آپ کی محفل میں پہلی بار قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں، امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گے۔ مجھے سب سے زیادہ جو سلسلہ پسند آیا ہے وہ "دکھ درد" ہمارے ہے۔

.... عتیق اللہ خان

✉ انکل جی! میں جواب عرض کا نیا قاری ہوں اس پیاری سی بزم میں میرا دوسرا خط ہے جواب عرض اپنا جواب آپ ہے۔ ہر ماہ اس کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ اس کی ہر کہانی دل میں گھر کر جاتی ہے، یہ واقعی دکھی نگری ہے اور دکھی دل کو آپس میں ملاتا ہے۔ جی میں شاعری کرتا ہوں اور اپنی شاعری جواب عرض میں بھیجنا چاہتا ہوں کیا میں شاعری بھیج سکتا ہوں۔ انکل جی! کیا شاعری میں شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی بھی بھیجنا ضروری ہے۔ میرا شناختی کارڈ نہیں بنا مجھے اپنے اصولوں سے بھی آگاہ کیجئے گا تاکہ میں اچھی طرح لکھ سکوں۔ پلیز بھائی ضرور بتایئے گا مجھے انتظار رہے گا اور میں چند چیزیں بھیج رہا ہوں ضرور جگہ دیجئے گا۔ اگر ناقابل اشاعت ہیں تب بھی بتا دیجئے گا۔ میرے کوپن اور غزل، بچپن کے دن، میری پسندیدہ [illegible] ہے ضرور شائع کر دینا۔ اللہ آپ کو ایمان دے اور آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔

.... مزمل حسین صدا۔ کسووال

اہم اعلان

محترم قارئین کرام! شہزادہ عالمگیر صاحب کو ہم سے بچھڑے ستمبر میں ایک سال ہو جائے گا اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر سال ستمبر میں "شہزادہ عالمگیر نمبر" شائع کیا کریں۔ لہٰذا ادارہ جواب عرض ماہ ستمبر کو "شہزادہ عالمگیر نمبر" شائع کر رہا ہے جو دوسرے تمام نمبروں سے ہٹ کر ہوگا۔ یہ ہمارا خصوصی نمبر ہوگا۔ اسے سالنامہ بھی کہہ سکتے ہیں جس کے صفحات کی تعداد میں خاصا اضافہ کیا جائے گا اور اس نمبر میں سب تحریریں شہزادہ عالمگیر کے نام ہوں گی۔ آپ ابھی سے قلم اٹھائیں اور "شہزادہ عالمگیر نمبر" کے لئے لکھیں۔ جس کی تحریر شہزادہ عالمگیر کے بارے میں سب سے خوبصورت اور دل کو اپنی گرفت میں لینے والی ہوگی اسے **خصوصی انعام** سے نوازا جائے گا۔ شہزادہ عالمگیر صاحب ہمارے دلوں میں رہتے ہیں اور ان شاء اللہ ہماری یادوں، سوچوں اور تصورات میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ تھا، ایک روشن چراغ تھے جس کو تیز آندھیاں بھی نہ بجھا سکیں گی۔ آپ شہزادہ عالمگیر کے بارے میں کیا کیا جذبات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ہمیں ابھی سے ارسال کریں تاکہ اسے ماہ ستمبر کے شمارے میں "شہزادہ عالمگیر نمبر" میں شائع کیا جا سکے۔ (ادارہ "جواب عرض")